تاریخ احمدیت

جلد نمبر 27

1971ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرض ناشر

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے تاریخ احمدیت کے سلسلہ میں اگلی اشاعت یعنی تاریخ احمدیت جلد ۲۷ شائع ہوکر دستیاب ہوگئی ہے۔ الحمدللہ۔ اس کی تیاری وتالیف میں شعبہ تاریخ احمدیت نے بڑی محنت اور توجہ سے کام کرنے کی توفیق پائی۔ کارکنان شعبہ کی یہ بھرپور خدمت لائق تحسین ہے اور یہ کاوش یقینا قابل شکر گزاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا کرے بالخصوص
ئن کے شوق اور محنت سے تاریخ نویسی کے اس کام میں بفضلہ تعالیٰ تیزی آئی ہے اور نمایاں پیشرفت ہورہی ہے۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

اللہ تعالیٰ اس اشاعت کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور زیادہ سے زیادہ احباب کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق بخشے۔

پیش لفظ

جماعت احمدیہ عالمگیر کی تاریخ سچائی پر مبنی حقائق وواقعات کو آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کر رہی ہے۔ یہ ہماری اس شاندار مساعی کو بیان کرتی ہے جس پر ہمارے عظیم الشان مستقبل کی بنیادیں استوار کی جارہی ہیں۔ اس لئے ہر احمدی کو ان ایمان افروز حالات وواقعات کو اپنے زیر مطالعہ رکھنا چاہئے اور ان تاریخی حقائق کو زیر نظر رکھ کر اپنے مستقبل کو روشن وتابناک بنانے کے لئے ہمہ تن مصروف کار رہنا چاہئے۔

یہ تاریخ احمدیت کی ستائیسویں جلد ہے جو ۱۹۷۱ء کے حالات پر مبنی ہے۔ اس جلد میں آپ بالخصوص یہ ملاحظہ فرمائیں گے کہ افریقہ کے بظاہر تاریک لیکن انسانی قدروں سے آشنا معاشرہ میں قافلۂ احمدیت کس برق رفتاری سے دلوں کی تسخیر کرتا جارہا ہے۔ کس طرح 70ء کی دہائی میں امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ایک اشارے پر احمدی ڈاکٹرز اور اساتذہ اپنے ملکوں اور شہروں کو چھوڑ کر افریقہ کے جنگلوں، میدانوں اور ریگ زاروں میں انسانیت کی خدمت پر کمر بستہ ہونے کے لئے دیوانہ وار افریقہ کا رخ کرتے ہیں اور اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی جاری کردہ بابرکت سکیم ''نصرت جہاں آگے بڑھو'' کے شیریں ثمرات سے ایک عالم کو بہرہ مند کرنے لگتے ہیں اور اب اس تحریک کے شیریں ثمرات خلافت خامسہ میں بھی براعظم افریقہ میں چارسو نظر آرہے ہیں۔ الحمدللہ

دینی تعلیمات کی روشنی میں جماعت احمدیہ کا ظاہر وباہر عقیدہ ہے کہ ہر احمدی اپنے وطن کا وفادار ہے اور اس کا فرض ہے کہ جب بھی اس کے وطن پر مشکل وقت آپڑے تو وہ اپنی جان ومال کے ساتھ ملک کی حفاظت وسالمیت کے لئے میدان میں نکل آئے۔ چنانچہ جب ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان میں فسادات شروع ہوئے اور بعد ازاں پاک بھارت جنگ بھی چھڑ گئی تو ہر احمدی نے انہی تعلیمات کی روشنی میں اپنی بساط سے بڑھ کر ملک وقوم کی خدمت کی۔ پھر جب پاکستان کا ایک حصہ الگ ہوگیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس موقع پر جس طرح قوم کی ڈھارس بندھائی اور رہنمائی فرمائی نیز ان تمام علل واسباب کی بھرپور نشاندہی فرمائی جن کی وجہ سے ایسی صورتحال پیدا ہوئی۔ یہ تمام حالات اس جلد میں مذکور ہیں۔

اس کے علاوہ دیگر روزمرہ جماعتی سرگرمیاں ،ترقیات سلسلہ،قبولیت دعا کے واقعات ، نئے ممالک میں احمدیت اور نئے مراکز ومساجد کی تعمیر وغیرہ نیز اس سال عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کر جانے والے احمدی بزرگان کے حالات زندگی درج کئے گئے ہیں تا آئندہ نسلیں ان کے مطالعہ سے روشنی پا کر اپنی منزلوں کی راہیں متعین کر سکیں۔

تاریخ احمدیت نے خصوصی خدمت کی توفیق پائی ہے۔ نیز دنیا بھر میں کئی احبابِ جماعت سے رابطے کئے گئے اور مفید معلومات، اہم واقعات اور نادر تصاویر حاصل کر کے شامل اشاعت کی گئی ہیں، اس سلسلہ میں بھی بعض احباب جماعت کا خصوصی تعاون حاصل رہا ہے۔

اور مکرم عمیر علیم صاحب انچارج مخزن تصاویر لندن بھی بہت شکریہ کے مستحق ہیں کہ یہ سب احباب کرام اس جلد کے مواد کی تیاری کے سلسلہ میں کتب و رسائل، اخبارات ومجلّات اور تصاویر کی فراہمی کے لئے خصوصی تعاون فرماتے رہے ہیں۔

فجزاهم الله احسن الجزاء

تاریخ احمدیت جلد 27 (سال 1971ء)

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
صلح تا فتح ۱۳۵۰ہش/جنوری تا دسمبر ۱۹۷۱ء	
۱۹۷۱ء کا پہلا خطبہ جمعہ	1
وراثتی نظام سے متعلق ایک بیش قیمت علمی تحقیق	2
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا گھوڑے سے گرنے کا واقعہ	5
علم دین کے حصول کے بعد انڈونیشین طالب علم کی واپسی	6
روداد تقریب برموقع یوم مصلح موعود	6
وزیر اعظم ماریشس سے جماعت احمدیہ مشرقی پاکستان کے وفد کی ملاقات	7
نصرت جہاں آگے بڑھو سکیم کے تحت نئے ہسپتالوں اور سکولوں کا قیام	7
پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا نیا اعزاز	29
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی قبولیت دعا کا ایک نشان	30
مغربی افریقہ جانے والے ڈاکٹرز کے اعزاز میں الوداعی تقریب	31
مجلس مشاورت ۱۹۷۱ء	33
جامعہ نصرت ربوہ کا جلسہ تقسیم اسناد و انعامات	35
فسادات ۱۹۷۱ء میں تین احمدیوں کی جانی قربانی	36
حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کے اعزاز میں الوداعیہ	37
۔ خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث	37
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا مجلس انصار اللہ حلقہ دارالصدر شرقی سے بصیرت افروز خطاب	38
شیخ روشن دین تنویر صاحب کے اعزاز میں الوداعی تقریب	44
جرمنی میں قبولیت دعا کے دو نشانات کا ظہور	47
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا تربیتی کلاس سے خطاب	48
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا سفر اسلام آباد و مری	50
فلپائنی مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف احمدیہ مشنوں کا پرزور احتجاج	50
فضل عمر درس القرآن کلاس	51
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا مسٹر ٹب مین کے انتقال پر تعزیتی پیغام	52

عنوان	صفحہ
ـ وزیر خارجہ لائبیریا کے نام	52
ـ صدر لائبیریا ولیم ٹالبرٹ کے نام	52
ـ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے نام صدر لائبیریا ٹالبرٹ کا جوابی پیغام	53
مشرقی پاکستان کے واقعات کا تذکرہ اور نہایت قیمتی نصائح	53
ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی حسن کارکردگی کا ذکر	55
صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب پر قاتلانہ حملہ	56
جلسہ سالانہ صوبہ سرحد	61
خلافت لائبریری ربوہ کی جدید عمارت کا مبارک افتتاح	61
ـ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خطاب	65
سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ	66
ـ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا افتتاحی خطاب	67
ـ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا اختتامی خطاب	69
ـ (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا خطاب	71
لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع	75
ـ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خطاب	75
ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا تین ہزار پاؤنڈ کا گرانقدر عطیہ	76
مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع	76
ـ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا افتتاحی خطاب	77
ـ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا اختتامی خطاب	77
کیرالہ ہائیکورٹ بھارت کا فیصلہ	77
بیرونی ممالک میں تحریکِ وقف عارضی	78
ملکی دفاع سے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خصوصی تحریک	79
(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا پیغام	80
پاک بھارت جنگ ۱۹۷۱ء	82
ـ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی نصائح	85
ـ مغربی پاکستان پر حملہ	85
ـ صدر مملکت کا خطاب	85
ـ بنگلہ دیش کا قیام	86
ـ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا بھارت کو انتباہ	86
ـ ”دفاعی فنڈ“ کا قیام	87
ـ ناظر اعلیٰ کی طرف سے دفاعی فنڈ میں سرگرم حصہ لینے کی تحریک	87
ـ صدر مملکت کی خدمت میں مکرم ناظر صاحب اعلیٰ کا مکتوب	88
ـ سیکرٹری صدرِ مملکت عبدالقیوم صاحب کا جوابی تار	89
ـ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی لجنہ اماء اللہ کو دفاعی فنڈ جمع کرنے کی تلقین	89

عنوان	صفحہ
۔ قومی دفاعی فنڈ میں کینیڈا اور ایران کے پاکستانی احمدی احباب کا عطیہ	90
۔ ملکی دفاع اور استحکام کے لئے اہل ربوہ کی عظیم الشان خدمات	90
۔ سقوط ڈھاکہ	92
۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی ملک وقوم کو نصائح	92
۔ مغربی محاذ پر فائر بندی کا حکم	95
۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا جنگ پر حقیقت افروز تبصرہ	95
امتیازی خدمات سرانجام دینے والے پاکستانی افواج کے بعض احمدی افسران	100
۔ چوہدری محمد اکرم صاحب	100
۔ کیپٹن مجیب فقر اللہ صاحب شہید ستارہ جرأت	101
۔ لیفٹیننٹ ممتاز انور صاحب شہید ستارہ جرأت	104
۔ لیفٹیننٹ محمود اختر صاحب زبیری شہید	105
۔ عبدالسلام صاحب شہید	105
۔ عبدالمحسن خالد کڑک صاحب شہید	105
۔ میجر جنرل افتخار احمد صاحب جنجوعہ شہید کو دوسری بار ہلال جرأت کا اعزاز	106
۔ فلائنگ آفیسر محمد شمس الحق صاحب ستارۂ جرأت	108
۔ بریگیڈیئر محمد ممتاز خان صاحب۔ ہلال جرأت	109
۔ لیفٹیننٹ کرنل بشارت احمد صاحب	110
پاک وہند جنگ اور حالات قادیان	111
۔ ایک جماعتی ابتلاء میں خدائی تائید	111
''تحدیث نعمت'' کے نام سے ایک معرکۃ الآراء کتاب کی اشاعت	114
برطانیہ میں پاکستان کے ہائی کمشنر کو قرآن مجید کا تحفہ	115
ربوہ میں عید الفطر کی مبارک تقریب	115
جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۷۱ء کے التواء کا اعلان	115
قرآن کریم مع انگریزی ترجمہ کی وسیع اشاعت	117
حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی قیمتی نصائح	118
زیمبیا مشن کا قیام	119
حوالہ جات (صفحہ 1 تا 128)	129
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابہ کرام کا انتقال	
حضرت بابو خواجہ محمد الدین صاحب ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر سیالکوٹ	136
حضرت صوفی عبدالرحیم صاحب لدھیانوی	138
حضرت مولوی برکت علی صاحب ساکن چھنیاں تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیار پور	139
حضرت جمعدار نعمت اللہ صاحب آف بگول	139

عنوان	صفحہ
حضرت میاں فتح محمد صاحب	140
حضرت ٹھیکیدار چوہدری غلام رسول صاحب	141
حضرت مولوی کرم الٰہی صاحب ڈوگر آف کھارا متّصل قادیان	142
حضرت ملک رسول بخش صاحب آف ڈیرہ غازی خان	142
حضرت شیخ کظیم الرحمٰن صاحب	143
حضرت ڈاکٹر شیخ احمد الدین صاحب	147
حضرت مرزا محمد حسین صاحب ''چٹھی مسیح'' ساکن ترگڑی ضلع گوجرانوالہ	150
حضرت لعل بی بی صاحبہ	153
حضرت قریشی نورالحسن صاحب	154
حضرت محمد عبداللہ صاحب میڈیکل پریکٹیشنر قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ	154
حضرت چوہدری الٰہی بخش صاحب	163
حضرت خدیجہ بیگم صاحبہ	164
حضرت سراج بی بی صاحبہ	164
حضرت حشمت بی بی صاحبہ	171
حضرت حکیم محمد زاہد صاحب	172
حضرت ماسٹر محمد پریل صاحب گوپانگ بلوچ۔ کنڈیارو ضلع نوابشاہ	173
حضرت رحمت بی بی صاحبہ	179
حضرت میاں اللہ دتہ صاحب سیالکوٹی	179
حضرت چوہدری حاجی اللہ بخش صاحب چندر کے منگولے ضلع سیالکوٹ	179
حضرت ڈاکٹر بابو فقیر اللہ صاحب	190
حضرت چوہدری شرف الدین صاحب	191
۱۹۷۱ء میں وفات پانے والے مخلصین جماعت	
رسول بی صاحبہ حیدرآباد دکن	192
محمودہ بیگم صاحبہ	192
فضل بیگم صاحبہ	192
رشید احمد صاحب خالد متعلم جامعہ احمدیہ	193
مرزا محمد یعقوب صاحب	193
رحمت بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت ماسٹر محمد پریل صاحب	194
ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب آف کامٹی حال کراچی	194
سلیمہ بیگم صاحبہ	195
ہاجرہ بیگم صاحبہ المعروف ''آپو جی''	195
بشیر احمد چغتائی صاحب	197
عبدالرشید صاحب	197
رشیدہ بیگم صاحبہ	198
عارف نعیم صاحب	198
رادن یوسف صاحب انڈونیشیا	199

عنوان	صفحہ
شیخ ارشد علی صاحب ایڈووکیٹ سیالکوٹ	199
صفیہ بانو صاحبہ	199
چوہدری نورالدین جہانگیر صاحب	200
نور بی صاحبہ آف ماریشس	201
چوہدری یوسف علی صاحب	201
مریم صاحبہ۔انڈونیشیا	202
چوہدری محمد عبداللہ صاحب امیر جماعت کھاریاں	202
سیّدہ طیب النساء صاحبہ	203
مولوی ابوالفضل محمود صاحب	204
سیّدہ کلثوم بانو صاحبہ اہلیہ حضرت قاضی محمد	
عبداللہ صاحب بھٹی	204
کرنل قاضی محمد انور جان ہوتی مردان	204
خان فضل محمد خان صاحب	205
ست بھرائی صاحبہ	205
ملک حبیب اللہ خاں صاحب	205
حاجی عبدالعظیم میمن صاحب	206
رقیہ خاتون صاحبہ	206
محمد اسحٰق انور صاحب	206
چوہدری عبدالمومن خاں صاحب کاٹھ گڑھی	208
قریشی عبدالعزیز صاحب	208
شیخ دوست محمد صاحب شمس	208
حکیم عبدالعزیز صاحب امرتسری	209

عنوان	صفحہ
منشی محمد الدین صاحب امرتسری	209
مولوی مبارک احمد بھٹی صاحب مربی سلسلہ	210
یعقوب شریف صاحب	211
کیپٹن سرتاج علی امتیاز زبیری صاحب شہید	211
میجر مصلح الدین احمد سعید صاحب شہید	211
حوالہ جات (صفحہ 136 تا 211)	212
۱۹۷۱ء کے متفرق اہم واقعات	
خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خوشی کی	
تقاریب	217
۔ ولادت	217
۔ شادی	218
نمایاں اعزازات	218
مشرقی پاکستان کے طوفان زدگان کے لئے	
جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کی امداد	220
مولویوں کے رویہ پر ایک غیر احمدی کے تاثرات	222
۱۹۷۱ء کے احمدی حجاج	223
۔ حج بدل حضرت خلیفۃ المسیح الثالث	225
موٹر کار کے دو المناک حادثات اور مخلص احمدیوں	
کی شہادت	227
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام پہلا	
آل ربوہ ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ	229
نابیناؤں کے رسم الخط میں قرآن مجید کی اشاعت	230

عنوان	صفحہ
جامعہ نصرت ربوہ (برائے خواتین) کی سالانہ کھیلیں اور ڈائریکٹریس سپورٹس پنجاب یونیورسٹی کی آمد	231
جرمنی کے کلیساؤں کی ناگفتہ بہ حالت	231
ڈاکٹر سید صفدر حسین صاحب چیئرمین بورڈ انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن سرگودھا کا خطاب	234
انگلستان کے تین ہزار بے مصرف کلیسا	235
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے طلبہ کیلئے زریں ارشادات	236
تعلیم الاسلام کالج میں ڈاکٹر وزیر آغا کی تقریر	236
شادی کی ایک تاریخی تقریب	237
پہلا کل پاکستان بین الکلیاتی مقابلہ مضمون نویسی	238
احمدیہ مشن ہاؤس رحیم یارخان کیلئے عدالتی حکم	239
نگرپارکر (سندھ) میں پہلے جلسہ سالانہ کا انعقاد	239
۔ پیغام (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب	239
بیرونی ممالک میں جماعتی مساعی	
امریکہ	244
۔ پیغام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث بر موقع جلسہ سالانہ	244
انڈونیشیا	247
انگلستان	248
۔ پیغام امام ہمام بر موقع جلسہ سالانہ	250
برما	253
تنزانیہ	254
جاپان	256
جرمنی	259
سکنڈے نیویا	260
سوئٹزرلینڈ	263
سیرالیون	265
غانا	274
فجی	282
کینیا	288
گیمبیا	295
ماریشس	296
ملائیشیا	302
نائیجیریا	302
یوگنڈا	312
مبلغین احمدیت کی آمد اور روانگی	
آمد	313
روانگی	313
نئی مطبوعات	
اردو	315
انگریزی	316
حوالہ جات (صفحہ 217 تا 316)	317

صلح تا فتح ۱۳۵۰ ھش/ جنوری تا دسمبر ۱۹۷۱ء

۱۹۷۱ء کا پہلا خطبہ جمعہ

۱۹۷۱ء کے سال نو میں یکم جنوری کو جمعہ کا دن تھا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مسجد مبارک میں خطبہ جمعہ کے دوران مبارک باد دی کہ سال نو ایک عید سے شروع ہو رہا ہے ازاں بعد پوری جماعت کو نہایت پُر حکمت انداز میں تلقین فرمائی کہ حسد و عناد کا بڑا ہتھیار دروغ گوئی ہے۔ اس کا دفاع یہ ہے کہ ہم عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے اپنے رب کی طرف رجوع کریں، کسی کو دکھ نہ پہنچائیں اور ہر ایک کے لئے ہمدردی اور دعا کو اپنا شعار بنائیں چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

''جو سال گذر چکا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے لئے اندرونِ پاکستان بھی اور بیرون پاکستان بھی بڑی ہی برکتوں کا موجب تھا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور پیار کے بڑے حسین نظارے ہم نے گذشتہ سال دیکھے ہمارے دل اس کی حمد سے معمور ہیں۔ سال نو ایک عید سے شروع ہو رہا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ بھی تمہارے لئے ایک عید ہے۔ جمعہ کا ایک پہلو اجتماعی زندگی کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہے اور اجتماعی برکات اور رحمتوں کے حصول کا موجب بن جاتا ہے۔ حسن و احسان کے جو جلوے ہم اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے دیکھتے ہیں اس کے نتیجہ میں حسد و عناد کا پیدا ہونا ضروری ہے اور حسد و عناد کا بڑا ہتھیار دروغ گوئی اور کذب بیانی ہے اس کا دفاع جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھایا ہے وہ عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنا اور ماسوا اللہ کسی چیز پر بھروسہ نہ رکھنا اور سب کچھ اور سب خیر و برکت اپنے رب کریم سے حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہے۔

اسلام کے عظیم دور کے ساتھ ہی حسد کا دور، عناد کا دور، مخالفت کا دور اور ظلم کا دور شروع ہوا تھا۔ قرآن کریم نے ابتدا ہی سے ہمیں تعلیم دی تھی کہ حاسد کے حسد کے شر سے بچنے کے لئے تم اپنے رب کی طرف رجوع کرنا اور اپنی حفاظت اُسی سے چاہنا۔ انعام جب بے شمار ہوں۔ انعام جب معمول سے زیادہ ہوں۔ پیار جب ٹھاٹھیں

مارتا ہوا سمندر بن جائے تو حسد اور مخالفت اور عناد میں بھی شدت پیدا ہو جاتی ہے لیکن مظلوم ہونے کے باوجود اور حسد کا نشانہ بننے اور ظلم کا ہدف ہونے کے باوجود ہم پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی کو دکھ نہیں پہنچانا، کسی کی جان پر حملہ نہیں کرنا، کسی کا مال غصب نہیں کرنا، کسی کو بے عزت نہیں کرنا اور کسی پر حقارت کی نگاہ نہیں ڈالنا بلکہ جب انسان اللہ کی گود میں اس کے فضل سے بیٹھ جائے تو اس کے دستِ قدرت نے جو پیدا کیا اس سے وہ محبت کرنے لگتا ہے، اس سے پیار کرنے لگتا ہے، اس کا بہی خواہ بن جاتا ہے اور اس سے ہمدردی و غمخواری کرتا ہے۔

دنیا اپنی ناسمجھی کی وجہ سے ہمارے ساتھ جو بھی سلوک کرے ہمیں غصہ نہیں آنا چاہیے۔ ہمیں بدلہ لینے کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے بلکہ ایسوں کے لئے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں تاکیدی حکم فرمایا ہے کہ ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ ہر اس شخص کے لئے دعائیں کرتا رہے جو اس احمدی کیلئے دشمنی کے جذبات رکھتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو حقیقی مسلمان کی ایک صفت سے محروم ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ایک دروازہ اپنے پر کھول لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اور محبت اور اخوت اور ہمدردی و غم خواری کے جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے جماعت کو بٹھایا ہے، اس مقام پر ہی وہ ہمیں قائم رکھے اور اسی پر استقامت بخشے تا کہ اس کے فضلوں کے ہم زیادہ سے زیادہ وارث بنتے چلے جائیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔'' [1]

وراثتی نظام سے متعلق ایک بیش قیمت علمی تحقیق

قرآن مجید نے غرباء کو بڑے بڑے سرمایہ داروں کی یلغار سے بچانے اور دنیا میں ان کی ترقی و خوشحالی کا راستہ کھلا رکھنے کے لئے جو ذرائع مقرر کئے ہیں ان میں اس کے جامع نظام وراثت کو منفرد مقام حاصل ہے جس کی خوبی اور عظمت کو ڈاکٹر گستاولی بان (Gustave Le Bon) جیسے فرانسیسی محقق نے بھی تسلیم کیا ہے اور ''نہایت منصفانہ'' قرار دے کر اسے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ [2]

لیکن اس شاندار نظام سے واقفیت اور استفادہ کی راہ میں دو مشکلات حائل ہیں اوّل یہ کہ قرآن مجید عربی زبان میں ہے جس سے برصغیر پاک و ہند کے عوام ناآشنا ہیں۔ دوم ورثا کے حصوں کی تقسیم کا

پرانا طریق حساب نہایت مشکل اور پیچیدہ نوعیت کا ہے۔ عرصہ سے یہ ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی کہ اسے بیسویں صدی کے ذہن و مزاج اور جدید علمی تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے عام فہم انداز میں متعارف کرایا جائے۔

اس نقطہ نگاہ سے ایک احمدی محقق و فاضل عبدالرشید غنی ایم ایس سی لیکچرار تعلیم الاسلام کالج ربوہ نے محنت شاقہ کر کے قدیم و جدید لٹریچر کا مطالعہ کیا اور اپنی بیش قیمت علمی تحقیق اس سال ''اسلام کا وراثتی نظام'' کے نام سے شائع کر دی جو علمی اور قانونی حلقوں میں مقبول ہوئی اور بلند پایہ شخصیات نے اس پر اظہار خوشنودی کیا اور درج ذیل احباب نے مفصل تبصرے کئے۔

۱۔ مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ۔ ۲۔ (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد۔ ۳۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب۔ ۴۔ سجاد احمد جان جسٹس سپریم کورٹ۔ ۵۔ شیخ بشیر احمد صاحب ریٹائرڈ جج ہائیکورٹ۔ ۶۔ پروفیسر حمید احمد خان صاحب سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی۔

ان تبصروں میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

۱۔ ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے تعارف میں لکھا:-

''اسلام کا نظام وراثت اپنے اعتدال، توازن اور ترتیب حقوق نیز متوفی اور ورثاء دونوں کے جذبات کے احترام کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ دنیا کا کوئی دوسرا نظام وراثت خواہ وہ مذاہب عالم کا پیش کردہ ہو یا نظریاتی حکومتوں کا مرتب کردہ، اسلامی نظام وراثت کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اسلامی نظام وراثت میں ہر ایک وارث کے حقوق کو ایسے حسین اعتدال کے ساتھ محفوظ کیا گیا ہے کہ روحِ انسانی وجد میں آجاتی ہے۔ قرآن پاک اور دین اسلام کی اصل زبان چونکہ عربی ہے اسی لئے جو لوگ عربی نہیں جانتے وہ اس نظام وراثت کی بے نظیر خوبیوں سے بھی پوری طرح واقفیت حاصل نہیں کرسکتے۔ علاوہ ازیں وارثوں کے حصوں کی تعیین کا علم حساب سے گہرا تعلق ہے اور پرانا طریق حساب بڑا مشکل اور پیچیدہ نوعیت کا ہے اس لئے بھی اس نظام کے سمجھنے میں مشکل پیش آجاتی ہے ان ہر دو مشکلات کو ہمارے عزیز بھائی محترم پروفیسر عبدالرشید صاحب غنیؔ ایم۔ ایس۔ سی نے بڑی خوبی اور قابلیت کے ساتھ حل کیا ہے اس وقت تک اردو میں جتنی بھی کتابیں اسلامی نظام وراثت پر لکھی گئی ہیں وہ پرانی طرز کی اور بہت ہی پیچیدہ ہیں لیکن محترم غنی صاحب نے بڑے آسان اور حسین انداز

میں اس مضمون کو واضح کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ فضل عمر فاؤنڈیشن نے آپ کی اس مفید کتاب کو ایک ہزار روپیہ انعام کا مستحق قرار دیا ہے۔عزیز مکرم نے نہایت پیچیدہ مسائل کو اپنی حساب دانی کی مدد سے آسان رنگ میں پیش کیا ہے اور ہر مسئلہ کو متعدد مثالوں سے حل کر کے دکھایا ہے۔میرے خیال میں یہ مضمون وکلاء اور جج صاحبان کیلئے بڑا مفید اور ان کے روزمرہ کے کاروبار میں ممدومعاون ثابت ہوگا۔اس مضمون کی ترتیب،اس کے دلائل، جزئیات کی تشریح بے انداز محنت سے کی گئی ہے۔میں اس قابل قدر سہل المفہوم اور فائدہ بخش کتاب کا تعارف لکھتے ہوئے دلی مسرت محسوس کرتا ہوں اور اس کتاب اور نادر کوشش پر لائق مصنف کی خدمت میں مخلصانہ مبارکباد پیش کرتا ہوں''۔[3]

۲۔(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے حسب ذیل تبصرہ فرمایا:۔

''فضل عمر فاؤنڈیشن ٹھوس علمی تحقیقات کو فروغ دینے کیلئے ہر سال جو صلائے عام دیتی ہے یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جسے خدا کے فضل سے پہلے ہی سال پھل لگنے شروع ہو گئے۔ان پھلوں میں ایک خاص طور پر شیریں اور خوشنما اور معطر پھل وہ تحقیقی مضمون ہے جو برادرم مکرم پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب نے بڑی علمی کاوش اور محنت اور کرید کے بعد مرتب فرمایا اور فضل عمر فاؤنڈیشن کی خدمت میں حسن وقبح کے فیصلہ کیلئے پیش کیا۔عنوان اس مضمون کا ''اسلام کا وراثتی نظام'' ہے جب یہ مضمون مختلف اندرونی اور بیرونی منصفین کی خدمت میں فیصلہ کیلئے پیش کیا گیا تو سب نے اسے بہت سراہا اور بعض نے تو اچھے نمبر دینے کے علاوہ غیر معمولی تعریفی کلمات اس مضمون کے حق میں لکھے۔چنانچہ فضل عمر فاؤنڈیشن نے اس مضمون کو ایک نہایت اعلیٰ کوشش قرار دیتے ہوئے انعام کا مستحق قرار دیا اور اس قابل سمجھا کہ اگر مصنف خود اسے طبع نہ کرواسکیں تو طباعت کے سلسلہ میں ان کی ہر ممکن امداد کی جائے۔یہ مضمون اب ایک خوشنما کتاب کی صورت میں چھپ کر بام پر آ گیا ہے اور ہر عاشقِ علم کو دعوت نظارہ دے رہا ہے۔

اسلامی وراثت کے قوانین اگرچہ معدودے چند قرآنی آیات میں سمیٹ دیئے گئے ہیں لیکن حقیقت میں وہ وراثت کی سینکڑوں امکانی صورتوں پر پوری طرح حاوی اور ہر پیدا ہونے والی الجھن کا حل اپنے اندر رکھتے ہیں۔اس قرآنی معجزہ کا پورا لطف

اٹھانا ہر کس و ناکس کا کام نہیں اور جب تک محققین کی سالہا سال کی محنتوں کے نتائج سے استفادہ نہ کیا جائے اور اہل علم کی آنکھ سے ان مسائل کو نہ دیکھا جائے اس معجزہ کی پوری شان ایک عامی کو نظر نہیں آسکتی۔ اس پہلو سے برادرم پروفیسر غنی صاحب کی تحقیق ایک بلند پایہ کوشش ہے اور مختصر قرآنی آیات کی اندرونی وسعتوں میں جھانکنے میں بہت مدد دیتی ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اس کے علاوہ یہ ایک عملی ضرورت کی بیش قیمت کتاب ہے جو وراثت کی نہایت مشکل اور پیچیدہ امکانی صورتوں کو بھی بڑے عمدہ اور سہل طریق پر حسابی رنگ میں حل کر دیتی ہے۔ دینی علوم سے شغف رکھنے والوں نیز قانون دانوں کے پاس تو اس کتاب کا ہونا ازبس ضروری ہے۔‘‘ 4

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا گھوڑے سے گرنے کا واقعہ

۲۱ جنوری بروز جمعرات صبح اس وقت ایک افسوس ناک واقعہ پیش آ گیا جب حضور انور گھوڑے پر سواری فرما رہے تھے کہ اچانک گھوڑا بدک کر بھاگ اٹھا اور یک دم مڑ گیا۔ جس کی وجہ سے حضور انور گر پڑے اور کمر کے عضلات میں شدید کھنچاؤ پڑ گیا۔ کمر کی ہڈی پر چوٹ آئی اور کمر کی ہڈی کا دوسرا حصہ بھی چوٹ کے اثر سے دب گیا۔ اس بیماری کے دوران ڈاکٹر مسعود احمد صاحب سرجن کو لاہور سے نیز کرنل محمود الحسن صاحب سرجن کو راولپنڈی سے تشریف لا کر حضور انور کے علاج کی سعادت نصیب ہوئی۔ جبکہ دوران بیماری محترم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب باقاعدگی سے حضور انور کی صحت سے متعلق احباب جماعت کو مطلع فرماتے رہے۔ 5

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۴ مئی ۱۹۷۱ کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں محلہ دار الصدر شرقی کے انصار کے ایک تربیتی اجلاس سے خطاب کے دوران اپنی اس چوٹ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جنوری میں گھوڑے پر سے گرنے کی وجہ سے ریڑھ کی ہڈی کے دو منکوں میں جو نقص واقعہ ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے غیر معمولی فضل سے اسے پوری طرح دور کر دیا ہے۔ مگر اس چوٹ کی وجہ سے ڈاکٹری مشورہ کے مطابق مجھے گیارہ ہفتے تک لیٹے رہنا پڑا۔ اس عرصہ میں میری خواہش اور تمنا یہی ہوتی تھی کہ جتنی جلدی ہو سکے میں نمازوں کے لئے مسجد میں جاؤں اور اپنے دوستوں سے ملوں۔ مگر میں لیٹے رہنے پر مجبور تھا پھر اس بیماری کے نتیجہ میں بعض اور شکایات بھی پیدا ہو گئیں جن کی وجہ سے میں ابھی تک زیادہ چل پھر نہیں سکتا۔ التحیات کی حالت میں ابھی بیٹھ بھی نہیں سکتا یہی وجہ ہے کہ میں نماز

کے لئے مسجد میں نہیں آ سکتا پھر سر چکرانے کی تکلیف شروع ہوگئی ہے جو دورہ کی صورت میں ہوتی ہے۔

حضور نے اپنی بیماری اور اس کے اثرات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ دوست میرے لئے بھی جو کہ خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ ہے دعا کریں کہ اس بیماری کے جو چند اثرات ابھی باقی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی دور کر دے اور اپنے فضل سے مجھے کامل صحت عطا فرمائے۔[6]

اس کے بعد جلد ہی اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے حضور انور کو کامل شفا عطا فرما دی۔

علم دین کے حصول کے بعد انڈونیشین طالب علم کی واپسی

۲۵ جنوری ۱۹۷۱ء بعد نماز عصر جامعہ احمدیہ ربوہ کے ہال میں جامعہ کے فارغ التحصیل انڈونیشی طالب علم مکرم عبدالغنی کریم صاحب شاہد کے اعزاز میں بہت وسیع پیمانے پر ایک الوداعی تقریب منعقد ہوئی۔اس تقریب میں جامعہ کے پرنسپل محترم سید داؤد احمد صاحب و دیگر اساتذہ کرام اور طلباء نے بھرپور شرکت فرمائی۔عبدالغنی کریم صاحب سماٹرا کے علاقہ پاڈانگ کے رہنے والے تھے۔آپ اٹھارہ سال کی عمر میں علم دین حاصل کرنے کی غرض سے ۱۹۶۳ء میں ربوہ آئے۔آپ نے جامعہ احمدیہ میں سات سال تک زیر تعلیم رہ کر شاہد کی ڈگری حاصل کی۔اسی دوران آپ نے ۱۹۶۹ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔اس سال آپ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مبلغ اسلام کی حیثیت سے اپنے وطن واپس جانے کو تیار تھے۔دوران تقریب مکرم عبدالغنی کریم صاحب نے بھی حاضرین سے اردو میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جہاں تک حصول تربیت کا تعلق ہے میں سب سے زیادہ اپنے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا ممنون احسان اور مرہون منت ہوں۔ خلافت ثالثہ کے قیام کے وقت میں پہلا انڈونیشین تھا جسے حضور کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا خصوصی شرف حاصل ہوا۔اور یہ شرف ہی میرے لئے تربیت کا سب سے اہم اور گراں بہا ذریعہ ثابت ہو کر میری خوش قسمتی کا ضامن ٹھہرا اور میں ہمیشہ ہی حضور کی نظر شفقت کا مورد رہا۔[7]

روداد تقریب بر موقع یوم مصلح موعود

۲۰ فروری ۱۹۷۱ء کو ۴ بجے بعد دوپہر یوم مصلح موعود کی مبارک تقریب پر لجنہ اماء اللہ ربوہ کا ایک خصوصی اجلاس لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے ہال میں منعقد ہوا۔اس جلسہ میں صدارت کے فرائض حضرت سیدہ مریم صدیقہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے سرانجام دئے۔آپ نے اپنی تقریر میں پیشگوئی

مصلح موعود کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کی عظمت کو اجاگر کیا اور بتایا کہ مصلح موعود کی شخصیت اتنی اہم تھی کہ خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ کے بعد صلحائے امت نے بھی اس کی خبر دی بلکہ قبل از زمانہ اسلام میں بھی (جیسا کہ طالمود کی روایت سے ظاہر ہے) اس کی پیشگوئی موجود تھی۔

آپ نے بتایا کہ یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا زندہ ثبوت ہے۔اور اسلام کی صداقت کی ایک اہم دلیل ہے۔اس نشان کی جو اغراض بتائی گئی تھیں وہ سب کی سب حضرت مصلح موعود کے وجود مبارک میں پوری ہوئیں اور ہم سب اس امر کے گواہ ہیں کہ مصلح موعود کی جملہ علامات کا ایک ایک نقطہ اس رنگ میں پورا ہوا ہے کہ اسے دیکھ کر ہماری روح اپنے خدا کے آستانہ پر سربسجود ہوجاتی ہے۔دعا کے ساتھ یہ جلسہ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔8

وزیراعظم ماریشس سے جماعت احمدیہ مشرقی پاکستان کے وفد کی ملاقات

وزیراعظم ماریشس جناب سر سیوساگر رام غلام Sir Seewoosagur Ramgoolam ۱۹۷۱ء میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مشرقی پاکستان تشریف لائے۔ان سے جماعت کے ایک وفد نے ملاقات کی اور انہیں پاکستان آنے پر خوش آمدید کہا اور انہیں قرآن کریم (انگریزی ترجمہ) کا تحفہ پیش کیا۔

وزیراعظم صاحب نے دوران گفتگو احمدیہ جماعت کی تبلیغی مساعی کو سراہا اور وفد کو بتایا کہ ماریشس میں جماعت احمدیہ نے مختلف الخیال لوگوں کے آپس میں اتحاد اور ایک دوسرے کی بہبود کے سلسلہ میں بھی قابل تعریف کام کیا ہے۔9

نصرت جہاں آگے بڑھو سکیم کے تحت نئے ہسپتالوں اور سکولوں کا قیام

اس سال کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں نصرت جہاں آگے بڑھو سکیم کے تحت مغربی افریقہ کے کئی ممالک میں متعدد ہسپتالوں اور سکولوں کا قیام ہوا جس سے افریقہ کی تاریخ میں ایک سنہری باب کا آغاز ہوا۔

نئے ہسپتالوں کی تعداد آٹھ تھی جو غانا، سیرالیون اور گیمبیا کے درج ذیل مقامات آسوکورے، جورو، بواجے بو، بانجل، ٹیچی مان، سویڈرو، کنجور اور روکوپر پر قائم کئے گئے۔ان کی بعض تفصیلات درج ذیل ہیں۔

۱۔ احمدیہ ہسپتال آسوکورے (غانا)

آسوکورے (Asokore) کماسی شہر سے ۲۴ میل کے فاصلہ پر واقع ایک گاؤں ہے ۔ یہاں ہسپتال کے لئے ۳۰ کمروں پر مشتمل جدید طرز کی خوبصورت عمارت حاصل کی گئی اور اس کے ۲۰ کمروں کو بستروں اور ضروری اشیاء سے آراستہ کر کے Indoor کے لئے تیار کیا گیا۔ اس کے پہلے ڈاکٹر سید غلام مجتبیٰ صاحب تھے۔

ہسپتال کا افتتاح ۲۸ فروری ۱۹۷۱ء کو عمل میں آیا۔ تقریب میں ۴ ہزار کا مجمع تھا۔ اس موقع پر اکرا اور کماسی کے علاقہ کی احمدی جماعتوں اور مقامی باشندوں کے علاوہ اعلیٰ افسران، ممبران پارلیمنٹ اور گاؤں کے پیراماؤنٹ چیف نے بھی شرکت کی۔ پریس اور ریڈیو کے نمائندگان بھی موجود تھے۔

پیراماؤنٹ چیف نے اپنی تقریر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ جماعت نے ان کے علاقہ میں ہسپتال قائم کر کے لوگوں پر احسان عظیم کیا ہے۔ انہوں نے ہسپتال کی ترقی کیلئے ہر قسم کی مدد اور تعاون کی پیشکش کرتے ہوئے اپنی طرف سے آٹھ صد سیڈیز دینے کا اعلان کیا۔ بعد ازاں ایک ممبر پارلیمنٹ نے بھی تقریر کی۔ ہسپتال کے قیام پر بہت خوشی کا اظہار کیا اور ۵۰ سیڈیز عطیہ دیا۔ انہوں نے حاضرین کو بھی ہسپتال کے فنڈ میں عطیات دینے کی تلقین کی۔ چنانچہ دیکھتے دیکھتے حاضرین کی طرف سے چار صد سیڈیز کی رقم جمع ہوگئی۔

مولانا بشارت احمد صاحب بشیر امیر و مشنری انچارج غانا نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ آغاز میں مسلمان اطباء کی کوششوں سے علم الطب نے دنیا میں شہرت حاصل کی تھی اور آج جماعت احمدیہ نے پھر بنی نوع انسان کی ہمدردی میں اسے فروغ دینا شروع کیا ہے۔ افتتاح کی خبر ریڈیو اور اخبارات نے مؤثر طریق پر نشر اور شائع کی۔ 10

۲۔ احمدیہ ہیلتھ سنٹر جورو (سیرالیون)

سیرالیون کے اس پہلے ہیلتھ سنٹر کا افتتاح ۵ جون ۱۹۷۱ء کو عمل میں آیا۔ ڈاکٹر محمد اسلم صاحب جہانگیری اس کے انچارج مقرر ہوئے۔ اس موقع پر ایک شاندار تقریب منعقد کی گئی۔ تقریب کے مہمان خصوصی آنریبل مسٹر فرینک۔ ایس انتھونی ریذیڈنٹ منسٹر برائے مشرقی صوبہ تھے۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ سیرالیون کے اکثر مرکزی عہدیداران، علاقائی اور مقامی مبلغین کرام، چاروں احمدیہ سیکنڈری سکولوں کے ہیڈ ماسٹر صاحبان، مختلف علاقوں کے سات پیراماؤنٹ چیفس، ۲۰ چیفڈم

سپیکر، ۳۵ سیکشن چیف، ڈسٹرکٹ آفیسر، ریجنل پولیس آفیسر اور مختلف سیاسی راہنماؤں کے علاوہ پانچ ہزار سے زائد افراد نے اس تقریب میں شرکت کی۔ جورو کی تاریخ میں اتنے بڑے اجتماع کی یہ پہلی مثال تھی۔

اس تقریبِ افتتاح کے سلسلہ میں جورو کے وسیع وعریض چیفڈم ہال میں جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ جلسہ کی کارروائی کا آغاز آنریبل پیراماؤنٹ چیف مسٹر این کے گمانگا پریذیڈنٹ جماعتہائے احمدیہ سیرالیون کی صدارت میں ہوا۔ معززین جماعت اور بعض پیراماؤنٹ چیفس کی تقاریر کے بعد آنریبل ایف ایس انتھونی ریذیڈنٹ منسٹر برائے مشرقی صوبہ نے فرمایا کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں ''جورو'' میں آج پہلے احمدیہ ہیلتھ سنٹر کا افتتاح کر رہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ مستقبل میں یہ ایک بڑا اور شاندار ہسپتال بن جائے گا جماعت احمدیہ نے پہلے اپنے مبلغ بھجوا کر اور پھر سکول کھول کر ہمیں روحانی اور جسمانی علوم سکھائے اور اب ہسپتال کھول کر ہماری صحتوں کا بندوبست کر رہے ہیں اور یہ ایسی کوشش ہے کہ جس سے انسانوں کو صحیح رنگ میں انسان بنایا جا سکتا ہے کیونکہ انسان کی روح اور جسم کے لئے یہ ہر دو چیزیں انتہائی ضروری ہیں۔ جماعت احمدیہ ہمیں جہالت اور تاریکی سے نکال کر اور بیماریوں سے بچانے کا سامان کر کے یقیناً ایک حیران کن کام کر رہی ہے اور علم اور صحت کے نتیجہ میں ہی ہم اپنے ملک میں بھوک، افلاس اور غریبی کو بھی دور کر سکتے ہیں۔

ہم اس ملک کے باشندے اور خصوصاً اس علاقہ کے رہنے والے، احمدیہ مشن کے بے حد ممنون اور شکر گذار ہیں کہ آپ لوگ ہر رنگ میں ہمارے ملک کی خدمات بجالا رہے ہیں آپ کی بے لوث خدمات کے عمدہ اور شاندار نمونے ہمارے سامنے ہیں۔

جلسہ کے اختتام پر تمام مہمانان احمدیہ نصرت کلینک پہنچے جہاں وزیر صاحب موصوف نے سیرالیون کے اس پہلے احمدیہ ہیلتھ سنٹر کا باقاعدہ افتتاح کیا۔ امیر ومشنری انچارج مولوی محمد صدیق صاحب شاہد نے دعا کروائی اور اس طرح یہ شاندار تقریبِ افتتاح اختتام پذیر ہوئی۔ 11

اس ہیلتھ سنٹر کے قیام کی خوشی میں علاقہ کے لوگ روایتی انداز میں تین دن تک خوشی مناتے رہے۔ 12

۳۔احمدیہ کلینک بواجے بو (سیرالیون)

اس ہیلتھ سنٹر کا افتتاح ۳ جولائی ۱۹۷۱ء کو بواجے بو میں وہاں کے وزیر صحت مسٹر سی پی فورے

نے چار ہزار افراد کی موجودگی میں ایک شاندار تقریب میں کیا۔اس تقریب میں مختلف علاقہ جات کے ۶ پیراماؤنٹ چیفس، ۲۵ چیفڈم سپیکرز اور ۴۰ سیکشن چیفس بھی شامل تھے۔

حاضرین سے خطاب کے دوران وزیر صحت نے کہا:۔

’’ایک ماہر تعلیم اور وزیر صحت ہونے کی حیثیت سے میں اس بات پر خوشی اور مسرت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جماعت احمدیہ قومی سطح پر بے لوث رنگ میں ہمارے ملک کی دینی، تعلیمی اور طبّی لحاظ سے نہایت شاندار خدمات سرانجام دے رہی ہے۔روح کی بالیدگی اور انسانی صحت ہی ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو صحیح رنگ میں خداشناس بنا سکتی ہیں اور جماعت احمدیہ اپنے مقدس راہنما کی ہدایت کے تحت خدا کے فضل سے پورے طور پر اس میں کوشاں ہے......میری وزارت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جماعت احمدیہ کی ان کوششوں کے سلسلہ میں احمدیہ مشن کو ہر ممکن امداد دی جائے گی۔‘‘ 13

تقریب کی صدارت کے فرائض مشرقی صوبہ کے ریذیڈنٹ منسٹر آنریبل ایف ایس انتھونی صاحب نے انجام دیئے اور دعا مولانا محمد صدیق صاحب مبلغ انچارج نے کروائی۔ڈاکٹر امتیاز احمد صاحب چوہدری ایم بی بی ایس۔ایف آر سی ایس نے اس ہیلتھ سنٹر میں خدمات کا آغاز ۴ جون ۱۹۷۱ء سے کر دیا تھا لیکن اس کا باضابطہ افتتاح ۳ جولائی کو عمل میں آیا۔ 14

۴۔احمدیہ ہسپتال بانجل (گیمبیا)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے گیمبیا کے دارالحکومت بانجل کے احمدیہ ہسپتال کے لئے ڈاکٹر انوار احمد خان صاحب کا تقرر بطور میڈیکل آفیسر فرمایا۔ڈاکٹر صاحب موصوف ۱۶ اپریل ۱۹۷۱ء کو بانجل پہنچے اور چوہدری محمد شریف صاحب امیر و مبلغ انچارج گیمبیا کے ساتھ مل کر کلینک کھولنے کیلئے ایک دومنزلہ عمارت کرایہ پر حاصل کی۔ضروری تیاری کے بعد اگست ۱۹۷۱ء میں نصرت جہاں ٹی بی اینڈ میڈیکل سنٹر جاری ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔اس ہسپتال سے شفا پانے والے لوگوں میں صدر مملکت کی فیملی اور بعض وزراء مملکت بھی شامل رہے۔ 15

۵۔احمدیہ ہسپتال ٹیچی مان (غانا)

اس ہسپتال کی افتتاحی تقریب ۲۶ ستمبر ۱۹۷۱ء کو عمل میں آئی۔تقریب کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔مولانا بشارت احمد صاحب بشیر امیر ومشنری انچارج جماعتہائے احمدیہ غانا مشن نے

خطبہ استقبالیہ پڑھتے ہوئے اس امر کا ذکر کیا کہ جماعت احمدیہ اپنی روحانی، اخلاقی اور تعلیمی خدمات کی وجہ سے ملک بھر میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے اور اس کی ان خدمات کو بنظر استحسان دیکھا جاتا ہے۔ اب اس نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی دی ہوئی توفیق سے ملک بھر میں نئے ہسپتال قائم کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ آپ نے کہا ہم اس ملک کے عوام کی فلاح و بہبود کے سلسلہ میں اپنی مساعی میں وسعت پیدا کر کے حتی المقدوران کی طبّی ضروریات کو پورا کرنے کا عزم رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ قابل قدر اسلامی روایات کو ازسرنو زندہ کر دکھانا چاہتے ہیں۔ وزیر سماجی بہبود آنریبل اے۔اے۔منافی نے استقبالیہ ایڈریس کے جواب میں تقریر کرتے ہوئے تعلیم اور طبّی امداد کے میدانوں میں جماعت احمدیہ کی قابل قدر مساعی اور گرانقدر خدمات کا ذکر فرمایا اور شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا۔ آپ نے فرمایا میری وزارت جماعت کے قائم کردہ ہسپتالوں کو خوبی اور عمدگی سے چلانے کے سلسلہ میں ہر ممکن امداد بہم پہنچانے اور پورا پورا تعاون کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے گی اور ہمیشہ اس کے لئے مستعد رہے گی۔

بعد ازاں ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر بشیر احمد خان صاحب نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے یقین دلایا کہ وہ بلاتمیز رنگ و نسل اور مذہب وعقائد بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف رکھیں گے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ہرچند کہ اس ہسپتال کا باضابطہ اور رسمی افتتاح آج عمل میں آرہا ہے تاہم یہ گذشتہ پانچ ماہ سے علاقہ کے عوام کی طبی خدمات بجالا رہا ہے۔ اس مختصر سے عرصہ میں پانچ ہزار سے زائد مریضوں کا علاج کیا گیا اور اللہ کے فضل سے وہ شفایاب ہوئے۔ اسی طرح متعدد چھوٹے اور بڑے آپریشن بھی کامیابی سے کئے گئے۔

اس موقع پر چار ہزار حاضرین کی موجودگی میں مولانا بشارت احمد صاحب بشیر نے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ مع تفسیری نوٹس کا ایک نسخہ وزیر موصوف کو پیش کیا۔

افتتاحی تقریب میں صدارت کے فرائض ٹیچیمان کے پیراماؤنٹ چیف نے ادا فرمائے۔ آپ برونگ اہافو ریجن کے ہاؤس آف چیفس کے پریذیڈنٹ ہیں۔ اپنے خطبۂ صدارت میں جماعت احمدیہ کی رفاہی سرگرمیوں اور خدمات کو سراہا۔ آپ نے ۱۹۷۰ء میں امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی ٹیچیمان میں تشریف آوری اور حضور کے ساتھ اپنی ملاقات کا ذکر کرنے کے بعد ٹیچیمان میں احمدیہ ہسپتال کے قیام پر حضور کی خدمت میں دلی جذباتِ تشکر کا اظہار کیا۔ آپ نے جملہ حاضرین

اور علاقہ کے عوام کو تلقین کی کہ وہ ہسپتال اور جماعت احمدیہ کی طبی خدمات سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں۔قبل اس کے آنریبل وزیر سماجی بہبود نے فیتہ کاٹ کر ہسپتال کے باضابطہ افتتاح کا اعلان فرمایا۔ برونگ اہافو کے ریجنل مشنری مولوی عبدالوہاب بن آدم نے آنریبل وزیر موصوف، ٹیچیمان کے پیراماؤنٹ چیف اور تمام معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔اس موقعہ پر حاضرین نے ازخود بطور چندہ رقوم پیش کیں۔چنانچہ چھ صد نیوسیڈیز جمع ہوئے ان میں یک صد نیوسیڈیز کا وزیر موصوف کی طرف سے پیش کردہ عطیہ بھی شامل تھا۔افتتاحی تقریب کی روداد کو اخبارات نے نمایاں طور پر شائع کیا۔غانا ریڈیو نے بھی خاص تفصیلی خبر نشر کی۔علاوہ ازیں ٹیلیویژن پر بھی اس کے مناظر دکھائے گئے۔16

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۵؍اکتوبر ۱۹۷۱ء کو انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع سے پیراماؤنٹ چیف کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ:۔

> ’’ٹیچیمان میں ایک بہت بڑا عیسائی پیراماؤنٹ چیف ہے۔یہ اپنے علاقہ کا صدر بھی ہے اور کنگ کہلاتا ہے اور غانا کے پیراماؤنٹ چیفس کی جو مجلس ہے جسے انہوں نے ابھی تک روایتاً رکھا ہوا ہے۔اس مجلس کا یہ نائب صدر ہے۔یعنی چیفس کے لحاظ سے سارے غانا میں یہ دوسرے نمبر پر ہے۔غرض یہ اتنا بڑا چیف اور پھر عیسائی ہے۔ بایں ہمہ اس نے ہمیں اڑھائی سوا یکڑ زمین مفت دی ہے اور جب میں وہاں گیا تھا تو اس نے جو ایڈریس پڑھا وہ اس طرح لگتا تھا کہ گویا کسی احمدی کا لکھا ہوا ہے‘‘۔17

اس جگہ یہ تذکرہ ضروری ہے کہ افتتاح سے قبل مقامی میڈیکل آفیسر کو ہسپتال کھولنے کی اجازت دینے کے بعد چند ہفتوں کے لئے بیرونِ ملک جانا پڑا تو ان کے قائمقام نے جو رومن کیتھولک تھا حکومت کو لکھا کہ احمدیہ جماعت کسی اور جگہ ہسپتال کھولے کیونکہ یہاں پہلے ہی دو ہسپتال موجود ہیں۔اس رپورٹ کے ایک ہفتہ کے اندر ایک ڈاکٹر چل بسا اور ہسپتال بند کر دینا پڑا۔دوسرا ہسپتال رومن کیتھولک کا تھا اس کے انچارج بھی بسترِ علالت پر پڑ گئے اس دوران ایک خطرناک نوعیت کا کیس آیا رومن کیتھولک ہسپتال کا عملہ رات کو ڈاکٹر بشیر احمد خان صاحب کے پاس آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے مریضہ کا آپریشن کیا اور وہ چند روز تک روبصحت ہوگئی اس قسم کے کئی اور واقعات بھی رونما ہوئے۔دو ڈاکٹروں نے ایک مریض کا معاینہ کرنے کے بعد اس کے پاؤں کاٹنے کا فیصلہ کیا۔کسی نے مریض سے کہا کہ اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو احمدیہ ہسپتال ٹیچی مان چلے جاؤ۔چنانچہ ڈاکٹر

صاحب نے اس کا علاج کیا اور پاؤں کاٹے بغیر وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تندرست ہو گیا۔[18]

۶۔ احمدیہ ہسپتال سویڈرو (غانا)

اس ہسپتال کا با قاعدہ افتتاح ۱۸ نومبر ۱۹۷۱ء کو ایک پُرشکوہ اور پُروقار تقریب میں ہائی کمشنر پاکستان مقیم غانا ہز ایکسی لینسی ایس اے معید صاحب نے فرمایا۔ یہ نیا ہسپتال غانا کے سنٹرل ریجن میں اگونا سویڈرو کے مقام پر کھولا گیا۔ افتتاحی تقریب میں صدارت کے فرائض غانا کے نائب وزیر زراعت آنریبل محاما ثانی صاحب نے ادا فرمائے جو خود بحمد اللہ تعالیٰ مخلص احمدی تھے۔ اس میں پانچ ہزار مہمانوں نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں علاقہ کے پیراماؤنٹ چیفس، اعلیٰ سرکاری حکام اور ملک کے بعض نامور اشخاص بھی تشریف لائے تھے۔ جس ہال میں تقریب منعقد ہوئی اسے رنگ برنگ کی جھنڈیوں اور آرائش کے دیگر سامانوں سے سجایا گیا تھا۔ اس موقع پر شہر میں خوشی کی لہر دوڑی ہوئی تھی اور اہل شہر ہسپتال کے قیام پر از حد مسرور نظر آتے تھے۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا جو مولوی عبدالشکور صاحب مبلغ غانا نے کی۔ بعد ازاں مولانا بشارت احمد بشیر صاحب نے خطبہ استقبالیہ پڑھا۔ آپ نے ہز ایکسی لینسی ہائی کمشنر پاکستان اور دیگر مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کے علاوہ جماعت احمدیہ کی ان تعلیمی، سماجی اور طبّی خدمات کا ذکر کیا جو وہ ملک بھر میں نہایت بے لوث طریق پر انجام دے رہی ہے۔ آپ نے فرمایا ملک میں ہسپتالوں کا قیام جماعت احمدیہ کی رفاہی سرگرمیوں کے پروگرام کا ایک اہم حصہ ہے۔ جماعت نے ملک میں مزید ہسپتالوں اور سکولوں کے قیام کے ذریعہ اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت اور اس کے عظیم ورثہ کو بحال کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

ہسپتال کے آفیسر انچارج ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب نے اس موقع پر حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے ہسپتال کے قیام کے سلسلہ میں کی جانے والی مساعی کا اختصار کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد بتایا کہ پانچ ماہ کی قلیل مدت میں آٹھ ہزار مریضوں کا علاج کیا گیا اور ایک سو سے زائد بڑے آپریشن کامیابی کے ساتھ کئے گئے۔ آپ نے مزید بتایا کہ اگرچہ میں برسر روزگار اپنے طور پر مصروف کار تھا لیکن جب میرے محبوب امام آقا اور مقدس امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے احمدی ڈاکٹروں کو اپنی خدمات پیش کرنے کے لئے پکارا تو میں نے فوراً اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تین سال کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیں تا کہ میں حضور کی زیر ہدایت اپنے افریقی بھائیوں کی

خدمت کرنے اور ان کے کام آنے کی سعادت حاصل کرسکوں۔تقریر کے دوران انہوں نے اپنے اس عزم اور عہد کو دہرایا کہ میں بلاتفریق رنگ ونسل اور مذہب وعقیدہ بنی نوع انسان کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کروں گا۔

ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب کے بعد پاکستانی ہائی کمشنر ہز ایکسی لینسی ایس اے معید صاحب نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے اپنے ہم وطنوں کے اس قابل قدر جذبہ کی تعریف کی کہ وہ اپنی زندگیاں، اپنے اوقات اور اپنی صلاحیتوں کو وقف کر کے بنی نوع انسان کی خدمات بجالا رہے ہیں اور ناموافق حالات اور مشکلات پر قابو پا کر ملکی مفاد کی خاطر حتی المقدور کوشش کر رہے ہیں اور اس طرح اہل غانا کو اعتماد اور یقین سے ہمکنار کرنے کا موجب ثابت ہو رہے ہیں۔ ہز ایکسی لینسی نے اس موقع پر حاضرین کو پاکستان کے خلاف بھارت کی کھلی جارحیت سے بھی آگاہ کیا۔اس پر سامعین نے اپنے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ پاکستان کی سالمیت اور حفاظت کے لئے آئندہ بھی دعائیں جاری رکھیں گے۔ ہز ایکسی لینسی نے جماعت احمدیہ کو اس امر پر خراج تحسین پیش کیا کہ اس نے اپنی انتھک اور بےلوث خدمات کے ذریعہ غانا اور پاکستان کے عوام کو ایک دوسرے کے قریب لانے اور ان کے درمیان بہتر مفاہمت کا جذبہ پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

آنریبل محاما ثانی نائب وزیر زراعت حکومتِ غانا نے اپنی صدارتی تقریر میں اس امر کا خاص طور پر ذکر کیا کہ غانا میں اسلام کے از سر نو احیاء کا سہرا منفرد طور پر جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی اور سرگرمیوں کے سر ہے۔آپ نے بتایا سویڈرو کا شہر (جس میں احمدیہ ہسپتال کا قیام عمل میں آیا ہے) پہلے ایک عیسائی شہر شمار ہوتا تھا لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میں مسلمانوں کی ایک خاصی بڑی تعداد آباد ہے اور اسے پہلے کی طرح ایک عیسائی شہر شمار نہیں کیا جاتا۔آپ نے فرمایا جماعت احمدیہ نے تعلیم، طب اور علاج معالجہ کے شعبوں میں گرانقدر خدمات بجالا کر بہت ناموری حاصل کی ہے۔ اب اسے چاہیے کہ وہ غانا میں زراعت کو فروغ دینے کے سلسلہ میں بھی ہاتھ بٹائے۔

صدارتی تقریر کے بعد ہز ایکسی لینسی ایس اے معید صاحب ہائی کمشنر آف پاکستان نے فیتہ کاٹ کر ہسپتال کے باضابطہ افتتاح کا اعلان فرمایا۔ بعد ازاں ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب کی معیت میں ہز ایکسی لینسی اور دیگر سربرآوردہ مہمانوں نے ہسپتال کے مختلف شعبوں کا معاینہ کیا۔ 19

ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب انچارج ہسپتال لکھتے ہیں۔

’’جیسے ہی مقامی ریڈیو پر احمدیہ ہسپتال کے کھلنے کی خبر شروع ہوئی قصبہ میں ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی۔اور بہت سارے لوگ مبارک باد دینے کیلئے گھر تشریف لائے۔ پہلے دن پندرہ مریض آئے، دوسرے دن پچاس، تیسرے دن پچھتر اور آجکل ۱۸۰ کے قریب مریض روزانہ آرہے ہیں۔دو ہفتہ کے اندر ہی دس بستر بھر گئے۔دو عیسائی مریض اس عرصہ میں ایسے آئے جو میرے سامنے بیٹھ کر پکار اٹھے کہ واقعی صحت اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔اب کئی عیسائی مرد اور عورتیں مجھے اور میری بیوی کو Good morning کی بجائے السلام علیکم کہتے ہیں۔اس عاجز نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ علی الصبح ۴:۳۰ بجے مریض دوائی حاصل کرنے کے لئے جگہ پر قبضہ کرنے کیلئے اس ہسپتال میں پہنچے‘‘۔ [20]

فروری ۱۹۷۲ء میں میڈیکل ڈائریکٹر نے سروے کیا۔بعض متعصب عیسائیوں کے کہنے پر ہسپتال کی اکثر چیزوں کو ناقص قرار دیا جس کے باعث ہسپتال کچھ عرصہ کے لئے بند کرنا پڑا لیکن پھر متواتر کوشش اور جدوجہد کے ذریعہ اکتوبر ۱۹۷۲ء میں ہی ہسپتال کھولنے کی اجازت حاصل کر لی گئی اور کام شروع ہو گیا۔ جب ہسپتال دوبارہ کھلا تو عوام نے پہلے سے بڑھ کر خوشی منائی اور مریضوں کی تعداد میں بھی کئی گنا اضافہ ہو گیا یہاں تک کہ ڈاکٹر صاحب کو کرایہ کے مکان میں بے حد تنگی محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ ایک بڑا وسیع مکان خرید کر اس میں ہسپتال کی ضروریات کے مطابق کچھ نئے حصے بنائے گئے اور ہسپتال اس میں منتقل کر دیا گیا۔ [21]

مجلس نصرت جہاں کے غیر مطبوعہ ریکارڈ کا ذکر کرتے ہوئے مکرم وقار احمد بھٹی صاحب اپنے مقالہ میں رقمطراز ہیں کہ:۔

’’نئے ہسپتال کی عمارت نہایت خوبصورت، صاف ستھری اور ہسپتال کی تمام عمومی ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہے۔

ہسپتال کے آؤٹ ڈور بلاک میں کمرۂ انتظار کے علاوہ آٹھ کمرے ہیں۔کمروں کے درمیان میں برآمدہ ہے ان کمروں کے علاوہ غسلخانوں اور بیت الخلاء کی سہولت مہیا ہے۔ہر ایک کمرے میں الگ الگ شعبے یعنی رجسٹریشن، طبی مشورہ، انجکشن روم، ڈسپنسری، مرہم پٹی کا کمرہ اور میڈیکل سٹور، لیبارٹری ایکسرے وغیرہ کے لئے مخصوص ہیں۔

انڈور (Indoor) میں پانچ کمرے ہیں جن میں سے تین بڑے وارڈ دو چھوٹے وارڈ ہیں جو کل

پچیس بستروں پر مشتمل ہیں۔ دو بستروں کے درمیان کشادہ جگہ رکھی گئی ہے۔ آپریشن تھیٹر تین کمروں پر مشتمل ہے۔ آپریشن کا کمرہ ۱۱ × ۱۳ فٹ ہے۔ الغرض ہر ممکن سہولت خدا کے فضل سے مہیا ہے۔

غانا کے علاوہ آئیوری کوسٹ، بورکینا فاسو، ٹوگو، بینن، نائیجیریا، نائیجر، زائر، کیمرون، لائبیریا، سینیگال، گنی، ماریطانیہ، مالی اور گیمبیا کے مریض بھی علاج کیلئے آتے ہیں۔ اس وقت ڈاکٹر طارق احمد صاحب انچارج ہیں جو کہ انڈیا سے تعلق رکھتے ہیں۔'' 22

اس ہسپتال میں بھی اللہ تعالیٰ نے کس طرح احمدی ڈاکٹروں کو شفایابی کے اعجازی نشان سے نوازا اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔ ڈاکٹر میجر (ر) لئیق احمد فرخ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں تحریر کیا کہ:۔

''لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے ہسپتالوں پر بہت اعتماد ہے اور وہ ہمارے ہسپتالوں میں علاج کرانے اور داخل ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔ چند روز ہوئے ایک مریض آیا جس کا ہرنیا Strangulate (ہرنیا میں خون کی گردش کا بند ہونا) ہو گیا تھا اور بیماری پر بہت وقت گذر چکا تھا۔ جب ایسی حالت ہو تو عموماً آنت کا وہ حصہ جو Strangulate ہو جاتا ہے کاٹنا پڑتا ہے اور جس Suturing Material سے آنت کو دوبارہ سِیا جاتا ہے وہ یہاں پر دستیاب نہیں۔ ان حالات میں مَیں نے مریض کو اور اس کے رشتہ داروں کو مشورہ دیا کہ وہ ڈسٹرکٹ ہسپتال میں چلے جائیں اور ساتھ ہی میں نے انہیں وجہ بھی بتا دی۔ رشتہ داروں نے جانے کی حامی بھر لی اور مریض کو معائنے والے کمرے سے باہر لے گئے۔ مگر تھوڑی دیر بعد ہی مریض کے رشتہ دار پھر آئے اور کہنے لگے کہ مریض وہاں جانے پر راضی نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اس کا یہاں پر ہی آپریشن کیا جائے۔ میں نے مریض کے رشتہ داروں کو کہا کہ وہ اسے سمجھائیں۔ وہ پھر گئے اور آ کر کہا کہ مریض کہتا ہے کہ میں مرجانا پسند کروں گا لیکن اگر آپریشن کرواؤں گا تو یہاں پر ہی کرواؤں گا۔ بحالت مجبوری میں نے تمام بات مریض کے رشتہ داروں کو بتا دی اور اچھی طرح سمجھا دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! تو ہی بہتر جانتا ہے تو شفا دینے والا ہے میں تیرا نام لے کر آپریشن کرتا ہوں، ہماری مدد کر اور اس مریض پر اپنا فضل اور رحم کر۔ چنانچہ اس کا آپریشن کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ آپریشن اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب رہا اور مریض چند دنوں میں ہی ٹھیک ہو کر شکریہ ادا کرتا واپس چلا گیا۔'' 23

جماعت احمدیہ کی عوامی خدمات کا اعتراف صدر مملکت نے بھی کئی بار فرمایا۔ ایک موقعہ پر صدر مملکت نے فرمایا:۔

''آپ سب جانتے ہیں کہ ہماری حکومت مختلف مذاہب پر کسی قسم کی پابندی عائد کرنے کے حق میں نہیں ہے ہمارا آئین اس کی اجازت نہیں دیتا...... بلاشبہ آپ کے مذہب نے دنیا کے عظیم ترین مذاہب میں سے اہل غانا کو فیض پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ آئندہ بھی غانا کی تعمیر وترقی میں اسی طرح ہاتھ بٹاتے رہیں گے......ہم آپ کے ازحد ممنون ہیں کہ آپ نے اس ملک کی تعمیر وترقی میں شریک ہوکر اہم کردار ادا کرنا ضروری سمجھا''۔ 24

۷۔احمدیہ ہیلتھ سنٹر روکوپرُ (سیرالیون)

''خدا تعالیٰ کے فضل سے سیرالیون میں ہماری ایک اور ڈسپنسری نے روکوپرُ کے مقام پر ۲۰ جولائی سے کام شروع کر دیا ہے الحمدللہ۔ اس کا نام احمدیہ نصرت جہاں کلینک رکھا گیا ہے۔ یہ کلینک فی الحال عارضی جگہ پر شروع کیا گیا ہے۔ مستقل جگہ اور فرنیچر کا انتظام پارلیمنٹ کے ممبر آنریبل مسٹر گھابے کر رہے ہیں۔ وزیر مالیات انشاء اللہ جلد ہی اس کا باقاعدہ افتتاح فرمائیں گے......اس کلینک کے اجراء کے ساتھ ہی گورنمنٹ سیرالیون نے اپنی ایک سرکاری ڈسپنسری بھی مع سازوسامان ہمارے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا ہے''۔25

۴دسمبر ۱۹۷۱ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نصرت جہاں ''آگے بڑھو'' سکیم کے تحت سیرالیون میں ہمارے تیسرے احمدیہ نصرت جہاں کلینک ''روکوپرُ'' کا سرکاری طور پر افتتاح ہو گیا ہے۔ اس ہیلتھ سنٹر کے انچارج مکرمی ڈاکٹر ایس۔ ایم حسن صاحب ایم بی بی ایس میدان عمل میں پہنچ کر ۲۰ جولائی ۱۹۷۱ء سے تسلی بخش کام کر رہے ہیں۔ اس تقریب افتتاح میں بعض وزراء، ممبران پارلیمنٹ، پیراماؤنٹ چیفس اور دیگر اعلیٰ سرکاری حکام نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر سیرالیون پارلیمنٹ کے ایک رکن آنریبل ایس۔ اے کابا نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''میں کمبیا (Kambia) کے وسطی حلقہ انتخاب کے باشندگان کی طرف سے احمدیہ مشن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس نے ہماری قومی تعمیر نو میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ مجھے بجا طور پر اس امر پر فخر ہے کہ ہمارا روکوپرُ کا شہر رفتہ رفتہ اس قابل ہوتا جا رہا ہے کہ یہ ہماری قومی امنگوں کو پورا کر سکے۔ میں بڑی مسرت کے ساتھ احمدیہ مشن کو یقین دلاتا ہوں کہ صدر سیاکا سٹیونز کی حکومت اس سیکنڈری سکول

اور ہسپتال کی ترقی میں حتی المقدور پورا پورا ہاتھ بٹائے گی......احمدیہ مشن نے جس شاندار کام کا آغاز کیا ہے میں اس پر صمیم قلب سے ایک دفعہ پھر اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں‘‘۔

اس ہسپتال کا افتتاح شمالی صوبہ کے ریذیڈنٹ منسٹر آنریبل بانگالے منسارے نے کیا۔ اس موقع پر انہوں نے بھی ایک نہایت پُرجوش تقریر کی اور سیرالیون میں احمدیہ مشن کے قیام اور اس کی کارگزاری کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’جماعت احمدیہ کی رفاہی سرگرمیوں اور خدمات کا جو مختصر خاکہ میں نے ابھی پیش کیا ہے اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ سیرالیون میں اس قدر مختصر عرصہ کے دوران احمدیہ مشن کی یہ کامیابی اس حقیقت کی آئینہ دار ہے کہ اسلام کی فتح کا دن قریب ہے......روکوپُر اور ضلع کمبیا (Kambia) کے باشندو! میں تم سے یہ کہوں گا کہ تمہارے اور تمہاری نسلوں کیلئے یہ ایک سنہری موقع ہے۔ تمہیں اپنے بچوں کو زیور علم سے آراستہ کر کے اس موقع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیئے تا کہ تم اس کارنامے کے ثمرات سے بہرہ ور ہو سکو‘‘۔ 26

۸۔احمدیہ ہسپتال گنجور (گیمبیا)

گیمبیا کے ویسٹرن ڈویژن کے صدر مقام گنجور میں احمدیہ ہسپتال نے ۲۷ نومبر ۱۹۷۱ء کو کام شروع کیا اور ڈاکٹر محمد اشرف صاحب اس کے انچارج مقرر ہوئے۔ بعد ازاں ڈاکٹر صاحب اور مولانا محمد شریف صاحب امیر و مشنری انچارج کی مشترکہ کوششوں سے اس سینٹر میں ڈینٹل کلینک بھی نصب کیا گیا اور پھر ۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ایک سادہ مگر پُروقار تقریب میں احباب جماعت کی معیت میں پُرسوز دعاؤں کے ساتھ اس ہسپتال کا باقاعدہ افتتاح ہوا۔ 27

ان ہسپتالوں کے علاوہ نائیجیریا، غانا، سیرالیون اور گیمبیا میں آٹھ نئے سکول جاری کئے گئے جن کی تفصیل درج ذیل کی جاتی ہے۔

۱۔احمدیہ سیکنڈری سکول گساؤ (Gusau) سکوٹو سٹیٹ نائیجیریا

گساؤ سکول ۱۷ مارچ ۱۹۷۱ء کو جاری ہوا اور اس کی افتتاحی تقریب ۸ جولائی ۱۹۷۱ء کو منعقد ہوئی جس میں صدارت کے فرائض ایجوکیشن کمشنر جناب الحاج ابراہیم نے ادا فرمائے۔ اس تقریب میں پانچ سو مہمانوں نے شرکت کی۔ ان میں محکمہ تعلیم کے سیکرٹری، چیف پلاننگ ایجوکیشن آفیسر، گساؤ

کے پیراماؤنٹ چیف، علاقہ بھر کے تیس دیگر چیفس اور متعدد اعلیٰ سرکاری حکام شامل تھے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس تقریب میں سلطان آف سکوٹو کی نمائندگی ان کے مقرر کردہ ایک خصوصی نمائندہ نے کی۔ استقبالیہ ایڈریس سکول کے ہیڈ ماسٹر محمد اسماعیل صاحب وسیم ایم اے نے پڑھا۔ جوابی تقریر میں ایجوکیشن کمشنر جناب الحاج ابراہیم نے گساؤ میں احمدیہ سیکنڈری سکول کے قیام پر دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا جماعت احمدیہ وہ پہلی مسلم تنظیم ہے جس نے اعلیٰ تعلیم کے ادارے قائم کرنے میں ہمارے لئے نہایت شاندار مثال قائم کر دکھائی ہے۔ آپ نے حکومت کی طرف سے پورے پورے تعاون کا یقین دلایا۔ آخر میں نائیجیریا مشن کے مبلّغ انچارج اور جماعتہائے احمدیہ نائیجیریا کے امیر مولانا فضل الٰہی صاحب انوری نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے جناب ایجوکیشن کمشنر اور دیگر مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ آپ نے اپنی تقریر میں اس امر پر روشنی ڈالی کہ حقیقی اور کامل علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی ذات ہی سرچشمہ علوم ہے۔ دنیوی علوم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ حقیقی علم حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعائیں کی جائیں اور اس سے زندہ تعلق قائم کیا جائے۔ آپ کی تقریر کے بعد دعا پر یہ بابرکت تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ 28

نصرت جہاں سکیم کے تحت کھلنے والے سکولوں میں یہ پہلا سکول تھا اس تاریخی اہمیت کے پیش نظر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قیام کی ابتدائی تاریخ کی مزید تفصیلات مولانا فضل الٰہی صاحب انوری کے الفاظ میں محفوظ کر دی جائیں۔ مولانا صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

’’جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اپنے تاریخی سفر مغربی افریقہ پر نائیجیریا میں ورود پذیر ہوئے تو ریڈیو پر خبریں سنتے ہوئے اچانک حضور کے کانوں میں کچھ اس قسم کے الفاظ پڑے کہ ہماری ریاست اس وقت تعلیمی بحران سے دوچار ہے اور یہ کہ ہم اس بحران کو دور کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں...... یہ الفاظ نائیجیریا کی شمال مغربی ریاست کے گورنر جناب عثمان فاروق کے تھے جو انہوں نے لیگوس پہنچ کر اخباری نمائندوں سے کہے تھے۔ حضرت اقدس نے اس تقریب کو تائید غیبی سمجھ کر برادرم وزیری عبدو صاحب جنہیں چند روز قبل ہی حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا، کو گورنر موصوف کے پاس یہ پیغام دے کر بھجوایا کہ ہماری جماعت اس بحران کو دور کرنے میں آپ کی مدد کرنے کے لئے تیار ہے بشرطیکہ آپ ہمیں اس بارے میں ہر ممکن سہولت بہم

پہنچائیں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ نصرت جہاں سکیم کا آغاز نائیجیریا سے ہی ہوا تھا اور صرف ایک دن قبل حضور نے نائیجیریا جماعت کے نمائندگان کے سامنے سولہ ثانوی سکول کھولنے کا اعلان فرمایا تھا۔ گورنر نے نہ صرف اس تجویز کا پُرجوش خیر مقدم کیا بلکہ ہر ممکن امداد بہم پہنچانے کا وعدہ کیا۔ یہ حسنِ اتفاق ہے کہ گورنر عثمان فاروق برادرم وزیری عبدو صاحب کے ہم مکتب رہ چکے ہیں اور انہیں اچھی طرح جانتے ہیں چنانچہ حضرت اقدس کی موجودگی میں ہی رسمی طور پر ایک درخواست گورنمنٹ شمال مغربی ریاست کو بھجوادی گئی جس میں حضرت اقدس کی طرف سے ان کی ریاست میں چار ثانوی سکول کھولنے کی پیشکش کی گئی۔ یہ آغاز تھا اس عظیم الشان سکیم کا جو اَب سارے مغربی افریقہ میں تعلیمی وطبّی مراکز قائم کرنے کی نمایاں خدمت انجام دے رہی ہے۔

شمال مغربی ریاست جو قریباً سو فیصدی ہاؤسا اور فلانی مسلمان قبائل پر مشتمل ہے کا صدر مقام سکوٹو ہے جو قدیم اور تاریخی شہر ہونے کے علاوہ حضرت عثمان ڈان فودیو جو اس علاقہ کے اٹھارہویں صدی کے مجدد گزرے ہیں، کا مدفن ہے۔ گساؤ (Gusau) لیگوس سے ۵۰۷ میل شمال کی جانب اور سکوٹو سے ۱۳۰ میل جنوب کی جانب اس شاہراہ پر واقع ہے جو سکوٹو کو نائیجیریا کے دوسرے بڑے شہروں سے ملاتی ہے۔ سکوٹو بہت بڑا صنعتی مرکز ہونے کے علاوہ فضائی مستقر بھی ہے۔ ثانوی سکول کے لئے گساؤ کا انتخاب کئی ایک اعتبار سے کیا گیا۔ ایک تو یہ کہ سکوٹو جہاں پہلے ہی کافی سکول اور کالج موجود ہیں کے بعد یہ شمالی حصہ ریاست میں دوسرا بڑا قصبہ ہے۔ دوسرے اب تک یہاں صرف ایک ثانوی سکول قائم تھا جو کیتھولک عیسائی مشن نے دوسال قبل کھولا تھا اور ضرورت تھی کہ مسلمان بچوں کو عیسائیت کے اثر سے پاک رکھنے کے لئے ہم وہاں کوشش کریں۔ تیسرے مرکزی حکومت کے اقتصادی ترقیات کے کمشنر جناب الحاجی یحیٰی گساؤ یہیں کے رہنے والے ہیں جو ایک دیندار مسلمان ہونے کے علاوہ ہماری اسلامی خدمات کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

سکول کی تجویز اپنے تمام عبوری مراحل سے گزرنے کے بعد منظوری کی آخری حدود تک پہنچ چکی تھی۔ حکومت کی طرف سے چالیس ایکڑ کا قطعہ اراضی اس کے لئے مخصوص ہو چکا تھا۔ حکومت کے افسران نے جس خوش اسلوبی اور خوش دلی سے جملہ کارروائی سرانجام دی وہ قابلِ صد ستائش ہے۔ چونکہ گساؤ میں ہماری کوئی جماعت نہ تھی نہ ہی کوئی اَور واقفیت اس لئے سکوٹو میں برادرم عبدالمجید صاحب بھٹی کی خدمات حاصل کی گئیں جنہوں نے نہ صرف مقامی طور پر کاغذات کی تکمیل کے سلسلے

میں ہر ممکن کوشش کی بلکہ گساؤ میں ایک ایسے دوست کا پتہ دیا جو سکول کے اجراء کے لئے تمام ابتدائی مراحل طے کرنے میں بہت مفید ثابت ہوئے چنانچہ پہلا داخلے کا امتحان انہی کی وساطت اور انتظام سے انجام پایا۔ اسی طرح سکول کے لئے عارضی عمارت کے حصول میں کامیابی بھی انہی کی مرہونِ منت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

داخلے کے پہلے امتحان کے لئے خاکسار نومبر ۱۹۷۰ء میں کانو سے گساؤ پہنچا۔ بہت تھوڑے طلباء اس امتحان میں شامل ہوئے اور ان میں سے بہت کم داخلے کے قابل قرار پائے۔ دوسرے داخلے کے امتحان کے لئے کانو سے برادرم رفیق احمد ثاقب صاحب پرنسپل فضل عمر احمدیہ سیکنڈری سکول کانو اور سکوٹو سے برادرم عبدالمجید بھٹی صاحب پرنسپل احمدو بیلو اکیڈمی (Ahmadu Bello Academy) کو بھجوایا گیا۔ طلباء کے انٹرویو کے دوران ایک عجیب بات یہ دیکھنے میں آئی کہ طالبات کسی سوال کا جواب نہ دیتی تھیں جیسے ان کے مونہوں میں زبان ہی نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ ان کے والدین نے انہیں ہدایت کر رکھی ہے کہ وہ انٹرویو کے وقت بالکل خاموش رہیں تا وہ سکول میں داخل نہ ہونے پائیں کیونکہ ان کے خیال میں لڑکیوں کا زیادہ تعلیم حاصل کرنا خطرناک ہے۔ یہ خیال اس تلخ تجربے کی پیداوار ہے جو مسلمان والدین کو عیسائی اداروں میں اپنے بچوں کو تعلیم دلوانے کے نتیجہ میں حاصل ہوا کہ جب وہ تعلیم سے فارغ ہوئے تو یا وہ عیسائی ہو چکے تھے یا عیسائیت سے اتنا متاثر کہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے میں عار محسوس کرتے تھے۔ یہ کیفیت ابھی تک ملک بھر میں بلکہ سارے مغربی افریقہ میں قائم ہے۔ اگرچہ اب مسلمانوں کی بیداری کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ کم ہوتی جا رہی ہے۔

ابھی تک ہمیں ایک کلاس کی تعداد کے برابر بمشکل طلباء ملے تھے تاہم سکول جاری ہو سکتا تھا۔ حکومت کی منظوری حاصل ہو چکی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ۱۵ مارچ ۱۹۷۱ء کو سکول کھلنے کا اعلان کر دیا گیا۔ ادھر ایک مشکل یہ پیش آئی کہ منظور شدہ اساتذہ ابھی تک پاکستان سے نہیں پہنچنے پائے تھے۔ یہ مشکل اللہ تعالیٰ نے یوں حل فرمائی کہ کانو سیکنڈری سکول کا سٹاف پہلی ٹرم کی تعطیلات میں گساؤ میں آ کر کام کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ چنانچہ پہلے برادرم رفیق احمد ثاقب صاحب وہاں پہنچے اور رہائش، خورد ونوش اور ٹرانسپورٹ کی جملہ مشکلات کو بخوشی برداشت کرتے ہوئے کئی دن وہاں ٹھہرے۔ اس کے بعد برادرم احتشام النبی صاحب ان کی جگہ پر پہنچ گئے۔ ایک کلاس یعنی فارم ون (Form 1) جاری ہو چکی تھی۔ اسی اثناء میں پاکستان سے برادرم محمد اسمٰعیل صاحب وسیم کے پہنچنے پر

سٹاف کی ضرورت پوری ہوگئی۔ خاکسار نے انہیں لکھا کہ دوسرا سیکشن جاری کرنے کے لئے ایک اور داخلے کا امتحان منعقد کیا جائے جس کے نتیجہ میں اب کافی تعداد میں طلباء اور طالبات مل گئیں۔ ایک سبب یہ بھی تھا کہ ہمارے سکول کی شہرت اب مسلمان والدین اور طلبہ میں اچھی خاصی دلچسپی پیدا کرنے لگی۔ اور تعلیم کا بھیانک تصور جو عیسائی اداروں کی وجہ سے ان کے دلوں میں موجود تھا اب آہستہ آہستہ دور ہونے لگا۔ لڑکیوں کا لباس جو پاکستانی لباس کی طرز پر آستینوں والی قمیص، شلوار اور دوپٹہ پر مشتمل تجویز کیا گیا تھا مسلمان گھرانوں میں اکثر موضوعِ بحث بن چکا تھا یہاں تک کہ خود عیسائی والدین بھی اسے بنظرِ تحسین دیکھنے لگے۔ ایک اخبار نویس نے اس لباس کا فوٹو دیتے وقت اسے ''حیا کا بہترین نمونہ'' قرار دیا۔

مغربی تعلیم اور بالخصوص عیسائی سکولوں میں دی جانے والی مغربی تعلیم کا خوفناک تصور دور کرنے کے لئے ابھی کچھ اور کوشش کی ضرورت تھی۔ اس غرض کے لئے خاکسار نے سکول کی افتتاحی تقریب منعقد کئے جانے کی تجویز کی۔ برادرم وسیم صاحب نے اس سے پوری طرح اتفاق کرتے ہوئے اس سلسلہ میں کوشش شروع کر دی۔ طلباء اور طالبات کی یونیفارم تیار کروائی گئیں۔ قرآن کریم اور حدیث میں سے دعائیں یاد کروائی گئیں بلکہ صبح کی اسمبلی میں سورۃ فاتحہ اور مسنون دعائیں روزانہ باقاعدگی سے دہرائی جاتی ہیں۔ طلبہ کو تقریروں کی مشق کرائی گئی۔ ان کے لکھنے پر کہ وہ اب افتتاح کے لئے تیار ہیں خاکسار نے ۸ جولائی کی تاریخ مقرر کر کے انہیں افسرانِ بالا سے رابطہ پیدا کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ برادرم وسیم صاحب سکوٹو جا کر سیکرٹری ملٹری گورنمنٹ جناب الحاجی عبداللہ کورے محمد اور کمشنر تعلیم جناب الحاجی ابراہیم گساؤ سے ملے۔ مؤخر الذکر نے افتتاح کی صدارت کو بخوشی قبول کر لیا۔ مقامی طور پر گساؤ کے چیف جو سارکن کوڈو Sarkin Kudu (رئیس قطر جنوبی) کے نام سے مشہور ہیں اور دیگر حکومت کے افسران سے رابطہ پیدا کیا گیا۔ دعوت نامے چھپوا کر کم وبیش پانچ صد افراد میں تقسیم کئے گئے۔

افتتاح کے دن سکول کی عارضی عمارت کو جو انصار الدین سوسائٹی کے پرائمری سکول کا حصہ ہے رنگین جھنڈیوں اور قطعات سے مزیّن کیا گیا۔ پنڈال میں بارش اور دھوپ کے ڈر سے ترپال لگوا کر ان سے شامیانوں کا کام لیا گیا جو از خود ایک اچھا خاصا کام تھا خصوصاً اس صورت میں کہ یہاں شامیانوں کا رواج نہیں۔ چونکہ یہ سب چیزیں مقامی لوگوں کے لئے نئی بلکہ عجوبہ تھیں اس لئے اکثر کام وسیم صاحب کو خود ہی کرنے پڑے اور حکومت جو کام سینکڑوں پونڈ خرچ کر کے کرتی ہے وہ انہوں نے

چند پونڈ سے بلکہ بعض صورتوں میں بلا قیمت کروا لئے۔مشروبات کا انتظام مقامی طور پر اور اشیاء خوردنی از قسم بسکٹ، کیک وغیرہ کا کانو سے کیا گیا۔

خاکسار افتتاح میں شمولیت کی غرض سے لیگوس سے کانو اور وہاں سے برادرم ثاقب صاحب اور مقامی مبلّغ معلم ابراہیم بیچی کی معیت میں گساؤ پہنچا۔ نائیجیریا جماعت کے جنرل سیکرٹری برادرم احمد رفاعی اوٹو لے بھی خاکسار کے ہمراہ تھے۔مکرم ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جو پاکستان جانے کی تیاری میں مصروف تھے خود تو شامل نہ ہو سکے مگر انہوں نے اپنی وین سفر کے لئے پیش کردی۔سکوٹو سے برادرم عبدالمجید صاحب بھٹی اور چوہدری حمید احمد صاحب بھی پہنچ گئے۔

گساؤ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ کمشنر صاحب تعلیم اپنے مستقل سیکرٹری جناب الحاجی محمد بیلو کے ساتھ رات کو ہی پہنچ چکے ہیں۔دوسرے دن ساڑھے دس بجے کا وقت افتتاح کے لئے مقرر تھا۔طلباء، طالبات اوران کے والدین کے علاوہ شہر کا معزز طبقہ اچھی خاصی تعداد میں موجود تھا۔سیکنڈری سکولوں کے اساتذہ اور پرنسپل، سرکاری محکموں کے حکام، عیسائی اداروں کے سربراہ سبھی آئے ہوئے تھے۔ سارکن کوڈ والحاجی سلیمان اپنے تیس سرداروں کے ساتھ آیا ہوا تھا۔سلطان آف سکوٹو خود تو نہ آسکے مگر انہوں نے اپنی کونسل کے ایک ممبر کو جو اتفاق سے ان کا اپنا صاحبزادہ ہی ہے اپنی نمائندگی کرنے کے لئے بھجوایا۔اسی طرح مسٹر انگولو پرنسپل سکول آف بیسک سٹڈیز احمد و بیلو یونیورسٹی زاریہ بھی شامل ہوئے۔

افتتاح کی تقریب کمشنر صاحب تعلیم جناب الحاجی ابراہیم گساؤ کی صدارت میں تلاوت قرآن پاک سے شروع ہوئی جو سکول کے ایک طالب علم نے کی۔اس کے بعد سکول کے ایک ٹیچر نے معزز مہمانوں کا تعارف کرایا۔ایک اَور طالب علم نے سورۃ فاتحہ اور مسنون دعائیں دہرائیں۔ چار طلباء نے مختلف موضوعات پر مقالے پڑھے جن میں سے ایک طالبہ مس ذکرت بشیر کو اوّل انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔اس انعامی مقابلے کے بعد پرنسپل سکول برادرم محمد اسمٰعیل صاحب وسیم نے آنریبل کمشنر کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا جس میں بتایا کہ یہ سکول حضرت امام جماعت احمدیہ کی اعلان فرمودہ نصرت جہاں سکیم کے ماتحت کھلنے والے سکولوں میں سے پہلا سکول ہے۔سکول کی غرض و غایت، موجودہ صورتِ حال، مستقبل کا پروگرام اور ابتداء میں پیش آنے والی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے حکومت سے تعاون کی اپیل کی۔ایڈریس کے جواب میں آنریبل کمشنر نے اس امر پر خوشی کا اظہار کیا کہ ایک مسلمان ادارہ تعلیمی میدان میں ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے آگے آیا ہے۔انہوں نے

ذکر کیا کہ ان کی ریاست میں کُل ۲۹ ثانوی سکول ہیں جن میں سے ۱۶ پرائیویٹ اداروں کی طرف سے کھولے گئے ہیں۔ یہ کہ احمدیہ مشن وہ پہلا مسلمان ادارہ ہے جو ان کی ریاست میں ثانوی سکول کھول رہا ہے۔ انہوں نے ابتدائی مشکلات پر صبر واستقلال کے ساتھ قابو پانے کی تلقین کرتے ہوئے حکومت کی طرف سے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔

آخر میں خاکسار نے اپنی تقریر میں طلباء کو خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ علم کا سرچشمہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ سچا اور صحیح علم اسی کی طرف سے آتا اور اسی ہستی کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جتنے بڑے بڑے سائنسدان اور ماہرینِ علوم ہوئے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکے۔ اس امر کی دلیل کہ علم واقعی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی آتا ہے یہ ہے کہ شروع شروع میں تمام علوم صنعت وحرفت بلکہ اشیاء کے نام اور زبان کے قواعد تک خدا تعالیٰ کی طرف سے براہ راست بذریعہ انبیاء دنیا کو سکھائے گئے۔ بعد میں جب انسانی دماغ نے ترقی کی تو براہ راست راہنمائی کی ضرورت نہ رہی بلکہ وحی خفی کے ذریعہ انسان کی راہنمائی کی جاتی رہی۔ جیسا کہ بہت سی اہم ایجادات اور سائنسی انکشافات حادثاتی طور پر انسان پر ظاہر ہوئے جن کے پسِ پردہ ایک مدبّر بالا رادہ ہستی کے وجود کا پتہ چلتا ہے اور آخر میں قرآن کریم کی کامل اور آخری وحی کے ذریعہ انسان کو آئندہ ظاہر ہونے والے علوم بتلائے گئے جن میں سے کچھ تو ظہور میں آچکے ہیں اور کئی ایک ابھی تک سربستہ راز ہیں جو آئندہ اپنے اپنے وقتوں پر ظاہر ہوں گے۔ اس لئے علم کے میدان میں صحیح راہنمائی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس سرچشمۂ علوم کی طرف رجوع کیا جائے اور اس کے ساتھ تعلق بڑھایا جائے۔

اس تقریر کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاضرین پر نہایت عمدہ اثر ہوا جس کا پتہ ان تاثرات سے چلتا ہے جو بعد میں کئی ایک دوستوں نے اپنے اپنے رنگ میں بیان کئے۔

تقریب کے اختتام سے پہلے نائیجیریا کا قومی ترانہ طلباء اور طالبات نے اکٹھے کھڑے ہو کر گایا جس کے بعد صاحبِ صدر کے ارشاد پر خاکسار نے خاموش دعا کروائی اور اس طرح پر یہ مبارک تقریب نہایت خیر وخوبی کے ساتھ انجام پذیر ہوئی۔

اس دن کا دوپہر کا کھانا پرنسپل صاحب کی طرف سے آنریبل کمشنر کو پیش کیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ اور ان کے مستقل سیکرٹری وقتِ معینہ پر تشریف لائے۔ کھانا ایک پاکستانی دوست نے اپنے گھر پر تیار

کر کے بھجوا دیا۔ کھانے کے دوران کمشنر صاحب نے کئی بار اور مختلف پیرایوں میں ہماری کوششوں پر خوشی کا اظہار کیا اور ایسے عناصر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جو رستے میں حائل ہونے کی کوشش کریں گے قدم آگے بڑھائے جانے کا مشورہ دیا۔

تقریب کی کارروائی حکومت کے بلیٹن میں تفصیل کے ساتھ شائع ہونے کے علاوہ تین چار بار شمالی علاقہ کے ریڈیو پر نشر ہوئی۔ نیز ملک کے دو بڑے اخباروں نے تصاویر کے ساتھ اس کارروائی کو شائع کیا۔ 29

۲۔ احمدیہ سیکنڈری سکول منا (Minna) نائیجیریا

دوسرے سیکنڈری سکول کی بنیاد ''منا'' میں ۱۷ مارچ ۱۹۷۱ء کو رکھی گئی اور اسی تاریخ سے اس نے باقاعدہ کام شروع کر دیا۔ ۱۷ مارچ سے ۶ جولائی تک اس سکول کو کانو سیکنڈری سکول کے ٹیچر احتشام النبی صاحب اور شکیل منیر صاحب اور ان کی بیگم چلاتے رہے۔ شکیل منیر صاحب ان دنوں ایک عیسائی سکول میں ٹیچر تھے اور وقف عارضی کے تحت اپنی رخصت خدمت دین کے لئے وقف کر کے اس احمدیہ درس گاہ کے عارضی انچارج کی حیثیت سے مصروف عمل رہے تا آنکہ اس سکول کے ہیڈ ماسٹر محمد یعقوب خان صاحب ایم اے ایم کام نے ۶ جولائی ۱۹۷۱ء کو اس کا چارج سنبھال لیا اور ۱۸ جولائی کو اس کا رسمی افتتاح عمل میں آیا۔ اس تقریب میں نائیجیریا کے ایجوکیشن کمشنر نے مہمان خصوصی کے طور پر شرکت کی اور صدارت کے فرائض ''منا'' کے چیف الحاج احمد بلاگو نے ادا فرمائے۔ سکول کے پرنسپل محمد یعقوب خان صاحب کی تعارفی تقریر کے بعد مولانا فضل الٰہی صاحب انوری امیر جماعتہائے احمدیہ نائیجیریا نے استقبالیہ ایڈریس پڑھا جس میں حکومت کے تعاون کا شکریہ ادا کرنے کے علاوہ نصرت جہاں سکیم کے آئندہ پروگرام پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ جوابی تقریر میں جناب ایجوکیشن کمشنر نے حکومت کے تعلیمی منصوبوں کو کامیاب بنانے کے سلسلہ میں احمدیہ مشن کی بے لوث مساعی کو سراہا اور خراجِ تحسین پیش کیا اور حکومت کی طرف سے پورے پورے تعاون کا یقین دلایا۔ تقریب کے صدر جناب الحاج احمد بلاگو نے سکولز کھولنے اور انہیں کامیابی سے چلانے کے سلسلہ میں احمدیہ مشن کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی تعریف کی۔ بعد ازاں جناب ایجوکیشن کمشنر نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سکول کے افتتاح کا اعلان فرمایا۔ افتتاحی تقریب میں پانچ سو مہمانوں نے

شرکت کی ۔ ان میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سیکرٹری ایجوکیشن ڈویژنل سیکرٹری منا، دیگر اعلیٰ سرکاری حکام اور چرچ کے سربرآوردہ نمائندے شامل تھے۔ 30

۳۔احمدیہ سیکنڈری سکول پاٹسن (Potsin) غانا

اس سکول کی بنیاد جون ۱۹۷۱ء میں ایک شاندار تقریب کے دوران رکھی گئی جس میں پیراماؤنٹ چیف سمیت ایک ہزار افراد شامل تھے۔ اس موقع پر مولانا بشارت احمد صاحب بشیر نے مسلمانوں کی تعلیمی خدمات پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ مسلمانوں نے بغداد اور سپین میں عظیم الشان یونیورسٹیاں قائم کیں۔ ابن رشد اور بوعلی سینا جیسے ممتاز مسلم سائنسدانوں کا فلسفہ اب تک یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھایا جاتا ہے۔ حاضرین اس خطاب سے بہت متاثر ہوئے۔ 31

۴۔احمدیہ سیکنڈری سکول سلاگا۔غانا

نصرت جہاں اسکیم کے تحت غانا میں تیسرے احمدیہ سیکنڈری سکول کا باضابطہ افتتاح سلاگا نامی قصبہ میں ۲۶ ستمبر ۱۹۷۱ کو عمل میں آیا۔ سکول میں داخلہ لینے والے طلباء کی تعداد ۱۱۳ تھی جنہیں ۵ اساتذہ تعلیم دینے پر مقرر تھے۔ سکول کے ہیڈ ماسٹر مکرم محمد اشرف صاحب چوہدری پاکستان سے یکم/اکتوبر کو غانا پہنچے۔ امیر جماعتہائے احمدیہ غانا ومبلغ انچارج غانا مشن مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نے سکول کی شایان شان عمارت کی تعمیر کے لئے بیس ایکڑ رقبہ کا ایک قطعہ زمین منتخب کیا تھا۔ 32

۵۔نصرت سینئر سیکنڈری سکول بانجل۔گیمبیا

۴ مئی ۱۹۷۰ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنے دستِ مبارک سے نصرت ہائی سکول بانجل کا سنگ بنیاد رکھا جو نصرت جہاں سکیم کے تحت گیمبیا میں قائم ہونے والا پہلا سکول تھا۔ اس کی کلاسیں اسی سال شروع ہوگئیں مگر اس کا باضابطہ افتتاح وسط اکتوبر ۱۹۷۱ء میں ہوا جس کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۷۱ء کے موقع پر فرمایا کہ:۔

> ''اب گیمبیا سے اطلاع آئی ہے کہ وہاں ہمارے سکول کا افتتاح ہوگیا ہے وہاں سے یہ بھی اطلاع آئی ہے کہ وہاں کا جو سب سے بڑا یعنی لاٹ پادری ہے اس نے

اپنا بیٹا ہمارے سکول میں داخل کروا دیا ہے۔ کسی نے اس سے کہا بھی کہ یہاں تو قرآن کریم ضرور پڑھائیں گے۔ اس نے کہا بیشک پڑھائیں میں تو اپنے بچے کو یہیں داخل کرواؤں گا۔ علاوہ ازیں بعض پیراماؤنٹ چیفس کے بچے والدین سے لڑتے ہیں کہ ہم نے ''احمدیہ'' میں داخل ہونا ہے۔ افریقہ کی زبان میں ''احمدیہ'' سے مراد احمدیہ سکول ہے چنانچہ وہ خالی احمدیہ کہتے ہیں کہ ہم نے احمدیہ میں داخل ہونا ہے یعنی ہم احمدیوں کے سکول میں جائیں گے''۔[33]

اس سکول کا افتتاح وزیر تعلیم الحاج ای گاربا جمپا (Alhaj E. Garba Jahumpa) نے کیا۔ سکول کے پہلے پرنسپل جناب نسیم احمد صاحب تھے۔ ان کے ساتھ پہلے شامل ہونے والے اساتذہ میں سے ان کی بیگم صاحبہ بیگم نگہت نسیم صاحبہ کے علاوہ دو گیمبیا سے مقامی احمدی اساتذہ جناب ابراہا ایم بو اور عمر سیسے تھے۔ سکول میں پہلے داخل ہونے والے طلباء کی تعداد ۷۲ تھی اور ابتدائی طور پر سکول کی عمارت ۳ کمروں پر مشتمل تھی۔ اگلے دو سالوں میں سکول کے پہلے بلاک کی تعمیر کا کام مکمل ہو گیا۔ ۱۹۷۴ء میں U.S.A ایمبیسی کی مالی مدد سے سکول کا نیا حصہ سائنس بلاک تعمیر ہوا۔ ۱۹۷۵ء تک جب سکول ہر طرح سے اچھی طرح چلنا شروع ہو گیا جونہی سکول میں ہر قسم کا فرنیچر، سائنسی سامان اور عمارت سب چیزیں مکمل ہو گئیں تو گیمبیا کی حکومت نے اسے حکومت کے تحت چلانے کا ارادہ کیا اور اسی طرح سکول کے ٹیچرز کی تنخواہ وغیرہ حکومت نے دینا شروع کر دی۔ یہ اعزاز سب سے پہلے ملک میں اس سکول کو حاصل ہوا کہ اس نے پہلی دفعہ اسلامی تعلیمات، معاشیات، شماریات اور عربی کو بطور سکول مضامین متعارف کروایا۔[34]

۶۔ احمدیہ سیکنڈری سکول آسوکورے۔ غانا

اس سکول کی بنیاد نومبر ۱۹۷۱ء کے اوائل میں رکھی گئی۔ پاکستانی ہائی کمشنر ایس اے معید صاحب مقیم غانا نے اس سکول کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ آپ نے آسوکورے میں احمدیہ ہسپتال کا بھی معاینہ فرمایا۔[35]

۷۔ تعلیم الاسلام احمدیہ سیکنڈری وو کیشنل سکول اسارچر۔ غانا

اسارچر غانا کے دارالخلافہ اکرہ سے ۵۵ میل کے فاصلہ پر سینٹرل ریجن میں واقع ہے۔ یہ وہ

جگہ ہے جہاں چیف مہدی آپا نے پہلا احمدی ہونے کا شرف حاصل کر کے اس مقام کو جماعت احمدیہ افریقہ کی تاریخ میں انتہائی اہم مقام دلوایا تھا۔ یہاں سکول کے قیام کیلئے ۷۰/ ایکڑ زمین حاصل کی گئی جو انتہائی خوشنما مقام پر ہے۔ زمین کے حصول میں علاقہ کے پیراماؤنٹ چیف کا خصوصی تعاون حاصل رہا۔

زمین کے حصول اور دیگر مراحل سے گزرنے کے بعد مولانا بشارت احمد صاحب بشیر نے ۴ دسمبر ۱۹۷۱ء کو سکول کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اگلے سال ۳/ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو انہی کے ہاتھوں اس سکول کا افتتاح بھی عمل میں آیا۔ سکول کے پہلے پرنسپل نصیر احمد صاحب چوہدری تھے۔[36]

۸۔ احمدیہ سیکنڈری سکول روکوپر۔ سیرالیون

اس سیکنڈری سکول کا باقاعدہ رسمی افتتاح ۴ دسمبر ۱۹۷۱ء بمقام روکوپُر عمل میں آیا۔ مکرم سید منصور احمد صاحب بشیر مبلغ سیرالیون تحریر فرماتے ہیں کہ افتتاح کے لئے ہمارے احمدیہ پرائمری سکول کا وسیع میدان تجویز کیا گیا جس میں سیکنڈری اور پرائمری سکول کے اساتذہ اور طلباء نے نہایت محنت اور عرقریزی سے ایک کشادہ اور خوبصورت پنڈال یہاں کے رواج کے مطابق بانس اور پام کے بڑے بڑے پتوں سے تیار کیا۔ اس طرح سامعین کی ایک بڑی تعداد کے لئے سائے کا انتظام کیا گیا۔ اس پنڈال کو کپڑے کے مختلف قطعات سے مزین کیا گیا۔...... مہمان خصوصی آنریبل ریذیڈنٹ منسٹر صوبہ شمالی کی تشریف آوری پر سب سے پہلے ملکی ترانہ گایا گیا اور اس کے بعد مکرم جنرل سیکرٹری صاحب نے معزز مہمان کا تعارف کرایا اور آپ کی ملک وقوم کے لئے خدمات جلیلہ کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کیا۔ تلاوت اور نظم کے بعد آنریبل ایس اے کیپے ممبر آف پارلیمنٹ نے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ آنریبل کیپے کے بعد مکرم مولانا محمد صدیق صاحب شاہد مبلغ انچارج کا امیر جماعت ہائے احمدیہ سیرالیون نے مغربی افریقہ میں عمومی طور پر اور سیرالیون میں خصوصی طور پر سکولوں کے اجراء اور ان کی اہمیت کے متعلق ایک مختصر تقریر فرمائی۔

افتتاحی تقریب میں پیراماؤنٹ چیف، پارلیمنٹ کے ممبر، ڈسٹرکٹ آفیسرز، اس علاقہ کے عیسائی اور گورنمنٹ سیکنڈری اور پرائمری سکولوں کے پرنسپل اور ہیڈ ماسٹر، اسی طرح سیکشن چیف اور مقامی کورٹ کے پریذیڈنٹ شامل ہوئے۔ حاضرین کی کل تعداد دو ہزار کے قریب تھی۔[37]

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا نیا اعزاز

اس سال کے آغاز میں پاکستان کے شہرہ آفاق سائنسدان پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو روس کی اکیڈمی آف سائنسز (Academy of Sciences) نے اپنا غیر ملکی رکن منتخب کیا جو ایک نیا اور قابل فخر عالمی اعزاز تھا۔ چنانچہ پاکستان کے مشہور اخبار امروز (لاہور) نے اپنی ۶ مارچ ۱۹۷۱ء کی اشاعت میں لکھا:۔

''نامور پاکستانی سائنسدان پروفیسر عبدالسلام کو روس کی اکیڈمی آف سائنسز نے اپنا غیر ملکی رکن منتخب کیا ہے۔ موصوف کو اس سے پہلے کئی دوسرے ملکوں کے سائنسی اداروں کی رکنیت کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ نظری طبیعات کے بین الاقوامی ادارہ (ٹریسٹ۔ اٹلی) کے صدر رہ چکے ہیں۔ امپیریل کالج لنڈن سے ان کی وابستگی خاصی دیرینہ ہے۔ وہ اس شہرہ آفاق درسگاہ میں نظری طبیعات کے پروفیسر کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے آئے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام پہلے ایشیائی اور دولت مشترکہ کے کسی ملک کے پہلے اور واحد سائنسدان ہیں جنہیں برطانیہ کی کسی یونیورسٹی میں سائنسی فیکلٹی کا صدر مقرر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ پروفیسر رادھا کشن (سابق صدر ہند) کو ایک زمانہ میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں یہ اعزاز حاصل ہوا تھا۔ لیکن وہ ہندوستانی فلسفہ کے شعبہ کے صدر تھے۔

پروفیسر عبدالسلام ۱۹۲۶ء میں جھنگ میں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے بی اے اور ایم اے کی ڈگریاں لیں۔ وہ میٹرک سے لے کر ایم اے تک ہر امتحان میں اوّل آتے رہے۔ ۱۹۴۴ء میں انہوں نے بی اے کے امتحان میں ریکارڈ قائم کیا جو ابھی تک کسی نے نہیں توڑا۔ ۱۹۴۶ء میں ایم اے کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کرنے کے صلے میں انہیں حکومت کی طرف سے وظیفہ ملا اور وہ اعلیٰ تعلیم کیلئے کیمبرج (انگلستان) چلے گئے جہاں انہوں نے ۱۹۴۸ء میں ریاضی اور ۱۹۴۹ء میں طبیعات کے امتحانات اعزاز کے ساتھ پاس کئے۔ تعلیمی قابلیت اور ذہانت کے پیش نظر انہیں سینٹ جان کیمبرج اور پرسٹن امریکہ کے تحقیقی ادارے کا فیلو مقرر کر لیا گیا۔ ۱۹۵۱ء میں وہ واپس پاکستان آئے تو انہیں گورنمنٹ کالج کے شعبہ حساب کا صدر اور اس سے اگلے سال پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ ریاضی کا صدر مقرر کیا گیا۔ ۱۹۴۹ء میں جب پروفیسر عبدالسلام کیمبرج سے روانہ ہونے لگے تو امپیریل کالج لنڈن کے شعبہ حساب وطبیعات کے صدر پروفیسر لیوی نے پیشگوئی کی تھی کہ اگر پاکستان

پروفیسر عبدالسلام سے کوئی مفید کام نہ لے سکا تو وہ اپنے لئے امپریل کالج کے دروازے ہر وقت کھلے پائیں گے۔ ان کی پیشگوئی درست ثابت ہوئی۔ ۱۹۵۴ء میں پروفیسر عبدالسلام کو کیمبرج یونیورسٹی میں حساب کے لیکچرر کی حیثیت سے کام کرنے کی پیشکش کی گئی جو انہوں نے قبول کر لی۔ ۱۹۵۷ء میں انہیں پروفیسر لیوی کی جگہ شعبہ علم الحساب کا صدر مقرر کیا گیا۔

پروفیسر عبدالسلام نے ابتداً اپنی پوری توجہ ''کوانٹم تھیوری آف فیلڈز'' پر مرکوز رکھی۔ اس کے بعد وہ ''ایلی منٹری پارٹیکلز'' کی طرف متوجہ ہوئے۔ علم الطبیعات کے ان دونوں میدانوں میں انہوں نے قابل قدر اور گراں مایہ تحقیقی کام کیا۔ پروفیسر عبدالسلام مختلف ملکوں کا دورہ کر چکے ہیں اور وہاں کے سائنسدانوں کے اجتماعات میں طبیعات کے متعلق بڑے پُرمغز لیکچر دے چکے ہیں۔ ان کا شمار طبیعات کے چند گنے چنے سائنسدانوں میں ہوتا ہے۔ ۱۹۵۸ء کے اوائل میں پنجاب یونیورسٹی نے ان کی قابل قدر خدمات کے اعتراف میں انہیں ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری عطا کی۔ ۱۹۵۸ء میں کیمبرج فلاسفیکل سوسائٹی نے انہیں ہاپکنز انعام دیا (یہ انعام نوبل انعام یافتہ سائنسدان سرفریڈرک ہاپکنز Sir Frederick Hopkins ولادت ۱۸۶۱ء وفات ۱۹۴۷ء کے نام سے منسوب ہے)۔ یہ انعام ہر تین سال میں علم الحساب اور طبیعات کے میدان میں بہترین نظری کام کرنے کے سلسلہ میں دیا جاتا ہے۔ اب تک جن ممتاز سائنسدانوں کو یہ انعام ملا ہے ان میں پروفیسر بلیکٹ اور سرجان کاک کرافٹ کے علاوہ چار اور نوبل انعام یافتہ سائنسدان بھی شامل ہیں۔ اگست ۱۹۶۱ء میں انہیں صدر پاکستان کا مشیر اعلیٰ برائے سائنسی امور مقرر کیا گیا''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی قبولیت دعا کا ایک نشان

جماعت احمدیہ عالمگیر کے احباب کو اس بات کا بخوبی تجربہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قائم کردہ خلفاء کی دعاؤں کو بکثرت شرف قبولیت بخشتا ہے اور اس طرح احباب جماعت کے ایمان و عرفان میں ترقی کا سامان کرتا رہتا ہے۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ خلفاء کرام کی قبولیت دعا کے واقعات سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اس لئے ہر ایک کا ذکر کرنا تو ممکن نہیں ہو سکتا لیکن بعض واقعات اپنی اہمیت کے اعتبار سے بیان کر دیئے جاتے ہیں چنانچہ ایک ایسا ہی واقعہ پیش خدمت ہے۔

یہ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ اس سال چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ امیر جماعت احمدیہ ضلع

ساہیوال پر مخالفینِ احمدیت کی طرف سے ایک جھوٹا مقدمہ قائم کر کے سخت طوفانِ بدتمیزی برپا کیا گیا۔ یہ ایک سخت ابتلا تھا اور بہت بھاری آزمائش جس کے دوران آپ نے صبر وثبات اور رضا بالقضاء کا بہترین نمونہ دکھایا بالآخر خدا کے فضل اور خلیفہ وقت اور بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے آپ اس مقدمہ سے باعزت طور پر بری ہوئے۔ چوہدری صاحب اس دور ابتلاء کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح کے مجھ پر اس قدر احسانات ہیں کہ میں ان کے شمار سے بھی قاصر ہوں۔آپ نے ازراہِ ذرّہ نوازی مجھے محبت بھرا خط لکھا اور فرمایا کہ'' خدائے رحمان سے، خدائے غفار سے دعا کر رہا ہوں رحمت کی امید رکھیں''۔اور بالآخر آپ کی دعائیں رنگ لائیں اور خدائے رحمان اور خدائے غفار نے مجھے باعزت بری کیا نہ صرف یہ بلکہ اس قادر وتوانا خدا نے اپنے پیارے خلیفہ کو پہلے سے میری بریت سے بھی مطلع فرما دیا۔ چنانچہ ایک بار جبکہ میرے بھائی عزیز نصیر احمد اور میری اہلیہ محترمہ نے حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر التجا کی کہ حضور دعا کریں کہ ضمانت ہو جائے تو حضور نے فرمایا ضمانت کا تو ہمیں خیال بھی نہیں آیا مجھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی ہے کہ بری کر دیئے گئے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور خلافت احمدیہ کی حقانیت اور دائمی برکات کی ایک زندہ مثال ہے۔

خدا داری چہ غم داری'' 38

مغربی افریقہ جانے والے ڈاکٹرز کے اعزاز میں الوداعی تقریب

مجلس نصرت جہاں کی طرف سے ۱۳ مارچ ۱۹۷۱ء بعد نماز عصر اُن تیرہ مشنری ڈاکٹر صاحبان کے اعزاز میں وسیع پیمانہ پر الوداعی تقریب کا اہتمام کیا گیا جو نصرت جہاں کے پروگرام'' آگے بڑھو'' کے زیر اہتمام طبی خدمات بجالانے کی غرض سے عنقریب مغربی افریقہ روانہ ہونے والے تھے۔وسیع پیمانہ پر منعقد ہونے والی اس تقریب کا اہتمام قصر خلافت کے عقبی صحن میں کیا گیا تھا اس میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بھی ازراہ شفقت شرکت فرمائی۔اُس روز حضور کی طبیعت کمر کے نچلے حصہ میں درد اور ہلکے چکروں کی تکلیف کے باعث کسی قدر ناساز تھی۔اس کے باوجود حضور کمال درجہ شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے اس تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔

حضور کی علالت کے پیش نظر خاصے طویل عرصہ سے احباب جماعت اپنے پیارے آقا کی زیارت اور ارشادات سے مستفیض نہ ہو سکے تھے۔محرومی کے اس خاصے طویل عرصہ کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ احباب کو اپنے آقا کی زیارت کا شرف حاصل ہو رہا تھا۔اس لئے احباب کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا اور حضور بھی اپنے خدام سے مل کر بے حد مسرور نظر آرہے تھے۔یہ ایک عجیب پُرنور و پُرسرور محفل تھی۔شمع کے گرد پروانوں کی طرح سب احباب اپنے آقا کے گرد جمع تھے اور کمال محویت کے عالم میں حضور کے ارشادات سے فیضیاب ہو رہے تھے۔

اس تقریب میں صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے ناظر و وکلاء صاحبان، افسرانِ صیغہ جات، تعلیمی اداروں کے بعض اساتذہ، مبشرین احمدیت اور ربوہ میں تعلیم حاصل کرنے والے مغربی افریقہ کے طلباء کے علاوہ بیرونی جماعتوں کے امراء کو بھی مدعو کیا گیا تھا چنانچہ جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع لائلپور، چوہدری اسداللہ خان صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع لاہور، شیخ بشیر احمد صاحب سابق جج ہائیکورٹ لاہور، چوہدری انور حسین صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع شیخوپورہ، میاں بشیر احمد صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع جھنگ، حاجی محمد یعقوب صاحب امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ، ڈاکٹر عبدالحق صاحب ڈینٹل سرجن لاہور اور بعض دیگر احباب نے اس موقع پر ربوہ پہنچ کر اس خصوصی تقریب میں شرکت فرمائی۔

نماز عصر کے بعد جب سب احباب قصر خلافت کے عقبی صحن میں ایک نظام کے ماتحت آجمع ہوئے تو حضور انور ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کے ساتھ قصر خلافت سے باہر تشریف لائے اور صدر جگہ پر رونق افروز ہونے کے بعد مغربی افریقہ جانے والے ڈاکٹر صاحبان اور بیرونجات سے آئے ہوئے احباب کو شرف مصافحہ بخشا۔اس کے بعد جملہ مہمانوں کو اردگرد دور تک لگی ہوئی میزوں پر حضور کی معیت میں چائے نوش کرنے کا خصوصی شرف حاصل ہوا۔حضور دیر تک ڈاکٹر صاحبان کو ہدایات سے نوازتے رہے نیز حضور نے تحدیث نعمت کے طور پر مجلس نصرت جہاں کے پروگرام ’’آگے بڑھو‘‘ کے تحت ہونے والے کام اور اس کے خوشکن نتائج کا بھی ذکر فرمایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے خاص منشاء اور القاء کے ماتحت یہ پروگرام جاری کیا گیا ہے، اپنے فضل سے اس میں غیر معمولی برکت ڈال رہا ہے اور اپنی تائید و نصرت سے مسلسل نواز رہا ہے۔یہ پُرنور و پُرسرور محفل ایک گھنٹہ سے زائد عرصہ تک جاری رہی۔حضور طبیعت کی ناسازی کے باوجود بحمداللہ تعالیٰ بہت ہشاش

بشاش تھے اور اپنے خدام سے باتیں کر کے خاص خوشی اور مسرت محسوس فرما رہے تھے اور چہرہ مبارک اللہ تعالیٰ کے فضل سے خوشی سے تمتما رہا تھا۔ آخر میں حضور نے اجتماعی دعا کرائی۔[39]

مجلس مشاورت ۱۹۷۱ء

اس سال جماعت احمدیہ پاکستان کی مجلس مشاورت ۲۶۔۲۷۔۲۸ مارچ ۱۹۷۱ء کو بمقام ایوان محمود منعقد ہوئی جس میں پانچ صد سے زائد نمائندگان، کثیر التعداد مقامی زائرین اور بیرونجات سے تشریف لانے والے مہمانوں کو شمولیت کی توفیق ملی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے افتتاحی خطاب میں بتایا کہ اس وقت انسانیت ایک بڑے نازک دور میں سے گذر رہی ہے اور ہمارا ملک بھی۔ احباب جماعت کو بنی نوع انسان بالخصوص پاکستان کی سالمیت استحکام اور اس کی حفاظت کے لئے خصوصی دعائیں کرنی چاہئیں کیونکہ صرف احمدی ہی ہیں جو ہر آن اللہ تعالیٰ کے حسن و احسان کے جلوے دیکھتے اور اس کی قدرتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور علیٰ وجہ البصیرت دعا کر سکتے ہیں۔

افتتاحی خطاب کے بعد حضور نے حسب ذیل کمیٹیوں کی تشکیل فرمائی۔

۱۔سب کمیٹی صدر انجمن احمدیہ (صدر) عبدالجلیل صاحب عشرت لاہور

۲۔سٹینڈنگ سب کمیٹی زراعت (صدر) چوہدری ادریس نصر اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ لاہور

۳۔سٹینڈنگ سب کمیٹی صنعتی تعلقات (صدر) (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب

۴۔ سب کمیٹی تحریک جدید و وقف جدید (لاہور) چوہدری انور حسین صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع شیخوپورہ۔

حضور کی طبیعت ۲۱ جنوری ۱۹۷۱ء کو گھوڑے سے گرنے کے باعث علیل تھی اور ڈاکٹروں نے آرام کرنے کی تاکید کر رکھی تھی اور درخواست کی کہ ایک وقت میں صرف نصف گھنٹہ سے ایک گھنٹہ تک بیٹھنا مناسب ہوگا۔ اس صورتحال کے باوجود حضور نے شوریٰ کے چاروں اجلاسوں میں صدارت کے فرائض سرانجام دیئے اور اپنے بصیرت افروز خطابات کے علاوہ نمائندگان کرام کو بیش قیمت نصائح اور روح پرور ارشادات اور کلمات طیبات سے نوازا اور ایجنڈے میں درج شدہ ۹ تربیتی، اصلاحی اور مالی امور پر فیصلے صادر فرمائے اور مجموعی طور پر ایک کروڑ ۱۳ لاکھ ۶۴ ہزار ۶ سو ۷۵ روپے کی آمد اور اتنی ہی

رقم کے اخراجات پر مشتمل تینوں بجٹ منظور فرمائے جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔بجٹ صدر انجمن احمدیہ	۶۵۷،۰۱،۵۳روپے
۲۔بجٹ تحریک جدید انجمن احمدیہ	۰۰۰،۹۸،۵۷روپے
۳۔بجٹ وقف جدید	۰۰۰ ،۶۵،۲روپے
کل میزان	۶۵۷،۶۴،۱۳،۱روپے

حضور نے ایجنڈے کی تجاویز اور سب کمیٹی صدر انجمن احمدیہ کی سفارشات پر اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے جو بیش قیمت نصائح نمائندگانِ جماعت کو فرمائیں ان میں سے نمونۃً تین کا ذکر کیا جاتا ہے۔فرمایا:

اوّل:۔’’نہ صرف پشتو اور سندھی میں بلکہ دنیا کی تمام اہم زبانوں میں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے تراجم کا انتظام کرنا چاہیے کیونکہ حضور نے اپنی کتب میں قرآن مجید کے جو معارف وحقائق بیان فرمائے ہیں ان میں (۱) موجودہ زمانہ کے مسائل کو سلجھانے کا مواد موجود ہے۔(۲) حضور علیہ السلام نے قرآنی آیات کی تفسیر اس نہج سے فرمائی ہے کہ آپ کی تفسیر کو آگے چلا کر آئندہ پیش آنے والے مسائل کو بھی حل کیا جاسکتا ہے‘‘۔

دوم:۔’’ہمارے لئے صرف مغرب کی اندھی تقلید ہی مضر نہیں بلکہ مشرق کی اندھی تقلید بھی ضرر رساں ہے۔بنیادی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی آئندہ نسلوں کو علیٰ وجہ البصیرت ایمان پر قائم کریں۔انہیں اسلام کی حسین تعلیم کا علم دیں تا کہ وہ بشاشت کے ساتھ اس پر عمل کریں اور اندھی تقلید نہ مغرب کی کریں نہ مشرق کی۔حتّٰی کہ وہ قرآن اور اسلام کی تعلیم کی بھی اندھی تقلید نہ کریں بلکہ ان کی یہ تقلید علیٰ وجہ البصیرت ہو۔اس سلسلہ میں نوجوانوں کے ذہنوں میں جو خیالات اور سوالات پیدا ہوتے ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کا ایسے رنگ میں جواب دیں جس سے وہ پوری طرح مطمئن ہو جائیں۔یادرکھو کہ سوال کرنا انسان کو کافر نہیں بناتا بلکہ بسا اوقات سوال کا غلط جواب اسے کافر بنا دیتا ہے اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کی صحیح راہنمائی کریں تا کہ انہیں علیٰ وجہ البصیرت ایمان ویقین حاصل ہو۔

ہمارا رویہ نو جوانوں کے متعلق منفی نہیں بلکہ مثبت ہونا چاہیے۔جب انہیں زندہ ایمان و یقین حاصل ہو جائے گا تو پھر وہ نہ مغرب کی اندھی تقلید کریں گے اور نہ مشرق کی بلکہ وہ اسلام کی تقلید کریں گے اور ان کی تقلید علیٰ وجہ البصیرت ہوگی‘‘۔

سوم:۔’’رشتہ ناطہ میں مشکلات کی بہت سی وجوہ ہیں مثلاً ایک وجہ یہ ہے کہ لڑکا یا لڑکی زیادہ پڑھ جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں ان کے خاندانوں میں ان کا کفو نظر نہیں آتا۔حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت دی ہے کہ رشتہ خاندان کے کفو میں کرو۔دوسری وجہ یہ ہے کہ دعا کی نسبت عقل پر زیادہ بھروسہ کیا جاتا ہے حالانکہ رشتہ ناطہ کے سلسلہ میں حقیقی انشراح دعا سے ہی مومن کو حاصل ہوسکتا ہے۔پھر بعض لوگ اس معاملہ میں پیسے کو ترجیح دے دیتے ہیں کہ رشتہ ایسی جگہ ہو جو پیسے والے ہوں حالانکہ اگر لڑکے اور لڑکی کے باقی حالات درست نہیں ہیں اور ان کی وجہ سے وہ خوش نہیں رہ سکتے تو محض پیسے کو لے کر کیا کرنا ہے۔پس پیسے کا سوال بھی بعض اوقات موزوں رشتہ ڈھونڈنے میں روک بن جاتا ہے اور اس سوال کو درمیان میں لا کر خود کئی ماں باپ اچھے بھلے رشتوں کو خراب کر دیتے ہیں۔جماعت کے دوستوں کو ان سب باتوں سے بچنا اور ان سے پرہیز کرنا چاہیے‘‘۔40

جامعہ نصرت ربوہ کا جلسہ تقسیم اسناد و انعامات

۱۸/اپریل ۱۹۷۱ء بروز اتوار لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے ہال میں جامعہ نصرت ربوہ کا نواں جلسہ تقسیم اسناد و انعامات منعقد ہوا۔حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنے مبارک ہاتھوں سے انعامات تقسیم فرمائے۔تقسیم انعامات کے بعد حضرت سیدہ موصوفہ نے صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا۔

صدارتی خطاب

آپ نے فرمایا کہ میں نے جامعہ نصرت ربوہ کی سالانہ رپورٹ دلی امتنان و مسرت کے جذبات کے ساتھ سنی۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس سے ہزار گنا بڑھ کر کامیابیاں اور کامرانیاں عطا فرمائے اور یہ ادارہ حقیقی معنوں میں نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر کا واحد اور مثالی ادارہ بن جائے۔

یاد رکھیں کہ یہ ڈگریاں ہماری زندگیوں کا اصل مقصد نہیں ہیں۔اگر ہمارا نقطہ نظر صحیح اور صالح ہو تو یہی ڈگریاں ایک اعلیٰ اور ارفع مقصد کی حامل بھی ہوسکتی ہیں۔جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ مکان کی کھڑکی رکھنے کا مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ روشنی آئے لیکن اگر روشنی کا حصول ایک ضمنی مقصد ہو اور اصل مقصد یہ ہو کہ اذان کی آواز آئے تو اینٹوں گارے کی بنی ہوئی ایک بے جان کھڑکی ہمارے اعلیٰ مقصد کا حصہ بن جاتی ہے۔پس ان ڈگریوں کو اس طرح حاصل کریں اور ان کو اس رنگ میں استعمال کریں کہ کاغذ کے یہ پرزے آپ کی روح کی غذا اور آخرت کی سند بن جائیں۔ڈگریاں تو ہزاروں لاکھوں طالبات نے نہ صرف جامعہ پنجاب بلکہ دنیا کی دوسری یونیورسٹیوں سے بھی حاصل کی ہوں گی مگر حاصل لطف و راحت تو یہ ہے کہ ان ڈگریوں پر رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی کی مہر کے ساتھ ساتھ رضائے الٰہی کی مہر بھی ثبت ہو۔

یہ ڈگریاں جبھی مبارک ڈگریاں ہوں گی اگر یہ اپنی ذات میں اپنا مقصد آپ بن کر نہ رہ جائیں۔بلکہ یہ ڈگریاں ذریعہ ہوں،ایک وسیلہ ہوں،ایک قدم ہوں،ان منازل کی طرف جن منزلوں کی خاطر اسلام کی غیور بیبیوں اور بزرگ ماؤں نے اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں تج کر پایا تھا۔آپ کے ہاتھ میں صداقت،طہارت،سادگی،صفائی،نیکی،عجز اور اخلاص کی تلوار ہو۔مغرب زدہ نہ ہوں بلکہ مغرب کے آثار منہدم کرنے والی ہوں۔آپ خود میں جب یہ صلاحیت پیدا کریں گی تو آئندہ زندگی میں تربیت دینے کا وصف بھی آپ میں پیدا ہو جائے گا۔

خود نیک ہوں کل اپنے گھروں میں نیک فضا پیدا کرنے والی اولاد کی صحیح تربیت کرنے والی ہوں اللہ تعالیٰ ہر آن آپ کے ساتھ ہو۔آمین 41

فسادات ۱۹۷۱ء میں تین احمدیوں کی جانی قربانی

۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان (جو اِن قیامت خیز ہنگاموں کے بعد ’’بنگلہ دیش‘‘ کے نام سے معرض وجود میں آیا) میں قیامت خیز ہنگامے ہوئے جس کے نتیجہ میں کروڑوں کی ملکی جائیدادیں تباہ و برباد ہوئیں وہاں ہزاروں بے گناہ قیمتی انسانی جانیں بھی ضائع ہوئیں۔ان قیامت خیز فسادات کے دوران میمن سنگھ میں حسب ذیل تین احمدی بھائی بھی شہید ہوئے:

(۱) بدیع الزمان صاحب مونگھیری (۱۸/اپریل)

(۲) عبدالرب صاحب (مونگھیری صاحب موصوف کے چھوٹے صاحبزادے ۔ ۱۸/اپریل)
(۳) عرفان علی منشی صاحب (۲۴/اپریل) 42

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کے اعزاز میں الوداعیہ

۱۲ مئی ۱۹۷۱ء بروز بدھ بعد نماز عصر بمقام ایوان محمود، صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کے اعزاز میں، جو ربع صدی تک بطور ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ بے لوث اور مخلصانہ خدمات سرانجام دینے کے بعد اپنے عہدہ سے سبکدوش ہوئے تھے، وسیع پیمانے پر الوداعی تقریب کا اہتمام کیا۔ جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خصوصی طور پر شرکت فرمائی اور اپنی زریں اور قیمتی نصائح سے بھی نوازا۔ اس موقع پر صدر انجمن احمدیہ کے ناظر صاحبان و کارکنان، تحریک جدید، وقف جدید، انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے نمائندگان بھی شامل ہوئے۔ تقریب کے رسمی آغاز کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ نے صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کی خدمت میں ایک ایڈریس پیش کیا۔ جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ ربع صدی تک آپ نے بحیثیت ناظر اعلیٰ نہایت اخلاص، باقاعدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ سلسلہ کی گراں بہا خدمات سرانجام دیں۔ ایڈریس کے بعد دعا کی گئی۔ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب نے مختصر الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔ بعد ازاں حضور انور نے مہمانان کو اپنے بصیرت افروز خطاب سے نوازا۔

خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

حضور انور نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ جو جماعتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم ہوتی ہیں ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ان میں نسلاً بعد نسلٍ ایسے فدائی کارکن پیدا ہوتے رہیں جو قربانی اور ایثار کے تسلسل کو قائم رکھیں اور اس میں کسی مرحلہ پر بھی کمی نہ آنے دیں۔ حضور نے فرمایا جماعت احمدیہ کے قیام کی اصل غرض غلبۂ اسلام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تین صدیوں تک ضرور اسلام دنیا میں غالب آجائے گا۔ آپ علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ تین صدیوں تک انتظار کرو بلکہ یہ آخری حد بیان فرمائی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں اور حضور کے بعض الہامات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ اگر افراد جماعت اپنے ایمان و اخلاص اور اپنی

قربانیوں کے تسلسل کو قائم رکھیں تو ۹۰ برس یا زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ برس تک اسلام دنیا میں غالب آ سکتا ہے۔فطرتی طور پر ہم یہی چاہتے ہیں کہ ہم اپنی زندگیوں میں غلبۂ اسلام کا دن دیکھ لیں۔حضور نے صدر انجمن احمدیہ کے کارکنوں سے خصوصی طور پر خطاب کرتے ہوئے انہیں نصیحت فرمائی کہ اگر وہ مرکز میں اخلاص کے ساتھ خدمت دین کرنے کے لئے مقیم ہیں تو ان کے چہروں پر بشاشت کے آثار ظاہر ہونے چاہئیں۔انہیں بااخلاق اور اسلامی شعار کا پابند ہونا چاہئیے اور ایسا نمونہ پیش کرنا چاہئیے جو اسلام اور احمدیت کی حقیقی روح کے مطابق ہو۔اس ضمن میں حضور نے فرمایا کہ مسلمان مردوں کے لئے داڑھی رکھنا اور عورتوں کے لیے پردہ اسلامی شعار میں شامل ہیں۔آخر میں حضور نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مرکز میں ہمیشہ ایسے کارکن عطا فرماتا رہے جو نیک نمونہ رکھنے والے ہوں اور اخلاص اور قربانی کے تسلسل کو قائم رکھنے والے اور مخلوق خدا کی بے لوث خدمت کرنے والے ہوں۔43

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا مجلس انصار اللہ حلقہ دار الصدر شرقی سے بصیرت افروز خطاب

۲۴ مئی ۱۹۷۱ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مسجد مبارک ربوہ میں مجلس انصار اللہ حلقہ دار الصدر شرقی کے اجلاس سے بصیرت افروز خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

”میں تین دعاؤں کی تحریک کرنا چاہتا تھا۔دیر سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔میں نے سمجھا یہ موقع ہے، چند منٹ کے لئے چلا جاؤں۔

پہلی دعا کی تحریک اپنے ملک کے لئے دعا کی تحریک ہے۔دوسری دعا کی تحریک اپنی جماعت کے لئے دعا کی تحریک ہے اور تیسرے خاکسار نے خود اپنے لئے دعا کی تحریک کرنی ہے۔

ہمارا ملک اس وقت پریشانی کے دور میں سے گذر رہا ہے۔فروری کے آخر میں جب میں اپنے ملک کے لئے بہت دعائیں کر رہا تھا تو اس وقت مجھے یہی بتایا گیا تھا کہ دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے رحم کو حاصل کیا جا سکتا ہے اور دعاؤں ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے غصے کو ٹالا جا سکتا ہے اس لئے دعائیں کرنی چاہئیں......ہمیں اس

سلسلہ میں بہت محنت کرنی پڑے گی اور دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو مانگنا پڑے گا۔ ہمارے لئے تو دعا ہی دعا ہے اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تدبیر بھی دعا ہے اور دعا بھی تدبیر ہے......

پس ملک کے لئے دوست بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمارے پیارے ملک، پاکستان کی تمام پریشانیاں دور فرمائے۔ بیوقوف ملک دشمنوں اور تخریب پسندوں نے ہمیں کمزور کرنے اور ہمیں اقتصادی اور معاشرتی الجھنوں سے دوچار کرنے کے لئے جو منصوبے باندھے تھے وہ تو ناکام ہو چکے ہیں لیکن ان کے جو اثرات باقی رہ گئے ہیں وہ بھی پوری طرح دور ہو جائیں۔ ہمارا دشمن ہر لحاظ سے ناکام ہو۔ اللہ تعالیٰ حقیقی معنے میں اور صحیح طور پر پاکستان کو پاک لوگوں کا ملک بنا دے۔

دوسری دعا کی تحریک جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے جماعت کے لئے دعا کی تحریک ہے اگر احمدی دوست یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت کا جو جلوہ ظاہر ہوتا ہے اور جو ہماری روح کو تسکین بخشتا ہے، اس جلوے کے بعد ہمارا مخالف جو جہالت کے نتیجہ میں ہماری مخالفت کرتا رہتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائے گا تو یہ غلط ہے......

امتِ مسلمہ کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ دشمن نے ایک جگہ شکست کھائی تو اس نے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کر لیا مگر خاموش نہیں رہا۔ ہمیشہ نئے سے نئے منصوبوں سے مسلمانوں کو تنگ کرتا آیا ہے۔ اب احمدیوں کو بھی ہر جگہ اور ہر ملک میں تنگ کیا جا رہا ہے کیونکہ وہ اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ مثلاً عیسائی ہیں پہلے ان کی مخالفت کا طریق اور تھا۔ اب انہوں نے مخالفت کا یہ طریقہ اختیار کر لیا ہے کہ ہم خدمتِ اسلام کے جو کام کر رہے ہیں وہ ان کے راستے میں روک ڈال رہے ہیں۔ مغربی افریقہ میں ہمارے بہت سارے ڈاکٹر پہنچ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ لوگوں کو شفا بھی دے رہا ہے۔ ایک امریکن عیسائی چند دن ہوئے (چند دن کیا پرسوں، اترسوں وہ یہاں تھے۔ دو تین دن وہ یہاں ٹھہرے ہیں) ربوہ آئے۔ انہوں نے ایک افریقن

عورت سے شادی کی ہے۔ جب میں مغربی افریقہ کے دورے پر گیا تھا تو وہ ''ٹیچی مان'' (غانا) میں مجھے ملے تھے۔ یہ'ٹیچی مان' وہ جگہ ہے جہاں ہمارے ایک افریقن مشنری عبدالوہاب آدم بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔ وہاں سے کچھ خبریں آئی ہوئی تھیں میں تو اس طرح اس امریکن دوست کے سامنے بات نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے میں نے اشارہ ہی کیا تو وہ کہنے لگے کہ نہیں! آپ کے پاس پوری خبریں نہیں پہنچیں وہ کیتھولک مشن کا ہسپتال ہے اس پر انہوں نے بڑا پیسہ خرچ کیا ہوا ہے وہاں کے کیتھولک مشنری ڈاکٹر نے ایک حبشی کو ٹھڈے مار کر اپنے ہسپتال سے باہر نکال دیا اور کہا کہ تم سارے حبشی وحشی درندے ہو۔

غرض ان کا اپنا تو یہ حال ہے مگر اب حال ہی میں وہاں جب ہمارا ڈاکٹر پہنچ گیا تو اندر ہی اندر انہوں نے مخالفت کی کہ یہاں اتنا بڑا مشن ہسپتال تو پہلے سے موجود ہے اب یہاں کسی نئے ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے یہاں احمدیوں کو کوئی اور ہسپتال کھولنے کی اجازت نہ دی جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ سامان پیدا کرتا ہے وہاں کے ایک ریذیڈنٹ منسٹر یعنی وہ وزیر جو اس علاقہ میں رہتا ہے کیبنٹ میں شریک ہونے کے لئے بھی چلا جاتا ہے لیکن اپنے علاقے کے حالات اور ضروریات کو دیکھ کر حکومت سے کام کروانا یہ اس وزیر کا کام ہے اس کو ریذیڈنٹ منسٹر کہتے ہیں۔ یہ وزیر وہ مکان دیکھنے کے لئے پہنچے جس میں ہم اپنا ہسپتال کھولنا چاہتے ہیں۔ غالباً ان کے پاس رپورٹیں گئی ہوں گی کہ یہاں ہسپتال نہیں کھولنے دینا چاہیے۔

بہرحال جب انہوں نے مکان دیکھا۔ ہمارے ڈاکٹر کو دیکھا تو وہ بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے ''اکرا'' میں رپورٹ بھجوائی کہ احمدیوں کو یہاں ہسپتال کھولنے کی اجازت ملنی چاہیے۔ ویسے وہ زبانی طور پر ہمارے ڈاکٹر کو یہ کہہ گئے کہ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ تم یہاں اپنی پریکٹس کرو۔ اس میں تمہارے لئے قانونی طور پر کوئی روک نہیں ہے۔ البتہ جب حکومت کی طرف سے اجازت آ جائے گی تو پھر Opening Ceremony یعنی افتتاح بھی کر لینا۔ غرض ''ٹیچی مان'' میں ہمارے

مجوزہ ہیلتھ سنٹر کا ابھی تک افتتاح نہیں ہو سکا۔ دوست دعا کریں کہ نہ صرف اس ہسپتال کا افتتاح ہو بلکہ دوسری جگہوں پر بھی افتتاح کے بعد افتتاح ہوتا چلا جائے۔

دراصل میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے ایک جلوہ کے ظہور کے متعلق بتانا چاہتا ہوں۔ اس مشن ہسپتال کے ڈاکٹروں نے بعض مریضوں کو لاعلاج قرار دیا ہوا تھا۔ ڈاکٹر جس مریض کو لاعلاج قرار دے دے اس کو تو کہیں ذرا سا بھی سہارا ملنے کی امید ہو تو وہ فوراً وہاں پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ جب ہمارا ڈاکٹر وہاں پہنچا تو اسی قسم کا ایک لاعلاج مریض بھی ان کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے اس کا علاج کیا تو اس لاعلاج مریض کو افاقہ ہونا شروع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح رحمت فرمائی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابھی ہمارے ہسپتال کا افتتاح عمل میں نہیں آیا مگر پچاس مریض روزانہ ہمارے ڈاکٹر کے پاس آ رہے ہیں۔ غریبوں کا علاج مفت ہو رہا ہے جو لوگ پیسے والے ہیں وہ خود ہی کچھ نہ کچھ بطور چندہ دے جاتے ہیں۔ ویسے وہ لوگ اس لحاظ سے بڑے اچھے ہیں کہ اگر ڈاکٹر فیس نہ بھی مانگے تب بھی جن کے پاس پیسے ہوتے ہیں وہ خود ہی فیس وغیرہ دے جاتے ہیں یا اگر ڈاکٹر فیس نہیں لے گا تو وہ مناسب رقم چندہ کے طور پر دے جاتے ہیں بہرحال وہ پیسے ضرور دے جاتے ہیں۔ اس طرح مالی لحاظ سے بھی برکت حاصل ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے ڈاکٹروں کے ہاتھ میں شفا بھی رکھ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی شافی ہے یہ دوائیاں جو اس نے بنائی ہیں یہ اس کے حکم سے شفا دیتی ہیں یہ نہیں کہ آپ ہی ان کا خدا پر زور چلتا ہو یعنی خدا چاہے نہ چاہے مگر دوائی آپ کو شفا دے جائے۔ اس زندگی کی اصل حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ حقیقت یہی ہے کہ ہم کسی دوا کو اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ ہمارے محبوب اللہ نے اسے پیدا کیا ہے اور اس توکل پر اسے استعمال کرتے ہیں کہ جس ہستی نے کسی دوا کو اپنے عام حکم یا قانون قدرت کے ماتحت بعض خواص بخشے ہیں وہی ہستی یعنی اللہ یہ حکم بھی جاری کرے گا کہ اس دوا کے خواص ہمارے جسم کی کمزوریوں کو دور کر دیں یعنی کسی دوائی کے خواص کے اثر پذیر ہونے کے لئے بھی الٰہی اذن کی ضرورت ہے کیونکہ شفا اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

پس مخالفت کا ہر جگہ رنگ بدل جاتا ہے لیکن مخالفت قائم رہتی ہے تاکہ جماعت سو نہ جائے۔ یہ بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے اگر ہر طرح سے بالکل امن پیدا ہو جائے تو بہت سی کمزوریاں پیدا ہو جائیں۔اسی واسطے جہاں زیادہ امن ہوتا ہے وہاں کمزوریاں زیادہ جلدی نظر آجاتی ہیں مثلاً ہمارے ربوہ میں اگر کسی آدمی میں ذرا بھی کمزوری ہو تو وہ بڑی نمایاں ہو کر سامنے آجاتی ہے کیونکہ یہاں ہر لحاظ سے بڑا امن ہے۔دوست یہ بھی دعا کریں کہ سلسلہ احمدیہ کا جو مرکز ہے وہ صحیح معنوں میں مرکز بنا رہے......

تیسرے میں نے اپنے متعلق دعا کی تحریک کرنی ہے۔دوستوں کو علم ہے کہ میں گھوڑے سے گرا تھا اور گھوڑے سے آدمی گرا ہی کرتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھوڑے سے گرے 44 بعض دوستوں نے شبہ ڈال دیا ہے۔لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی گھوڑے سے گرے تھے 45 غرض جو شخص بھی گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اسے یہ خطرہ بھی ہوتا ہے کہ میں گھوڑے سے گروں گا۔یہ احساس ساتھ لگا ہوتا ہے......

گھوڑے سے گرنے کا واقعہ پیش آیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا۔اس عمر میں ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق بالکل جوانی کی حالت میں جس رنگ میں ہڈی کو جڑنا چاہیے اس رنگ میں جڑ گئی ہے۔پہلے ۲۱ دن کے بعد ایکسرے لیا گیا تو کیلشیم (Calcium) جس کا ہڈی میں بہت سارا حصہ ہوتا ہے اور وہ صحیح کیلشیم وہاں آجانا چاہیے اس کو انگریزی میں Calcification کہتے ہیں یعنی ہڈی کو پورا کیلشیم مل گیا۔چنانچہ جب یہ ایکسرے ہوا تو ڈاکٹر کہنے لگے کہ جس طرح جوانی کی حالت میں Calcification ہونی چاہیے تھی اس طرح ہوگئی ہے۔غرض وہ ایکسرے رپورٹ دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔الحمد للہ۔لیکن انہوں نے یہ رائے دی کہ ابھی آپ لیٹے رہیں۔جماعت پیار بھی بہت کرتی ہے۔میں نے کہا ڈاکٹر کہتا ہے تو لیٹے رہیں گے۔چنانچہ میں لیٹا رہا۔پھر جو معالج تھے وہ اپنی ڈیوٹی کی وجہ سے آنہ سکے۔دو ہفتے ان کو آنے میں دیر ہوگئی۔گیارہ ہفتے مجھے لٹائے رکھا۔پھر جب ڈاکٹروں نے

ایکسرے لیا تو انہوں نے کہا کہ Calcification کے بعد جو دوسری سٹیج ہے Consolidation کی یعنی ہڈی کے سخت ہونے کی یہ سٹیج بھی مکمل ہوگئی ہے یعنی ہڈی بالکل سخت ہوگئی ہے۔ الحمدللہ۔ ڈاکٹر کہنے لگے کہ اب آپ آرام سے چلیں پھریں اور کام کریں۔ چنانچہ انہوں نے چلنے پھرنے کی مکمل آزادی دے دی۔ ثم الحمدللہ۔

ادھر مجھے چونکہ گھبراہٹ تھی کہ جماعت سے ایک قسم کی دوری ہے۔ جتنی جلدی ہوسکے میں مسجد بھی جاؤں۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ پہلے ڈاکٹروں نے معاینہ کیا پھر مجھے ہسپتال لے گئے ایکسرے لیا۔ پھر میرے پاس بیٹھے رہے۔ اتنے میں پلیٹ خشک ہوکر آ گئی جسے دیکھ کر انہوں نے اطمینان ظاہر کیا۔ جب گیارہ ساڑھے گیارہ بجے وہ رخصت ہوئے تو میں نے اپنے بچے سے کہا ذرا احتیاطاً میرا ہاتھ پکڑنا۔ میں دیکھوں تو سہی کہ التحیات میں بیٹھ سکتا ہوں؟ ویسے میرے گھٹنوں میں درد نہیں تھا۔ مجھے کچھ شبہ تھا کہ کچھ تھوڑی سی سٹف نس (Stiffness) یعنی سختی آ گئی ہے۔ پوری طرح ان میں لچک نہیں ہے۔ چنانچہ بیٹھتے بیٹھتے بالکل ٹھیک حالت رہی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ لیکن جب التحیات بیٹھنے میں (جس طرح ٹانگیں ہوتی ہیں) کوئی ایک چپے کے برابر جگہ رہ گئی تو جسم کا وزن پڑنے پر اتنا شدید اور ناقابل برداشت درد ہوا کہ آپ اتنے شدید درد کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میں ایک طرف گر گیا کیونکہ اس وقت اٹھنا مشکل تھا۔ اس لئے ایک طرف گر کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر میں نے ڈاکٹروں کو پیغام بھیجا کہ یہ تو ایک اور بیماری آ گئی ہے۔ میرے گھٹنے سخت ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا گیارہ بارہ ہفتے تک آپ لیٹے رہے ہیں۔ گھٹنے سخت ہو گئے ہیں۔ آپ چلیں گے تو ٹھیک ہو جائیں گے۔ خیر وہ چلنا پھرنا شروع کیا۔ ساتھ ہی قریباً روزانہ چیک کرتا تھا پھر جب چار انگل کی بجائے قریباً دو انگل کی سختی رہ گئی تو مجھ پر نقرس کا حملہ ہو گیا اس تکلیف نے مجھے پھر لٹا دیا۔ پھر گھٹنوں کی سختی دوبارہ چار انگل تک پہنچ گئی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے شفا دی اب میرا اندازہ یہ ہے کہ ایک انگل سے کچھ کم سختی رہ گئی ہے۔ میری بڑی خواہش ہے آپ دعا بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ ہی فضل کرنے والا ہے۔ اگلے

جمعہ تک یہ بھی دور ہو جائے تو میں یہاں مسجد میں آکر جمعہ کی نماز پڑھاؤں۔ کیونکہ میری طبیعت میں یہ حجاب ہے کہ میں کرسی پر بیٹھ کر مسجد میں نماز پڑھوں۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ اجازت دی ہے کہ بیمار آدمی گھر میں نماز پڑھے تو میں اس اجازت سے فائدہ اٹھاتا ہوں لیکن مسجد میں آنا بھی چاہتا ہوں بڑا بے چین رہتا ہوں''۔ 46

شیخ روشن دین تنویر صاحب کے اعزاز میں الوداعی تقریب

جماعت احمدیہ کے اس نامور صحافی، اعلیٰ درجہ کے مضمون نویس اور عظیم شاعر (ولادت ۲۰ر اپریل ۱۸۹۲ء۔ بیعت ۱۹۴۰ء۔ وفات ۲۷ جنوری ۱۹۷۲ء) نے سکاچ مشن ہائی سکول سیالکوٹ سے میٹرک اور مرے کالج سیالکوٹ سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ آپ کے استادوں میں شمس العلماء مولانا سید میر حسن صاحب بھی تھے۔ جن سے علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال شاعرِ مشرق کو شرف تلمذ حاصل تھا۔ ۱۹۲۳ء میں لاء کالج لاہور سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۴۶ء تک وکالت کرتے رہے۔ آپ کو شروع سے ہی شعر و شاعری سے تعلق تھا اور آپ بلند علمی و ادبی ذوق رکھتے تھے۔ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۴۵ء تک آپ کی متعدد نظمیں ملک کے مشہور رسائل (مثلاً نیرنگ خیال، ہمایوں، نگار اور ادبی دنیا وغیرہ) میں شائع ہوئیں اور بہت پسند کی گئیں۔ 47

آپ پہلی مرتبہ ۱۹۳۹ء کے جلسہ جوبلی کے موقعہ پر قادیان دارالامان تشریف لے گئے اور نظام سلسلہ اور حضرت مصلح موعود کی بے مثال تقاریر سے بہت متاثر ہوئے۔ بایں ہمہ پکے غیر احمدی رہے۔ قادیان سے روانگی کے بعد ریل میں اتفاقاً ایک احمدی سے حضرت مصلح موعود کی تقریر ''انقلابِ حقیقی'' کے مطالعہ کا موقع ملا۔ اس کتاب نے ایسا فوری اثر دکھایا کہ آپ دل سے احمدی ہو گئے اور سیالکوٹ واپس پہنچ کر بیعت کا فارم پُر کر دیا۔ 48

سلسلہ احمدیہ میں منسلک ہونے سے پیشتر بھی بحیثیت شاعر آپ کو شہرت حاصل تھی مگر احمدیت کے نور سے منور ہونے کے بعد آپ کی نظم و نثر میں خاص جوش اور ولولہ آفرینی پیدا ہوگئی اور آپ کی علمی و قلمی صلاحیتیں سلسلہ احمدیہ کے لئے وقف ہوگئیں اور آپ کا شعر و سخن کا فطرتی ذوق خالصتاً احمدیت کے رنگ میں رنگین ہو گیا۔ جس کے بعد آپ نے متعدد محققانہ مضامین احمدیت کے علم کلام کی تائید میں لکھے جو سلسلہ کے جرائد میں اشاعت پذیر ہوئے۔ بالآخر سیدنا حضرت مصلح موعود کی جوہر شناس

نظر نے آپ کو جماعت احمدیہ کے آرگن روزنامہ الفضل کی ادارت کے لئے چن لیا چنانچہ آپ سیالکوٹ سے ہجرت کر کے قادیان آ گئے اور ۱۶/۱کتوبر ۱۹۴۶ء سے بطور ایڈیٹر الفضل کام کرنے لگے۔اس اہم اور نازک ذمہ داری کو آپ نے مسلسل ۲۵ برس یعنی اپریل ۱۹۷۱ء کے آخر تک نہایت احسن رنگ میں نبھایا۔اس اثناء میں جماعت احمدیہ پر ہجرت قادیان ۱۹۴۷ء اور فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء جیسے نازک وقت آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر موقع پر جماعت احمدیہ کی بہترین ترجمانی کرنے کی توفیق بخشی۔آپ کے قلم سے متعدد ایسے قیمتی اور اہم مضامین اور اشعار نکلے جو خدا کے خاص تائید و نصرت کے مظہر معلوم ہوتے تھے۔[49]

آپ کے اعزاز میں ۷ جون ۱۹۷۱ء کو دفتر الفضل کی طرف سے مولانا قاضی محمد نذیر صاحب کی صدارت میں ایک الوداعی تقریب منعقد ہوئی۔جناب مسعود احمد خانصاحب دہلوی ایڈیٹر الفضل نے الوداعی ایڈریس پڑھا جس میں آپ کے ۲۵ سالہ قلمی جہاد پر خراج تحسین ادا کرتے ہوئے کہا:۔

''محترم تنویر صاحب کی خوش بختی اور خوش نصیبی اس لحاظ سے قابل رشک ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کے ماتحت سلسلہ عالیہ احمدیہ کے آرگن روزنامہ ''الفضل'' کی ادارت کی ذمہ داریاں مسلسل پچیس سال تک نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی اور نیک نامی کے ساتھ سرانجام دینے کی توفیق ملی۔آپ ۱۹۴۰ء میں سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے تھے۔اس لحاظ سے گو آپ دیر سے آئے لیکن بتوفیقِ الٰہی قریباً ربع صدی تک سلسلہ کی گراں بہا خدمات بجالا کر بہتوں سے سبقت لے گئے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

ذٰلک فضل اللہ یو تیہ من یشآء و اللہ ذو الفضل العظیم۔آپ نے اس تمام عرصہ میں اپنے زورِ قلم، وسیع علم، مطالعہ اور تجربہ کی بدولت سلسلہ کی جو نہایت قابل قدر خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ احمدیت میں ہمیشہ یادگار رہیں گی اور آپ کے مسحور کن اداریئے اور احمدیت کے عشق میں ڈوبے ہوئے حسین و جمیل منظوم افکار آپ کی یاد کو کبھی محو نہ ہونے دیں گے اور ہم ہی نہیں بلکہ آنے والی نسلیں جب آپ کے ان اچھوتے مضامین اور پاکیزہ نظموں سے مستفیض ہوں گی تو وہ بھی آپ کی خوش بختی پر رشک کا اظہار کئے اور آپ کی یاد پر محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کئے بغیر نہ رہ سکیں گی۔

دفتر الفضل کے کارکنان تو چونکہ ایک لمبا عرصہ تک آپ کے اوصافِ کریمانہ سے براہ راست

مستفیض ہوتے رہے ہیں اس لئے ان کے واسطے تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ کبھی آپ کی یاد کو بھلا سکیں۔ ماتحتوں کے ساتھ آپ کا حسن سلوک، قدم قدم پر پدرانہ شفقت کا مسلسل اظہار اور ہر ایک کی بھلائی اور حوصلہ افزائی کا شعار ایسی چیزیں نہیں ہیں جنہیں بھلایا یا فراموش کیا جا سکے۔

آج ہم بڑے ہی مغموم دل کے ساتھ اپنے واجب الاحترام اور ماں باپ کی طرح شفیق بزرگ افسر جناب شیخ روشن دین صاحب تنویر کو صمیمِ قلب سے الوداع کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آپ کی خدماتِ جلیلہ کا آپ کو بہترین اجر دے''۔

مولانا روشن دین تنویر صاحب نے ایڈریس کے جواب میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''میرے عزیز نے ابھی جن جذبات کا اظہار کیا ہے ان کی میرے دل میں بہت قدر ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے مجھے اتنا طویل عرصہ خدمت کی توفیق عطا کی۔ اس میں میری کوئی خوبی نہیں اور نہ میں اپنے میں کوئی خوبی پاتا ہوں۔ یہ تو میرے مولیٰ کا فضل اور احسان ہے جس نے مجھ ناچیز کو خدمت کی سعادت بخشی اور کچھ نہ ہونے کے باوجود کام کی توفیق سے نوازا۔ جہاں تک اس ایڈریس کا تعلق ہے جو ابھی میرے عزیز نے پڑھا ہے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں اس سے بہت متاثر ہوا ہوں حتّٰی کہ اس وقت میں اپنے جذبات کے اظہار پر بھی قادر نہیں ہوں ...... میرے اس عزیز نے جس بے لوث جذبہ کے ماتحت جس پُردرد انداز میں یہ ایڈریس پڑھا ہے اس نے میرے دل کی کیفیت کو بدل کر رکھ دیا ہے اور آپ لوگوں کے ساتھ طویل رفاقت کے بعد جدائی کے احساس میں اتنی شدت پیدا کر دی ہے کہ میرے لئے اس وقت اپنے جذبات کا اظہار بھی ممکن نہیں رہا۔ میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ میرا دل رو رہا ہے۔''

اتنا کہہ کر مولانا تنویر صاحب کی آواز بھرّا گئی اور رقّت کا عالم طاری ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کوشش کے باوجود ایک لفظ بھی زبان سے ادا نہ کر سکے اور آنکھوں سے ٹپکنے کے لئے بے چین آنسوؤں کو پینے کی کوشش میں مزید کچھ کہے بغیر بیٹھ گئے۔ ایک عجب دردانگیز منظر تھا جس کے زیر اثر سب کے چہروں پر اداسی چھا گئی۔

تقریب کے اختتام پر جب مولانا تنویر صاحب سب سے باری باری ہاتھ ملانے کے بعد تشریف لے جانے لگے تو جناب مسعود احمد صاحب کو بہت محبت بھرے انداز میں دیکھتے اور مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ''آج تم نے مجھے رونے پر مجبور کر دیا''۔ 50

جرمنی میں قبولیتِ دعا کے دو نشانات کا ظہور

جون ۱۹۷۱ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی دعاؤں کی حیرت انگیز تاثیر اور قبولیت کے پے در پے دو نہایت ایمان افروز نشان جرمنی میں ظاہر ہوئے۔ دونوں کا تعلق ایک ہی مخلص احمدی خاندان سے تھا۔

تفصیل اس ایمان افروز واقعہ کی یہ ہے کہ جناب مسعود احمد صاحب جہلمی انچارج فرینکفورٹ مشن کے ہاں نرینہ اولاد نہ تھی اور ان کے بہنوئی محمد شریف صاحب خالد تو پچھلے دس سال سے اولاد سے بالکل ہی محروم تھے۔ ڈاکٹروں نے تشخیص کی کہ رحم (Uterus) کے منہ پر کینسر کا اثر ہے جس کے لئے آپریشن ضروری ہے۔ خالد صاحب نے حضور کی خدمت میں دعا اور آپریشن کی اجازت کے لئے لکھا۔ حضور نے فرمایا آپریشن ہرگز نہ کرائیں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔

چوٹی کے چار ڈاکٹروں نے رائے دی کہ بچہ پیدا ہونے کی ۹۹ فیصدی امید نہیں ہے اور جو ایک فیصد امید قائم ہے وہ بھی آپریشن کے بعد ختم ہو جائے گی۔ لیکن خدا کے فضل اور حضور کی دعا کی برکت سے جلد ہی بچہ کی ولادت کے آثار نمودار ہو گئے جس کے بعد خالد صاحب مئی ۱۹۷۱ء میں پاکستان آئے، ربوہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ حضور لڑکے اور لڑکی کے نام تجویز فرمادیں تا جب بچہ پیدا ہو اس کا نام فوراً رکھ دیا جائے۔ حضور کی زبان مبارک سے نکلا کہ ”میں بچی کے لئے خولہ نام اس شرط پر تجویز کرتا ہوں کہ جب یہ بڑی ہو تو آپ اس کو شہسواری سکھائیں گے تا یہ معناً بھی حضرت خولہ کی مثیل ہو“۔

خالد صاحب نے مسعود احمد صاحب جہلمی کے لئے بھی اولادِ نرینہ عطا کئے جانے کی درخواستِ دعا کی۔ حضور چند سیکنڈ کے لئے خاموش رہے پھر ارشاد فرمایا: ”مسعود احمد کو اللہ تعالیٰ لڑکا دے گا انشاء اللہ۔ اس کا نام لقمان احمد تجویز کرتا ہوں“۔ بشیر احمد خان صاحب رفیق اُن دنوں پرائیویٹ سیکرٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے وہ اس موقع پر موجود تھے اور انہوں نے یہ آسمانی بشارت انہی دنوں بذریعہ ڈاک بھجوادی اور پیشگی مبارکباد بھی دے دی۔

خالد صاحب نے جرمنی واپسی پر ۸ جون ۱۹۷۱ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں بذریعہ مکتوب یہ خوشکن اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو لڑکی سے نوازا ہے۔ چنانچہ لکھا:۔

''حضور کو یہ سن کو انتہائی خوشی ہو گی کہ خدا تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو سنا اور اپنے فضل و کرم سے محمودہ کو ایک بہت ہی پیاری بچی عطا فرمائی ہے۔ میرا ایمان ہے کہ یہ محض حضور پُرنور کی دعاؤں کا نتیجہ ہے ورنہ جرمنی کے چار سپیشلسٹ یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ محمودہ کے ہاں بچہ ہونا ننانوے فیصد مشکل ہے بلکہ وہ یہ ناممکن سمجھتے ہوئے ذاتی صحت کے لئے ایک آپریشن ضروری قرار دے رہے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اس آپریشن کے بعد بچہ کی جو ایک فیصد امید ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی۔ لیکن آپریشن کرنا بھی محمودہ کیلئے ضروری ہے۔ چنانچہ گذشتہ سال تو ہم نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آپریشن کروا دیا جائے۔ چنانچہ اس آپریشن کی اجازت کے لئے حضور کی خدمت میں لکھا لیکن حضور نے آپریشن کی اجازت نہ دیتے ہوئے لکھا تھا کہ میں دعا کروں گا اور چھ ماہ تک آپریشن نہ کروایا جائے۔ چنانچہ آج حضور کی دعاؤں کے نتیجہ میں شادی کے پورے دس سال بعد خدا تعالیٰ نے ہمارے خاندان کو اس خوشی سے نوازا ہے۔ گزشتہ دنوں مَیں جب حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو حضور نے بچی کا نام ''خولہ'' تجویز فرمایا تھا جبکہ ابھی بچی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ قدرتی طور پر لوگوں میں لڑکے کے لئے خواہش ہوتی ہے لیکن اُس روز سے خدا تعالیٰ نے میرے دل میں بچی کی خواہش کو اس قدر زیادہ کر دیا تھا کہ ''خولہ'' نام رکھنے کے ساتھ حضور نے اس کی تربیت پر جو شرط لگائی تھی، دلی خواہش تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے زندگی دی تو حضور کی اس خواہش کو پورا کرنے کی پوری کوشش کروں گا''۔

اس مکتوب کے قریباً دو ہفتہ بعد ۲۱ جون کو جناب مسعود احمد صاحب جہلمی انچارج مشن کی طرف سے حضور کی خدمت اقدس میں حسب ذیل تار موصول ہوا۔

"Alhamdolillah fruit of Huzoor's prayers Luqman born ...... Both healthy.Prayers Requested".

ترجمہ: الحمدللہ حضور اقدس کی دعاؤں کا ثمر لقمان کی پیدائش کی صورت میں مل گیا ہے۔ ماں بچہ صحتمند ہیں۔ درخواست دعا ہے۔[51]

یہ دونوں نشان نہ صرف جماعت جرمنی بلکہ سب احباب جماعت کیلئے ازدیاد ایمان و عرفان کا موجب بنے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا تربیتی کلاس سے خطاب

مورخہ ۱۰ جون ۱۹۷۱ء کو بعد نماز عصر ایوان محمود ربوہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے

مجلس خدام الاحمدیہ کی اٹھارہویں سالانہ تربیتی کلاس کی اختتامی تقریب میں طلباء سے بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ اس تربیتی کلاس میں ۲۶۵ مجالس کے ۴۳۴ خدام شامل ہوئے۔ کلاس کے اختتام پر طلباء کا امتحان لیا گیا جس میں ۲۴۹ طلباء شامل ہوئے اور ان میں سے ۲۳۶ کامیاب قرار پائے۔ حضور کی خدمت میں یہ اعداد و شمار رکھے گئے تو حضور نے ان پر خوشنودی کا اظہار فرمایا مگر ساتھ ہی فرمایا کہ جن مجالس کے نمائندے اس کلاس میں شامل نہیں ہوئے انہیں توجہ دلائی جائے تا کہ آئندہ سو فیصد مجالس کی حاضری ہو۔ اس کلاس کا افتتاح ۲۸ مئی کو مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم سابق رئیس التبلیغ غانا نے فرمایا تھا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے کلاس کی اختتامی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تاریخ اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ اسلام ہر زمانہ میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا ہے اس میں شک نہیں کہ درمیان میں کچھ وقت ایسا بھی آیا جبکہ مجاہدینِ اسلام کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں مدہم پڑ گئیں لیکن یہ محض ایک عارضی وقفہ تھا۔ اور یہ وقفہ بھی بجائے خود صداقتِ اسلام کی ایک دلیل ہے کیونکہ یہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق ظہور میں آیا۔ مگر بہر حال بحیثیت مجموعی اگر دیکھا جائے تو تاریخِ اسلام یہی بتاتی ہے کہ اسلام ہر زمانہ اور ہر دور میں ترقی کرتا رہا۔ حتّٰی کہ بظاہر تنزّل کے زمانہ میں بھی وہ بہت بڑی تعداد میں لوگوں کے قلوب کو جیتتا رہا۔ حضور نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ایک انقلابی مذہب ہے وہ دنیا میں رونما ہونے والے لحظہ بہ لحظہ انقلاب اور تغیر کے باوجود ہر زمانہ اور ہر دور میں انسان کی مکمل راہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کا ایک نام کتاب مکنون بھی ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ وہ حالات جو آج ظاہر نہیں ہوئے اور وہ الجھنیں جو آج پردہ میں ہیں اور کل کو ظاہر ہونے والی ہیں ان سب کا علاج اور حل تا قیامت اس کتاب میں موجود ہے اور وہ حل ایسا ہوگا جو قلوب کو مطمئن کرنے والا ہوگا۔

حضور نے مثالیں دے کر واضح فرمایا کہ آج جو تحریکیں موجودہ زمانہ کے مسائل کو حل کرنے کے لئے اٹھی ہیں وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو چکی ہیں کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی تائید و راہنمائی حاصل نہیں۔ یہ تائید و نصرت صرف اسلام ہی کو حاصل ہے اس لئے وہی ان مسائل کو حل کر سکتا ہے۔ آخر میں حضور نے فرمایا احمدیت کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں غلبہ اسلام ہی کے لئے قائم کیا ہے۔ اس لئے ہر احمدی بچے اور ہر احمدی نوجوان کے دل میں یہ احساس ہمیشہ غالب اور زندہ رہنا چاہیے کہ اسلام نے ہی دنیا پر

غالب آنا ہے اور اس کے تمام مسائل کو حل کرنا ہے اور ہم نے اپنے عملی نمونہ اور اپنی قربانیوں کے ذریعہ اس غلبہ کے دن کو نزدیک سے نزدیک تر لانا ہے۔ 52

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا سفر اسلام آباد و مری

مورخہ ۲۰ جون کو صبح چھ بجے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث بیگم صاحبہ کے ہمراہ اسلام آباد کے لئے عازم سفر ہوئے اور ۲۲ جون کو مری ہلز کی طرف تشریف لے گئے۔ تقریباً ۲ ہفتہ قیام کے بعد مورخہ ۵ جولائی کو حضور رات ساڑھے آٹھ بجے بذریعہ کار مری ہلز سے واپس ربوہ تشریف لے آئے۔ حضور کے ہمراہ حضرت بیگم صاحبہ اور دیگر اراکین قافلہ بھی واپس تشریف لے آئے۔ 53

فلپائنی مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف

احمدیہ مشنوں کا پرزور احتجاج

۱۹۷۱ء میں فلپائن میں مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنا کر ان پر عرصۂ حیات تنگ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔ فلپائنی مسلمانوں پر الزام لگایا گیا کہ وہ عیسائیوں کے خلاف غنڈہ گردی کے مرتکب ہوتے ہیں اور دہشت پھیلاتے ہیں جبکہ حقائق اس کے سراسر برعکس تھے۔ فلپائنی عیسائیوں کی دہشت پسند تنظیم ''الاگا'' نے مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے کی نہایت منظم کوششیں شروع کیں۔ فلپائن میں مسلمانوں کا قتل عام تو اگرچہ پہلے ہی ہو رہا تھا لیکن ۱۹ جون ۱۹۷۱ء سے مسلمانوں کے قتل عام کا سلسلہ از سر نو شروع کر دیا گیا۔ ۱۹ جون کو صوبہ کاٹاباٹو کی میونسپل کمیٹی کارمن کے نواحی گاؤں مانیلی میں علی الصبح کرائے کے مسیحی فوجیوں نے فلپائن کے فوجی افسروں کے ہمراہ بستی کے مسلمانوں کو ایک مسجد میں اکٹھا کر لیا۔ انہیں صرف یہ بتایا گیا کہ علاقہ میں امن و امان قائم کرنے کے لئے کانفرنس کی جارہی ہے۔ جب مسجد میں تقریباً ایک سو پچاس مسلمان جمع ہو گئے تو مسجد کی ناکہ بندی کر دی گئی پھر دستی بم پھینکے گئے اور بموں سے ڈر کر باہر آنے والوں پر گولیاں برسائی گئیں۔ ان دستی بموں اور گولیوں کی بوچھاڑ سے ۶۴ مرد، عورتیں اور بچے مسجد کے اندر ہی تڑپ تڑپ کر مر گئے اسی روز ایک قریبی پبلک سکول پر بھی دستی بم پھینکے گئے۔ جس کے نتیجہ میں بہت سے بچے ہلاک ہو گئے۔ اس کے علاوہ لوٹ مار، آتش زنی اور قتل و غارت گری کے انتہائی اندوہناک واقعات رونما ہوئے۔

ایک بڑی تعداد میں مسلمانوں کو شہید کرنے کے علاوہ متعدد مساجد کو بھی نذر آتش کر دیا گیا۔

شرق وغرب میں پھیلے ہوئے احمدیہ مسلم مشنوں نے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے ان مظالم کے خلاف پرزور احتجاج کرتے ہوئے حکومت فلپائن کو متعدد برقی پیغامات بھیجے جن میں ان مظالم کا سدّ باب کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ان احمدیہ مشنوں میں امریکہ، انگلستان، مغربی جرمنی، کینیڈا، سوئٹزرلینڈ، جزائر فجی، انڈونیشیا، ملائیشیا، سیرالیون، تنزانیہ، یوگنڈا وغیرہ شامل تھے۔

ان تاروں کے جواب میں صدر فلپائن کی جانب سے بیرونی ممالک کے احمدیہ مشنوں اور جماعتوں کو یقین دلایا گیا کہ حکومت اس سلسلہ میں ضروری اقدامات عمل میں لا رہی ہے اور یہ کہ مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انگلستان، سوئٹزرلینڈ، جزائر فجی، ملائیشیا، یوگنڈا، وغیرہ مشنوں کو جوابی تار موصول ہوئے۔ 54

فضل عمر درس القرآن کلاس

امسال فضل عمر درس القرآن کلاس مورخہ ۵ جولائی تا ۴؍اگست ۱۹۷۱ء مسجد مبارک میں منعقد ہوئی۔جس میں باقاعدہ داخلہ لینے والے طلباء کی تعداد ۴۶۴ اور طالبات کی تعداد ۴۳۲ تھی۔ امتحان میں ۳۷۷ طالبات اور ۳۲۲ طلباء نے حصہ لیا۔کلاس کا افتتاح مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب نے دعا سے کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے دو مرتبہ مسجد مبارک میں تشریف لا کر طلباء و طالبات سے خطاب بھی فرمایا۔

کلاس کے دوران علمی و ورزشی مقابلہ جات بھی ہوئے جس میں سب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۳؍اگست کو مسجد مبارک میں طلباء و طالبات کی ایک خاص اجتماعی تقریب منعقد ہوئی۔جس پر حضور نے اپنے قلم سے مندرجہ ذیل نصیحت ارسال فرمائی۔

''نصیحت یہ ہے کہ میری نصائح پر جو وقتاً فوقتاً ملتی رہتی ہیں سب عمل کریں۔''

۴؍اگست کو طلباء و طالبات کو علیحدہ علیحدہ الوداعی پارٹی دی گئی۔طالبات کی تقریب لجنہ اماء اللہ کے وسیع میدان میں حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی زیر صدارت منعقد ہوئی اور انعامات تقسیم کئے گئے۔ 55

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا مسٹر ٹب مین کے انتقال پر تعزیتی پیغام

لائبیریا کے صدر مسٹر ولیم ٹب مین جو لندن میں بغرض علاج تشریف لے گئے تھے مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۱ء کو ۷۵ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ان کی وفات پر حضور نے لائبیریا کے نئے صدر مملکت اور وزیر خارجہ کے نام ہمدردی اور تعزیت کے مندرجہ ذیل پیغامات بذریعہ تار ارسال فرمائے۔

وزیر خارجہ لائبیریا کے نام

بتاریخ ۲۴ جولائی ۱۹۷۱ء

وزیر خارجہ حکومت لائبیریا، منروویہ

صدر ٹب مین کے افسوس ناک انتقال کی خبر سن کر دلی صدمہ ہوا۔لائبیریا کا ملک ایک عظیم محب وطن اور جدید لائبیریا کے معمار سے محروم ہو گیا۔ براہ مہربانی بیگم ٹب مین اور ان کے دیگر افراد خاندان کو میری طرف سے ہمدردی اور تعزیت پہنچا دیں۔

مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح

امام جماعت احمدیہ 56

صدر لائبیریا ولیم ٹالبرٹ کے نام

بتاریخ ۲۶ جولائی ۱۹۷۱ء

بخدمت پریذیڈنٹ ٹالبرٹ، منروویہ (لائبیریا)

صدر ٹب مین کا انتقال پر ملال میرے لئے گہرے غم والم کا موجب ہوا۔ان کی وفات سے اہل لائبیریا ایک عظیم قوم ساز اور جدید لائبیریا کے عظیم معمار سے محروم ہو گئے ہیں۔صحیح معنوں میں وہ بابائے قوم تھے۔ مجھے امید ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کی قیادت کی شکل میں لائبیریا کو ایک اور نگہبان اور رکھوالا نصیب ہوگا اور اہل لائبیریا ایک ایسی قوم نہیں رہیں گے جن کا کوئی قائد نہ ہو۔ براہ مہربانی غمزدہ خاندان اور اہل لائبیریا کو میری طرف سے ہمدردی اور تعزیت کا پیغام پہنچا دیں۔

مرزا ناصر احمد

امام جماعت احمدیہ (ربوہ) پاکستان

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے نام صدر لائبیریا ٹالبرٹ کا جوابی پیغام

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے تعزیت کا جو پیغام لائبیریا کے نئے صدر مسٹر ٹالبرٹ کے نام بذریعہ کیبل گرام ارسال فرمایا تھا اس کے جواب میں صدر موصوف کی طرف سے حسب ذیل برقی پیغام بھیجا گیا۔

’’بخدمت (حضرت) مرزا ناصر احمد (صاحب) امام جماعت احمدیہ ربوہ پاکستان

صدر ٹب مین کی وفات پر ہمیں جو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا ہے اس کے ضمن میں آپ کا مرسلہ ہمدردی اور تعزیت کا برقی پیغام ہمارے لئے بہت تسکین خاطر کا موجب ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ہمیں آپ کی گوناگوں دینی مساعی سے باطنی قوت حاصل کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم آئندہ بھی آپ کی مشفقانہ دعاؤں پر آپ کے ممنون احسان رہیں گے۔ آخر میں برادرانہ سلام عرض ہے۔

ٹالبرٹ‘‘

(صدر جمہوریہ لائبیریا۔ مغربی افریقہ) 57

مشرقی پاکستان کے واقعات کا تذکرہ اور نہایت قیمتی نصائح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۷؍اگست ۱۹۷۱ء کو مجلس علم و عرفان کے دوران مشرقی پاکستان میں رونما ہونے والے واقعات پر نہایت بصیرت افروز تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں اپنے بنگالی بھائیوں اور ان کے مفادات سے ہمیشہ بڑی ہمدردی اور گہری دلچسپی رہی ہے ہم ان کے جائز حقوق کا تحفظ ضروری سمجھتے ہیں۔ ہماری یہ دلی خواہش ہے کہ وہ بھی ملک کی تعمیر و ترقی میں ہمارے دوش بدوش آگے بڑھیں اور اس کے ثمرات سے پورے طور پر بہرہ اندوز ہوں مگر ان میں سے شرپسند عناصر نے خارجی اور داخلی محرکات کی بناء پر اپنے مطالبات کو جو شکل دی اور پھر ان کو منوانے کے لئے جس رنگ میں مظاہرہ کیا اس کا انسانی بصیرت اور شرافت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ انہوں نے ناحق فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر قتل و غارت اور لوٹ مار کا جو بازار گرم کیا اسے کوئی عقلمند انسان مہذب و متمدن معاشرت کا فطری اور جائز ردعمل نہیں کہہ سکتا۔ انسان فطرتِ صحیحہ کا مالک ہے اس کی فطرت کا تو یہ حال ہے کہ اگر کسی کا پاؤں اتفاقاً دوسرے کے ننگے پاؤں پر پڑ جائے تو اس کی تکلیف کے احساس سے اس

کے اپنے اعصاب کھنچنے لگتے ہیں لیکن کند چھری کے ساتھ نہتے اور معصوم انسان کی گردن کاٹ دینا اور پھر بھی اعصاب کا متاثر نہ ہونا بلکہ اس بربریت کو بہادری سمجھنا تو سراسر جنون کی علامت ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اس جنون نے مشرقی پاکستان میں جو گل کھلائے ہیں وہ پاکستان کی تاریخ کا ایک ایسا المناک اور خونی باب ہے جو ہماری آئندہ نسلوں کے لئے تازیانۂ عبرت کا کام دے گا۔ ہم اسلام کے اٹوٹ رشتہ اخوت میں منسلک آپس میں سب بھائی بھائی ہیں یہ باہمی اخوت اور خیر سگالی کا جذبہ ہی تھا کہ یہاں خواجہ ناظم الدین صاحب، محمد علی صاحب بوگرہ اور سہروردی صاحب جیسی سربرآوردہ بنگالی شخصیتوں نے حکومت کی مگران کے دور حکومت میں مغربی پاکستان کے کسی آدمی کے ذہن میں سرے سے یہ خیال پیدا ہی نہیں ہوا کہ مشرقی پاکستان ہم پر حکومت کر رہا ہے۔ سیاست کے نام پر لوگوں کے جذبات سے کھیلنا اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے بیج بونا تو دراصل قومی شیرازہ کو پارہ پارہ کرنے کے مترادف ہے۔ اس قسم کا اندازِ فکر جمہوریت اور پُرامن بقائے باہمی کے بنیادی اصولوں کے بھی منافی ہے۔ سیاسی زندگی اور اس کی کامیابی کا انحصار جذبات کی حدت سے الگ رہ کر عقل و دانش کی ٹھنڈک میں سوچنے اور بُردباری اور ضبط وتحمل سے کام لینے پر ہے۔ وہ لوگ جن سے قوم کی قسمت وابستہ ہو اور جنہیں قوم کی راہنمائی کرنی ہوتی ہے ان کا جذبات سے کھیلنے کا تو کوئی مطلب ہی نہیں ہے۔ جس طرح جذبات کی گرمی میں شطرنج کی بازی نہیں جیتی جاسکتی اسی طرح سیاست کی بساط کو جذبات کے ساتھ جیتنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پرانے بادشاہ شطرنج کے جواز کی ایک دلیل یہ بھی دیتے تھے کہ اس سے سوچنے کی عادت پڑتی ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ وہ اس کی ایک چال چلنے میں پورا دن سوچنے میں لگا دیتے تھے۔ اگر شطرنج کی ایک چال چلنے میں دن میں کئی بار سوچا جاسکتا ہے تو جہاں قوم کی قسمت کا فیصلہ مقصود ہو وہاں ایک دفعہ نہیں بلکہ ہزاروں دفعہ سوچنا پڑتا ہے ویسے جذبات بھی اپنے مقام پر اور اپنے دائرہ میں رہیں تو مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔

حضور نے مزید فرمایا کہ آجکل غیر ملکی پریس میں ہمارے خلاف جو من گھڑت خبریں شائع ہو رہی ہیں ان کے پیچھے یہود کا سازشی ذہن کام کر رہا ہے۔

حضور نے تفصیل سے بتایا کہ یہودیوں نے ساری دنیا میں منظم سازشوں کا ایک جال پھیلا رکھا ہے۔ ان کی خفیہ سرگرمیوں کی دستبرد سے کوئی ملک بھی محفوظ نہیں ہے۔ دنیا کے اکثر بڑے بڑے ملکوں کی اقتصادیات پر بھی ان کا مؤثر کنٹرول ہے۔ وہ جہاں اور جب چاہتے ہیں افراط یا تخفیف زر کا

بحران کھڑا کر کے اس ملک کی اقتصادیات کو مفلوج کر دیتے ہیں۔ ان کے ہر شیطانی منصوبے کا توڑ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پہلے سے بتا دیا ہوا ہے۔

حضور نے اپنے یورپ اور پھر گذشتہ سال افریقہ کے دورہ میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے کئی نشان بیان کرتے ہوئے بتایا کہ پریس کانفرنسوں میں اور کئی دوسرے مواقع پر بڑے بڑے عیسائی پادریوں، منجھے ہوئے صحافیوں اور دانشوروں نے الٹے سیدھے سوالات کر کے بات کو الجھانے کی بہت کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہر موقعہ پر ایسا برجستہ جواب سمجھا دیا کہ وہ حیران رہ گئے۔ سفر کے مختلف مرحلوں پر غیر معمولی طور پر تسلی بخش انتظام ہوتے چلے گئے۔ حتّٰی کہ خود منتظمین حیران رہ گئے۔ سیرالیون میں ایک تقریب پر وہاں کے سابق نائب وزیراعظم اور نہایت جوشیلے مقرر کے سپاسنامے کے جواب میں انگریزی میں گھنٹے بھر کی فی البدیہہ تقریر کا یہ اثر تھا کہ غیر احمدی مسلم زعماء نے اظہار مسرت کرتے ہوئے کہا کہ وہ خدا کے بڑے شکرگذار ہیں کہ اس نے یہ تقریر سننے کے لئے انہیں زندہ رکھا۔

حضور نے فرمایا کہ یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کے پیار کی مظہر ہیں۔ ہمارے دل جذباتِ تشکر سے لبریز اور اللہ تعالیٰ کی حمد سے معمور رہنے چاہئیں کیونکہ ہم تو بالکل لاشیٔ محض ہیں۔ ہماری کوششیں بڑی حقیر ہیں بایں ہمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے پیار سے ہمیں نوازنا اس بات کی دلیل اور ہمارے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ دنیا میں کچھ کرنا چاہتا ہے اور کرنا یہ چاہتا ہے کہ اسلام ساری دنیا پر غالب ہو۔ دنیا اپنے خالق و مالک خدا کو ماننے لگے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آ کر امن و آشتی سے سرفراز ہو۔[58]

ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی حسن کارکردگی کا ذکر

۲۴؍اگست ۱۹۷۱ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ایک اجتماعی ملاقات کے دوران ڈاکٹر سعید احمد صاحب مشنری ڈاکٹر گیمبیا کی حسنِ کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

”ڈاکٹر صاحب موصوف نے ہم سے نہ رہائشی سہولتوں کا مطالبہ کیا اور نہ طبّی آلات کا۔ انہوں نے انتہائی نامساعد حالات میں تھوڑے سے سامان کے ساتھ کام شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلی خلوص اور انتھک محنت کو شرف قبولیت بخشا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کا کلینک پھولنے پھلنے اور معقول آمدنی کا ذریعہ بھی بن

گیا۔ اب ان کے کلینک کی بچت سے نہ صرف اس سکول کا یہ ایک حصہ تعمیر کیا گیا ہے۔ بلکہ بعض دوسری ضرورتوں پر بھی خرچ کیا گیا ہے''۔59

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب پر قاتلانہ حملہ

۱۵ ستمبر ۱۹۷۱ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے فرزندِ اکبر اور صدرِ پاکستان کے اقتصادی مشیر صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (آپ خلافت اولیٰ کے مبارک دور میں ۲۸ فروری ۱۹۱۳ء کو پیدا ہوئے) پر اسلام آباد سیکرٹریٹ بلڈنگ کے ایر کنڈیشننگ شعبہ میں سی۔ ڈی۔ اے (C.D.A) کے ایک فورمین محمد اسلم قریشی (یہ شخص بعد ازاں جماعت کے خلاف ایک فتنہ برپا کرنے کا آلہ کار بھی بنا) نے چھری سے قاتلانہ حملہ کر دیا جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے تاہم آپ نے نہایت جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً حملہ آور کو پکڑ لیا۔ حملہ آور مزید وار کرنے کی کوشش کرتا رہا جس سے آپ کے سر، انگلیوں اور بائیں ٹانگ پر بھی زخم آئے اس اثنا میں آپ کا جمعدار اردلی بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے ملزم کو قابو میں لے کر اسے بے دست و پا کر دیا بعد میں اسے حوالہ پولیس کر دیا گیا۔

صاحبزادہ صاحب کو پہلے اسلام آباد کے پولی کلینک میں پہنچایا گیا جہاں آپ کو ابتدائی طبی امداد دی گئی بعد میں کمبائنڈ ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں بریگیڈیر شوکت علی سرجن اور کرنل محمود الحسن سرجن نے آپ کا آپریشن کیا۔ سرکاری اعلامیہ میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ خطرہ سے باہر ہیں اور آپ کی حالت تسلی بخش ہے۔ 60

ملک و ملت کے اس بطل جلیل پر قاتلانہ حملہ کی خبر ملکی پریس نے اگلے روز نہایت جلی عنوان کے ساتھ شائع کی مثلاً لاہور کے کثیر الاشاعت اخبار نوائے وقت نے یہ اہم خبر حسب ذیل الفاظ میں شائع کی۔

''ایم ایم احمد پر قاتلانہ حملہ۔ ملزم گرفتار کر لیا گیا

ہسپتال میں مسٹر احمد کی حالت تسلی بخش ہے

حملہ آور نے صدر کے اقتصادی مشیر کو پیٹ میں چاقو مار کر زخمی کر دیا۔ ملزم محمد اسلم قریشی مرکزی سیکرٹریٹ کے ائر کنڈیشنگ پلانٹ کا فورمین ہے۔

راولپنڈی، ۱۵ ستمبر (پ پ ا) اپ پ) صدر کے اقتصادی مشیر مسٹر ایم ایم احمد کو آج یہاں

چاقو مار کر زخمی کر دیا گیا۔ ملزم محمد اسلم قریشی جو کیپٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی میں ملازم اور ائرکنڈیشنگ فورمین ہے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ مسٹر احمد پر یہ قاتلانہ حملہ آج صبح سوا آٹھ بجے ان کے دفتر واقع مرکزی سیکرٹریٹ اسلام آباد میں اس وقت کیا گیا جب وہ اپنے کمرے میں جانے کے لئے لفٹ میں سوار ہوئے۔ مسٹر ایم ایم احمد کو پسلیوں کے نیچے پیٹ میں گہرا زخم آیا اس کے علاوہ ان کی ٹانگ اور سر میں بھی معمولی زخم آئے۔ انہیں فوری طور پر کمبائنڈ ملٹری ہسپتال لے جایا گیا جہاں ان کی حالت خطرے سے باہر بیان کی جاتی ہے۔ ملزم اسلم قریشی ولد روشن دین سیالکوٹ کے محلہ امام صاحب کا رہنے والا ہے۔ مسٹر احمد پر قاتلانہ حملہ کی خبر سننے کے فوراً بعد اعلیٰ حکام اور مسٹر احمد کے دوست احباب بڑی تعداد میں ہسپتال پہنچ گئے۔ ان میں صدر کے مرکزی سیکرٹریٹ کے مشیر مسٹر غیاث الدین، ڈپٹی کمشنر راولپنڈی اور ڈی آئی جی مسٹر عباس مرزا بھی شامل تھے۔

تفصیلات کے مطابق یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب مسٹر ایم ایم احمد سیکرٹریٹ کے اندر اپنے دفتر میں جانے کے لئے لفٹ میں سوار ہوئے۔ اس وقت صبح کے سوا آٹھ بجے تھے۔ ملزم محمد اسلم قریشی بھی ان کے ساتھ ہی لفٹ میں سوار ہو گیا اور جونہی لفٹ کے دروازے بند ہوئے ملزم اسلم نے دو لمبے چاقوؤں میں سے ایک نکالا اور مسٹر احمد کے پیٹ میں بائیں طرف گھونپ دیا۔ ملزم نے دوسرا وار کرنے کی کوشش کی تو مسٹر احمد نے اسے پکڑنا چاہا۔ اس اثنا میں لفٹ آپریٹر نے لفٹ کا دروازہ کھول دیا اور مسٹر احمد کے جمعدار نے جو اُن کا سرکاری بیگ اٹھائے ہوئے تھا ملزم سے چاقو چھین لیا۔ اسلم نے اس موقع پر مزاحمت کی لیکن جمعدار سرفراز نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے اپنی گرفت میں لے لیا اور چاقو توڑ ڈالا۔ اس اثنا میں چند ملازمین وہاں جمع ہو گئے اور ملزم کو محافظوں کے سپرد کر دیا گیا۔ ملزم اسلم نے وہاں پر موجود لوگوں کو گالیاں دیں اور سنگین نتائج کی دھمکی دی۔

مسٹر احمد کو بعد ازاں ان کی کار میں لایا گیا اتفاقاً ان کے ایک قریبی رشتہ دار جو کراچی کے ممتاز ڈاکٹر ہیں اور جو اُن سے ملنے کے لئے وہاں آئے تھے موقع پر پہنچ گئے چنانچہ سب سے پہلے مسٹر احمد کو اسلام آباد پولی کلینک میں لایا گیا جہاں سے انہیں کمبائنڈ ملٹری ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ مسٹر ایم ایم احمد نے راستے میں اپنے ڈرائیور سے حملہ آور کے بارے میں دریافت کیا۔ مسٹر ایم ایم احمد کے زخموں سے کافی خون نکلا کیونکہ ان کی کار میں بھی بہت سا خون جمع ہو گیا تھا۔ انہیں سیدھا آپریشن تھیٹر میں پہنچایا گیا۔ اسلام آباد پولیس تفتیش کر رہی ہے اور ملزم سے پوچھ گچھ جاری ہے۔ اے پی پی کے مطابق

ہسپتال کے ذرائع نے اس واقعہ کے تین گھنٹے بعد بتایا کہ مسٹر احمد کی حالت تسلی بخش ہے ان کے پیٹ میں تین انچ لمبا زخم آیا ہے لیکن وہ زیادہ گہرا نہیں۔ مسٹر احمد کی عمر ۵۸ سال ہے اور وہ پاکستان کے اعلیٰ سرکاری ملازمین میں سے ہیں۔ متعدد اعلیٰ عہدوں پر کام کرنے کے علاوہ وہ ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۰ء تک منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین رہے ہیں۔ ستمبر ۱۹۷۰ء میں انہیں صدر کا اقتصادی مشیر مقرر کیا گیا۔

سرکاری اعلان:۔ ایک سرکاری اعلان کے مطابق صدر کے اقتصادی مشیر مسٹر ایم ایم احمد کی حالت مکمل طور پر تسلی بخش ہے۔ سرکاری ذرائع نے یہ بھی کہا کہ مسٹر ایم ایم احمد پر کیپٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے ایک کبیدہ خاطر ملازم نے آج صبح مرکزی سیکرٹریٹ کی عمارت میں حملہ کیا۔ ذرائع کے مطابق حملہ آور کا نام محمد اسلم قریشی ہے اور وہ سیالکوٹ کا رہنے والا ہے۔ ملزم اس وقت مرکزی سیکرٹریٹ میں ائرکنڈیشنگ پلانٹ کا فورمین ہے۔ 61

ہفت روزہ ''لاہور'' نے اس سلسلہ میں یہ شذرہ سپرد قلم کیا۔

جناب ایم ایم احمد پر قاتلانہ حملہ

آج ریڈیو پاکستان نے صدر پاکستان کے اقتصادی مشیر جناب ایم ایم احمد کو اسلام آباد سیکرٹریٹ میں چھرا گھونپ دینے کی تشویشناک خبر سنائی۔ شرافت کا دل دہل سا گیا اور حُبِّ وطن کی پیشانی پر کربناک شکنیں نمایاں ہوگئیں۔ ہر ذہن مشوّش اور ہر دل پریشان ہوگیا۔ کسی نے کہا ''اگر صدر پاکستان کے مشیر خصوصی کے بھی دن دہاڑے چھرا گھونپا جا سکتا ہے تو مجھ ایسے بے سہارا سفید پوش کا انجام معلوم!'' اور کسی کے ہونٹوں سے بے ساختہ یہ الفاظ ادا ہوئے:۔ ''ایم۔ ایم احمد ایسے دیانتدار، سلیم الفطرت، بے ضرر اور مخلص و نیک نام فرزندِ وطن پر حملہ کا یہ مطلب ہے کہ اب یہاں بدخواہی وخباثت ننگا ناچنے کو ہے''۔ اللہ اپنا رحم فرمائے۔ ابھی تک اس حملہ کی پس پردہ تفاصیل و وجوہ معلوم نہیں ہوئیں۔ البتہ ریڈیو نے اطمینان خیز خبر سنا کر محبانِ وطن کی ضرور ڈھارس بندھائی ہے کہ وطن عزیز کے اس جلیل القدر فرزند کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ سی۔ ایم۔ ایچ سے رابطہ قائم ہونے پر معلوم ہوا کہ حملہ آور نے جناب احمد پر تین وار کئے۔ سب سے بڑا زخم تین انچ لمبا ہے اور حملہ آور پر قابو بھی خود میاں صاحب ہی نے پایا۔ ہمارا خدا انہیں اپنے فضل خاص سے شفائے کاملہ وعاجلہ سے نوازے اور انہیں کام کرنے اور خدمتِ دین ووطن کرنے والی صحتوں اور بشاشتوں بھری لمبی عمر عطا فرمائے۔ اور یہ ناروا کچوکا بھی خدمت وطن سے متعلق ان کے عزم وشوق کو دہ (۱۰) چند کر دینے

والا ثابت ہو! اللہ اللہ جاں بازان وطن کو بھی کیسے کیسے سنگین و دشوار گذار مراحل سے گذرنا پڑتا ہے‘‘۔62

ادا ریہ

صدرِ مملکت کے اقتصادی مشیر جناب ایم ایم احمد پر قابل صد مذمت قاتلانہ حملہ

ماہنامہ ’’الفرقان‘‘ ربوہ کے مدیر مولانا ابوالعطاء صاحب نے لکھا:۔

’’صدرِ پاکستان کے اقتصادی مشیر محترم جناب صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (ایم۔ایم۔ احمد) پر اس ہفتہ ایک ظالم نے نہایت سفا کانہ قاتلانہ حملہ کیا۔ یہ حملہ آپ پر اس وقت کیا گیا جبکہ محترم جناب صدرِ مملکت آغا محمد یحییٰ خان صاحب ملک سے باہر دوروز کے لئے ایران تشریف لے گئے تھے اور محترم صاحبزادہ ایم ایم احمد صاحب بطور قائم مقام صدرِ پاکستان کام کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اس حملہ کو ناکام کر دیا اور ملکی وملّی مفاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے سے بچا لیا۔ حملہ آور جو اپنا نام محمد اسلم قریشی بتاتا ہے پولیس کی حراست میں ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ حکومت کے ہوشیار کارندے اس اہم ترین ملکی حادثہ کی پوری پوری تحقیق کر کے مجرموں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچانے میں کوئی دریغ نہ کریں گے۔

یہ سانحہ تمام دردمند پاکستانیوں کو اس بات کے لئے دعوتِ فکر دیتا ہے کہ وہ اس قسم کے ظالمانہ حملوں کے سدِّ باب کے لئے مستقل انتظام کریں۔ صاحبزادہ ایم ایم احمد پاکستان کے بہترین خادموں میں سے ہیں۔ جنہوں نے اپنی ساری جوانی اور اپنی تمام آسائشیں اہل ملک کی بہبودی کے لئے صرف کر دی ہیں اور دنیا بھر میں پاکستان کا نام روشن کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اگر اس ملک میں ایسے بے لوث خادموں کی زندگی پر بھی دن دہاڑے دارالسلطنت میں قاتلانہ حملہ ہو سکتا ہے تو پھر اس ملک میں باقی کون محفوظ رہے گا۔

ہم پُرزور الفاظ میں قاتلانہ حملہ کی مذمت کرتے ہیں اور دردِ دل سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ کو جلد صحتِ کاملہ عطا فرمائے، انہیں لمبی اور فعّال زندگی عطا فرمائے اور ان کو ملک وملّت کی بیش از پیش خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین‘‘۔63

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے لئے پوری جماعت دعاؤں میں مصروف تھی اللہ تعالیٰ نے

ان دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور آپ کی حالت تیزی سے بہتر ہونے لگی۔ جلد ہی آپ کو کمبائنڈ ملٹری ہسپتال کے آبزرویشن روم سے وی آئی پی روم میں منتقل کر دیا گیا اور اکتوبر ۱۹۷۱ء کے پہلے ہفتہ میں آپ ہسپتال سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے۔[64]

جب تک صاحبزادہ صاحب بستر علالت پر رہے آپ کی خیریت دریافت کرنے کے لئے ملک کے اعلیٰ سول اور فوجی حکام اور دیگر سر برآوردہ حضرات کے برقی پیغامات اور ٹیلیفون کا تانتا بندھا رہا۔ اسی طرح ملک کی متعدد اعلیٰ سول اور فوجی شخصیات آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائیں۔ علاوہ ازیں چین، ماریشس، نائیجیریا اور پرتگال کے سفیر آپ کی مزاج پرسی کے لئے ہسپتال میں تشریف لائے۔ اس حادثہ کی اطلاع ملتے ہی یحییٰ خان صدرِ پاکستان نے آپ کا حال دریافت کیا اور اس غرض کے لئے اپنے پرنسپل سٹاف آفیسر لیفٹیننٹ جنرل ایس جی ایم ایم پیرزادہ کو بغرض عیادت بھجوایا۔ جن حضرات کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیغامات پہنچے ان میں سے قابلِ ذکر نام یہ ہیں۔ سابق فیلڈ مارشل محمد ایوب خان (یہ پیغام ان کے داماد میاں گل جہاں زیب لے کر آئے)، گورنر سرحد لیفٹیننٹ جنرل کے ایم مظہر خان، پاک بحریہ کے کمانڈر انچیف وائس ایڈمرل مظفر حسن صاحب، برطانوی ہائی کمشنر مسٹر جان لارنس پمفرے، ماریشس کے ہائی کمشنر مسٹر امین، مسٹر گوہر ایوب صاحب (سابق صدر پاکستان ایوب خان کے صاحبزادے اور پاکستان اسمبلی کے موجودہ سپیکر)، چوہدری فضل الٰہی صاحب (آپ بعد ازاں صدر پاکستان کے عہدے پر فائز ہوئے)، یوگوسلاویہ میں پاکستانی سفیر حکیم محمد احسن صاحب، عالمی بینک کے نائب صدر مسٹر محمد شعیب، ہائی کمشنر پاکستان لنڈن مسٹر سلیمان علی، امریکہ کے پاکستانی سفیر مسٹر آغا ہلالی مقیم واشنگٹن، پاک فضائیہ کے کمانڈر انچیف ایئر مارشل عبدالرحیم، کونسل مسلم لیگ کے صدر اور سابق وزیر اعلیٰ پنجاب میاں ممتاز محمد خان دولتانہ، مشہور مسلم لیگی لیڈر سردار شوکت حیات خان، سابق وزیر اعلیٰ متحدہ پنجاب سردار خضر حیات خان، ڈاکٹر عبدالمطلب مالک گورنر مشرقی پاکستان، امریکہ، مغربی جرمنی، اٹلی، ترکی اور نیپال کے سفارتی نمائندے، عالمی بینک کے پاکستان امدادی کنسورشیم کے صدر مسٹر آئی پی ایم کارگل، ذوالفقار علی بھٹو چیئرمین پاکستان پیپلز پارٹی (انہوں نے تار دیا کہ اسلام آباد میں آپ پر ہونے والے بزدلانہ حملہ کی اطلاع پر مجھے بہت دکھ پہنچا ہے)، پاکستان مسلم لیگ کے صدر خان عبدالقیوم خاں صاحب (آپ نے اپنے پیغام میں آپ پر ہونے والے حملہ کی مذمت کی)۔

یہ حادثہ صدرِ پاکستان کے دورہ ایران کے ایام میں ہوا تھا۔صدر پاکستان نوروز کے بعد ۲۰ ستمبر ۱۹۷۱ء کو واپس راولپنڈی پہنچے اور کمبائنڈ ملٹری ہسپتال تشریف لے جا کر آپ کی عیادت کی۔65

جلسہ سالانہ صوبہ سرحد

۲۵،۲۶ ستمبر ۱۹۷۱ء بروز ہفتہ اتوار جماعت ہائے احمدیہ صوبہ سرحد کے جلسہ سالانہ کا پشاور میں کامیاب انعقاد عمل میں آیا۔جلسہ میں پشاور شہر کے علاوہ صوبہ کے دو درجن کے قریب شہری اور دیہی مقامات کی جماعتوں کے احباب نے سینکڑوں کی تعداد میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔جلسہ سالانہ کا افتتاح ۲۵ ستمبر ۱۹۷۱ء کو مسجد احمدیہ سول کوارٹرز کوہاٹ روڈ پشاور میں محترم مولانا عبدالمالک خاں صاحب ناظر اصلاح وارشاد نے کیا۔جلسہ کے دو دنوں میں نمازوں اور کھانے کے وقفہ کے علاوہ مجموعی طور پر ۵ اجلاس منعقد ہوئے۔جن میں مرکز سے تشریف لیجائے گئے علمائے کرام اور ذی علم اصحاب نیز صوبہ سرحد میں متعین مربیان سلسلہ اور مقامی ذی علم اصحاب نے اہم علمی اور تربیتی موضوعات پر اردو اور پشتو میں ٹھوس، پرمغز اور ایمان افروز تقاریر فرمائیں۔جلسہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا دعائیہ پیغام بھی پڑھ کر سنایا گیا جو ان الفاظ پر مشتمل تھا۔

> ''میرے پیغام الفضل میں جاتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جلسہ کو کامیاب فرمائے اور تمام احباب کو اپنے فضلوں سے نوازے۔''

جلسہ کا اختتام پرسوز اجتماعی دعا کیساتھ ہوا۔ 66

خلافت لائبریری ربوہ کی جدید عمارت کا مبارک افتتاح

۳/اکتوبر ۱۹۷۱ء کو بعد نماز عصر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خلافت لائبریری ربوہ کی جدید طرز کی نوتعمیر شدہ وسیع اور جاذب نظر عمارت کا افتتاح فرمایا۔یہ مبارک تقریب خلافت لائبریری کے غربی لان میں منعقد ہوئی اور اس میں جملہ ڈائریکٹران فضل عمر فاؤنڈیشن کے علاوہ بعض صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام و افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام، صدر انجمن احمدیہ و تحریک جدید کے ناظر اور وکلاء صاحبان، وقف جدید، مجلس انصار اللہ مرکزیہ، مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، بعض امراء جماعت ہائے احمدیہ اور سیکرٹریان فضل عمر فاؤنڈیشن شامل ہوئے۔بعض سرکاری حکام اور غیر از جماعت معززین بھی تشریف لائے۔

تلاوت ونظم کے بعد شیخ مبارک احمد صاحب سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن نے حضور کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا جس میں فضل عمر فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام تعمیر ہونے والی اس شاندار عمارت کی تجویز سے لے کر اس کی تکمیل تک کے تمام مراحل پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ:۔

’’حضرت فضل عمر کی یہ بڑی خواہش تھی کہ مرکز میں ایک مکمل اور جامع لائبریری ہو اور اس کے لئے آپ نے اپنی زندگی میں متعدد مرتبہ توجہ دلائی بالخصوص ۱۹۵۲ء کی شوریٰ میں تو بڑے زور اور وضاحت سے لائبریری کی ضرورت، اہمیت اور افادیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

> ’’یہ اتنی اہم چیز ہے کہ ہمارے سارے کام اس سے وابستہ ہیں۔ تبلیغ اسلام، مخالفوں کے اعتراضات کے جوابات، تربیت یہ سب کام لائبریری سے ہی تعلق رکھتے ہیں‘‘۔

اور پھر فرمایا:۔

> ’’لائبریری ایک ایسی چیز ہے کہ کوئی تبلیغی جماعت اس کام کے بغیر کام نہیں کرسکتی‘‘۔

ظاہر ہے کہ جامع لائبریری کا قیام جیسا کہ حضرت مصلح موعود کا منشاء مبارک تھا اور حضور کی ۱۹۵۲ء کی شوریٰ والی تقریر سے ظاہر ہے۔ ایک بہت بڑا منصوبہ ہے جس کو فوری طور پر پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے سلسلہ کے جملہ اداروں کا باہمی تعاون ازبس ضروری ہے۔ فضل عمر فاؤنڈیشن نے اس عظیم منصوبہ میں سے ایک اہم حصہ یعنی مناسب وموزوں، پائیدار اور دیدہ زیب عمارت مہیا کرنے کا اپنے ذمہ لیا۔ فضل عمر فاؤنڈیشن نے لائبریری کی عمارت کی تعمیر کے لئے ساڑھے تین لاکھ روپیہ کا بجٹ منظور کیا۔ یہ بجٹ اگرچہ دوسال پہلے منظور کیا گیا تھا اس دوران تعمیری سامان اور متعلقہ اشیاء کے نرخوں میں اضافہ بھی ہوتا رہا۔ بایں ہمہ یہ وسیع، دیدہ زیب و پائیدار عمارت جس کا اس وقت آپ نظارہ فرما رہے ہیں مقررہ بجٹ کے اندر ہی تکمیل کو پہنچ گئی۔ الحمدللہ۔ کل خرچ تعمیر ۱۵/ ۳۳۲, ۶۴, ۳روپے آیا۔ تعمیر مکمل ہونے پر جو سامان بچ رہا اس کو بذریعہ نیلام عام فروخت کیا گیا جس سے ۱۱/ ۵۹۷, ۱۴ کی آمد ہوئی اس رقم کو منہا کرنے کے بعد اصل خرچ ۴/ ۷۳۵, ۴۹, ۳روپے ہوا۔

عمارت کی تعمیر ختم ہونے کے قریب تھی کہ فضل عمر فاؤنڈیشن نے یہ فیصلہ کیا کہ عمارت کے ساتھ ضروری فرنیچر بھی فاؤنڈیشن مہیا کردے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے فوری مشورے کئے گئے۔ فرنیچر

ہاؤسز میں فرنیچر دیکھا گیا بالآخر محترم کرنل محمد عطاء اللہ صاحب، محترم (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اور محترم چوہدری حمید نصر اللہ خاں صاحب کے سپرد یہ کام کیا گیا۔ ان حضرات نے متعدد لائبریریوں کے فرنیچر کا جائزہ لیا اور باہمی مشورے سے پسند کیا کہ کتب ورسائل واخبارات رکھنے اور احباب کے مطالعہ کے لئے جدید قسم کا فرنیچر تیار کروایا جائے اس کے لئے گجرات کی مشہور فرم ''نظام فرنشنگ ہاؤس'' کو جو بہترین فرنیچر تیار کرنے میں بہت مشہور فرم ہے کو پچاس ہزار روپے کا آرڈر دیا گیا۔ اس وقت تک ۳۵ ہزار کا فرنیچر آچکا ہے اور لائبریری میں رکھوا دیا گیا ہے کچھ مزید تیار ہو رہا ہے۔ مین ہال میں ایک اچھی قسم کا کلاک بھی لگوا دیا گیا ہے۔ عمارت کے سلسلہ میں چند باتوں کا بیان کرنا ضروری ہے جن کو تعمیر کے وقت مدنظر رکھا گیا تا عمارت کی پائیداری اور مضبوطی کے ساتھ ساتھ اس کی دیدہ زیبی احسن رنگ میں قائم رہے۔

لائبریری کے لئے زمین کا قطعہ ۲۲۰×۱۰۰ ریزرو کیا گیا تھا جس میں سے ۹۲۰۰ مربع فٹ تعمیر شدہ عمارت کا پلنتھ ایریا ہے باقی سارا ایریا کار پارک، سائیکل سٹینڈ، فٹ پاتھ، باغیچے اور چار دیواری پر مشتمل ہے۔

عمارت کی بنیادوں، ستونوں اور فرش میں Sulphate Resisting سیمنٹ استعمال کیا گیا ہے تا کہ کلّر اور شور کے نقصان دہ اثرات سے عمارت محفوظ رہے۔ اسی طرح اس عمارت کی تعمیر میں دریا کے ٹیوب ویل کا پانی استعمال کیا گیا ہے کیونکہ لوکل پانی سے دریا کا پانی نسبتاً بہتر تھا۔

پوری عمارت R.C.C فریم سٹرکچر کی ہے۔ بنیادیں R.C.C. بیم کی ہیں عمارت میں R.C.C فریم کے درمیان اینٹ سٹرکچر ہے اور باہر فیسنگ ہے۔ Facing کے لئے اینٹیں خاص طور پر لاہور سے منگوائی گئیں۔ پوری عمارت کی بیرونی کھڑکیاں لوہے کی Glazed رکھی گئی ہیں۔ دروازے ساگوان لکڑی کے ہیں۔ چھتیں R.C.C. کی ہیں اور فرش ماربل چپس کے تیار کئے گئے ہیں۔

ان سب باتوں کو مدنظر رکھنے سے عمارت کی پختگی اور خوبصورتی میں اضافہ ہوا ہے۔ بنیادیں اتنی گہری اور ان میں R.C.C کی ایسی مقدار استعمال کی گئی ہے کہ دوسری منزل اس عمارت پر کسی وقت بھی تعمیر ہو سکتی ہے۔ موجودہ عمارت میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ پچاس ہزار کتب بآسانی رکھی جاسکیں اور ان کے انتظام کے لئے ضروری عملہ اور متعلقہ افراد اپنے فرائض کو عمدگی سے انجام دے سکیں۔ عمارت کی مغربی جانب مزید پچاس ہزار کتب کے لئے جگہ ریزرو ہے اور جب لاکھ کتب سے

زائد کتب لائبریری میں رکھنے کا سوال پیدا ہوگا تو دوسری منزل تعمیر کروائی جا سکے گی جس میں مزید ایک لاکھ کتب رکھی جا سکیں گی۔

لائبریری کی عمارت تین حصوں میں منقسم ہے یعنی انٹرنس ہال، ایڈمنسٹریشن بلاک اور مین ہال، انٹرنس ہال، لائبریری کی عمارت میں داخل ہونے کے لئے یہ ہال ۲۰×۳۰ فٹ سائز کا ہے جس کے سامنے ایک انڈور باغیچہ گلاب کے پودوں سے مزیّن کیا گیا ہے درمیان میں ایک فوارہ بنایا گیا ہے اور روشنی کے لئے ٹیوب لگائی گئی ہیں۔ اس ہال سے ہی مختلف حصوں میں جانے کے لئے دروازے اور راستے ہیں۔ یعنی دائیں طرف اخبارات رسائل کے لئے الگ ریڈنگ روم اور ایڈمنسٹریشن بلاک ہے اور بائیں طرف مین ہال برائے کتب، مطالعہ کتب کے لئے ریڈنگ روم ہے۔ انٹرنس ہال نئی تصنیفات اور چیدہ نقشہ جات اور مسودات کے Display کرنے کے لئے نہایت موزوں ہے۔

ایڈمنسٹریشن بلاک میں ۱۱ کمرے ہیں۔ ۱۔ لائبریرین اور ان کے سٹینو کا کمرہ۔ جس میں ٹیلیفون لگوا دیا گیا ہے۔ ۲۔ اسسٹنٹ لائبریرین کا کمرہ۔ ۳۔ سٹاف کا کمرہ۔ ۴۔ زودنویس کا کمرہ۔ ۵۔ مؤرّخِ احمدیت کا کمرہ۔ ۶۔ مائیکروفلم اور مائیکروکارڈز کا کمرہ۔ ۷ و ۸۔ دو غسل خانے مشرقی اور مغربی طرز کے۔ ۹۔ ریسیونگ اینڈ کیٹلاگنگ کا کمرہ۔ ۱۰۔ کمرہ جلد سازی۔ ۱۱۔ کینٹین جس میں ضروری شیلوچیس کے تیار کروائے گئے ہیں اور الیکٹرک کیٹل فٹ ہے۔

ان کمروں میں جانے کے لئے کاریڈار بنے ہوئے ہیں۔ ہر کمرہ پر تختی لگوا دی گئی ہے تا ضرورتمند متعلقہ کارکنوں سے جلد تعلق پیدا کر سکیں۔

مین ہال تقریباً ۶۸×۶۲ سائز کا ہے اس میں پچاس ہزار کتب رکھنے کی گنجائش مہیا کی گئی ہے اس ہال میں مغربی طرف آٹھ کیوبیکلز بھی بنائے گئے ہیں تا کہ ریسرچ سکالرز ان میں اطمینان سے بیٹھ کر یکسوئی کے ساتھ علمی تحقیق کا کام کر سکیں۔......

عمارت کے مکمل ہونے پر فاؤنڈیشن نے محترم کرنل محمد عطاء اللہ صاحب، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب پر مشتمل انسپکشن ٹیم مقرر کی تا ساری عمارت کا جائزہ لیا جائے۔ انسپکشن ٹیم نے ضروری اصلاحات کی طرف توجہ دلائی اور مجوزہ اصلاحات کے مطابق ضروری اقدامات کئے گئے۔

خاکسار اس موقع پر یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ مخدوم و محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب

کو پاکستان میں رہنے کا بہت کم وقت ملتا ہے لیکن اس عرصہ میں جب بھی آپ ربوہ تشریف لائے بڑی فکر مندی کے ساتھ جلد سے جلد کام کی تکمیل کے لئے توجہ دلاتے رہے اور فاؤنڈیشن کے نائب صدر محترم کرنل محمد عطاء اللہ صاحب نے تو میرے علم اور ذاتی اطلاع کی بناء پر اپنے مکان اور دفاتر کی تعمیر کے لئے ایسا انہماک نہیں دکھایا جس قدر انہماک سلسلہ کی اس عمارت کی تعمیر کے سلسلہ میں دکھایا۔ ہر کام، ہر تفصیل، ہر چیز جو عمارت کے سلسلہ میں ضروری تھی اس کے متعلق پوری چھان بین کرتے رہے ان کے اس طریق کار سے اس عمارت کی تکمیل میں گرانقدر امداد ملی۔ فاؤنڈیشن کے دفتر کے کارکنوں نے بھی اس سلسلہ میں اپنے فرائض بڑی تندہی سے انجام دیئے‘‘۔67

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خطاب

سپاسنامہ کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے وقت کی قلت کے باوجود ایک نہایت پُر معارف اور ایمان افروز تقریر فرمائی۔ حضور نے فرمایا جس وقت فضل عمر فاؤنڈیشن نے لائبریری کی اس عمارت کی تجویز سوچی تھی اس وقت ہمیں یہ ایک بڑا منصوبہ نظر آتا تھا۔ ہم اس وقت بھی خوش تھے اور آج اس منصوبہ کی تکمیل پر بھی خوش ہیں لیکن اس وقت ہماری آنکھ نے جس منصوبہ کو بڑا سمجھا تھا آج ہماری آنکھ اسے چھوٹا پا رہی ہے اور ہم یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہمیں تو لائبریری کی ایک ایسی عمارت کی ضرورت ہے جس میں کم وبیش پانچ لاکھ کتب رکھی جاسکیں لیکن بہر حال یہ ضرورت کا احساس ہے اسے پورا کرنے کے سامان انشاء اللہ وقت آنے پر اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا لیکن اس کے لئے ابھی سے ہمیں اس عمارت کے پیچھے جو زمین ہے اسے لائبریری کے لئے وقف رکھنا چاہیے۔ حضور نے فرمایا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک ماڈل لائبریری کا ذکر کیا ہے اور وہ ماڈل لائبریری خود قرآن ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کتاب (قرآن مجید) ایک ایسی کتاب ہے کہ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینۃ: ۴) یعنی یہ قائم رہنے والی کتب کا مجموعہ ہے۔

اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قرآن کریم سے پہلے جو کتابیں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں ان میں جتنی ابدی صداقتیں تھیں وہ سب کی سب قرآن کے ذریعے قائم کر دی گئی ہیں اور قرآن میں تمام دائمی اور ابدی صداقتوں کو محفوظ رکھنے کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ گویا روحانی اور معنوی رنگ میں قرآن ایک بہترین لائبریری ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدا نے لی ہے۔ سینکڑوں ہزاروں کتب بلکہ بڑے سے بڑے کتب خانوں کا نچوڑ اس میں موجود ہے اور فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ کہہ کر

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا کہ قرآنی اسوہ کی پیروی کرتے ہوئے لائبریریوں کے قیام کی غرض مومنوں کے نزدیک صرف یہ ہونی چاہیے کہ دنیا میں قرآن کریم کے علوم پھیلیں اور محفوظ ہوں اور اس طرح ابدی اور دائمی صداقتیں دنیا میں ہمیشہ قائم رہیں۔ قرآن کریم کی تفسیر کیلئے جو کتب بھی لکھی جائیں یا جو کتب تفسیر میں ممد ہوں وہ سب ہماری لائبریری میں موجود ہونی چاہئیں۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ارشادات ہیں جو احادیث کے رنگ میں موجود ہیں وہ بھی قرآن کی تفسیر پر ہی مشتمل ہیں اسی طرح امت کے دوسرے مقربین الٰہی نے بھی جنہوں نے اپنی ساری زندگیاں قرآن کے سیکھنے اور سکھانے میں ہی صرف کیں جو کتب لکھیں وہ بھی قرآن ہی کی تفسیر ہیں۔ اس لئے وہ بھی فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ میں شامل ہیں اور ہماری لائبریری میں محفوظ ہونی چاہئیں۔

حضور نے فرمایا لائبریری کی یہ عمارت ہماری اجتماعی قربانی کا نتیجہ ہے اب ہمیں انفرادی طور پر بھی قرآنی اسوہ کی پیروی کرتے ہوئے اس لائبریری کے لئے زیادہ سے زیادہ ایسی کتب مہیا کرنی چاہئیں جو کسی نہ کسی رنگ میں قرآنی علوم کی اشاعت میں ممد و معاون ہوں۔ حضور نے فرمایا میں افراد سے یہ کہوں گا کہ آپ بہت سی ایسی کتب خریدتے ہیں جنہیں ایک دفعہ پڑھ کر پھر آپ کی اس میں دلچسپی ختم ہو جاتی ہے اور وہ اِدھر اُدھر پڑی ضائع ہو جاتی ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ ایسی تمام کتب آپ اپنی اس مرکزی لائبریری کو بھجوا دیا کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طریق سے ہر سال ہماری اس لائبریری میں کم و بیش ایک لاکھ کتب کا اضافہ ہو سکتا ہے جس کا ثواب مفت میں ان لوگوں کو ملتا رہے گا جنہوں نے وہ کتب بھجوائی ہوں گی۔

آخر میں حضور نے فرمایا کہ یہ عمارت تو ابھی ایک ابتدا ہے ایک درخت ہے جو لگایا گیا ہے اس پر پھل لگنے ابھی باقی ہیں۔ ابھی بہت سے کام ہیں جو اس کے تعلق میں ہونے باقی ہیں۔ ہمیں ایسے لوگوں کی بھی شدید ضرورت ہے جو ریسرچ اور تحقیق کی طرف متوجہ ہوں اور اس لائبریری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھی علمی رنگ میں جماعت کی خدمت کریں۔ 68

سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا انتیسواں سالانہ اجتماع تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی جنوبی جانب باسکٹ بال سے متصل میدان میں مورخہ ۸، ۹، ۱۰/ اکتوبر ۱۹۷۱ء منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں پاکستان بھر کی ۴۲۸ مجالس کے ۳۱۰۲ خدام نے شرکت کی۔ یہ اجتماع تین دن تک ذکر الٰہی، علمی و دینی

مصروفیات اور مومنانہ نظم وضبط کے پاکیزہ ماحول میں جاری رہا۔اس اجتماع میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خدام کو اپنے افتتاحی واختتامی خطابات سے نوازا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا افتتاحی خطاب

اجتماع کے افتتاحی خطاب میں حضور انور نے سورۃ فاتحہ اور سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرنے کے بعد خدام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم ایک شریعت کی شکل میں انسان کی طرف بھیجا گیا ہے اور یہ ایسے احکام پر مشتمل ہے جن پر عمل کرنا دینی اور دنیوی ترقی کے لئے ضروری تھا۔قرآن کریم کی شریعت پر عمل کر کے ہمیں فائدہ ہی فائدہ ہے نقصان کا کوئی پہلو غور کرنے والے کے سامنے نہیں آتا۔قرآن کریم کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو ظاہر کرنے کے لئے حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوتا ہے۔بلکہ سارے احکام کے پہلے اور حقیقی مخاطب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ان آیات قرآنی کی جن کی میں نے سورۃ فاتحہ کے بعد ابھی تلاوت کی ہے ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سات حکم دیئے گئے ہیں یا ایک اور طرز پر ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سات صفات بیان کی گئی ہیں۔ہر نسل کے اندر یہ سات صفات پیدا ہونی چاہئیں اور ان کا خوگر اور عادی ہونا چاہئے کہ وہ اس قسم کے اعمال بجالائیں۔

۱۔يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ میں یہ صفت بیان ہوئی ہے کہ ہر کام کے لئے تیاری کرنی پڑتی ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بچے کو دس سال تک نماز کے لئے ذہنی طور پر تیار کرو اور دس سال کے بعد عملی طور پر اس کی تربیت کرو۔(الف) المدثر کے ایک معنی ڈیوٹی کے لباس میں ملبوس کے ہیں اور مومن اور مسلمان کی ڈیوٹی کا لباس تقویٰ ہے۔(ب) مدثر کے دوسرے معنی ہیں گھوڑے پر سوار اور حکم کا منتظر،گویا کہ مدثر وہ ہے کہ اس کے حکم سننے اور عمل کرنے کے درمیان کوئی توقف نہ ہو۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شان تھی کہ ادھر اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا ادھر اس پر عمل شروع ہو جاتا تھا۔آپؐ کے ماننے والے کی بھی یہی شان ہونی چاہئے۔

۲۔قُمْ فَأَنْذِرْ۔قام کے معنی کھڑے ہونے کے بھی ہیں،عزم کے بھی ہیں اور حفاظت کے بھی ہیں۔تو آیت کے معنی ہوں گے ''دنیا کی حفاظت کے لئے پورے عزم کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور دنیا کو ڈراؤ۔''انذار یہ ہے کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرا بندہ مدثر بنے اور میرے حکم پر لبیک کہنے والا ہو اور اپنے عمل سے میری محبت،میرے پیار اور میرے تعلق کا اظہار کرنے والا ہو۔سوتم عزم کے

ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور دنیا کی حفاظت کی نیت کے ساتھ ملک ملک، قریہ قریہ اور شہر شہر دنیا کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم خدا سے دور ہو گئے ہو، تم اپنے لئے ہلاکت اور تباہی کے سامان پیدا کر رہے ہو تم اپنے رب کی طرف واپس آ جاؤ۔

۳۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ اس میں انذار کی ایک بنیادی دلیل بیان کی ہے کہ کس کا انذار کرنا ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان کے سامنے خدا تعالیٰ کی صفات بیان کرو تم خدا کے نام کی عظمت کو قائم کرو اس کی کبریائی کو قائم کرو یہی اس کی صفات ہیں۔

۴۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ میں طھر کے ایک معنی صفائی کے ہیں۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ کے ایک معنی حضرت مصلح موعود نے کیے ہیں۔ اور اسی سے ملتے جلتے بعض دوسروں نے بھی کئے ہیں کہ جماعت کی تربیت کر۔ تیرے اردگرد جو لوگ آ گئے ہیں ان کی تربیت کر۔

۵۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ الرُّجْزَ کے معنی ذنب (گناہ) بھی ہیں اور بت پرستی بھی۔ گویا فرمایا کہ شرک سے بچو۔ شرک کے اصل معنی خدا سے دوری کے ہیں اور اسی کا نام گناہ ہے۔ الرجز کے دوسرے معنی الذنب یعنی گناہ کے ہیں دراصل گناہ ہے ہی شرک کا نام اس کے علاوہ کسی اور چیز کا نام گناہ نہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ خدا سے دوری گناہ ہے۔

۶۔ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ فرمایا کہ جس خدا نے تمہیں اتنا دیا ہے اس کے بدلہ میں تمہیں بھی احسان کرنا پڑے گا۔ میں کہا کرتا ہوں کہ ساری دنیا کی گالیاں اور ظلم جو اسّی سال سے ہم پر ہو رہے ہماری مسکراہٹوں کو بھی نہیں چھین سکے اور نہ ہم سے قوت احسان چھین سکے ہیں۔ ہمارا بڑے سے بڑا دشمن اگر کسی کام کے لئے ہمارے پاس آتا ہے تو ہم اس کا کام مسکرا کر کر دیتے ہیں کیونکہ ہمیں خدا نے اتنا دیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں ہمارا یہ احساس ہے کہ ساری دنیا یعنی عالمین ہمارے لئے ہی ہیں۔ تو فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تم پر بڑا احسان کیا ہے تمہارے دماغ میں احسان کا بدلہ لینے کا خیال کبھی پیدا نہ ہو۔ اور تمہیں جو ہدایتیں دی گئی ہیں ان کے اوپر سختی سے قائم رہو، صبر سے کام لو۔

۷۔ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ۔ صبر کے بہت سے معنی ہیں۔ ایک معنی شجاعت کے ہیں۔ یعنی میدان جنگ میں قائم رہنا۔ صبر کے ایک یہ بھی معنی ہیں کہ اگر کسی کا بچہ مر گیا ہے تو نہ رونا۔ اسی طرح انسان کی زندگی میں صبر مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو فرمایا کہ اپنے رب کی خوشنودی حاصل

کرنے کے لئے صبر کی راہوں کو اختیار کرو۔

یہ سات صفات مظلومیت سے کامل محسن بننے تک کے راستے کے نشان ہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہیں یہ سات گر سمجھاتا ہوں ان پر عمل کرو اور جتنی تمہاری طاقت ہے اس کے مطابق تیاری کرو۔"

پھر حضور انور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ مجھے اور آپ کو یہ بشارت دیتا ہے کہ جتنی تمہاری طاقت ہے اس کے مطابق جب تم تیاری کرلو گے اسلام کو غالب کرنے کے لئے۔ اس طاقت کے علاوہ اس سے زیادہ ہزار، کروڑ، ارب بلکہ کھرب گنا جس قدر طاقت کی ضرورت ہوگی وہ میں تمہیں دوں گا۔

اب پھر آسمانوں پر یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ اسلام از سرنو اسی شان و شوکت اور اسی تر و تازگی کے ساتھ دنیا میں دیکھا جائے گا اور پہلے زمانہ کی طرح دنیا پر پھر احسان کرے گا۔ یہ آسمانوں کا فیصلہ ہے زمینی طاقتیں اسے نہیں روک سکتیں۔ لیکن آسمان کا یہ فیصلہ مجھ پر اور آپ پر بہت سارے فرائض بھی عائد کر رہا ہے۔ خدا تعالیٰ نے نشان دے دیئے ہوئے ہیں۔ Arrows لگے ہوئے ہیں کہ یہ راستہ ہے تمہارے محسنِ کامل کا۔

یہ سات نشان یا Arrows ہیں جو نشاندہی کر رہے ہیں کہ ان راستوں پر چلو اور یہ صفات اپنے اندر پیدا کرو تو پھر خدا تعالیٰ تمہارے کمزور اور مظلوم ہونے کے باوجود تمہیں ظالم ہونے سے بھی بچائے گا اور محسنِ کامل بھی بنا دے گا۔

تو آج کی نسل پر یعنی خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ۔ یعنی جو اس وقت سات سال سے لے کر چالیس سال تک کے ہیں اس نسل پر بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ اس وقت افق انسانیت پر غلبہ اسلام کی شعاعیں تیز نگاہیں رکھنے والوں کو نظر آ رہی ہیں اور جن کی نگاہیں کمزور ہیں وہ آج نہیں تو کل دیکھ لیں گے لیکن ہمارے اوپر جو ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں ان کے مطابق ہمیں ہر وقت دینی، اخلاقی، ذہنی اور علمی لحاظ سے چوکس رہنا چاہیے۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری حقیر کوششیں کامیاب ہوں اور یہ نسل خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو ہم سے زیادہ حاصل کرے کم حاصل نہ کرے۔" 69

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا اختتامی خطاب

حضور انور نے اجتماع کے آخری روز مورخہ ۱۰ / اکتوبر نمازِ ظہر و عصر کے بعد خدام کو اپنے

اختتامی خطاب سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ میں جماعت احمدیہ کو عموماً اور نوجوانوں کو خصوصاً اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ تمہاری ماں ، مادرِ وطن آج تمہیں بلا رہی ہے اور تم سے قربانی چاہتی ہے۔ پاکستان کی سالمیت اور اس کی حفاظت کے لئے ہماری طاقتوں کا آخری جز و بھی خرچ ہو جانا چاہیے۔ ہمارے ذہن ہر قربانی کیلئے تیار رہیں اور ہمارا عمل ہمارے ذہنی فیصلوں کی ہر وقت تائید کرنے والا ہو۔

اگر مادرِ وطن نے ہم سے قربانی مانگی تو خدا کرے کہ سارے پاکستانی ہی اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے ملک کی سالمیت پر قربان ہو جائیں لیکن احمدیوں کو بہر حال کسی سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے صرف یہی نہیں کہ نسبتاً پیچھے نہیں رہنا بلکہ دوسروں کی طرف دیکھے بغیر قربانیوں میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے جانا ہے انشاءاللہ۔

حضور نے فرمایا کہ آپ کے سر خدا تعالیٰ کے حضور اس شکرانے کے طور پر زیادہ سے زیادہ جھک جانے چاہئیں اور دنیا کو خوش ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فضل کیا کہ آپ کو خدمت کے مقام پر کھڑا کر دیا یہ اللہ کا بڑا احسان ہے۔ جو لوگ آقا کے مقام پر ہوتے ہیں ان میں سے تو ایک حصہ وہ ہے جو اپنے زور بازو سے جنگ کے نتیجہ میں اثر و اقتدار کے لحاظ سے اور دولت کی وجہ سے خود آقا بن جاتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ آقا بناتا ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ آقا بناتا ہے وہ بھی اور جو خود آقا بن جاتے ہیں وہ بھی ، بڑے نازک مقام پر ہیں۔ جو خدا کے فضل اور اس کی مدد سے بڑے ہو کر نیچے گر جاتے ہیں ان کا تو کچھ باقی نہیں رہتا اور جو اس دنیوی نظام کے تحت بڑے بن جاتے ہیں ان میں لالچ پیدا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں تو وہ دھتکارے ہی جاتے ہیں انسان کی نگاہ بھی حقیقتاً انہیں عزت سے نہیں دیکھتی۔

سو آقا کا مقام خوف کا مقام ہے ڈرتے رہنے کا مقام ہے خشوع و خضوع کا مقام ہے۔ بڑے بڑے اونچے جانے والے، سر کے بل گرے اور ان کے پرخچے اڑ گئے۔ لیکن وہ خادم جس کا سر اپنے رب کے حضور سجدہ میں زمین پر ہی رہتا ہے وہ کہاں گرے گا۔ وہ تو بلند ہی نہیں ہوا وہ جب بلند ہوتا ہے تو اس وقت بلند ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اس وقت اسے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔

خادم کا مقام یہ ہے کہ سر ہر وقت زمین پر سجدہ ریز رہے۔ اس واسطے اس قوم اور اس نسل پر خدا تعالیٰ کا بڑا احسان ہے جسے خدا تعالیٰ نے خادم کا مقام دیا اور خادم کا احساس دیا اور خدمت کا جذبہ

عطا کیا۔ یہ مقام آج اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو دیا ہے اور یہ مقام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ وقت نے نوجوانانِ احمدیت کو دیا ہے۔ یہ اللہ کا بڑا احسان ہے۔ حمد کے ترانے گاؤ، سروں کو اونچا نہ کرو اور خدمت کا جو مقام ہے اسے نہ بھولنا۔ آپ خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں آپ کو خدا تعالیٰ نے کہا تھا کہ تمہیں میں نے (للنّاسِ) انسانوں کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اگر آپ اپنے اس مقام کو نہ بھولیں تو آپ خیر امت ہوں گے۔ دنیا میں کوئی ایسی امت پیدا نہ ہوئی ہوگی اور نہ پیدا ہوگی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس مقام تک پہنچے وہ انتہائی نقطۂ عروج ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں سر رکھا اس کا مقام بھی انتہائی نقطۂ عروج پر ہے لیکن اس کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں سر رکھنا ضروری ہے اس کے بغیر نہیں۔ پس ہمارے رب نے ہمیں خدمت کے مقام پر کھڑا کر دیا تو اس نے ہم پر بڑا ہی احسان کیا۔ آپ اس مقام کو کبھی نہ بھولیں۔ پس تم خدمت کیلئے تیار ہو جاؤ۔ ہر انسان جس حیثیت میں بھی ہے اس کی آپ نے خدمت کرنی ہے۔

حضور انور نے خطاب کے آخر پر فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ خدمت کے نقطۂ نگاہ سے جو عظیم ذمہ داریاں ہم پر ڈالی گئی ہیں انہیں پورا کرنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہمیں توفیق ملے اور پھر اس کے بعد محض اپنے فضل سے نہ ہماری کسی خوبی کی وجہ سے ہمیں جو بشارتیں اس نے دی ہیں اس کے مطابق ہمیں انعامات سے نوازے۔[70]

(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا خطاب

(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے اس اجتماع میں ''اصلاح وارشاد'' کے موضوع پر ایک اہم خطاب فرمایا جس میں اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں خدام احمدیت کو دعوت الی اللہ کی اہمیت اور اس کے زریں قرآنی اصول بتائے چنانچہ فرمایا:۔

> ''دعوتِ حق آپ کے لئے ایک فریضہ ہے اور اس کو آپ ٹال نہیں سکتے۔ اگر ٹالیں گے تو آپ کی ہستی کامل صورت اختیار نہیں کرے گی۔ ناقص بچے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ بظاہر تو وہ انسانوں کے زمرہ میں شمار ہوں گے لیکن حقیقتاً وہ مکمل انسان نہیں ہوتے۔ تو تبلیغ کے بغیر ایک مومن خادم کا تصور نامکمل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فریضہ کو کیسے سمجھا اور کس طرح ادا کیا۔ یہ بہت بڑی تفصیل ہے۔

حضورؐ کی زندگی کی ساری تاریخ اس پر شاہدِ ناطق ہے ۔ایک چھوٹی سی بات میں عرض کروں گا کہ وہ واقعہ آپ نے سنا ہوا ہے کہ سردارانِ مکہ اکٹھے ہو کر حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اپنے بھتیجے کو تبلیغ سے باز رکھو لو جو تصورات اس کے ہیں بے شک ہوں ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ۔ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ توبہ کر کے ہمارے دین میں داخل ہو جائے ۔ ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ یہ دوسروں تک بات پہنچانی بند کر دے اس کے عوض اگر یہ حسین ترین عورت چاہتا ہے تو ہم اسے دنیا کی حسین ترین عورت پیش کر دیتے ہیں ۔ اگر مال و دولت کی خواہش ہے تو جو مال و دولت ممکن ہیں ہم اس کے قدموں میں نچھاور کر دیتے ہیں اور اگر اسے سرداری کا شوق ہے تو ہم اسے سرداری عطا کرتے ہیں اور سردار تسلیم کر لیتے ہیں لیکن یہ دوسروں کو تبلیغ کرنا چھوڑ دے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان چیزوں کی جو اہمیت تھی وہ آپ کے اس جواب سے ظاہر ہوتی ہے ۔آپ نے فرمایا کہ اے چچا! اگر ان کے دباؤ میں آ کر آپ مجھے چھوڑنا چاہتے ہیں اور آپ کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے تو مجھے چھوڑ دیجئے ۔ مجھے آپ کا سہارا نہیں ہے ۔ یہ دنیوی چیزیں کیا ہیں؟ خدا کی قسم! اگر سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر لا کر رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر لا کر رکھ دیں تب بھی میں تبلیغ سے باز نہیں آ سکتا ۔خدا نے ایک فریضہ مجھ پر عائد فرمایا ہے میں کس طرح اسے ٹال سکتا ہوں ۔...... 71

قرآن کریم میں جو انبیاء کے تبلیغ کے حالات ہیں ان کا آپ اگر تجزیہ کریں تو اس آیت (النحل:۱۲۶) میں جو احکامات ہیں ان سب کے مضامین اس میں پیش ہیں ۔ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت لوطؑ، حضرت صالحؑ وغیرہ جتنے انبیاء ہیں ان کے واقعات میں اس آیت کے پیش نظر تمام مضامین آ جاتے ہیں کہ انہوں نے کس طرح حکمت سے کام لیا اور کس طرح موعظہ حسنہ کیا وغیرہ وغیرہ ۔

موعظہ حسنہ کو حکمت کے بعد رکھا گیا ہے ۔ابھی تک دلیل کا ذکر نہیں آیا ۔نصیحت دلیل کو نہیں کہتے ۔فرمایا تم حکمت سے کام لیتے ہوئے موعظہ حسنہ پیش کرو ۔موعظہ

حسنہ کی بہترین مثال دیکھنی ہو تو آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تقویٰ کے مضمون پر جو باتیں بیان فرمائی ہیں ان کا مطالعہ کریں۔ ایک ایک لفظ دل کی گہرائیوں سے نکلا ہے اور دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو جاتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح یہ عبارات سیدھی دل میں جاگزیں ہوگئی ہیں۔

تو موعظہ حسنہ میں پہلی شرط یہ ہے کہ نصیحت اخلاص اور محبت میں اس طرح ڈوبی ہوئی ہو کہ وہ دل سے نکلے اور دل میں جذب ہو جائے اور درمیان کی ساری روکیں بیچ میں سے غائب ہو جائیں۔ ماں بچے کو جو نصیحت کرتی ہے ہمدردی کے ساتھ، دکھ کے ساتھ، پیار کے ساتھ، وہ موعظہ حسنہ ہے اور ماں سے زیادہ پیار کرنے والے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ ماں کی نصیحت سے کئی گنا زیادہ اثر ان کے اندر ہوتا ہے تو عمدہ نصیحت اختیار کرنا اور عمدگی اور محبت کے ساتھ اسے پیش کرنا موعظہ حسنہ کا ایک پہلو ہے۔ پس جب تک آپ جدال سے قبل محبت کی زبان میں، ہمدردی کی زبان میں، خلوص میں ڈوب کر، ایسے دکھ کے ساتھ بات کرنی نہ سیکھ جائیں کہ دوسرا انسان سمجھے کہ یہ میرے غم میں ہلاک ہوا جا رہا ہے۔ اس وقت تک آپ موعظہ حسنہ پہنچانے کے اہل نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد دلیل کا مقام آتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں مَوعِظَة حَسَنَة کے بعد فرمایا وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل:۱۲۶) جب حکمت بظاہر کام نہ کر رہی ہو۔ یا یہ کہنا چاہیے کہ حکمت نے ایک زمین تیار کر لی ہو اور اس کے بعد موعظہ حسنہ نے زمین کو اور نرم کر دیا ہو، گداز کر دیا ہو، طبیعت مائل ہو جائے تو پھر علم کی باری آتی ہے پھر تمہیں دلائل پیش کرنے پڑیں گے اور صرف اسی پر بس نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ حکمت اور موعظہ حسنہ دونوں دلوں کو پسیجتے ہیں اور انسانی فطرت کا دودھ اترنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے پھر یہ نہ سمجھیں کہ بات ختم ہوگئی۔ پھر اُس دودھ کو دوہیں۔

جہاں جدال کا ذکر ہے وہاں سے دلائل شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے جس میں جدال کرنا پڑتا ہے اور یہ جدال جو ہے اس جدال میں سختی اور خشونت کا مفہوم ہرگز نہیں ہے۔ قرآن کریم نے جدال کے ساتھ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ

اَحۡسَنُ کہہ کر احسن کی شرط لگائی ہے۔ ہوسکتا ہے مخالف تبلیغ کے دوران میں سختی بھی اختیار کریں، گالیاں بھی دیں، آپ کو جسمانی تکلیفیں دیں ان سب کے نتیجہ میں آپ کو اس حقیقت کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ آپ کو صرف جدالِ حسنہ کی اجازت ہے۔ اس طرح دفاع کرنے کی اجازت ہے جس کو قرآن کریم جدالِ حسنہ فرماتا ہے۔ یہ جدالِ حسنہ کیا ہے؟ اس کی تعریف خود قرآن کریم دوسری جگہ فرماتا ہے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تبلیغ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ بیان ہورہا ہے) اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَ بَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ (حٰمٓ السجدۃ:۳۵) کہ جب تمہارا مقابلہ ہو تو جدالِ حسنہ سے کام لو۔ اپنا دفاع بہترین رنگ میں کرو۔ جدال حسنہ ہم اس کو کہیں گے جس کے نتیجہ میں جو تمہارا جان کا دشمن ہو وہ جان فدا کرنے والا دوست بن جائے۔......

قرآن کریم کا اس پہلو سے مطالعہ ضرور کرتے رہیں۔ مثال کے طور پر میں سمجھتا ہوں کہ بعض خاص طریقہ ہائے تبلیغ کے متعلق بعض خاص انبیاء کی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ ہمارے ہاں بے صبری کا ایک یہ بھی مظاہرہ ہوتا ہے کہ تھوڑی سی بات کے بعد وہ سمجھتے ہیں کہ حجت تمام ہوگئی۔ اور کہتے ہیں کہ بس اب عذاب کا انتظار کرو۔ چھوٹی چھوٹی ہمتوں والے لوگ مباہلوں کا چیلنج دے بیٹھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس اب وہ آخری وقت آ گیا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر آیا تھا اور اس سے پہلے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آیا تھا اور اب ہم اس مقام پر کھڑے ہو گئے ہیں کہ مباہلہ کریں اور اگلے کو ہلاک کر دیں۔ حالانکہ حجّت تمام کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ سورۂ نوح کا مطالعہ کریں یہ دیکھیں کہ حضرت نوحؑ نے اپنی آخری دعا سے پہلے جس میں اس قوم کی ہلاکت کی دعا مانگی ہے کیا کیا باتیں پیش کی ہیں کہ کیا کیا میں اس قوم کے ساتھ کر چکا ہوں۔

فرماتے ہیں دن رات میں نے ان کو نصیحتیں کیں۔ میں نے ان کو صبح سے ڈرایا ہے شام سے بھی ڈرایا ہے تمام بدلتے ہوئے موسموں میں تمام بدلتی ہوئی کیفیات میں ان کو اِنذار کیا۔ میں نے ہر طریقے سے تیرا پیغام انہیں پہنچایا۔ میں نے گریہ و

زاری بھی کی، ان کی منّتیں بھی کیں اور اے خدا! تمام دروازے کھٹکھٹائے ہیں اور اب میں ان کی ہلاکت کی دعا کر رہا ہوں۔

قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دعا بھی خدا تعالیٰ کی اس اطلاع کے بعد تھی کہ اب یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ نوحؑ نے کہا کہ اب تو تُو مجھے اطلاع دے بیٹھا ہے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے تو اے خدا! اس آخری اطلاع کے بعد اب میں تیرے حضور گریہ وزاری کرتا ہوں کہ ایسے انسانوں کو جو کافر اور ملحد جنیں، ایسی ماؤں کو جو فُجّار اور کفار پیدا کریں یہ بہتر ہے کہ ایسے لوگوں کو اس دنیا سے اٹھا لے۔

یہ ہے حجّت تمام کرنا۔ آپ کو اپنے حوصلے بہت بلند رکھنے پڑیں گے۔ تبلیغ میں پہلا اور آخری حربہ دعا کا ہے دعا کی مدد کے بغیر کوئی تبلیغ نہیں ہوسکتی، کوئی توفیق نہیں مل سکتی''۔ 72

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا چودھواں سالانہ اجتماع ۸/اکتوبر۱۹۷۱ء کو شروع ہوا اور ۱۰/اکتوبر۱۹۷۱ء کو نہایت درجہ کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ بیرون ربوہ سے ۱۳۶ مجالس کی ۸۸۸ ممبرات شامل ہوئیں۔ جبکہ اجتماع میں مستورات وناصرات کی مجموعی تعداد پانچ ہزار رہی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خطاب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۹/اکتوبر۱۹۷۱ کو اجتماع کے دوسرے دن خطاب فرمایا۔ آپ نے سورۃ التغابن کی آیت نمبر ۱۴ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ ہمارے سپرد جو کام کیا گیا ہے وہ بہت اہم ہے۔ ہم نے ساری دنیا کو حلقہ بگوش اسلام کرنا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت تمام بنی نوع انسان کے دلوں میں قائم کرنی ہے۔ ان میں خدا تعالیٰ کی شناخت اور معرفت پیدا کرنی ہے۔ اور یہ کام ہم اپنے زور ہمت اور وسائل سے نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کا سہارا طلب کرنا چاہیئے۔ اس کی نصرت اور تائید کے طلبگار رہنا چاہیئے۔ جو شخص خدا تعالیٰ پر توکل رکھتا ہے وہ دنیا کی کسی طاقت سے شکست نہیں کھایا کرتا۔ کیونکہ سب طاقتوں اور قوتوں کا منبع وہی ہے۔ دنیا کی ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ دنیا میں ایک پتا بھی اس کی اجازت اور علم کے بغیر نہیں ہل سکتا۔

حضور نے فرمایا کہ کیا میں آپ میں سے ہر ایک پر یہ حسن ظن رکھوں کہ آج اسلام کی جنگ میں آپ پیٹھ نہیں دکھائیں گی اور دنیا کا لالچ اور دنیا کی زینت آپ کو خدا تعالیٰ سے دور نہیں لے جائے گی۔اگر میں اپنے اس حسن ظن پر ہوں تو آج بھی ہماری حقیر کوششوں کے نتائج دنیا اس طرح دیکھے گی جس طرح اس نے اسلام کی ابتداء میں صحابہ کی کوششوں کے دیکھے تھے۔[73]

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا تین ہزار پاؤنڈ کا گرانقدر عطیہ

نصیر احمد خاں صاحب صدر شعبہ طبیعات تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے قلم سے روزنامہ الفضل ۱۴/اکتوبر ۱۹۷۱ء کے صفحہ ۶ پر یہ خوشکن اطلاع شائع ہوئی کہ:۔

’’محترم پروفیسر عبدالسلام صاحب ایف آر ایس سائنسی مشیر اعلیٰ صدرِ پاکستان نے شعبہ فزکس تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی لائبریری کے لئے تین ہزار پاؤنڈ کی گرانقدر رقم کا عطیہ منظور فرمایا ہے اور نہ صرف رقم مہیا کی ہے بلکہ کتب کے انتخاب کے متعلق بھی خصوصی تجاویز اور مشورہ سے ہمیں نوازا ہے ......قبل ازیں محترم پروفیسر صاحب موصوف اسلامیہ کالج لاہور، گورنمنٹ کالج جھنگ اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی فزکس لیبارٹریز کو سائنسی آلات کے لئے عطیات دے چکے ہیں اس طرح آپ نے پاکستان میں طبعیات کی تعلیم و تدریس کے لئے مقدور بھر کوشش و سعی کر کے علم پروری کی ایک عمدہ مثال پیش کی ہے‘‘۔

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع

۱۵/اکتوبر ۱۹۷۱ کو انصاراللہ مرکزیہ کا سولھواں سالانہ اجتماع باوجود ملکی نازک حالات کے وقوع پذیر ہوا۔امسال ۵۶۰ مجالس اجتماع میں شریک ہوئیں۔ان کے نمائندگان کی تعداد ۱۰۷۶/اور اراکین کی تعداد ۱۸۴۱رہی۔اس طرح گذشتہ سال کے مقابلے میں مجالس کی تعداد میں ۹۵ اور نمائندگان کی تعداد میں ۱۵۱ کا اضافہ ہوا۔یہ اجتماع دفاتر مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے احاطہ میں وقوع پذیر ہوا۔

اس سال حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خدام الاحمدیہ کو خصوصی طور پر یہ تحریک فرمائی تھی کہ وہ بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں انصاراللہ کے اجتماع میں شامل ہو کر تقاریر سے مستفیذ ہوں۔اس لئے اس دفعہ کثرت کے ساتھ خدام و اطفال بھی اجتماع میں شامل ہوئے۔حتّٰی کہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے حضور

انور کو پہلے روز ہی یہ ہدایت دینی پڑی کہ آئندہ سال یہ اجتماع کسی اور وسیع جگہ پر منعقد کیا جائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا افتتاحی خطاب

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سولھویں سالانہ اجتماع کے افتتاحی خطاب میں فرمایا کہ اس وقت خدا کے فضل سے جماعت کی ترقی میں بہت تیزی آچکی ہے۔ ۴ سال قبل میں نے فضل عمر فاؤنڈیشن کی تحریک کی تھی جس کے نتیجہ میں اس جماعت نے علاوہ اور ذمہ داریوں کے ۳۳ لاکھ روپے اس تحریک میں پیش کئے۔ پھر اس تیزی سے بھی زیادہ تیزی اس جماعت نے نصرت جہاں ریزروفنڈ کے لئے دکھائی جو گزشتہ تحریک سے کچھ ہی عرصے بعد کی گئی۔ چنانچہ نصرت جہاں ریزروفنڈ کے تحت ۴۸ لاکھ روپے جمع ہوئے۔

حضور انور نے فرمایا کہ اس کے بعد افریقہ میں نصرت جہاں ریزروفنڈ کے تحت جمع ہونے والے پیسہ سے عظیم ترقیات کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضور انور نے اس کے ابتدائی ثمرات کا ذکر بھی فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا اختتامی خطاب

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے انصار اللہ کے اجتماع سے اختتامی خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے فضل نے باوجود نازک ملکی حالات کے انصار اللہ کو اس بڑے پیمانے پر جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ قرآن کریم کی خدمت اور اسکی اشاعت انصار اللہ کا پہلا اور آخری فرض ہے آپ میں سے ہر ایک جب اپنے اپنے مقام پر واپس جائے تو وہ دعائیں کرتے ہوئے قرآن کریم کی اشاعت اور خدمت میں لگا رہے۔ خود قرآن کریم کا ترجمہ سیکھے اور سکھائے اور پھر اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش بھی کرے۔

آخر میں حضور نے لمبی اور پرسوز دعا فرمائی اور السلام علیکم کہہ کر تشریف لے گئے۔ 74

کیرالہ ہائیکورٹ بھارت کا فیصلہ

۱۹۶۹ء میں بھارت کی کالی کٹ کیرالہ سٹیٹ میں ایک شخص کے احمدی ہو جانے پر اس کی بیوی کے رشتہ داروں نے بغیر خلع وطلاق حاصل کرنے کے اس کی بیوی کا رشتہ جبراً کسی اور شخص سے کر دیا۔ معاملہ ماتحت عدالت میں سے ہوتا ہوا بالآخر کیرالہ ہائی کورٹ میں پہنچا۔ ۱۹۷۱ء میں اس کیس کی

سماعت کیرالہ ہائیکورٹ کے فاضل جج مسٹر جسٹس کرشنا آئیر نے کی اور پھر اپنے قابل قدر تاریخی فیصلہ میں جماعت احمدیہ کے عقائد پر طویل بحث کرتے ہوئے احمدیوں کے بارے میں پٹنہ اور مدراس ہائیکورٹوں کے فیصلہ جات سے اتفاق کرتے ہوئے احمدیوں کو مسلمان قرار دیا اور فیصلہ میں صاف لکھا کہ ”بغیر جذبہ اور جوش کے اور قانون کی ٹھنڈی روشنی میں مجھے یہ قرار دینے میں قطعاً کوئی تردّد نہیں کہ فرقہ احمدیہ اسلام کا ہی ایک فرقہ ہے اس کا غیر نہیں“ 75

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ پٹنہ ہائیکورٹ نے جنوری ۱۹۱۷ء کو یہ فیصلہ دیا تھا کہ ”احمدی مسلمان ہیں اگرچہ کٹّر مسلمانوں کے بعض عقائد سے ان کو شدید اختلاف ہے اور احمدی مسجد میں داخل ہونے کے حقدار اور مجاز ہیں اگر وہ چاہیں“۔ 76

ہائیکورٹ کے فاضل جج صاحبان چیف جسٹس مسٹر اولڈ فیلڈ (Francis Du Pre' Oldfield) اور مسٹر جسٹس کرشنن (Mr. Krishnan) نے بھی یہ فیصلہ دیا تھا کہ اگر کوئی مسلمان جماعت احمدیہ میں شامل ہو جائے تو وہ مرتد نہیں قرار دیا جاسکتا اور نہ اس کی بیوی کا رشتۂ ازدواج منقطع ہوجاتا ہے۔جسٹس کرشنن نے اپنے فیصلے میں مزید لکھا کہ مستند قانونی وعدالتی حوالہ جات کی روشنی میں جن کو میں قبول کرتا ہوں اگر کوئی شخص جماعت احمدیہ کے عقائد قبول کر لے اسے مرتد نہیں قرار دیا جا سکتا اور میری رائے میں احمدی مسلمانوں کا ایک اصلاح یافتہ فرقہ ہے جو قرآن کریم کو اپنی الہامی کتاب مانتا ہے۔ 77

بیرونی ممالک میں تحریکِ وقف عارضی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی جاری فرمودہ تحریک وقف عارضی بیرونی ممالک میں بھی مقبول ہو رہی تھی اور حضور کی ہدایت کے مطابق متعدد واقفینِ عارضی اپنے اپنے ملک کے انچارج مشنریوں کے تحت خدمت بجالا رہے تھے۔ چنانچہ مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری ناظر اصلاح و ارشاد کے قلم سے اس سلسلہ میں اخبار الفضل مورخہ ۳۰/اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴ پر حسب ذیل نوٹ شائع ہوا:۔

”حال میں جو رپورٹیں غیر ممالک سے موصول ہوئی ہیں ان کا خلاصہ بغرض تحریک دعا ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔

لنڈن:۔مکرم میاں محمد عالم صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر بطور وقف عارضی جنوری ۱۹۷۰ء سے لنڈن میں مقیم ہیں اور نہایت استقلال کے ساتھ تعلیم و تربیت کا کام کر رہے ہیں۔ ۳۹ افراد ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ ۲۵ طلباء کو اپنے محلہ کے تین گھروں میں دو بجے سے سات بجے تک روزانہ یسّرنا القرآن، قرآن مجید ناظرہ اور اردو پڑھاتے ہیں۔ اسی طرح ہفتہ میں دو دن، ہفتہ اور اتوار کو لنڈن مسجد میں جا کر سنڈے سکول میں ۱۴ طلباء کو پڑھاتے ہیں۔

سیرالیون:۔مکرم میاں عطاء الرحیم حامد صاحب نے وقف عارضی کے ایام کینما اور باڈو کی جماعتوں میں گزارے۔ کینما میں ہماری نئی مسجد زیر تعمیر ہے۔ آپ نے دوران قیامِ کینما تعمیر کے کام کی نگرانی کی۔ اس جگہ آنے والے لوگوں کو تبلیغ کی۔ آپ کو روزانہ اوسطاً دس افراد تک پیغام پہنچانے کا موقعہ ملا۔ کینما کے مختلف حلقوں میں جا کر مغرب وعشاء اور فجر کی نمازوں کے بعد تربیتی امور کو مدنظر رکھ کر درس دیتے رہے۔ ایک حصہ وقف کے ایام کا آپ نے باڈو میں گذارا۔ اس جگہ جماعت کی اپنی مسجد ہے۔ مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں کے بعد درس کا سلسلہ شروع کیا۔ جماعت میں تحریک کر کے نماز تہجد ادا کرنے کا انتظام کیا۔

بو:۔مکرم جناب مبارک احمد صاحب نذیر پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول جورو کو جنہوں نے پندرہ روزہ عرصہ وقفِ عارضی کے تحت دیا تھا۔ مکرم مشنری انچارج صاحب سیرالیون نے بو(Bo) میں احمدیہ مسجد کی تعمیر کے کام کی نگرانی کے لئے مقرر کیا۔ اسی طرح جورو سکول کے تین احمدی طلبہ اسماعیل فوڈے، عبداللہ نائیکا اور ایڈورڈ سموکا نے بھی حضور کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے پندرہ پندرہ ایام وقف کئے۔ محترم حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے بھی فارم وقفِ عارضی پُر کیا ہوا ہے وہ یہ فریضہ ہر سال ادا فرماتے ہیں۔ جزاھم اللہ جمیعاً خیرا الجزاء''۔

ملکی دفاع سے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خصوصی تحریک

۱۵/اکتوبر ۱۹۷۱ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خطبہ جمعہ کے دوران ارشاد فرمایا:۔

''جیسا کہ ہمارے پریذیڈنٹ جنرل محمد یحییٰ خان صاحب نے اپنی ۱۲ تاریخ کی تقریر میں کہا ہے بھارتی فوجیں ہماری سرحدوں پر جمع ہیں اور کسی وقت حملہ ہو سکتا ہے ان حالات میں انہوں نے قوم کو نصیحت کی۔ انہوں نے قوم سے کچھ امیدیں وابستہ

کی ہیں۔اس نصیحت پر ہم نے عمل کرنا ہے اس لئے کہ وہ عین اسلام کے مطابق ہے اور انہوں نے جو امیدیں وابستہ کی ہیں امت محمدیہ سے وہی امیدیں وابستہ کرنی چاہئیں۔یہ جنگ اگرچہ بظاہر اسلام کو مٹانے کے لئے تو نہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جنگ مسلمان کو مٹانے کیلئے ہے اور اگر خدانخواستہ ساری دنیا کے مسلمان مٹ جائیں تو اس سے اسلام پر بہرحال ضرب آتی ہے پس گو یہ جنگ عقیدہ بدلنے کے لئے نہیں ہے۔لیکن اسلام دشمنی کے نتیجہ میں مسلمان سے جو بغض اور حسد ان کے دل میں ہے اس کے نتیجہ میں یہ سارے غصے ہیں ورنہ بھارت ہمسایہ ملک تھا۔ ہمسائیوں کی طرح اسے رہنا چاہیے تھا۔

پس اس وقت آپ نے اپنے مال سے بھی، وقت سے بھی اور اپنی ہر قسم کی مادی قربانیوں سے بھی اور اپنی دعاؤں سے بھی اپنے ملک کی خدمت، اپنی حکومت کی خدمت اور اپنے بھائیوں کی خدمت کرنی ہے اور اسی کی طرف میں اس وقت آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

دوست میری صحت کے لئے بھی دعا کریں۔اللہ تعالیٰ مجھے پوری صحت دے اور مرتے دم تک پورے کام کی توفیق بخشے۔بہت دعائیں کریں۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے پاکستان کو ہر قسم کے نقصان اور ہر قسم کی بے عزتی سے محفوظ رکھے اور پاکستان کو ہر قسم کی کامیابی عطا کرے اور پاکستان کے دشمنوں کے مقدر میں ساری ہی ناکامیاں ہوں۔عارضی طور پر بھی اور ہمیشہ کے لئے بھی۔بعض دفعہ عارضی طور پر بھی کچھ نقصان اٹھانا پڑتا ہے خدا تعالیٰ پاکستان کو اس عارضی نقصان سے بھی محفوظ رکھے۔خدا کرے عارضی نقصان بھی ہمارے دشمن کے حصہ میں آئے اور پھر آخری فتح بھی پاکستان کو ملے اور آخری شکست بھی پاکستان کے دشمن کو نصیب ہو۔پس دعائیں کریں اور بہت دعائیں کریں۔'' [78]

(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا پیغام

(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم وقف جدید نے وقف جدید کے لئے مالی قربانی کی تحریک کرتے ہوئے ایک پیغام شائع کروایا جس میں تحریر فرمایا کہ:

’’میرے پیارے اطفال الاحمدیہ اور ناصرات الاحمدیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا آپ کو یاد ہے کہ آج سے چھ سال قبل ہمارے پیارے امام حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث نے احمدی بچوں اور بچیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ وقف جدید کی تمام مالی ذمہ داریاں تم سنبھال لو اور ہر ماہ اپنے ماں باپ سے آٹھ آنے مانگ کر وقف جدید کا چندہ ادا کیا کرو یہاں تک کہ وقف جدید کا سارا بار ننھے منّے احمدی مجاہد اپنے کندھوں پر اٹھا لیں۔دنیا کی نظر میں یقیناً یہ بات بڑی عجیب ہو گی لیکن یہ عجیب بات آپ نے دنیا کو ضرور کر کے دکھانی ہے آپ نے دنیا کو یہ دکھانا ہے کہ احمدی بچے اپنے امام کی آواز پر لبیک کہنا جانتے ہیں۔آپ نے دنیا کو دکھانا ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے نازک کندھے دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر بڑے عظیم الشان بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتے ہیں۔آپ نے دنیا کو دکھانا ہے کہ آپ کی عمریں چھوٹی لیکن شعور بالغ ہے اور ارادے بلند ہیں اور آپ نے دنیا پر یہ خوب روشن کر دینا ہے کہ آپ خدمت دین کے ڈھنگ جانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جانی اور مالی قربانی کس کو کہتے ہیں۔

دنیا کو چھوڑیئے کہ وہ تو قربانی اور خدمت کے ناموں سے بھی ناآشنا ہوتی جا رہی ہے۔دنیا کو بھلا کیا معلوم کہ دین کی خاطر کیسے زندگی وقف کی جاتی ہے۔اور کس طرح اسلام کے قدموں پر مال نچھاور ہوتے ہیں۔رہنے دیجیئے دنیا کو کہ اسے آپ سے کوئی نسبت نہیں۔ہاں نیکی میں اگر مقابلہ کرنا ہے تو اپنے خدام بھائیوں سے کیجئے۔اگر آگے قدم بڑھانا ہے تو لجنہ اماء اللہ سے آگے بڑھ کر دکھایئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح آپ سے یہ توقع فرماتے ہیں کہ آپ امسال وقف جدید کے لیے تین لاکھ روپے پیش کر دیں گے مگر آپ نے تو ابھی اس کا ایک حصہ بھی پیش نہیں کیا۔کیا یہ امر آپ کے لیے شرمندگی کا موجب نہیں؟

یقیناً ہوگا لیکن اس شرمندگی کو مٹانا بھی تو آپ ہی کا کام ہے ہمت اور دعا سے کام لیں تو کچھ بھی مشکل نہیں۔اگر ایک ماہ بھی آپ دھن لگا کر جوش وخروش سے کام کریں

تو اب تک کی ساری کمی پوری ہو سکتی ہے۔آپ تو مجاہد بچے ہیں خدا تعالیٰ کا فضل آپ کے شامل حال رہے تو آپ کے عزم اور ارادے کی راہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نیکی کی توفیق عطاء فرمائے اور ایسا شاندار نمونہ پیش کرنے کی توفیق بخشے کہ رشک کے ساتھ دنیا کی نگاہیں آپ پر پڑنے لگیں۔ اور خدا کرے کہ دشمن کی حسد کی آنکھ سے آپ ہمیشہ محفوظ رہیں اور اپنی اپنی توفیق کے مطابق قربانی کی شاندار مثالیں پیش کریں۔آمین

وقت تھوڑا ہے بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ماہ دسمبر کے اختتام سے پہلے پہلے تین لاکھ روپے اکٹھا کرنے ہیں۔اے ننھے منے احمدیت کے بچو اور بچیو۔چیونٹیوں کی طرح کام کرو اور اپنے امام کی اس توقع کو توقع سے بڑھ کر پورا کرو۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔آمین

نوٹ۔وقف جدید کی طرف سے اس مقابلہ میں اول ،دوم اور سوم آنے والی مجالس اطفال الاحمدیہ اور ناصرات الاحمدیہ کے نام حضور انور کی خدمت میں خصوصی دعا کی درخواست کے ساتھ پیش کیے جائیں گے۔شہری مجالس کا مقابلہ الگ ہوگا اور دیہاتی مجالس کا مقابلہ الگ۔یہ مقابلہ ابتداء ماہ اخاء (اکتوبر) سے شروع ہے۔ **فاستبقوا الخیرات**۔

والسلام
خاکسار مرزا طاہر احمد
ناظم مال وقف جدید'' 79

پاک بھارت جنگ ۱۹۷۱ء

۲۷/اکتوبر ۱۹۵۸ء کو بری فوج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خان نے ملک کے ناگفتہ بہ حالات کے باعث اس وقت کے صدر مملکت میجر جنرل سکندر مرزا کو ہٹا کر ملک کی باگ ڈور سنبھال لی۔میجر جنرل سکندر مرزا نے اس سے قبل ۷/اکتوبر ۱۹۵۸ء کو اس وقت آئین وجمہوریت کی بساط لپیٹ کر ملک میں پہلا مارشل لاء نافذ کر دیا تھا جبکہ ملکی سیاست غیر یقینی کی صورتحال سے دوچار تھی۔ صدر ایوب کے دور میں جہاں ۱۹۶۲ء کا آئین منظور ہوا اور ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ ہوئی۔یکم

دسمبر ۱۹۶۷ء کو ایک نئی سیاسی جماعت پاکستان پیپلز پارٹی کا قیام بھی عمل میں آیا۔ مغربی پاکستان میں پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنے قیام کے فوراً بعد ہی عوام میں خاصی مقبولیت حاصل کر لی۔ پاکستان کے مشرقی حصہ میں عوامی لیگ کے لیڈر شیخ مجیب الرحمٰن نے مشرقی پاکستان کی نیم مختاری کے لئے چھ نکات پیش کئے ہوئے تھے جن کو صدر محمد ایوب خان قابل پذیرائی خیال نہیں کرتے تھے لیکن شیخ مجیب الرحمٰن کے یہ نکات مشرقی پاکستان میں بہت مقبول ہو چکے تھے۔ پیپلز پارٹی کے قیام کے بعد ذوالفقار علی بھٹو نے صدر ایوب کی کھل کر مخالفت شروع کر دی تھی گویا اب صدر ایوب کو دو محاذوں کا سامنا تھا۔ صدر ایوب کی گرفت آہستہ آہستہ کمزور ہوتی گئی اور دونوں محاذوں پر صدر ایوب کے خلاف تحریک بڑھتی گئی۔ آخر کار ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو صدر محمد ایوب خان نے دوبارہ مارشل لاء لگا دیا اور ملک کی باگ ڈور بری فوج کے کمانڈر انچیف آغا محمد یحییٰ خان کے سپرد کر دی۔

جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے ملک کی سیاسی صورتحال سنبھالنے اور آئینی مسائل حل کرنے کی خاطر ۲۹ مارچ ۱۹۷۰ء کو ایک آئینی ڈھانچہ کا اعلان کیا۔ آئینی ڈھانچہ ترتیب دینے کے بعد ۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو انتخابات کروانے کا اعلان کیا گیا۔ ان انتخابات میں مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ اور مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے اکثریت حاصل کی۔ عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں ۱۶۹ میں سے ۱۶۷ (قریباً ۱۰۰ فیصد) نشستیں جیتیں جبکہ مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے ۱۴۴ میں سے ۸۶ (۶۰ فیصد) نشستیں حاصل کیں۔ اس طرح پاکستان بھر میں عوامی لیگ نے قریباً ۷۵ فیصد اور پیپلز پارٹی نے ۲۸ فیصد نشستیں حاصل کیں۔ اور عوامی لیگ بلحاظ آبادی سب سے زیادہ نشستیں حاصل کرنے والی جماعت بن گئی۔ چنانچہ یہ بات قریباً طے ہوگئی کہ پاکستان کے آئندہ وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمان ہوں گے لیکن دونوں جماعتوں میں اقتدار کے حصول کے لیے ایک طرح کی رسہ کشی شروع ہو گئی۔ پیپلز پارٹی عوامی لیگ کے ۶ نکات کو ملکی سالمیت کے خلاف سمجھتی تھی۔ اس لیے اس کی خواہش تھی کہ ملک کے دونوں حصوں کا اقتدار اس کے سپرد کیا جائے۔ جنرل یحییٰ خان نے کوشش کی کہ وہ عوامی لیگ اور پیپلز پارٹی کے درمیان مفاہمت کروا سکیں لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے چنانچہ اپنے حق کو تسلیم کروانے کے لیے عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں ہنگامہ آرائیاں کرنی شروع کر دیں۔ اس موقعہ پر ہندوستان نے بھی شیخ مجیب الرحمان اور اس کے ۶ نکات کو خوب سراہا اور عوامی لیگ کی حمایت شروع کر دی۔

۴ فروری ۱۹۷۱ء کو ہندوستان نے اپنی فضائی حدود پر پابندی عائد کر دی۔ پاکستان کا کوئی مسافر بردار جہاز بھی ہندوستان کے کسی علاقہ سے نہیں گزر سکتا تھا۔ ہوائی پروازوں پر پابندی کے بعد مشرقی اور مغربی پاکستان عملاً کٹ کر رہ گئے۔ اسی دوران شیخ مجیب الرحمان نے سول نافرمانی کی تحریک کے ذریعہ مشرقی پاکستان کے لوگوں کے جذبات کو بری طرح مشتعل کر دیا۔ ۲۶ مارچ ۱۹۷۱ء کو جنرل آغا محمد یحیٰ خان نے ملک بھر میں تمام سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی اور شیخ مجیب الرحمان کو گرفتار کر لیا گیا۔ شیخ مجیب الرحمان کی گرفتاری کے بعد مشرقی پاکستان کے ساتھ ساتھ ہندوستان نے بھی احتجاج شروع کر دیا۔ ہندوستان نے فضائی راستے کے ساتھ ساتھ بحری راستے بھی بند کر دیئے اور ہندوستانی پریس مغربی پاکستان کے خلاف بنگالیوں کے جذبات کو ابھارتا رہا۔ حالات کو کنٹرول کرنے کے لیے مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائیوں میں بھی شدت آ گئی۔ یہ وہ دور تھا جب مشرقی پاکستان میں بنگالیوں نے ایک نجات دہندہ تنظیم ’’مکتی باہنی‘‘ بنائی تھی چنانچہ ’’مکتی باہنی‘‘ فوج کے خلاف برسرپیکار ہوگئی جسے بنگالیوں کی مکمل حمایت حاصل تھی۔ حالات مزید بگڑنے پر جنرل یحیٰی خان نے ٹکا خان کو مشرقی پاکستان کا مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنا کر بھیجا لیکن حالات نہ بدل پائے۔ بری، فضائی اور بحری راستوں کی بندش کے باعث مشرقی پاکستان ایک محصور جزیرہ سا ہو گیا تھا جہاں کوئی آ جا نہ سکتا تھا۔ مستزاد یہ کہ فوج اور ’’مکتی باہنی‘‘ آمنے سامنے تھے۔ جون ۱۹۷۱ء میں ہندوستان نے مشرقی پاکستان کی سرحدوں پر حملے کرنے شروع کر دیے اور ہندوستانی افواج نے ’’مکتی باہنی‘‘ کے اشتراک سے مشرقی پاکستان کے اندر بھی اپنی کارروائیاں تیز کر دیں۔[80]

۲۱ نومبر ۱۹۷۱ء کو ہندوستان نے اس کشمکش کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) پر مختلف اطراف سے کئی مقامات پر حملہ کر دیا۔ ان مقامات میں کومیلا، سلہٹ، چٹا گانگ، جیسور، دیناجپور، رنگ پور، مرزا پور، چاٹ گام، میمن سنگھ، شمشیر نگر وغیرہ سیکٹرز شامل تھے۔ ۲۴ نومبر ۱۹۷۱ء کو صدر مملکت جنرل آغا محمد یحیٰی خان نے مشرقی پاکستان پر اعلان جنگ کے بغیر بھارتی فوجوں کے حملہ کے بعد ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا۔ صدارتی اعلان میں بتایا گیا کہ پاکستان پر بیرونی جارحانہ حملہ کے نتیجہ میں انتہائی سنگین اور ہنگامی حالات پیدا ہو گئے ہیں اس لئے ۲۵ مارچ کے فرمان اور عبوری آئین کے تحت حاصل شدہ اختیارات کے تحت ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان کیا جاتا ہے۔[81]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی نصائح

۲۶ نومبر ۱۹۷۱ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ملک کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے خطبہ جمعہ میں یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی بیان فرمودہ ہدایت اور وعدہ کے مطابق ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے اس امر پر یقین رکھیں کہ ہمارا خدا زبردست قدرتوں والا خدا ہے۔ وہ کبھی مومنوں کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ بظاہر مادی سامان اور ذرائع کی خواہ کتنی ہی کمی ہو لیکن اس کا یہ وعدہ ہے کہ بالآخر مومن ہی کامیاب وکامران ہوں گے۔ بشرطیکہ ہم ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے والے بنیں۔ امت مسلمہ پر جب بھی ایسے حالات آئے جب کہ دنیا کے سب حیلے جاتے رہے مادی سامان کی کمی نظر آئی اور دشمن نے جمع ہو کر گھیرا ڈالنے کی کوشش کی تو ایسے حالات میں دو چیزیں نمایاں طور پر نظر آئیں۔ ا۔ منافق کا نفاق ظاہر ہو گیا۔ ۲۔ مومن کا ایمان ظاہر ہو گیا۔ ہمارے ملک کو جنگ احزاب جیسے ہی حالات درپیش ہیں۔ دشمن کو اپنے ساز و سامان اور مادی ذرائع پر گھمنڈ ہے لیکن ہمیں اپنے خدا پر بھروسہ ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں۔ اور دلیری اور بشاشت کے ساتھ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آگے بڑھتے چلے جائیں۔ یاد رکھو موت سے مومن کبھی نہیں ڈرا کرتا کیونکہ یا تو وہ جنگ میں فتح حاصل کرتا ہے اور یا پھر شہید ہو کر اپنے خدا کی رضا کی جنتوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ خدا کرے ہم سب اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے والے ہوں۔ آمین [82]

مغربی پاکستان پر حملہ

مشرقی پاکستان کے مختلف محاذوں پر ابھی جنگ جاری تھی کہ ہندوستان نے ۳ دسمبر ۱۹۷۱ء کو مغربی پاکستان پر بھی حملہ کر دیا۔ اور سیالکوٹ، لاہور، قصور، راجستھان، رحیم یار خان، فاضلکا اور حسینی والا سیکٹرز کو نشانہ بنایا۔ [83]

صدر مملکت کا خطاب

۴ دسمبر ۱۹۷۱ء کو صدر پاکستان جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے بیان کیا کہ ہمارے دشمن نے ایک بار پھر ہمیں للکارا ہے۔ بھارت کی مسلح افواج نے کئی محاذوں پر بھرپور حملہ کر دیا ہے۔ بھارت کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ پاکستان کو کمزور کر کے تباہ کر دیا جائے۔

بھارت کی تازہ ترین اور سنگین جارحیت ہمارے خلاف سب سے بڑا اور آخری وار ہے۔ہم نے بہت برداشت کیا لیکن اب وہ گھڑی آن پہنچی ہے کہ ہم دشمن کو منہ توڑ جواب دیں۔ پاکستان کے ۱۲ کروڑ مجاہدو تمہیں خدا کی تائید ونصرت حاصل ہے۔تمہارے دل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے سرشار ہیں۔دشمن نے ایک بار پھر ہماری غیرت کو للکارا ہے۔ایک جان ہو کر اٹھو اور دشمن کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ۔

جنگ میں فتح محض ساز وسامان اور تعداد کی کثرت سے نہیں بلکہ ایمانی قوت، اعلیٰ مقاصد اور نصرت خداوندی سے ہوتی ہے۔میرے عزیز ہم وطنو میرے بری، بحری اور فضائی افواج کے پیارے مجاہدو آزمائش کی ایسی گھڑی میں قومیں اپنے مقدر کا ستارہ بن کر چمکتی ہیں۔قومی اتحاد رکھئے۔اور اللہ کے وعدہ پر یقین رکھئے۔آگے بڑھو اور دشمن پر کاری ضرب لگاؤ۔اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ 84

بنگلہ دیش کا قیام

صدر پاکستان جنرل آغا محمد یحییٰ خان کے خطاب کے صرف ایک دن بعد ہی ۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو بھارت نے مشرقی پاکستان کو بطور بنگلہ دیش تسلیم کرلیا۔جس پر حکومت پاکستان نے بھارت کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کر دیئے۔اور سرکاری بیان جاری کیا کہ بھارت کو پاکستان سے اول دن سے ہی جو شدید نفرت ہے یہ اس کی انتہاء ہے کہ اس نے نام نہاد بنگلہ دیش کو تسلیم کر کے ایک آزاد اور خود مختار حکومت کی سالمیت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور اسے تباہ کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ بھارت نے بنگلہ دیش کی نام نہاد حکومت کو تسلیم کر کے پاکستان کو تباہ کرنے کی اپنی گھناؤنی پالیسی کا خود پردہ چاک کر دیا ہے۔اس نے ایسا کر کے اقوام متحدہ کے اصولوں اور بانڈونگ کانفرنس کے مقاصد کی صریحاً خلاف ورزی کی ہے۔ 85

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا بھارت کو انتباہ

پاک بھارت جنگ کے دوران جب یہ خدشہ پیدا ہوا کہ اب حالات تنگ ہوتے جا رہے ہیں اور قادیان کے درویشوں کو بھی تنگ کیا جائے گا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو اپنے خطبہ جمعہ میں بھارت کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا۔

> ”میں بھارت کو بھی ایک تنبیہ کرنا چاہتا ہوں دیکھو! آج کی فوج کے پاس چھوٹے سے چھوٹا ہتھیار رائفل ہے۔لیکن میرے اور میری جماعت کے پاس رائفل

بھی نہیں ہے۔ اس واسطے میں دنیوی طاقت کے گھمنڈ میں نہیں کہہ رہا نیز یہ کوئی سیاسی بیان بھی نہیں کیونکہ میں سیاست دان نہیں ہوں۔ اور نہ سیاست سے مجھے کچھ سروکار ہے۔ بلکہ ایک عاجز درویش اور خدا کے ایک ادنیٰ بندے کی حیثیت سے انہیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہارے ملک میں جو مسلمان بستے ہیں اگر تم نے ان کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا اور ان کے حقوق ادا نہ کئے اور ان پر ظلم کرنے کی کوشش کی تو بندوق اور سیاسی اقتدار نہ رکھتے ہوئے بھی یہ عاجز بندہ تمہیں یہ کہتا ہے کہ جس خدا پر ہم یقین رکھتے ہیں اور ایمان لائے ہیں اور جس کی صفات کے شاندار مظاہرے ہم نے دیکھے ہیں اسی خدا پر توکل رکھتے ہوئے اور یقین رکھتے ہوئے اور ان بشارتوں کو جو اس نے ہمیں دی ہیں سچا سمجھتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ اگر تم نے ظلم کیا اور ایذارسانی کی راہیں تم نے اختیار کیں تو تمہاری گردن کاٹ دی جائے گی اور تم کبھی کامیاب نہیں ہو گے۔ اس لئے تم اپنے اور اپنے بچوں اور بیویوں اور اپنی آنے والی نسلوں کی خاطر اپنی رعایا میں سے جو مسلمان ہیں اور بھارت میں جہاں بھی وہ آباد ہیں ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کرو اور ان کے حقوق ادا کرو ورنہ اس کا خمیازہ تمہیں بھگتنا پڑے گا اور یہ قہر الٰہی اس قہر الٰہی کے علاوہ ہو گا جس کے تم پاکستان پر سفاکانہ اور وحشیانہ حملہ کر کے مستحق ٹھہرے ہو۔'' 86

''دفاعی فنڈ'' کا قیام

صدر پاکستان آغا جنرل محمد یحییٰ خان نے ۹ دسمبر ۱۹۷۱ء کو قومی دفاعی فنڈ قائم کیا اور تمام پاکستانیوں سے یہ اپیل کی کہ وہ دل کھول کر اس میں حصہ لیں اور اسطرح اپنی بہادر اور جانباز فوج کے ہاتھ مضبوط کریں۔ 87

ناظر اعلیٰ کی طرف سے دفاعی فنڈ میں سرگرم حصہ لینے کی تحریک

چنانچہ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے پاکستانی احمدیوں کو صدر پاکستان کے ''دفاعی فنڈ'' میں سرگرمی سے حصہ لینے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔

''خدا کے فضل و کرم سے پاکستان کی جانباز اور مجاہد افواج بھارتی فوجوں پر ضرب کاری لگاتی

ہوئی ہر طرف آگے ہی آگے بڑھتی جارہی ہیں فالحمدللہ۔ خدا تعالیٰ کے ان افضال و برکات اور فتوحات وترقیات پر ہر پاکستانی اور خصوصاً ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ پہلے سے زیادہ اسلام کے اس مقدس قلعہ 'پاکستان' کی حفاظت کے لئے نہ صرف دعاؤں میں لگ جائے بلکہ ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے کے لئے میدان عمل میں آجائے۔ یہاں تک کہ اس معرکہ میں باطل اور استبدادیت کا سر ہمیشہ کیلئے مکمل طور پر کچل دیا جائے۔

اس سلسلہ میں تمام احمدی احباب کوفوری ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنی توفیق اور بساط کے مطابق صدر پاکستان جنرل آغا محمد یحییٰ خان کے حالیہ قائم کردہ قومی دفاعی فنڈ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ تحفظ پاکستان کے اس مالی جہاد میں یقین ہے کہ کوئی احمدی دوسرے محبانِ وطن سے ہرگز پیچھے نہیں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ افواج پاکستان کو ہر لحہ روح القدس کی غیبی اور مسلسل تائیدات سے نوازے اور برصغیر میں جلد از جلد فتح وظفر کے اسلامی پرچم پوری شان وشوکت سے لہرانے لگیں اور ہر شخص کے حقوق اسے مل جائیں۔

مرزا منصور احمد
(ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ)'' 88

صدر مملکت کی خدمت میں مکرم ناظر صاحب اعلیٰ کا مکتوب

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی زیر ہدایت محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے خود حضور انور اور جماعت احمدیہ پاکستان کی طرف سے صدر پاکستان جنرل آغا محمد یحییٰ خان صاحب کے قائم کردہ قومی دفاعی فنڈ میں ایک لاکھ پچیس ہزار روپے کی رقم بطور چندہ ارسال کی۔ اس ضمن میں محترم ناظر صاحب اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے صدر مملکت کی خدمت میں مذکورہ رقم کا چیک ارسال کرتے ہوئے جو خط تحریر کیا اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

''ربوہ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء

بخدمت گرامی محترم جنرل آغا محمد یحییٰ خان صاحب صدر مملکت پاکستان۔ اسلام آباد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی زیر ہدایت حضرت امام جماعت احمدیہ اور جماعت احمدیہ کی طرف سے قومی دفاعی فنڈ میں چندہ کے طور پر ایک لاکھ پچیس ہزار روپے کا چیک

(نمبر ۳۴۱۷۸۸ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء بنام نیشنل بینک آف پاکستان لائل پور) لف ہذا ہے۔مزید برآں عرض ہے کہ چندہ کی یہ حقیر رقم ان رقوم کے علاوہ ہے جو پاکستان بھر میں احمدی اور دوسرے ممالک کے احمدی قومی دفاعی فنڈ میں اپنے اپنے انفرادی چندوں کے طور پر جمع کرا رہے ہیں۔

والسلام

خاکسار

مرزا منصور احمد

ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان'' 89

سیکرٹری صدرِ مملکت عبدالقیوم صاحب کا جوابی تار

منجانب: عبدالقیوم ایس پی کے، ایس کیو اے، سی ایس پی

سیکرٹری ایوانِ صدر، راولپنڈی

۱۳ دسمبر ۱۹۷۱ء

ڈیئر مرزا منصور احمد

یہ خط آپ کے خط بنام صدر مملکت بتاریخ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کے حوالہ سے ہے جس کے ساتھ آپ نے ایک چیک بقدر -/۱۲۵۰۰۰ روپے، چیک نمبر 341788 H/2 بتاریخ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء بنام نیشنل بینک آف پاکستان بطور امداد برائے قومی دفاعی فنڈ لف کیا تھا۔ مجھے صدر مملکت کی طرف سے اس امداد پر اظہار شکریہ وقدردانی کا ارشاد ہوا ہے۔ وہ چیک شاملِ فنڈ کرنے کی غرض سے وزارت خزانہ کو بھیج دیا گیا ہے۔

آپ کے خط میں مذکور قومی دفاعی فنڈ کی وسعت سے متعلقہ آراء پر غور کیا جا رہا ہے اور مناسب اقدام جلد از جلد لیا جائے گا۔ آپ کا مخلص

دستخط (عبدالقیوم) 90

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی لجنہ اماء اللہ کو دفاعی فنڈ جمع کرنے کی تلقین

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے ممبرات لجنہ اماء اللہ کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا

’’تمام ممبرات لجنہ اماء اللہ کو اپنے وطن عزیز کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ موجودہ ہنگامی حالات میں دفاعی فنڈ جمع کریں۔ اپنی افواج کے لئے تحائف جمع کر کے بھجوائیں۔ دفاعی فنڈ اور تحائف سرکاری طور پر ہر شہر، قصبہ یا گاؤں میں گورنمنٹ کی طرف سے جو مقام مقرر ہو وہیں جمع کرائیں۔ ممبرات کو ابتدائی طبی امداد اور شہری دفاع کی تعلیم دینے کی تلقین کریں اور جہاں جہاں بھی ان امور کے سکھانے کا انتظام ہو اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اور ان سب باتوں کی رپورٹ بھی باقاعدگی سے دیتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک اور ہمارے فوجی بھائیوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین اللّٰھم آمین

مریم صدیقہ‘‘ 91

قومی دفاعی فنڈ میں کینیڈا اور ایران کے پاکستانی احمدی احباب کا عطیہ

صدرِ پاکستان کے قائم کردہ قومی دفاعی فنڈ میں جہاں پاکستان کی احمدی جماعتوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا وہاں بیرون از پاکستان کے احمدی احباب نے بھی ایثار اور قربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس مالی جہاد میں شرکت کی اس سلسلہ میں ایران کے احمدی دوستوں نے قومی دفاعی فنڈ میں ۵۰،۰۰۰ ریال دیئے۔ 92 اور کینیڈا کے پاکستانی احمدی احباب نے بھی ایک خطیر رقم جمع کر کے بھجوائی۔ 93

ملکی دفاع اور استحکام کے لئے اہل ربوہ کی عظیم الشان خدمات

الفضل (۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء) نے ملکی دفاع و استحکام کے لئے اہل ربوہ کی مثالی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا:۔

’’جب سے بھارت نے پاکستان کی سرزمین پر اپنے سفاکانہ حملے کا آغاز کیا ہے ربوہ کے جملہ محلہ جات میں خصوصی دعاؤں کے ساتھ ساتھ ملکی دفاع اور وطن عزیز کے استحکام کے لئے پورے جذبہ اور جوش کے ساتھ مختلف خدمات بجالائی جارہی ہیں۔ ربوہ میں مقیم نوجوانوں نے اور سابق فوجیوں نے بڑی کثرت کے ساتھ فوجی خدمات کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ چنانچہ وہ مختلف محاذوں پر دادِ شجاعت دے رہے ہیں۔

صدر پاکستان جنرل آغا محمد یحییٰ خان کی طرف سے جاری کردہ دفاعی فنڈ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے ایک لاکھ پچیس ہزار روپے کا چیک فوری طور پر ارسال کرنے کی خبر قارئین پہلے ملاحظہ فرما چکے

ہیں ۔اس کے علاوہ اب محلہ وار کمیٹیاں قائم کر دی گئی ہیں جو انفرادی طور پر زور وشور سے قومی دفاعی فنڈ جمع کرنے اور پاکستان کے جیالے فوجیوں کے لئے تحائف فراہم کرنے میں مصروف ہیں ۔اس کام میں لجنہ اماء اللہ کی ممبرات بھی حصہ لے رہی ہیں جو گھر گھر جا کر دفاعی فنڈ اور تحائف جمع کر رہی ہیں ۔

ملکی دفاع اور استحکام کی یہ جملہ خدمات نظارت امور عامہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی نگرانی میں سرانجام پاتی ہیں ۔ جو اِن دنوں چوبیس گھنٹے کھلا رہتا ہے ۔اسے لوکل انجمن احمدیہ، خدام الاحمدیہ، انصاراللہ، احمدی مستورات کی تنظیم لجنہ اماء اللہ اور تمام مقامی تعلیمی اداروں کا گہرا اشتراک اور تعاون حاصل ہے ۔

محترم چوہدری ظہور احمد باجوہ صاحب ناظر امور عامہ اور محترم چوہدری محمد صدیق صاحب ایم اے صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ نے ایک ملاقات کے دوران ہمیں بتایا کہ اس سلسلہ میں افسران ضلع جھنگ کی طرف سے جاری کردہ تمام ہدایات کی پوری پوری تعمیل کی جا رہی ہے ۔مختلف دفاعی خدمات کے لئے مطلوبہ تعداد میں فوراً رضا کار مہیا کئے جاتے ہیں جو رات دن ربوہ اور اس کے گردونواح میں میلوں کے علاقہ میں ڈیوٹی پر متعین ہیں ۔ سرکاری تنصیبات مثلاً ٹیلیفون ایکسچینج، پوسٹ آفس، ریلوے سٹیشن، ریلوے ٹریک، سوئی گیس اور سڑک کے پلوں کی حفاظت کے لئے خاص طور پر چوبیس گھنٹے پہرے کا انتظام ہے ۔نوجوانوں کو مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام اور مستورات کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے انتظام کے تحت شہری دفاع اور فرسٹ ایڈ کی تربیت دی جا رہی ہے ۔ ہوائی حملوں سے بچنے کے لئے ٹاؤن کمیٹی ربوہ نے ابتدائی طبی امداد اور آگ بجھانے کا سامان فراہم کرنے کے علاوہ سائرن کا بھی انتظام کر رکھا ہے ۔ ہوائی حملوں سے بچنے کی تدابیر پمفلٹوں کی صورت میں شائع کر کے گھر گھر تقسیم کر دی گئی ہیں ۔ جگہ جگہ حفاظتی خندقوں کا انتظام ہے ۔ رات کو بلیک آؤٹ کی پابندی کی کڑی نگرانی کی جا رہی ہے ۔

مکرم صدر صاحب عمومی نے بتایا کہ ہر محلہ میں ایک ایک دفاعی سینٹر قائم کر دیا گیا ہے جہاں پر آگ بجھانے کا سامان موجود ہے اور ڈسٹرکٹ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کی زیر ہدایت دس ابتدائی طبّی مراکز مختلف مقامات پر قائم ہیں ۔ ہر مرکز میں طبّی امداد کا سامان اور ایک ڈاکٹر یا کمپونڈر موجود ہے ۔ ربوہ کے جملہ محلہ جات میں پہرے کا انتظام بھی موجود ہے جو ۲۴ گھنٹے رہتا ہے ۔

ان تمام دنیوی تدابیر کے ساتھ ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی تحریک اور ارشاد کے مطابق

اہل ربوہ اجتماعی اور انفرادی رنگ میں شب و روز خصوصی دعاؤں میں بھی مصروف ہیں چنانچہ محلہ جات کی مساجد میں پاکستان کی حفاظت و سالمیت کے لئے دردمندانہ اجتماعی دعائیں کی جارہی ہیں۔

بہت سے احباب التزام کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتے ہیں اور قبولیت دعا کے اس خصوصی وقت سے فائدہ اٹھا کر پاکستان کی کامیابی کے لئے دعاؤں میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمائے۔ دشمن کے ناپاک ارادوں کو خائب و خاسر کرے اور پاکستان کے لئے اپنی غیر معمولی تائید و نصرت کے نشان ظاہر فرمائے۔ آمین‘‘[94]

سقوط ڈھاکہ

مشرقی پاکستان میں حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے اور ہندوستان کے حملے نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی۔ فوج کمک پہنچانے کے تمام راستے بھی مسدود ہو چکے تھے۔ ان حالات میں ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو لیفٹیننٹ جنرل مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر زون بی اور کمانڈر ایسٹرن کمانڈ (پاکستان) امیر محمد عبداللہ خان نیازی نے ایک دستاویز پر دستخط کر کے لیفٹیننٹ جنرل جگجیت سنگھ اروڑا کے زیر فرمان ہتھیار ڈال دیے جس کے باعث ۹۳۰۰۰ پاکستانی قیدی بنالئے گئے جن میں بچے، عورتیں، عام شہری اور فوجی شامل تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی ملک وقوم کو نصائح

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۷ دسمبر ۱۹۷۱ء کو مشرقی پاکستان کی جنگ کا تذکرہ کرتے ہوئے ملک وقوم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’جنگ کے دوران بعض محاذوں پر پیچھے بھی ہٹنا پڑتا ہے لوگ گھر بھی جاتے ہیں۔ علیحدہ بھی ہو جاتے ہیں اور فوجیں پوری طرح احاطے اور نرغے میں بھی آجاتی ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اڑھائی تین سال تک محصور بھی رہے اور بعض دفعہ وقتی طور پر بالکل اکیلے بھی رہ گئے...... اور اکیلے سے یہی مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چند ساتھی رہ گئے تھے اور پھر وہ وقت بھی گذر گیا۔ بعض جگہ غیر کی نظر میں بظاہر بڑا نقصان اٹھایا اور دشمن کی نظر میں ایک قسم کی وقتی طور پر پسپائی ہی سمجھی گئی مگر اس وقت ہمارا محاذ زمانہ پر پھیلا ہوا تھا اور اس وقت ہمارا پاکستان کا محاذ

مکان پر پھیلا ہوا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی دشمنی شروع ہوگئی تھی اور دشمنی بھی معمولی نہیں بلکہ بڑی سخت مخالفت اور دشمنی شروع ہوگئی تھی۔ شروع میں تو سمجھا یہ گیا تھا کہ جنگ کی ضرورت نہیں، ہم جنگ سے ورے ورے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نا کام اور اسلام کو نیست و نابود کر دیں گے۔ لیکن جب جنگ سے ورے ورے یہ نا کامی اسلام کو نہ ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمانی مہم میں کمزوری پیدا ہونے کی بجائے طاقت پیدا ہونی شروع ہوگئی تو پھر ایک وقت آیا کہ دشمنوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ انہیں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنی چاہیے کیونکہ اس کے بغیر تو یہ مٹتے نہیں۔ چنانچہ پھر جنگوں کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔ مٹھی بھر مسلمان تھے۔ ہم اگر تخیّل کی نگاہ سے دیکھیں تو ہمیں ایک وہ زمانی محاذ نظر آتا ہے جو پہلی جنگ سے لے کر فتح مکہ کے زمانہ تک پھیلا ہوا ہے اور پھر خلافت راشدہ میں دوسرے محاذ ہیں۔ زمانے کے لحاظ سے ''ایک محاذ'' میں اس لئے کہتا ہوں کہ ایک ہی چھوٹی سی فوج تھی مگر وہ فدائی تھی، وہ مجاہد تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی جانوں کو قربان کرنے کے لئے ہر لحظہ تیار رہتے تھے۔ تاہم ان کا ایک مختصر سا گروہ تھا، وہی لڑتا رہا، کچھ بعد میں آنے والے اس کے ساتھ ملے، لیکن وہی بنیادی گروہ تھا جنہوں نے پہلی جنگ میں بھی حصہ لیا پھر دوسری میں بھی حصہ لیا اور پھر تیسری میں بھی حصہ لیا۔ بعد میں بھی ہمیں زمانے پر پھیلا ہوا یہی محاذ نظر آتا ہے۔ مثلاً حضرت خالدؓ بن ولید نے کسریٰ کے خلاف ایران میں جو آٹھ دس جنگیں لڑی ہیں ان کے ساتھ کم و بیش اٹھارہ ہزار مسلمان سپاہی تھے۔ ان میں سے بھی کچھ زخمی ہو گئے اور کچھ شہید ہو گئے۔ غرض یہ ایک چھوٹی سی فوج تھی، ایک چھوٹا سا گروہ تھا۔ جو آج لڑا وہی تین دن کے بعد لڑا اور پھر پانچ دن کے بعد بھی وہی لڑا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ان کو دشمن کی نئی فوج کے ساتھ جنگ لڑنی پڑی تھی۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی ایک دو دفعہ بتایا ہے ہر دفعہ ایرانیوں کی فوج جو مسلمانوں کے مقابلے پر آئی اس کی تعداد چالیس ہزار پھر ساٹھ ستر ہزار اور بعض دفعہ اسّی ہزار اور بعض دفعہ ساٹھ ہزار سے کچھ کم ہوتی تھی۔

اب یہ بھی ایک فوج کا زمانے پر پھیلا ہوا محاذ ہے ہمارا مکان کے لحاظ سے پھیلا ہوا محاذ ہے۔ ہمارا محاذ کراچی سے لے کر کارگل سے ہوتا ہوا دیناجپور سے سارے مشرقی پاکستان پر پھیلا ہوا ہے۔ ہر محاذ پر ہماری مختلف ٹولیاں موجود ہیں پہلے ایک ہی ٹولی تھی جو زمانے میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ اب ایک فوج کی مختلف ٹولیاں ہیں یا گروہ ہیں یا ڈویژن ہیں یعنی فوج تقسیم ہو کر اس کی مختلف ٹولیاں ہمیں مختلف محاذوں پر نظر آتی ہیں۔ جس طرح زمانے پر پھیلے ہوئے محاذ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض دفعہ دکھ اٹھانا پڑتا تھا اور پریشانی اٹھانی پڑتی تھی آج ہمیں بعض محاذوں پر مکانی لحاظ سے وہ دکھ اور پریشانی اٹھانی پڑی ہے۔

پس یہ خطرہ تو جنگ کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ جنگ کبھی ایک شکل اختیار کرتی ہے کبھی دوسری شکل اختیار کرتی ہے لیکن یہ جو جھڑپیں ہیں ان سے قسمتوں کا فیصلہ نہیں ہوا کرتا۔ جو جنگ ہے اس کے جیتنے یا ہارنے سے قسمت کا فیصلہ ہوا کرتا ہے اور جنگ جیتنے کے لئے بنگال یعنی مشرقی پاکستان میں جو کچھ ہوا ہے اس کے باوجود جس انتہائی جدوجہد کی ضرورت ہے اس میں ایک ذرہ بھر کمی نہیں آنی چاہیے اور نہ دلوں میں اداسی اور مایوسی پیدا ہونی چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھی زیادہ بڑھنا چاہیے۔......

غرض جنگ میں تو اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن ایسے حالات میں بھی جو ہمارا ردّعمل ہے خدا تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے کا اور اپنی جگہ پر اس یقین پر قائم رہنے کا کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کو پورا کرنے والا ہے اور یہ عزم کہ ہم اپنا سب کچھ اسلام کی شوکت اور اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے قربان کر دیں گے۔ وہ تو اپنی جگہ پر ہے۔ ویسے ہمارے دل اس لئے دُکھیا نہیں کہ ایک محاذ کے اوپر ہمیں کچھ پریشانی اٹھانی پڑی ہے ہمارے دل اس لئے دکھیا ہیں اور اس وقت بڑا ہی دکھ محسوس کر رہے ہیں کہ مشرقی پاکستان میں رہنے والے قریباً ۶ کروڑ مسلمانوں کو مصیبت پڑ گئی ہے اس لئے ہمارا دل دُکھتا ہے اور اگر ہمارا دل واقعہ میں دکھتا ہے تو ہمیں ان کی خاطر اور بھی زیادہ قربانی دینی چاہیے۔

آپ اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتے کہ وہ کس خطرناک مصیبت میں مبتلا ہو گئے

ہیں۔آج صبح بی بی سی کی ایک چھوٹی سی خبر یہ ہے کہ مشرقی پاکستان میں دشمنوں نے قتلِ عام شروع کر دیا ہے وہ غلط فہمیوں میں مبتلا بنگالی مسلمان جو یہ سمجھتا تھا کہ اسے آزاد نہ حکومت کرنے کے لئے موقع دیا جائے وہ ہندو کی تلوار کے نیچے آ گیا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں تو ہم نے چند لاکھ کی قربانی دی تھی اب کہیں چند ملین (Million) کی یعنی ستر اسّی لاکھ یا ایک کروڑ کی قربانی نہ دینی پڑے۔

پس وہاں اس قسم کے حالات ہیں۔اس لئے ہمارا دل دکھ محسوس کر رہا ہے اور ہمارا ذہن پریشان ہے اور اس پریشانی کو دور کرنا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی طاقت نہیں ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے سوا اس کے فضلوں کو جذب کرنے کا کوئی راستہ نہیں۔پس ہم خدا تعالیٰ کی نازل ہونے والی ہر خیر کو پسند کرتے اور مانگتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے ہمیں کہا ہے کہ **کُلُّ بَرَکَۃٍ مِنْ محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم** [95]۔اس لئے ان دنوں میں دوست خصوصی طور پر بہت زیادہ درود بھیجیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔پہلے تو میں نے سینکڑوں میں کہا تھا کہ **سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ اللّٰھُمَّ صلِّ علٰی محمدٍ وَّ اٰلِ محمدٍ** پڑھا کریں۔اب عدد کی حدود سے پھلانگ کر آگے نکل جائیں اور ہر وقت یہ تسبیح وتحمید اور درود پڑھیں تا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت کے نتیجہ میں ہمیں وہ مل جائے جس کے لینے کے ہم خواہش مند ہیں''۔ [96]

مغربی محاذ پر فائر بندی کا حکم

۱۷دسمبر ۱۹۷۱ء کو صدر پاکستان نے مغربی محاذ پر فائر بندی کا حکم دے دیا اور ایک بیان جاری کیا کہ آج رات ساڑھے سات بجے مغربی محاذ پر پاکستان کی طرف سے فائر بندی ہو گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا جنگ پر حقیقت افروز تبصرہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۸ فروری ۱۹۷۲ء کو خطبہ جمعہ میں ہندوستان سے لڑی جانے والی ۱۹۷۱ء کی جنگ پر نہایت حقیقت افروز تبصرہ کیا اور غزوہ بدر، جنگ یرموک اور مسلم سپین کے معرکہ یوسف بن تاشفین کے واقعات پر مفصّل روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ:۔

’’اگر ہم اسلامی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو یہ بات بڑی واضح ہو جاتی ہے کہ میں نے تمثیلی رنگ میں جس عصر کے وقت کا ذکر کیا ہے، اسی وقت بالعموم اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوتی رہی ہے۔ چنانچہ مکی زندگی کے بعد بدر کی جنگ تمثیلی رنگ میں عصر کے وقت لڑی گئی ہے کیونکہ اس سے پہلے مکی زندگی میں مسلمانوں کو ہر قسم کے دکھ پہنچائے گئے۔ یہاں تک کہ اڑھائی سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو شعب ابی طالب میں بند رکھا گیا اور آپ کا مکمل بائیکاٹ کیا گیا حتّٰی کہ کفار مکہ کھانے پینے کی چیزوں تک کو اندر نہیں جانے دیتے تھے۔ گو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو زندہ رکھنے کے سامان تو پیدا کر رہا تھا مگر آزمائش تھی امتحان تھا (جو خدا ان کو زندہ رکھنے کے لئے کھانے کا انتظام کر سکتا تھا وہ ان کو صحت مند اور طاقتور رکھنے کا انتظام بھی کر سکتا تھا لیکن چونکہ مسلمانوں کی آزمائش تھی) اس لئے ان کی تکلیف کی یہ حالت تھی کہ ایک بزرگ صحابیؓ کہتے ہیں ایک دفعہ رات کے وقت میرا پاؤں ایک ایسی چیز کے اوپر پڑا جسے میرے پاؤں نے نرم محسوس کیا چنانچہ میں نے اسے اٹھایا اور کھا لیا لیکن مجھے آج تک پتہ نہیں لگا کہ وہ تھی کیا چیز۔ غرض اس تکلیف دہ حالت تک وہ پہنچے ہوئے تھے گو اڑھائی سال تک انسان بھوکا نہیں رہ سکتا۔ ظاہر ہے محض زندہ رہنے کے لئے ان کو جتنی غذا کی ضرورت تھی وہ ان کو مل گئی۔ لیکن بھوک کی آزمائش بڑی سخت تھی علاوہ دوسری آزمائشوں کے جن کی تفصیل میں میں اس وقت نہیں جا سکتا۔

پھر جب ہجرت کی اجازت ملی تو انہی کفار نے مسلمانوں کا پیچھا کیا اور کہا کہ یہ باہر نکل کر کیسے جا سکتے ہیں ہم ان کو مٹا دیں گے۔ چنانچہ یہ وہ وقت تھا جب دکھ اور تکلیف، کرب اور ایذاء، آزمائش اور امتحان اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ پھر دنیا نے بدر کے میدان میں یہ نظارہ دیکھا کہ تین سو اور کچھ مسلمانوں کے مقابلے میں جو اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے وہاں آئے تھے وہ اپنے قریباً سب بڑے بڑے سرداروں کے سر چھوڑ کر واپس بھاگے۔ غرض ’’اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ‘‘ کا ایک عجیب نظارہ تھا جو دنیا نے بدر کے میدان میں دیکھا اور پھر یہی

نظارہ ہم بعد کی لڑائیوں میں بھی دیکھتے ہیں...... کیسے ہی حالات احزاب کے موقع پر پیدا ہو گئے قریباً سارا عرب اکٹھا ہو کر ان غریبوں اور مفلسوں اور نہتوں کو قتل کرنے کے لئے وہاں جمع ہو گیا اور انہوں نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ بھوک کے مارے وہ پیٹ پر پتھر باندھ کر چلتے تھے۔ دوسری طرف مسلمان عورتوں کی یہ حالت تھی کہ جس جگہ وہ اکٹھی کی گئیں وہاں ان کی عزت اور عصمت کی حفاظت کے لئے بھی مسلمان سپاہی میسر نہیں تھا کیونکہ دوسری جگہ اس کی زیادہ ضرورت تھی۔ مسلمان عورت سے فرمایا کہ اگر آج تیری عزت کی آزمائش ہے اور خدا یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ایک مسلمان عورت میرے راستے میں اپنی عزتوں کو قربان کرنے کے لئے تیار ہے یا نہیں تو وہ اس امتحان میں پورا اترنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ وہ تیار ہو گئیں۔

پھر جس وقت یہ سارا جم غفیر اور یہ سارا مجمع جو اسلام کو مٹانے کے لئے جمع ہوا تھا اور ان کفار کی امید اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی کہ بس اب وہ غالب آئے اور مسلمان مغلوب ہوئے ادھر مسلمانوں کے حالات کرب عظیم کو پہنچ گئے اور وہ سمجھنے لگے کہ اگر اس وقت خدا تعالیٰ کی مدد نہ آئی تو وہ مارے جائیں گے، اس وقت خدا کی مدد آئی اور فرشتے اس مدد کو آسمان سے لے کر آئے......

یرموک کی جنگ کو لیں یہ پانچ دن تک جنگ ہوئی ہے اور خدا کی شان یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید کو طفیلِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتا دیا گیا تھا کہ چار دن تک آزمائشوں کا دور ہو گا یعنی ان کے ذہن میں پہلے سے یہ تصور موجود تھا کہ چار دن دشمن کے اور پانچواں دن ہمارا ہو گا۔ یعنی تین پہر دشمنوں کے ہوں گے اور چوتھا پہر ہمارا ہو گا چنانچہ دشمن اپنے وزن، اپنی تعداد اور اپنے ہتھیاروں کے زور کے ساتھ مسلمانوں کو دھکیلتے ہوئے ان کے خیموں تک لے جاتا تھا مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر ایثار پیشہ فدائی مسلمان عورتیں خیموں کے ڈنڈے لے کر مسلمانوں کے سر پر مارتی تھیں کہ واپس جاؤ یہاں کیا لینے آئے ہو۔ چنانچہ اگلے دن اور پھر اس سے اگلے دو دن بھی یہی حال ہوا اس معرکہ میں کئی مسلمان شہید ہو گئے جن میں عکرمہؓ اور اس کے ساتھی بھی شامل تھے مگر کسی مسلمان نے پیٹھ نہیں

دکھائی حتّٰی کہ عکرمہ جیسے شخص نے پیٹھ نہیں دکھائی جو فتح مکہ تک اسلام کا دشمن رہا تھا۔ کیونکہ عکرمہؓ اور اس جیسے دوسرے مسلمانوں کے دل بدل گئے، حالات مختلف ہو گئے، اندھیروں کی جگہ نور نے لے لی۔ وہ جو اسلام کے دشمن تھے ان کے دل میں محبت پیدا ہو چکی تھی۔ عکرمہؓ اور اس کے ساتھی اس خیال سے جلتے تھے کہ انہوں نے اپنے چہروں پر اسلام دشمنی کے داغ لگا رکھے ہیں۔ ان داغوں کو دھونے کے لئے خدا جانے ہمیں کوئی موقع ملتا ہے یا نہیں۔

پس یہ لوگ بھی جو بعد میں آنے والے تھے دشمن کے مقابلے میں بھاگے نہیں کسی نے بزدلی نہیں دکھائی وہ خدا تعالیٰ سے ناامید نہیں ہوئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر بدظنی نہیں کی بلکہ کئی ایک نے اپنی جان دے کر مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَهٗ خدا تعالیٰ سے اپنا عہد پورا کر دیا اور اس طرح انہوں نے اپنے لئے جنتوں کے سامان پیدا کئے اور پیچھے رہنے والوں کے لئے فتح کے سامان پیدا کر دیئے۔

غرض اس جنگ میں جب مسلمانوں کا کرب اپنی انتہا کو پہنچ گیا اور تمثیلی زبان میں وہ آخری وقت یعنی عصر کا وقت آ گیا تو کہنے والے کہتے ہیں کہ اس وقت یرموک کے میدان میں رومی اپنے پیچھے شاید ڈیڑھ لاکھ لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ حالانکہ پہلے چار دنوں میں رومی یہ سمجھتے تھے کہ مسلمان تو مٹھی بھر ہیں یہ بچ کر کیسے جائیں گے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہم اڑھائی لاکھ ہیں اور مسلمان صرف چالیس ہزار۔ اس لئے وہ مسلمانوں کو مٹا دیں گے۔ غرض اس نیت کے ساتھ رومی آئے تھے کہ اس میدان میں سارے مسلمانوں کو قتل کر دیں گے اور اس فتنے کو (جو اُن کے نزدیک فتنہ تھا) ہمیشہ کے لئے مٹا دیں گے مگر جسے وہ فتنہ سمجھتے تھے اور جس کے مٹانے کے درپے تھے اس نے ان کے خون کو کھاد بنا کر انہی کے علاقوں میں اسلام کے درختوں کو بویا جنہوں نے بڑے اچھے پھل دیئے......

یوسف بن تاشفین کا واقعہ ہے جو سپین میں رونما ہوا وہ افریقہ کے رہنے والے تھے میں نے تمثیلی رنگ میں عصر کے وقت کا ذکر کیا ہے مگر ان کے اس واقعہ میں عملاً عصر کا وقت ہی تھا جب انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوئی۔

یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ جب سپین کے حالات خراب ہو گئے تو مسلمانوں نے یوسف بن تاشفین سے درخواست کی کہ ہماری مدد کریں۔ چنانچہ وہ قریباً بارہ ہزار گھوڑ سوار فوج لے کر وہاں پہنچ گئے۔ عیسائی بادشاہ ساٹھ ستر ہزار کی فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ بڑی زبردست جنگ ہوئی جس میں بظاہر دشمن کا پلّہ بھاری تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس موقع پر یوسف بن تاشفین نے یہ سمجھا کہ آج مجھے اپنی عمر میں شاید پہلی شکست نہ ہو جائے کیونکہ دشمن کا دباؤ بڑا شدید تھا۔ عیسائی مسلمانوں کو مار رہے تھے انہیں قتل کر رہے تھے اور پیچھے ہٹا رہے تھے مگر اس سارے دباؤ اور ان تیزیوں کے باوجود جو دشمن مسلمانوں کے خلاف دکھا رہا تھا اس پر انہوں نے پیٹھ نہیں دکھائی۔ عیسائی سمجھتے تھے کہ آج وہ غالب آ گئے اور سپین سے مسلمان کو گویا مٹا دیا۔ یوسف بن تاشفین کا یہ واقعہ مسلمان کی سپین میں ہلاکت سے کئی صدی پہلے کا ہے گو اس وقت بھی یہی حالات پیدا ہو گئے تھے جو بعد کی صدی میں زیادہ بگڑ گئے اور مسلمانوں کو ان کی غفلتوں اور کوتاہیوں اور گناہوں کے نتیجہ میں ایک عذاب کا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا سامنا کرنا پڑا۔

بہرحال یوسف بن تاشفین سمجھتے تھے کہ عمر میں پہلی شکست ہو رہی ہے اور ادھر عیسائی بادشاہ یہ سمجھتا تھا کہ آج (بزعم خویش) عیسائیت اور اسلام کا فیصلہ ہو گیا ہے ہم نے مسلمانوں کو مٹا دیا ہے۔ یہ باہر سے مدد دینے آئے تھے اپنے مسلمان بھائیوں کو ہم نے ان کو بھی شکست دے دی ہے۔

چنانچہ عصر تک یہی حال رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فرشتے ایک نئی شان میں آئے کیونکہ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمٰن:۳۰)۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ہر جلوہ نئی شان رکھتا ہے چنانچہ عصر کے وقت عیسائی فوج بھاگ نکلی۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ سارا دن مسلمانوں کو مارتے اور دباتے رہے تھے لیکن مسلمانوں کی تکلیف جب اپنی انتہا کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ جو سچے وعدوں والا اور کامل قدرتوں والا ہے وہ مسلمانوں کی مدد کو آیا۔ اس نے ان کا امتحان لے لیا تھا اس لئے فرمایا تم کامیاب ہو گئے۔ اب لو میرا انعام۔ چنانچہ رومی (عیسائی) بھاگے اور یوسف بن تاشفین اور اس

کے آدمی (باوجود اس کے کہ کچھ تو شہید ہو گئے تھے اور کچھ ویسے بھی تعداد میں کم تھے مگر چونکہ وہ ایمان پر قائم تھے اس لئے) ساری رات دشمن کو مارتے مارتے ان کا پیچھا کیا اور قریباً پچاس میل کے فاصلہ پر ایک دریا تھا ان کا خیال تھا کہ ہم وہاں تک ان کا پیچھا کریں گے چنانچہ دشمن کا ساٹھ ستر ہزار فوج میں سے کل پانچ سو عیسائی دریا پار کر سکے۔ شاید کچھ دائیں بائیں سے بھی نکلے ہوں گے لیکن ان کی اکثریت ماری گئی۔ چنانچہ وہ دشمن جو عصر کے وقت تک اپنے خیال میں غالب تھا وہ مغلوب ہی نہیں ہوا بلکہ ہلاک ہو گیا۔ اس لئے کہ صبح سے لے کر عصر تک جو ظلم انہوں نے مسلمانوں پر کیا تھا وہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا......

جو جنگ اس وقت ہندوستان کے خلاف لڑی گئی ہے میرا اندازہ ہے کہ صبح سات بجے ہمارے فوجیوں سے ظالم حکومت نے جنگ بند کرا دی۔ ہمارا سپاہی بڑی بے جگری سے لڑا ہے اس نے اپنے خون سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس پر بزدلی یا نااہلی کا دھبہ نہیں آتا اس لئے میں ان کی بات نہیں کر رہا۔ لیکن جن کا بھی قصور تھا اور جہاں بھی وہ فتنہ تھا اس کی وجہ سے ہتھیار ڈالے گئے تو عصر کا وقت نہیں تھا ظہر کا وقت بھی نہیں تھا۔ بارہ بھی نہیں بجے تھے۔ دس بجے کا بھی وقت نہیں تھا صبح سات بجے ہتھیار ڈال دیئے اور پھر یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کیوں نہیں آئی؟ قرآن کریم کی واضح تعلیم کے خلاف ہے''۔97

امتیازی خدمات سرانجام دینے والے پاکستانی افواج کے بعض احمدی افسران

چوہدری محمد اکرم صاحب

شہادت: ۲۶ نومبر ۱۹۷۱ء

آپ مکرم چوہدری عبدالعزیز صاحب صدر جماعت احمدیہ چک 245-E.B ضلع ساہیوال کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے دفاع وطن میں دلیرانہ خدمات سرانجام دیتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۲۶ سال تھی۔ اسی سال ۲۱ فروری ۱۹۷۱ء کو آپ کی شادی ہوئی تھی۔ آپ بہت دیندار اور خوش اخلاق نوجوان تھے۔98

کیپٹن مجیب فقر اللہ صاحب شہید ستارہ جرأت

تاریخ شہادت: ۴ دسمبر ۱۹۷۱ء

مجیب فقر اللہ صاحب ۱۸ نومبر ۱۹۴۶ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد پاک فوج میں کمیشن حاصل کیا۔ بچپن سے ہی قومی خدمت کا جذبہ دل میں موجزن تھا۔ ۱۹ مئی ۱۹۶۵ء کو کاکول میں ٹریننگ کے لئے داخل ہوئے اور ۱۹ نومبر ۱۹۶۵ء کو ٹریننگ مکمل کر کے کھاریاں چھاؤنی میں تعینات ہوئے۔ والد کی وفات کے بعد والدہ اور بھائی بہنوں کو والد کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔

آپ کی والدہ صاحبہ محترمہ ممتاز فقر اللہ صاحبہ لاہور رقمطراز ہیں:۔

''۲۰ مئی ۱۹۷۱ء کو اس کا نکاح کیا اس نے کہا کہ امی ملک کے حالات بہت خراب ہو رہے ہیں آپ ابھی نکاح نہ کریں۔ میں نے کہا بیٹے میری خواہش ہے تیری خوشی دیکھوں۔ کوئی بات نہیں۔ غازی بن کے آؤ گے تو شادی کریں گے۔ ہنس کر جواب دیا۔ امی شہید کو چھوڑ دیا ہے اگر میں شہید ہو گیا تو پھر؟ میں نے کہا یہ سب خدا کو معلوم ہے اس طرح تو دنیا میں کوئی کام نہ ہوں۔ واقعی ملک کے حالات دن بدن خراب سے خراب تر ہوتے گئے۔ پھر ایک دن میرا چاند بھی پورا لیس ہو کر اپنے مورچہ میں چلا گیا۔ میں نے لکھا کہ بیٹے ملک پر سخت وقت آن پڑا ہے۔ دودھ کی لاج رکھنا۔ آپ کے بعد مجیب تو پیدا ہوتے رہیں گے آج اس گھر میں کل اُس گھر میں مگر میرے لال ملک ایک دفعہ جا کر پھر واپس نہیں آتے۔ میری دعا ہے میرے تمام مجیب اور تمام چراغ (داماد) جس جس محاذ پر ہیں سب کے سب غازی اور فاتح ہو کر آئیں۔ مکار دشمن پر ضرب کاری لگے کہ دوبارہ اٹھ نہ سکے۔ خط ملتے ہی فون پر کہا امی جان ایسا ہی ہوگا۔ یہ بزدل دشمن بھی کیا یاد رکھے گا کہ مجیب خاں آیا ہے۔ امی دعا کریں شہادت نصیب ہو۔ خدا تعالیٰ قید سے نجات دے۔ سو میرے مہربان خدا نے میرے بیٹے کی یہ خواہش بھی پوری کر دی۔ دشمن کو کاری ضرب لگائی کہ اس نے اقرار کیا کہ اس نے ہمارا بہت نقصان کیا ہے۔ دشمن کی تین توپیں اپنے ہاتھ سے ٹھنڈی کیں۔ خود اپنے آپ کو پیش کیا اور یہ پوسٹ بھی خود پسند کی کہ میں اسے فتح کروں گا۔......

۱۹ نومبر ۱۹۷۱ء کو (اپنی ڈائری میں) لکھا ہے کہ آج کے دن میں نے قسم لی تھی اور مجھے کمیشن ملا تھا یہ قسم مجھے اُسی طرح یاد ہے جیسے میں ابھی لے رہا ہوں انشاء اللہ جس وقت میرے ملک اور مذہب کو

میری ضرورت پڑی میں ہر قربانی کیلئے تیار رہوں گا۔ خواہ مجھے جان دینی پڑے۔ سو پورے پندرہ دن بعد یہ تمام وعدے پورے کر کے ہمیشہ کیلئے زندہ ہو گیا۔...... جرنیل ٹکا خاں نے ستارۂ جرأت ملنے پر مبارک میں لکھا:۔

’’میں اس کی ماں کو سلام کرتا ہوں جس نے یہ بیٹا جنا۔ پوری قوم کو اس ماں پر فخر ہے جب تک پاک آرمی ہے اس وقت تک مجیب زندہ ہے‘‘۔

۶ جون ۱۹۷۲ء پورے چھ ماہ بعد انڈیا نے میرے شہید کی باڈی دی تھی۔ کرنل سکھ تھا۔ اس نے بہت تعریف کی کہ یہ اپنی قوم کا سرمایہ تھا۔ بہت بہادر اور نڈر افسر تھا۔ بیشک اس نے ہمارا بہت نقصان کیا ہے مگر اپنے ملک کیلئے اس نے بہت کچھ کیا اس کی جیب میں اس کی ماں کا ایک خط رکھا تھا وہ ہم نے اپنے جی۔ ایچ۔ کیو میں جمع کروا دیا۔ جب ہم بہادروں کی کہانی دیتے ہیں ان کی ماں بہن کے خط بھی ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے بہادر خواہ دشمن کے ہوں یا اپنے۔ ہم حالات ضرور لکھیں گے۔ جس قوم کی ایسی مائیں ہوں ان کے بیٹے کبھی شکست نہیں کھاتے میرا اس کی ماں کو سلام دینا۔ ساتھ قرآن شریف دیا جو انہوں نے ساتھ بکس میں بند کر دیا۔...... مجیب کا باپ بڑا مرد مومن تھا۔ احمدیت کا شیدائی تھا۔ الفضل اس کی جان تھا۔ مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے اس کو عشق تھا۔ وہ نڈر احمدی تھا۔ سپریم کورٹ میں ہر ایک کو تبلیغ کرتا۔ اس کی وفات پر ایک عیسائی جج کارنیلیس (سابق چیف جسٹس آف سپریم کورٹ آف پاکستان۔ ناقل) نے لکھا ’’میں نے اپنی زندگی میں ایسا پکا مسلمان نہیں دیکھا‘‘۔ 99

اسی طرح شہید کے ماموں محترم میجر (ر) محمود احمد صاحب افسر حفاظت لندن اس معرکہ آرائی اور شہادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

’’وہ ایک نہایت نڈر، جوشیلا اور خوبصورت دل اور خوش مزاج افسر تھا۔ وہ ایک ہر دلعزیز یونٹ افسر تھا۔ ہر کام محنت اور خوش اسلوبی سے کرتا تھا۔

۱۹۷۱ء کے سال اس کی پوسٹنگ بلوچستان ملیشیا میں Ist Masud Bn میں ہوئی جو کہ اس وقت چمن بارڈر کے اوپر لگی ہوئی تھی۔ دسمبر ۱۹۷۱ء میں اس کی بٹالین کو چھمب جوڑیاں سیکٹر میں جنگ میں حصہ لینے کیلئے بھیج دیا گیا۔ اس کی بٹالین کو مندر پوسٹ اور ایک اور دوسری پوسٹ قبضہ کرنے کا حکم ملا۔ چونکہ مندر پوسٹ ایک انتہائی مضبوط مورچہ تھا اور تقریباً ۸۰ ڈگری اونچائی پر واقع تھا اس کا دفاع انتہائی مضبوط تھا اور پہاڑی پر واقع ہونے کی وجہ سے اس کو کسی طرف سے بھی پہنچنا بے حد مشکل تھا۔

اِس کے کرنل نے مندر پوسٹ دوسرے افسر کو الاٹ کر دی کہ وہ حملہ کرے گا مگر کیپٹن مجیب شہید نے کہا کہ سر اس پر حملہ میں کروں گا۔ کرنل نے وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ سر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں کوئی پاکستانی فوجی اس پوسٹ کو فتح نہیں کر سکا مگر میں مجیب خان اس دفعہ اس پوسٹ کو Capture کروں گا۔ چنانچہ مجیب شہید کے اصرار پر کرنل صاحب نے اپنا فیصلہ بدل دیا اور مندر پوسٹ پر حملے کی ذمہ داری کیپٹن مجیب شہید نے حاصل کر لی۔

چنانچہ رات کے پچھلے پہر مجیب شہید نے مندر پوسٹ کی طرف چڑھائی شروع کر دی۔ اوپر سے شدید فائرنگ ہوئی تو ان کو پتھروں کے پیچھے پناہ لینی پڑی۔ اس وقت سب سے آگے کیپٹن مجیب شہید تھا اور اس کے پیچھے اس کا صوبیدار تھا۔ مجیب شہید نے پوچھا کہ باقی جوان کہاں ہیں تو صوبیدار صاحب نے جواب دیا کہ شدید فائرنگ کی وجہ سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ کیپٹن مجیب شہید نے نعرہ لگایا کہ جوانو! آگے بڑھو۔ مگر فائرنگ کی شدت سے اوپر چڑھنا بے حد مشکل ہو گیا۔ صوبیدار صاحب نے کہا کہ سر شدید فائرنگ کی وجہ سے اوپر چڑھنا مشکل ہے لہٰذا واپس اتر جاتے ہیں مگر کیپٹن شہید نے صوبیدار صاحب کو کالر سے پکڑا اور کہا کہ اس وقت میرا خون اُبل رہا ہے میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ تم میرے ساتھ اوپر چڑھو۔ باقی بھی ہمارے پیچھے آ ہی جائیں گے۔ چنانچہ صوبیدار کے بقول کیپٹن شہید نے اس کو گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ اوپر کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ صوبیدار صاحب کا بیان ہے کہ نجانے مجیب شہید میں کتنی طاقت تھی کہ وہ نہ صرف خود اوپر کی طرف بھاگ کر چڑھ رہا تھا بلکہ مجھے بھی ساتھ ساتھ کھینچ رہا تھا۔ چنانچہ یہ دونوں بھاگتے ہوئے اوپر پہنچ گئے اور شدید فائرنگ کے بعد دست بہ دست لڑائی سے مندر پوسٹ کے چند مورچے خالی کروا لئے۔ اس دوران باقی جوان بھی اوپر پہنچ گئے اور باقی پوسٹوں کو بھی قبضہ میں کر لیا۔ کیپٹن مجیب شہید نے کرنل صاحب کو فتح کی کامیابی کی خوشخبری دی اور ساتھ ہی کہا کہ مزید اسلحہ بھیج دیں تا کہ جوابی حملہ کی صورت میں ہم پوسٹ کا دفاع کر سکیں۔ فوری طور پر جوابی حملہ آیا جو کہ انہوں نے پسپا کر دیا اور پھر دوبارہ اپنی پوزیشن ٹھیک کرنے لگے ساتھ ہی نیچے پیغام دیا کہ اسلحہ فوری بھیجیں ورنہ یہاں ٹھہرنا مشکل ہو جائے گا۔ ابھی تک اندھیرا تھا چنانچہ کیپٹن مجیب صاحب نے اپنی پوزیشن میں مزید تبدیلیاں کیں۔ انہیں اپنے ایک حوالدار کی تلاش تھی جو کہ انہیں ابھی تک نہیں ملا تھا...... اس کو تلاش کرتے ہوئے ایک جگہ پہنچے تو وہاں ایک مورچے میں دشمن چھپے بیٹھے تھے۔ جونہی کیپٹن مجیب اس مورچے کے پاس پہنچے تو انہوں نے دوبارہ حوالدار کو

پکارا کہ اتنے میں دشمن نے مشین گن سے برسٹ مارا جو کہ سیدھا ان کے سینے پر لگا اور وہ وہیں گر گئے۔صوبیدار صاحب نے جب یہ صورتحال دیکھی کہ کیپٹن صاحب شہید ہو گئے ہیں اور دشمن کی طرف سے جوابی حملہ شروع ہو چکا ہے اور ان کے پاس اب اسلحہ بھی نہیں رہا تو اس نے واپسی کا حکم سنا دیا اور یوں وہ مندر پوسٹ پھر ایک دفعہ دشمن کے قبضہ میں چلی گئی۔اس کے بعد فوج نے ۲۔۳ بار دوبارہ حملہ کر کے مندر پوسٹ پر قبضہ کرنا چاہا مگر وہ پوسٹ دوبارہ قبضہ میں نہیں آئی۔

دشمنوں نے کیپٹن مجیب شہید کو بہترین خراج تحسین پیش کیا اور اس کی وہیں پر تدفین کر دی۔ان کے اس اعتراف پر کہ یہ ایک انتہائی بہادر افسر تھا اُس کو پاکستان آرمی نے ستارہ جرأت سے نوازا۔ اس کی میت چھ ماہ کے بعد انڈین آرمی نے پاکستان آرمی کے حوالے کی۔کیپٹن مجیب فقر اللہ کی تدفین فوجی اعزاز کے ساتھ قبرستان میانی صاحب لاہور میں ہوئی“۔[100]

لیفٹیننٹ ممتاز انور صاحب شہید ستارہ جرأت

تاریخ شہادت: ۴،۵ دسمبر ۱۹۷۱ء

ممتاز انور شہید پاک بحریہ کے تباہ کن جہاز خیبر کے چیف انجینئر تھے۔ایک بار جب بدر جہاز سمندری طوفان کی لپیٹ میں آ گیا تو لیفٹیننٹ انور نے خود انجن روم کا انتظام سنبھال لیا اور مسلسل تین دن رات ڈیوٹی پر موجود رہے اور جہاز کو بچانے میں کامیاب ہو گئے۔پھر ۱۹۷۱ء کی جنگ میں آپ کا جہاز دشمن کے میزائلوں کی زد میں آ گیا لیکن آپ آخری سانس تک ڈیوٹی پر موجود رہے اور اپنی جان بچانے کی بجائے اپنے ساتھیوں کی جان بچاتے ہوئے شہید ہو گئے۔اپنے فرائض کو بہادرانہ رنگ میں سرانجام دینے کے اعتراف میں آپ کو ستارہ جرأت دیا گیا۔

مارچ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان میں بغاوت شروع ہو چکی تھی۔آپ چھٹی پر گھر آئے ہوئے تھے۔وطن کی سرحدوں نے دفاع کے لئے پکارا تو آپ اپنی رخصت ختم کر کے ڈیوٹی پر حاضر ہو گئے۔ آپ کی اہلیہ کہتی ہیں کہ ”گھر سے رخصت ہوتے وقت ...... مجھے یاد دلایا کہ میں ایک سپاہی کی بیوی ہوں۔ان پر مجھ سے زیادہ حق مادر وطن کا ہے...... وہ کہنے لگے آج وقت آ گیا ہے۔میری ماں میری دھرتی اور میرے فرض نے مجھے پکارا ہے اور میں اس پکار پر لبیک کہنے جا رہا ہوں۔سمندری سرحدیں میری منتظر ہیں۔وہ مجھے بلا رہی ہیں کہ دشمن نے سمندر کے سینہ پر اپنا تسلط جمانے کی ناکام کوششیں شروع کر دی ہیں۔جب تک میں زندہ ہوں دشمن کا ہر ڈر سینہ پر سہوں گا۔“[101]

لیفٹیننٹ محمود اختر صاحب زبیری شہید

تاریخ شہادت: ۵ دسمبر ۱۹۷۱ء

آپ احتیاج علی زبیری صاحب آف راولپنڈی کے صاحبزادے تھے۔ جنگ میں چھمب کے میدان میں انہوں نے آناً فاناً دشمن کے آٹھ ٹینک تباہ کر دیے۔ اس کے بعد دشمن کے علاقہ میں سب سے پہلے اپنا ٹینک داخل کیا تو انہوں نے اس ٹینک کو تباہ کر دیا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ ۳۰ دسمبر کو احباب جماعت نے شہید کی نماز جنازہ ادا کی اور پنڈی ملٹری قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ 102

عبدالسلام صاحب شہید

تاریخ شہادت: ۷ دسمبر ۱۹۷۱ء 103

آپ ۱۹۴۲ء میں چہار کوٹ مقبوضہ کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام ماسٹر محمد حسین صاحب تھا۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے مانسر کیمپ آ گئے۔ وہاں سے کچھ عرصہ کے لئے آپ کی فیملی سندھ چلی گئی۔ اس کے بعد آپ کے والد اپنے بچوں کو لے کر بھمبر آ گئے اور وہاں ملوٹ گاؤں میں بطور معلم ملازمت اختیار کر لی۔ عبدالسلام صاحب نے کھوئی رٹہ ضلع کوٹلی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ نے فوج میں ملازمت اختیار کر لی۔

۱۹۷۱ء کی جنگ میں آپ چھمب سیکٹر کے اگلے مورچوں پر بطور سپاہی سگنل کور میں ڈیوٹی دے رہے تھے کہ دشمن کی طرف سے ایک گولہ آ کر لگا جس میں پانچ ساتھیوں سمیت آپ بھی شہید ہو گئے۔ مکرم نعیم الدین بھٹی صاحب کارکن دفتر صدر انجمن احمدیہ ربوہ آپ کے داماد ہیں۔

عبدالمحسن خالد کڑک صاحب شہید

تاریخ شہادت: ۹ دسمبر ۱۹۷۱ء

آپ ڈاکٹر عبدالغفور کڑک صاحب کے چھوٹے بیٹے اور حضرت ڈاکٹر عبدالغنی صاحب کڑک صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے تھے۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں ڈھاکہ مشرقی پاکستان میں جام شہادت نوش کیا۔ حکومت پاکستان نے آپ کی خدمات کے اعتراف میں آپ کو ستارۂ جرأت سے نوازا۔ آپ ہی کے نام پر ۲۹ کیولری میں کڑک بٹالین ہے۔ اسی طرح آپ کے ہی نام پر لاہور کینٹ میں کڑک سٹریٹ ہے۔ 104

میجر جنرل افتخار احمد صاحب جنجوعہ شہید کو دوسری بار ہلال جرأت کا اعزاز

تاریخ شہادت: ۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء

اس جنگ میں ایک احمدی سپوت میجر جنرل افتخار احمد جنجوعہ صاحب ۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو شہید ہو گئے۔ صدر مملکت پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اس نامور احمدی جرنیل میجر جنرل افتخار احمد شہید کو دسمبر ۱۹۷۱ء کے آخر میں چھمب سیکٹر میں سرفروشانہ کارنامے سرانجام دینے پر دوسری بار ہلال جرأت کا اعزاز عطا کیا۔ اس سلسلہ میں ایک سرکاری بیان میں بتایا گیا کہ میجر جنرل افتخار احمد پنجاب یونیورسٹی کے گریجویٹ تھے۔ ۱۹۴۲ء میں انہیں فوج میں کمیشن ملا۔ انہوں نے کمانڈ اینڈ سٹاف کالج کوئٹہ اور کمانڈ اینڈ سٹاف کالج فورٹ لیون ورتھ (امریکہ) سے بھی گریجوایشن کیا۔ فوج میں آپ نے بہت نام پیدا کیا اور ان کا فوجی کیریئر بہت ممتاز اور نمایاں رہا۔

میجر جنرل افتخار رَن کچھ میں ہونے والی ۱۹۶۵ء کی جنگ کے ہیرو تھے۔ رن کچھ کے معرکوں میں انہوں نے بریگیڈیر کمانڈر کی حیثیت سے بھارتی فوجوں کے بہت مضبوط گڑھ بیار بیٹ پر حملہ کیا۔ معرکہ بیار بیٹ کی منصوبہ بندی، غیر معمولی بہادری اور غیر معمولی قائدانہ صلاحیتوں کے مظاہرہ پر انہیں ہلال جرأت کا اعزاز دیا گیا۔

شہادت کا مرتبہ پانے سے قبل میجر جنرل افتخار نے چھمب سیکٹر میں بھارتیوں کے خلاف اپنے ڈویژن کی بڑی فتح مندی کے ساتھ قیادت کی تھی جہاں غیر ملکی صحافیوں کے بیان کے بموجب بھارتیوں نے مضبوط ترین دفاعی مورچے قائم کر رکھے تھے، ٹینکوں کے جال بچھا رکھے تھے اور توپ خانہ کی نہایت ہی مضبوط چوکیاں بنائی ہوئی تھیں۔

کنکریٹ سے تعمیر کی ہوئی رکاوٹوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے میجر جنرل افتخار نے مقدمۃ الجیش میں شامل ہو کر بڑی بے خوفی سے اپنی فوجوں کی کمان کی اور اس معرکہ میں انہوں نے اپنی حفاظت سے قطعاً بے پروا ہوتے ہوئے بے مثال عزم اور جرأت کا مظاہرہ کیا۔ فضائی دیکھ بھال کی ایک مہم کے دوران ۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو میجر جنرل افتخار کا ہیلی کاپٹر تباہ ہو کر زمین پر آ رہا اور وہ شہید ہو گئے۔ 105

میجر جنرل افتخار احمد صاحب جنجوعہ شہید محترم محمود امجد صاحب ایم اے (آکسن) بارایٹ لاء مرحوم (مدفون مقبرہ بہشتی ربوہ) کے صاحبزادے تھے۔

میجر جنرل افتخار احمد صاحب جنجوعہ کا ایک خاص کارنامہ

لیفٹیننٹ کرنل (ر) غلام جیلانی خان صاحب پاک افواج کے ماہنامہ ہلال ستمبر ۲۰۱۰ء میں پاک بھارت جنگ ۱۹۶۵ء (لاہور محاذ) کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

پاکستان چونکہ روز اول ہی سے بھارت کے ارادوں کو جانتا تھا اس لئے تقسیم کے فوراً بعد پاک فوج کے ایک افسر نے لاہور کے اہم ترین علاقہ میں ایک آبی رکاوٹ تعمیر کرنے کی تجویز پیش کی۔اس افسر کا نام بریگیڈئیر افتخار جنجوعہ تھا جو اس وقت لاہور میں 10 ڈویژن کے ایک بریگیڈ کا کمانڈر تھا۔اس آبی رکاوٹ کا نام بی آر بی کینال رکھا گیا جبکہ بھارت اسے اچھوگل کینال کا نام دیتا ہے۔یہ نہر لاہور کے مشرق میں بین الاقوامی سرحد کے متوازی تعمیر کی گئی اور سرحد سے اس کا فاصلہ کم سے کم ۳ کلومیٹر اور زیادہ سے زیادہ ۱۵ کلومیٹر تھا۔اس کی چوڑائی پچاس فٹ اور گہرائی ۱۵ فٹ رکھی گئی۔

جنرل گل حسن صاحب (آخری کمانڈر ان چیف پاک افواج) اپنی یادداشتوں میں لکھتے ہیں کہ لاہور کے سویلین حکام نے اصرار کیا تھا کہ نہر کو لاہور شہر کے عین بیچوں بیچ تعمیر کیا جائے تاکہ شہر کی خوبصورتی میں اضافہ ہو، جبکہ بریگیڈئیر افتخار احمد جنجوعہ نے دفاعی ضروریات کو ترجیح دینے پر زور دیا۔

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں داتا (حضرت شیخ علی ہجویریؒ المعروف داتا گنج بخش) کی نگری۔لاہور کو اگر کسی چیز نے بھارتی حملہ کے وقت تحفظ دیا تو وہ خدا کے بعد بی آر بی نہر تھی۔۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو بھارت کی وار مشین اس نہر کے دائیں (مشرقی) کناروں پر آکر رک گئی تھی۔[106]

میجر جنرل افتخار جنجوعہ کو خراج تحسین

''حمودالرحمٰن کمیشن'' کی رپورٹ کی اشاعت نے پورے برصغیر کے ہر حلقہ میں کھلبلی مچا رکھی تھی۔اس ضمن میں اخبار ''دن'' نے ۳ ستمبر ۲۰۰۰ء کا سپلیمینٹ اسی رپورٹ کے موضوع سے مخصوص کیا اور اس میں اپنے خصوصی نامہ نگاروں کے انٹرویو اور سپیشل رپورٹیں شائع کیں۔مشرقی پاکستان میں فوج کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل (ر) اے اے کے نیازی (جنہوں نے بھارتی فوج کے سامنے ہتھیار ڈالے اور مسلمانان عالم کو اپنی چودہ سو سالہ تاریخ میں بدترین شکست ہوئی) کی اخبار ''دن'' کے نمائندوں (محمد ندیم چوہدری اور میاں حبیب) سے تفصیلی نشست میں گفتگو ہوئی جس کے دوران انہوں نے دسمبر ۱۹۷۱ء کی جنگ میں پاکستانی فوج کی محاذ کشمیر پر کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے پاکستان کے مایہ ناز احمدی جرنیل میجر جنرل افتخار جنجوعہ کو درج ذیل الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا:۔

''انفنٹری ڈویژن ۲۳ نے بہت بہادری سے جنگ کر کے آزاد کشمیر میں کافی علاقہ حاصل کر لیا۔ڈویژن کے سربراہ میجر جنرل افتخار جنجوعہ ایچ جے تھے جو ایک بہت دلیر جرنیل تھے ان کی وفات کے بعد ان کی جگہ ڈویژنل بریگیڈیر کمال متین الدین نے لی......جس میں اپنے پیش رو جیسی شخصیت، تجربے اور مجاہدانہ عزم کا فقدان تھا''۔ 107

یاد رہے آزاد کشمیر کے مشہور قصبہ چھمب کا نام میجر جنرل افتخار جنجوعہ کی عظیم الشان جنگی خدمات کے اعتراف کے طور پر ۲۰ مارچ ۱۹۷۲ء کو ''افتخار آباد'' رکھا گیا۔

فلائنگ آفیسر محمد شمس الحق صاحب ستارۂ جرأت

فلائنگ آفیسر محمد شمس الحق ۳۱ / اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم سینٹ پیٹرک ہائی اسکول ماڑی پور کراچی میں حاصل کر کے پی اے ایف پبلک اسکول سرگودھا میں داخلہ لیا۔بعد ازاں پی اے ایف اکیڈیمی رسالپور میں تربیت حاصل کی اور ۱۱ جنوری ۱۹۶۹ء کو بطور جی ڈی (پی) فضائیہ میں کمیشن حاصل کیا اور پاکستانی فضائیہ کے مختلف مراکز میں خدمات انجام دیں۔سابق مشرقی پاکستان اور حال بنگلہ دیش ڈھاکہ کے ہوائی مرکز میں تعیناتی کے دوران دسمبر ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں پاک فضائیہ میں اپنے سکواڈرن کے سب سے کم عمر اور کم تجربہ رکھنے والے ہواباز ہونے کے باوجود بے مثال مہارت اور جرأت کا مظاہرہ کیا۔

پاک فضائیہ کی تاریخ ۱۹۴۷ء تا ۱۹۸۴ء میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

''اپنے سکواڈرن کے سب سے نوخیز اور کم تجربہ کار ہواباز ہونے کے باوجود فلائنگ آفیسر محمد شمس الحق نے دورانِ جنگ مثالی جرأت اور مہارتِ پرواز کا مظاہرہ کیا۔ ۴ دسمبر ۱۹۷۱ء کو انہیں ڈھاکہ مستقر پر حملہ آور چار ایس یو۔ ۷ طیاروں کے خلاف مزاحمتی کارروائی کے احکامات ملے۔جونہی وہ فضا میں بلند ہوئے بھارتی طیاروں نے ان کی فارمیشن پر میزائلوں کی بوچھاڑ کر دی مگر وہ انتہائی تحمل کے ساتھ کم رفتاری سے حملہ آور طیاروں پر جا لپکے اور اپنے وِنگ مین کو دوبارہ میزائل چھوڑنے کے لئے کہا بعد میں ایک جھڑپ کے دوران انہوں نے ایک ایس یو۔ ۷ کو مار گرایا۔اسی اثنا میں چار ہنٹر بھی لڑائی میں شریک ہو گئے۔فلائنگ آفیسر شمس الحق بلا تامل ہنٹر طیاروں پر پل پڑے اور ان میں سے دو کا کام تمام کر دیا۔اس کے بعد دشمن کے چار مِگ طیاروں نے ان پر ہلّہ بول دیا تاہم اپنی مستعد منصوبہ

بندی اور طیارے کے بہتر استعمال کے ذریعے انہوں نے دشمن کے اس حملے کو بھی ناکام بنادیا۔ چنانچہ انتہائی نامساعد حالات میں مثالی جرأت اور شاندار مہارت کے مظاہرے پر فلائنگ آفیسر محمد شمس الحق کو ستارۂ جرأت عطا کیا جاتا ہے‘‘۔ 108

اسی طرح پاک فضائیہ کے میگزین ’’شاہین‘‘ نے مئی۔اگست ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں صفحہ ۱۶ پر آپ کا مضمون "My War Experience" ایڈیٹر کے اِس تعارفی نوٹ کے ساتھ شائع کیا:۔

(ترجمہ) فضا میں ایک بے نظیر کارنامہ

دسمبر ۱۹۷۱ء میں جب انڈیا اور پاکستان کے مابین جنگ چھڑی تو نوخیز فلائنگ آفیسر محمد شمس الحق (جن کی عمر بیس سال سے کچھ زائد ہوگی) کو سکواڈرن ۱۴ بمقام ڈھاکہ میں متعین کیا گیا تھا۔ وہاں پاکستان فضائیہ کی صرف ایک ہی سکواڈرن موجود تھی جس کا مقابلہ آٹھ سے دس سکواڈرنز سے تھا۔ تعداد اور طاقت کے لحاظ سے بھی پاکستان کے پرانے سیبر طیاروں کا دشمن کے پوری طرح مسلح جدید ترین طیاروں سے کوئی جوڑ نہ تھا۔ مگر تعداد اور استعدادوں کی یہ عدم مساوات ہمارے ہوابازوں کے آگے دشمن سے مقابلہ میں ہرگز روک نہ بنی۔

اسی طرح کے ایک محاربہ میں جو کہ ۴ دسمبر کی صبح ہوا، فلائنگ آفیسر شمس نے پانچ دشمن طیاروں کا تنِ تنہا مقابلہ کیا اور تین کو مار گرایا۔ ان میں سے دو ہنٹر طیارے اور ایک ایس یو ۷ طیارہ تھا۔ اس دلیرانہ کارنامہ اور ہنرمندی کا شاندار نتیجہ ۱۹۶۵ء میں ونگ کمانڈر محمد محمود عالم کے تاریخ ساز کارنامہ کے برابر ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ممتاز ہے کیونکہ فلائنگ آفیسر شمس نے ہر ایک جہاز کا ایک ایک کر کے مقابلہ کیا اور بڑی مہارت اور تجربہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان میں سے تین کو زمین پر مار گرایا۔ اڑان کے دوران اس غیر معمولی اور شاندار کارکردگی کے اعتراف میں شمس کو ستارۂ جرأت کا اعزاز دیا گیا ہے۔ 109

بریگیڈئیر محمد ممتاز خان صاحب۔ ہلال جرأت

۱۹۷۱ء کی دوسری بڑی لڑائی حسینی والا سیکٹر پر لڑی گئی۔ ہندوستان نے ۲ دسمبر ۱۹۷۱ء کو لاہور کے محاذ پر حملہ کر دیا۔ دشمن تعداد اور اسلحہ میں کئی گنا تھا مگر پاکستان کی بہادر افواج نے دشمن کو پرے دھکیل کر پاکستان کے دل لاہور کو دشمن کے حملے سے محفوظ کرلیا۔ اس سیکٹر کی کمان بریگیڈئیر ممتاز کے ہاتھوں میں تھی جنہوں نے بہادری، جرأت اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کے پاؤں اکھاڑ

دیئے اور وہ پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔ حکومت کی طرف سے بریگیڈ ئیر ممتاز کی شاندار عسکری خدمات کے صلہ میں ''ہلال جرأت'' کا اعزاز دیا گیا۔

حسینی والا سیکٹر کے محاذ جنگ پر پاکستانی افواج کی بہادری اور دشمن کی ہزیمت کے متعلق روزنامہ ''امروز'' لاہور لکھتا ہے۔

''حسینی والا فیروز پور سیکٹر میں بھارتی سینا بھاری نقصان اٹھا کر پسپا ہو گئی۔ نئی دہلی ۴ دسمبر۔ بھارت نے اعتراف کیا ہے کہ اس کی فوجیں ہر محاذ پر پسپا ہو رہی ہیں۔ بھارتی وزیر جنگ جگ جیون رام نے آج پارلیمنٹ میں بتایا کہ گھمسان کی جنگ کے بعد حسینی والا فیروز پور سیکٹر پر بھارتی فوجیں پسپا ہو گئیں۔ اس محاذ پر بھارتی فوج کو بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا''۔110

جماعت احمدیہ کے اس دلیر مجاہد نے ہندوستان کے قلعہ قیصر ہند کو فتح کیا اور اس قلعے کو سر کر کے ہندوستان کے ایک عظیم دفاعی مورچہ پر قبضہ کر لیا جس میں بہت سا اسلحہ اور گولہ بارود کا ذخیرہ تھا جو پاکستانی افواج کے ہاتھ لگا۔ بریگیڈ ئیر ممتاز نے اپنی تمام صلاحیتیں وطن کے دفاع میں صرف کر دیں اور ہندوستانی افواج کو نہ صرف پرے دھکیل دیا بلکہ آگے بڑھ کر دشمن کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ بریگیڈ ئیر موصوف نے بہادری اور جرأت اور شجاعت کا مظاہرہ کیا جس پر پاکستانی افواج اور عوام نے ان کی خدمت میں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔111

لیفٹیننٹ کرنل بشارت احمد صاحب

۱۹۷۱ء کی جنگ میں آپ ۱۳ آزاد کشمیر بٹالین کی کمانڈ کر رہے تھے۔ چھمب کے محاذ پر آپ اپنے طوفانی دستوں کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھے کہ ان کا اپنے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ اور آپ ساتھیوں سمیت دشمن کے نرغہ میں آ گئے۔ دشمن نے گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی جس سے اکثر ساتھی شہید ہو گئے۔ اور کچھ زخمی ہوئے۔ آپ بھی زخمی تھے۔ دشمن نے زخمیوں کو قیدی بنا لیا۔ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے آپ میں خون کی کمی ہو گئی۔ آپ کو علاج کے لئے ہسپتال بھجوا دیا گیا۔ بعد میں ۲۲ فروری ۱۹۷۲ء کو زخمی قیدیوں کے تبادلہ میں آپ پاکستان آ گئے۔ ہندوستانی فوج سے مقابلہ میں جس جرأت اور بہادری کا آپ نے مظاہرہ کیا اس کے صلہ میں آپ کو تمغۂ امتیاز سے نوازا گیا۔ دورانِ قید جب آپ ہسپتال میں زیرِ علاج تھے تو ہندوستانی افواج کا کمانڈر انچیف جنرل مانک شا خود آپ کے کمرہ میں آیا اور آپ سے اس نے کئی سوالات کئے۔ جن کے آپ نے نہایت دلیرانہ

انداز میں جوابات دیئے۔آپ کی جرأت اور دلیری پر جنرل مانک شا حیران ہو گیا۔اس گفتگو کا ذکر آپ نے اپنی کتاب "The Soldiers with mission" میں بھی کیا ہے۔112

پاک وہند جنگ اور حالات قادیان

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ صراط مستقیم پر قائم ہے اور اسی وجہ سے اس کا یہ بڑا پختہ عقیدہ ہے کہ ہر احمدی گو وہ کسی بھی ملک میں رہتا ہوا پنے ملک کا مکمل وفادار ہے اور اسے اپنے ملک کی بہبود اور بہتری، وفاداری اور حفاظت کے لئے ہمیشہ کمر بستہ رہنا چاہیے اور جماعت احمدیہ کے افراد اس پر سختی سے کاربند ہیں۔اس کے باوجود بعض شر پسند عناصر احمدیوں کیلئے شرانگیزی کرتے رہتے ہیں لیکن جب بھی انصاف کی رو سے کسی معاملہ کی تحقیقات ہوئی ہیں تو ہمیشہ احمدیوں کا دامن ایسی آلائشوں سے پاک نظر آیا ہے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ہندوستان کے احمدیوں بالخصوص قادیان کے رہائشی احباب جماعت کے خلاف شرارت کرتے ہوئے خلاف واقعہ خبریں حکام بالا تک پہنچائیں لیکن جب تحقیقات ہوئیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیوں کی باعزت بریت ہوئی۔ ۱۹۷۱ء میں ہونے والے ایک ایسے ہی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے شیخ عبدالحمید عاجز صاحب رقمطراز ہیں:۔

ایک جماعتی ابتلاء میں خدائی تائید

’’بدقسمتی سے ہندو پاک کی دوسری لڑائی شروع ہو گئی۔ ایسے مواقع پر شرارت پسند عنصر کو جماعت احمدیہ کے خلاف غلط افواہیں پھیلانے کا موقع مل جاتا ہے۔اس مرتبہ نامعلوم کسی شکایت کی بناء پر احمدیہ ایریا خالی کر کے ہمیں باہر کسی غیر معلوم مقام پر لے جانے کی تکلیف دہ اسکیم بنائی گئی۔ چنانچہ مورخہ ۷۱-۱۲-۵ کو ہمارے پاس بٹالہ تھانہ کے ایس۔ایچ۔او اور سب انسپکٹر سی۔آئی۔ اے سردار کرتار سنگھ صاحب آئے اور ڈی۔ایس۔پی بٹالہ کی طرف سے یہ پیغام دیا کہ حکومت کی طرف سے ہمیں پولیس کی نگرانی اور حفاظت میں کالج کے ہوسٹل میں لے جانے کا پروگرام ہے چونکہ ہمارے لئے اچانک ایسی اسکیم کسی صورت میں بھی قابل قبول نہ تھی اس لئے حضرت امیر صاحب (مراد حضرت عبدالرحمٰن جٹ صاحب) مکرم چوہدری سعید احمد صاحب اور مولوی برکت علی صاحب نے ان کو بتایا کہ دنیا میں سب سے زیادہ محفوظ جگہ ہم اپنے لئے قادیان کا یہ ایریا سمجھتے ہیں جہاں رہ رہے ہیں اور ہم ایسی کسی تجویز کو اپنے لئے قابل عمل نہیں پاتے۔اس شرارت کو بھانپ کر ہم نے

صوبائی اور مرکزی حکومت اور ہندوستان کی بڑی بڑی جماعتوں کو بذریعہ تار اطلاع دیتے ہوئے اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔

اگلے روز مورخہ ۷۱-۱۲-۶ کو ہمارا ایک وفد جو مکرم چوہدری سعید احمد صاحب، مکرم چوہدری منظور احمد صاحب چیمہ مرحوم اور خاکسار پر مشتمل تھا بٹالہ کے ڈی۔ ایس۔ پی صاحب سے ملنے گیا۔ مسٹر شرما ڈی۔ ایس۔ پی بٹالہ کا رویہ کافی سخت تھا انہوں نے ہمیں خبردار کیا کہ ہمیں نقل مکانی کے لئے چند گھنٹوں کے اندر تیار ہو جانا چاہیے۔ حکومت کی پالیسی کے مطابق عمل کرنے میں دنوں کا سوال نہیں ہے۔ ہم نے اپنے موقف کی وضاحت کی اور ان کو بتایا کہ ہم اوپر کے افسران کو مل لیتے ہیں۔ اسی روز ہم بٹالہ کے ایس۔ ڈی۔ ایم صاحب شری ککر صاحب سے بھی ملے تھے۔ وہ ایک شریف الطبع افسر تھے اور جماعت کے ساتھ ہمدردانہ رویہ رکھتے تھے۔ اس خطرناک صورتحال کی اطلاع پر درویشان میں ایک گہری تشویش کی لہر دوڑ گئی اور دعاؤں اور خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مورخہ ۷۱-۱۲-۷ کو ہمارا ایک وفد جو مکرم چوہدری سعید احمد صاحب، مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب، مکرم منظور احمد صاحب چیمہ مرحوم اور خاکسار پر مشتمل تھا اور ہمارے ساتھ سردار ستنام سنگھ صاحب باجوہ بھی تھے گورداسپور جا کر ڈی۔ سی اور ایس۔ پی صاحب سے ملا وہاں ایک میٹنگ میں پنڈت موہن لال صاحب بھی موجود تھے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے بہت تحکم کے انداز میں ہمیں مخاطب ہو کر کہا کہ "We are already late in implementing the scheme of the government". یعنی حکومت کی اسکیم کو ہمارے متعلق نافذ کرنے میں ہم پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اگلے روز از خود قادیان آنے کو کہا چنانچہ اگلے روز مورخہ ۷۱-۱۲-۸ کو گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر صاحب، ایس۔ پی صاحب اور ڈی۔ ایس۔ پی صاحب اپنے ہمراہ پولیس کی ایک پوری گارڈ لے کر ہمارے ایریا میں تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ سردار ستنام سنگھ صاحب باجوہ، اجیت سنگھ صاحب چیمہ ایڈووکیٹ اور جن سنگھ کے مقامی صدر شری رام پرکاش پربھاکر بھی تھے۔ انہوں نے مسجد اقصیٰ اور اس کے نیچے اسٹور روم دیکھے۔ مسجد مبارک، مقبرہ بہشتی، تعلیم الاسلام اسکول وغیرہ دیکھے۔ انکی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم سب کو احمدیہ ایریا سے نکالنے پر تلے ہوئے ہیں اور پولیس کی فورس جوان کے ساتھ ٹرکوں وغیرہ پر ہے وہ ہم کو لے جانے کا پروگرام بنا کر آئی ہے۔ ہم اپنی طرف سے یہ جماعتی فیصلہ کر چکے تھے کوئی ایک آدمی بھی اپنی مرضی سے احمدیہ ایریا

سے باہر نہیں جائے گا خواہ ہم کو مار دیا جائے۔ ہاں اگر جبراً پولیس ہمیں نکالے گی تب بھی ہم اپنے پاؤں سے چل کر نہیں جائیں گے۔ محترم صاحبزادہ (مراد مرزا وسیم احمد) صاحب سلّمہ نے اپنے ایک خطبہ میں احباب کو بتا دیا تھا کہ اگر احمدیہ ایریا خالی کرانے کی خاطر حکومت ان کو اور حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور دیگر ذمہ دار افراد کو گرفتار بھی کر لے تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ اب ان کو محلہ احمدیہ خالی کر دینا ہے۔ ہر ایک کا رویہ ایسا ہو کہ ایک ایک بچے کو جب تک گھسیٹ کر باہر نہ نکالا جائے نہ نکلے۔ اس موقعہ پر سردار ستنام سنگھ صاحب اور شری رام پرکاش پربھاکر نے ڈی۔سی اور ایس۔پی کے سامنے ہماری تائید میں باتیں کیں جن کے لئے ہم ہر دو دوستوں کے بے حد ممنون ہیں۔ محترم باجوہ صاحب نے بیان کیا کہ ان کے متعدد عزیز ملٹری میں ہیں اور فرنٹ میں مقرر ہیں اگر ان کو ذرّہ برابر بھی شک ہو کہ قادیان کی احمدیہ جماعت کے لوگ پرو پاکستانی ہیں یا کسی لحاظ سے حکومت کے خلاف کسی قسم کی کارروائی میں ملوث ہیں تو سب سے پہلے وہ ان کے خلاف ہوں گے۔ لیکن ہمارا سالہا سال کا ان کے متعلق تجربہ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ جماعت احمدیہ حکومتِ وقت کی وفادار ہے۔ اس کے باوجود اگر ان کی نگرانی کی جاتی ہے تو ان کے ایریا کے قریب پولیس یا ملٹری کی گارڈ رکھ کر کی جاسکتی ہے۔

شری پربھاکر صاحب نے واشگاف الفاظ میں بیان کیا کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ان کو بھی شک تھا اور وہ اس کی بناء پر ان کے چاروں طرف نگرانی کرتے رہے ہیں۔ بہشتی مقبرہ کی دیواروں کے پیچھے سے رات کو پہرہ دیتے رہے ہیں مگر ہم نے کچھ نہیں پایا۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ پولیس چوکی سے ایس۔پی صاحب کو وائرلیس پر پیغام آیا جسے وہ سننے کے لئے چوکی تشریف لے گئے اور جب چند منٹوں کے بعد واپس آئے تو ان کا رویہ یکسر بدلا ہوا تھا۔ چند منٹوں کے لئے انہوں نے ڈی۔سی صاحب کے ساتھ الگ بات کی پھر یہ فرمایا کہ ہم کو تو آپ کی حفاظت کرنی مدنظر ہے وہ ہمارے ایریا میں جلسہ گاہ میں ایک پولیس پوسٹ قائم کر دیں گے اور ایک سویلین ویلفیئر افسر مقرر کر دیا جائے گا اور قادیان سے باہر جانے کی صورت میں وہ ہمارے ساتھ جائے گا۔ ہم نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا اور پورے تعاون کا یقین دلایا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے محض اپنے فضل سے ایک بڑے خطرہ کو ٹال دیا۔ ان ایام میں احتیاط کے طور پر کوٹھی دارالسلام میں مقیم افراد کو بھی شہر میں بلا لیا گیا۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ مرکزی حکومت کی ہدایت کے مطابق ایس۔پی صاحب گورداسپور کو بذریعہ وائرلیس اطلاع ملی تھی جس کی وجہ سے ان کو ہمیں احمدیہ ایریا سے باہر لے جانے کا فیصلہ تبدیل کرنا پڑا۔

خدا تعالیٰ کی عجیب حکمت ہے اور تصرف خداوندی ہے کہ عین اس وقت جبکہ خطرہ کی حالت اپنی انتہا کو پہنچ رہی تھی اللہ تعالیٰ نے ہماری مخلصی کا سامان پیدا کر دیا۔ ورنہ یقینی اطلاعات کے مطابق ہمیں احمدیہ ایریا سے نکالنے کا معاملہ ظاہری طور پر اس مرحلہ تک پہنچ چکا تھا کہ محلہ دارالصحت کے خاکروب ۱۹۴۷ء کی طرح اس بات کے لئے تیار تھے کہ ہمارا ایریا خالی ہونے کے بعد وہ مکانوں کو لوٹیں گے۔ یہ واقعہ گذر جانے اور مورخہ ۷۱-۱۲-۱۷ کو لڑائی بند ہوجانے کے بعد جماعت کی طرف سے پُرزور الفاظ میں مرکزی حکومت کے سامنے احتجاج کیا گیا کہ امن پسند اور پابند قانون جماعت احمدیہ کے متعلق کسی خلاف واقعہ اور غلط شکایت کی بناء پر ہتک آمیز سلوک کا جو پلان بنایا گیا تھا جماعت اس پر گہری تشویش اور غم وغصہ کا اظہار کرنے پر مجبور ہے۔ ہمارے اس محضر نامہ کے جواب میں حکومت کی طرف سے ہمیں یقین دہانی کی چٹھی موصول ہوئی کہ آئندہ ایسی بات نہیں دہرائی جائے گی۔

مورخہ ۷۱-۱۲-۲۰ کو پنچایت ہاؤس گورداسپور میں، آئی۔ جی پولیس شری اشونی کمار اور مسٹر ساہنی مشیر گورنر پنجاب تشریف لائے تو ان کو ملنے کیلئے قادیان سے ایک وفد گیا جس میں خاکسار کے ہمراہ مکرم چوہدری سعید احمد صاحب، مکرم چوہدری فیض احمد صاحب مرحوم اور مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب تھے۔ اس موقعہ پر صدر انجمن احمدیہ قادیان کے فیصلہ کے مطابق جماعت احمدیہ کی طرف سے ڈیفنس فنڈ میں دس ہزار روپے کی رقم دی گئی''۔ 113

''تحدیث نعمت'' کے نام سے ایک معرکۃ الآراء کتاب کی اشاعت

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے بعض احباب کے اصرار پر اپنے روح پرور حالات زندگی صرف اپنی یادداشت سے قلم برداشتہ تحریر فرمائے جو عدیم المثال حافظہ کی ایک حیرت انگیز مثال ہے۔ اشاعت کے لئے حضرت چوہدری صاحب نے یہ شرط عائد فرمائی تھی کہ کتاب ایک جلد تک محدود رہے جس کی وجہ سے قیمتی مسودہ کا معتدبہ حصہ حذف کرنا پڑا تاہم حضرت چوہدری صاحب کے منفرد اسلوب بیان اور روانی میں شاید ہی کہیں فرق محسوس ہوتا ہو۔

ناشر کتاب کے فرائض شیخ اعجاز احمد صاحب اور چوہدری بشیر احمد صاحب نے انجام دیئے۔ حضرت چوہدری صاحب نے کتاب کے جملہ حقوقِ تصنیف، ڈھاکہ کے فلاحی ادارہ ڈھاکہ بے نیوولینٹ ایسوسی ایشن (Dacca Benevolent Association) کو عطا فرمائے۔ کتاب

کا پہلا ایڈیشن دسمبر ۱۹۷۱ء میں اور تتمہ کے اضافہ کے ساتھ دسمبر ۱۹۸۲ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ ہر ایڈیشن تین تین ہزار کی تعداد میں چھپا۔ دوسرے ایڈیشن میں ۱۸۹۳ء سے ۱۹۸۱ء تک کے واقعات محفوظ ہو گئے۔

برطانیہ میں پاکستان کے ہائی کمشنر کو قرآن مجید کا تحفہ

۹ نومبر ۱۹۷۱ء کو احمدیہ مشن لنڈن کے ایک نمائندہ وفد نے برطانیہ میں پاکستان کے ہائی کمشنر ہز ایکسی لینسی (ر) جنرل محمد یوسف خان صاحب سے ملاقات کی۔ وفد کی قیادت مکرم عطاء المجیب راشد نائب امام مسجد لنڈن نے کی۔ آپ کے علاوہ مکرم عزیز دین صاحب، مکرم خواجہ نذیر احمد صاحب اور مکرم خالد اختر صاحب وفد میں شامل تھے۔ ملاقات کے آخر میں مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے آپ کی خدمت میں قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ اور لنڈن مشن کی مطبوعات کا ایک سیٹ پیش کیا جو آپ نے شکریہ کے ساتھ وصول کیا۔114

ربوہ میں عید الفطر کی مبارک تقریب

یکم شوال ۱۳۹۱ھ بمطابق ۲۰ نومبر ۱۹۷۱ء بروز ہفتہ ربوہ میں عید الفطر اسلامی طریق کے مطابق سادگی اور پر وقار طریق پر اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ منائی گئی۔

اہل ربوہ نے ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو کر جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے نیز دور و نزدیک سے آئے ہوئے کثیر تعداد میں اصحاب نے مسجد مبارک میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی زیر اقتداء نماز عید ادا کی۔

حضور نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ رمضان میں مومن کی عبادتوں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انہیں قبولیت دعا کی خوشی دکھاتا ہے جس کا ظاہری نشان عید ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے خدا کے شکر گزار بنیں اور دعاؤں پر بہت زور دیں اور بشاشت کے ساتھ قربانیاں کرتے چلے جائیں تا کہ عید کا سورج جو ہمارے لئے طلوع کیا گیا ہے وہ کبھی غروب نہ ہو۔115

جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۷۱ء کے التواء کا اعلان

۳ دسمبر ۱۹۷۱ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے جلسہ سالانہ ربوہ کے التواء کا اعلان کیا اور اس سلسلہ میں خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

’’اس وقت حالات نے انتہائی شدت تو اختیار نہیں کی لیکن یہ ایسے بھی نہیں کہ ہم لاپرواہ ہو جائیں۔اس لئے ہر پاکستانی خصوصاً ہر احمدی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی پوری توجہ اپنی دعاؤں اور اپنی محنت کے ساتھ اور اپنی جدوجہد کے ذریعہ اور اپنے کام میں زیادہ مہارت کا مظاہرہ کر کے استحکامِ پاکستان کے لئے کوشاں رہے اور وہ ملک کی سلامتی اور ملک کے استحکام اور ملک کی عزت اور وقار اور احترام کی خاطر اپنی زندگی کی ہر گھڑی خرچ کر رہا ہو۔اگر حکومت کو کاروں اور موٹر گاڑیوں کی ضرورت پڑے تو خوشی سے دے دینی چاہئیں۔ابھی کاریں تو شاید لینی نہیں شروع کیں۔سنا ہے خاص قسم کی گاڑیاں لے رہے ہیں۔پس قوم اور ملک کو جن کی ضرورت ہے وہ گاڑیاں وہ لے جائیں گے اور ہمیں بشاشت کے ساتھ دے دینی چاہئیں۔ہمیں جو گاڑیاں ملیں یا جو کپڑے ملے یا جو مال و دولت ملا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کے خزانے کبھی خالی نہیں ہوتے۔جس خدا نے پہلے دیا وہ آج بھی دے گا اور کل بھی دے گا۔پھر ہمیں خوف کس بات کا ہے اور گھبراہٹ کس بات کی ہے۔

چونکہ یہ ہنگامی حالات ہیں۔ہر فرد واحد کو قوم کے استحکام اور قوم کی عزت اور وقار اور احترام کی خاطر اپنا سب کچھ اپنی استعدادوں اور دعاؤں سمیت قوم کو پیش کر دینا چاہیے اور حکومت سے پورا تعاون کرنا چاہیے۔

اس لئے مشورہ کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جلسہ سالانہ ملتوی کر دیا جائے۔پھر جیسا کہ ہماری دعا ہے جب یہ ہنگامی حالات ختم ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے لئے غیر معمولی خوشیوں کے سامان پیدا کر دے تو پھر ہم خوشی کے ساتھ اور بشاشت کے ساتھ پہلے سے کہیں زیادہ چھلانگیں لگاتے ہوئے اپنے جلسہ میں شامل ہو جائیں گے‘‘۔[116]

التواء جلسہ سالانہ ۱۹۷۱ء کے بعد متبادل کے طور پر مرکزی عہدیداران کے پاکستان بھر کی احمدی جماعتوں کے دورہ جات ہوئے۔اس حوالہ سے بغرض معلومات مورخہ ۱۷ جنوری ۲۰۱۵ء کو محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایم۔اے ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ سے رابطہ کیا گیا۔آپ نے بتایا کہ

’’خاکسار بھی اس پروگرام کے مطابق سندھ کی جماعتوں کے دورہ پر گیا تھا اور صاحبزادہ

مرزا منصور احمد صاحب بھی دورہ پر تشریف لے گئے تھے۔اور ہدایت یہ تھی کہ صرف جماعتوں کا دورہ نہیں کرنا بلکہ جہاں بھی کوئی احمدی رہائش پذیر ہے اسے وہاں جا کر ملنا ہے۔‘‘

اس پروگرام کی رپورٹ کے حصول کے لئے نظارت علیاء صدر انجمن احمدیہ پاکستان کو بھی لکھا گیا جس کے جواب میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے اپنی مرسلہ چٹھی میں تحریر فرمایا کہ:۔

’’مجھے یاد ہے کہ اس سلسلہ میں صدر انجمن احمدیہ کے ناظران، تحریک جدید کے وکلاء اور وقف جدید کے ناظم وغیرہ مرکزی عہدیداروں نے پاکستان کی جماعتوں کا دورہ کیا۔‘‘117

قرآن کریم مع انگریزی ترجمہ کی وسیع اشاعت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ دسمبر ۱۹۷۱ء میں یہ خوشخبری سنائی کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے قرآن کریم مع انگریزی ترجمہ دو سائزوں میں بیس بیس ہزار کی تعداد میں عنقریب شائع ہو رہا ہے چنانچہ فرمایا:۔

’’اس وقت پاکستان کے باہر بھی اور پاکستان کے اندر ایک حصہ میں قرآن کریم اور اس کے انگریزی ترجمے کی بڑی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اس لئے ہم نے دو سائزوں میں قرآن کریم انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک تو بالکل چھوٹا سائز ہے جو نوجوانوں اور طالبعلموں کے لئے ہے۔ انگریزی ترجمے والا قرآن کریم زیادہ تر مغربی افریقہ اور مشرقی افریقہ اور یورپ وغیرہ میں بھیجا جائے گا۔ یہاں بھی یونیورسٹی کے طلبہ وغیرہ کا ایک طبقہ ایسا ہے جو اس کو پسند کرتا ہے۔ چنانچہ ان کے لئے متن اور انگریزی ترجمہ چھوٹی حمائل کی شکل میں تیار کیا گیا تھا۔ وہ اب چھپ چکا ہے۔ الحمدللہ۔ اور اس کی قیمت بھی یہاں صرف چار روپے رکھی گئی ہے۔ پس چار روپے میں قرآن کریم کا متن اور ترجمہ مل جائے گا اور باہر کے ممالک میں اس کی قیمت صرف پانچ شلنگ رکھی گئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں قریباً اڑھائی یا پونے تین روپے قیمت ہوگی۔ جب ہم نے نمونے نکالے تو باہر کے ملکوں سے بھی مشورہ کیا تھا۔ چنانچہ ایک ملک نے کہا کہ دس ہزار کے قریب وہاں کھپت ہو جائے گی۔

دوسرا حمائل کے سائز کا ہے اور یہ پہلے سائز سے دگنا ہے ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ کل سے چھپنا شروع ہو جائے گا اور اگر اللہ تعالیٰ سب خیر رکھے تو پندرہ بیس دن کے اندر اندر وہ بھی انشاء اللہ چھپ جائے گا۔ ہم قرآن کریم مع انگریزی ترجمہ کے یہ دونوں سائز بیس بیس ہزار کی تعداد میں چھپوا رہے ہیں۔ ان کے علاوہ قرآن کریم کا متن بچوں کے لئے بھی اور بڑوں کے لئے بھی ضروری ہے۔ یہ بھی اس وقت قریباً نایاب تھا اور انشاء اللہ عنقریب چھپ جائے گا اور جماعت اس سے فائدہ اٹھا سکے گی۔“ 118

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی قیمتی نصائح

• ۳۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کا ماہانہ اجلاس منعقد ہوا۔ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب صدر عالمی عدالت نے اس موقع پر احمدی نوجوانوں کو بیش قیمت نصائح سے نوازتے ہوئے خاص طور پر یہ حقیقت نمایاں فرمائی کہ مومن کا ہر لحظہ، اس کا ہر پیسہ اور اس کی ہر سوچ اور فکر و تدبر نہایت قیمتی ہے۔ مومن ہونے کی حیثیت میں نوجوانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اوقات، اپنے اموال اور اپنی غور و فکر کی صلاحیت کی حقیقی قدر کرنا سیکھیں اور وہ قدر یہی ہے کہ آپ کا ہر لحہ، آپ کا ہر پیسہ اور آپ کی ہر سوچ برموقع اور برمحل استعمال میں آئے۔ اس رنگ میں صَرف ہو کہ وہ حصول رضائے الٰہی پر منتج ہو نہ کہ اس کی ناراضگی مول لینے کا موجب بنے۔ اس کے لئے قرآنی تعلیم پر عمل پیرا ہونا اور اسلامی اقدار کو اپنانا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو استعدادیں اور قوتیں عطا فرمائی ہیں ان کی حقیقی قدردانی اور شکرگذاری کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو صحیح رنگ میں برموقع استعمال کیا جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اس رنگ میں استعمال کریں کہ اس صحیح اور برمحل استعمال کے نتیجہ میں شکرگذاری کا حق ادا ہو سکے اور یہ نہ ہو کہ ہم کفرانِ نعمت کے مرتکب قرار پا کر مستحقِ عذاب ٹھہریں۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے خاص طور پر تین نعمتوں کا ذکر فرمایا۔ ۱۔ انسانی زندگی اور وقت۔ ۲۔ قوت فکر و تدبّر۔ ۳۔ مال و دولت۔

حضرت چوہدری صاحب نے خدام کو تحریک جدید کے اصولوں کے مطابق سادہ زندگی اختیار

کرنے کی پُرزور تاکید فرمائی اور آخر میں ربوہ کے خدام کو خاص طور پر اسلامی اقدار اپنانے اور ان کو اپنی عملی زندگی میں اجاگر کرنے پر زور دیا اور فرمایا کہ ہماری زندگی کا ہر لمحہ اور ہر لحظہ اور ہماری ہر سوچ و فکر اور ہمارا ہر خرچ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہونا چاہیے تاکہ ہم اپنے دعاوی کا عملی ثبوت دنیا کو فراہم کرسکیں۔ 119

زیمبیا مشن کا قیام

اس سال کے آخر میں تحریک جدید کے بیرونی مشنوں میں زیمبیا مشن کا اضافہ ہوا۔

زیمبیا کا مختصر تعارف

''زیمبیا (Zambia): انگریزوں کی محکومی کے زمانے میں اس کا نام شمالی رہوڈیشیا تھا۔اب یہ جمہوریہ زیمبیا ہے۔جنوب میں دریائے زیمبزی اسے زمبابوے (جنوبی رہوڈیشیا) سے الگ کرتی ہے۔اس کے جنوب میں بوتسوانا، زمبابوے اور نامیبیا، مشرق میں موزمبیق اور ملاوی، شمال میں تنزانیہ اور زائر اور مغرب میں انگولا واقع ہیں۔اس کا رقبہ ۷،۵۲،۶۱۸ مربع کلومیٹر ہے۔۱۹۹۱ء کے تخمینہ کے مطابق آبادی ۸۷،۸۰،۰۰۰ ہے۔سب سے بڑا شہر اور صدر مقام لُوساکا (Lusaka) ہے۔عام زبان بنٹو Bantu ہے۔پڑھے لکھے لوگوں میں انگریزی بھی رائج ہے۔آبادی کی بڑی اکثریت قدیم افریقی عقائد کی پیرو ہے۔کئی بڑے بڑے دریا مثلاً زیمبزی، کافوے، لوانگوا، چیمبشی وغیرہ یہاں سے گزرتے ہیں۔کئی جھیلیں بھی واقع ہیں۔اکثر علاقے بلند ہیں جہاں جنگلات پائے جاتے ہیں۔ کاشت کے قابل کافی وسیع علاقے ہیں لیکن ایک قسم کی مکھی کی وجہ سے بڑے علاقے پر کاشت ممکن نہیں ہے۔بقیہ رقبہ میں مکئی، گیہوں، تمباکو، کافی، روئی اور تیل کے بیجوں کی کاشت ہوتی ہے۔نارنگیوں کے باغات بھی ہیں۔مویشی اور سؤر بڑی تعداد میں پالے جاتے ہیں۔

رائج سکہ کواچا (Kwacha) ہے۔درآمدات زیادہ تر برطانیہ، جاپان، ایران، جنوبی افریقہ، مغربی جرمنی، اٹلی اور فرانس سے آتی ہیں اور برآمدات برطانیہ، جاپان، اٹلی، مغربی جرمنی اور فرانس کو جاتی ہیں۔برآمدات کا ۹۳ فیصدی تانبہ ہے۔۲۱۹۷ کلومیٹر لمبی ریلوے لائنیں ہیں۔ان کے علاوہ ۲۵ ہزار کلومیٹر لمبی سڑکیں ہیں۔صنعتوں میں سب سے اہم تانبہ کی صنعت ہے۔کوئلہ بھی نکالا جاتا ہے۔تھوڑی سی مقدار میں شیشہ اور جست بھی نکالا جاتا ہے۔

۱۹۹۰ء میں یہاں ابتدائی مدرسوں میں ۲۰۶،۶۱،۱۴ طالب علم اور ۳۰۲،۷،۲/استاد تھے۔ ثانوی مدرسوں میں ۳۴۳،۷،۴۰،۱ طالب علم اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں ۶۱۳۷ طالب علم تھے۔

تاریخ: زیمبیا کی پرانی تاریخ کے بارے میں بہت کم علم ہے۔ اٹھارہویں اور شروع انیسویں صدی میں چند پرتگالی مہم جو (کھوج کار) اس علاقے تک گئے تھے اور ان کے روزنامچوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس علاقے میں افریقیوں کی ایک بہت بڑی سلطنت قائم تھی۔ بعد میں جو مہم جُو ۱۸۵۱ء میں یہاں پہنچے انہوں نے آبشار وکٹوریہ کا پتہ لگایا۔

زیمبیا کی آبادی کا بڑا حصہ بنٹو قبیلے کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۷۰۰ء میں اس علاقے میں داخل ہو کر قابض ہو گئے لیکن اس کے بارے میں تاریخی معلومات بہت کم ملتی ہیں۔ شروع انیسویں صدی میں عربوں نے بھی شمال سے اس علاقے پر حملہ کیا تھا۔ دوسرے حملہ آور قبیلوں میں سے لوزی بہت کامیاب رہا۔ ان کے سردار لیوانکا نے ۱۸۹۱ء میں انگریزوں سے مدد مانگی اور اس کے عوض انگریز تاجروں کو تجارت اور کان کنی کی مراعات دیدی گئیں۔ ۱۸۹۹ء میں برٹش ساؤتھ افریقہ کمپنی نے مغربی اور شمال مغربی علاقے کا نظم ونسق سنبھال لیا۔ ۱۹۱۱ء میں ان دونوں علاقوں کو ملا کر شمالی رہوڈیشیا (موجودہ زیمبیا) کا نام دے دیا گیا۔ ۱۹۲۴ء میں برطانوی حکومت نے شمالی رھوڈیشیا کا نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

۱۹۵۳ء میں شمالی اور جنوبی رھوڈیشیا (زمبابوے) اور نیاسالینڈ (ملاوی) کا ایک وفاق قائم کر دیا گیا۔ اس وفاق سے اس علاقے نے بڑی ترقی کی۔ لیکن اس ترقی کے حقدار صرف سفید فام لوگ تھے۔ تمام زمینیں اور کانیں انہیں کی تھیں۔ نظم ونسق کی ہر منزل پر باگ ڈور انہیں کے ہاتھ میں تھی۔ دوسرے مقبوضات کی طرح افریقی باشندوں کی حیثیت غلاموں سے بہتر نہ تھی۔ چنانچہ افریقی باشندوں میں اس کے خلاف سخت ہیجان رہا۔ دوسری عالمگیر جنگ کے بعد آزادی کی تحریک اپنے عروج پر پہنچی اور برطانیہ کو وسطی افریقہ کے اس وفاق کو توڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔ ۱۹۶۴ء میں نیاسالینڈ، ملاوی کے نام سے اور شمالی رہوڈیشیا، زیمبیا کے نام سے آزاد مملکتیں بن گئیں۔

کینتھ کاؤنڈا (Kenneth Kaunda)، زیمبیا کے پہلا صدر منتخب ہوئے۔ کاؤنڈا ۱۹۶۸ء اور ۱۹۷۳ء میں دوبارہ صدر منتخب ہوئے۔ جنوبی رہوڈیشیا پر سفید فام اقلیت کی حکومت مسلط رہی جس کے خلاف طویل جنگ جاری رہی۔ اب جنوبی رہوڈیشیا زمبابوے کے نام کی آزاد حکومت ہے۔

آزادی کے بعد زیمبیا، دولت مشترکہ، مجلس اقوام متحدہ اور افریقی اتحاد کی تنظیم کا ممبر بن گیا اور غیر جانبدار ملکوں کی برادری میں شریک ہو گیا۔ انگولا اور موزمبیق کی جنگِ آزادی اور زمبابوے (جنوبی رہوڈیشیا) کی سفید فام حکومت کے خاتمے کی جدوجہد میں زیمبیا نے اہم رول ادا کیا۔

یوروپی اثر کو کم کرنے کی کوششیں جاری رہیں۔ بنکوں، کانوں اور صنعتوں میں سرکاری حصہ ۵۱ فیصدی سے زیادہ کر دیا گیا ہے۔ زیمبیا نے بھی برطانیہ کے ساتھ رہوڈیشیا کے خلاف پابندیوں میں شرکت کی۔ اس عمل سے زیمبیا کو کافی نقصان پہنچے۔'[120]

زیمبیا میں احمدیت

اگست ۱۹۵۸ء میں محترم مولانا محمد منور صاحب زیمبیا میں مشن کے قیام کا جائزہ لینے کے لئے گئے اور دو ماہ تک وہاں قیام کیا۔[121]

زیمبیا میں بعض ایشیائی احمدی موجود تھے جنکی خواہش تھی کہ وہاں کسی مبلغ کا تقرر کیا جائے۔ ۱۹۷۰ء میں مغربی افریقہ کے دورہ سے واپسی پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی ملاقات زیمبیا کے وزیر صحت Mr. P.W.Matoka اور برطانیہ میں زیمبیا کے سفیر Mr. W.P.Ayinenda سے ہوئی۔ حضور نے اس موقعہ پر زیمبیا میں مشن کھولنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔[122]

چنانچہ زیمبیا کے پہلے مبلغ مکرم شیخ نصیر الدین احمد صاحب مقرر ہوئے۔ جو ۴؍اکتوبر ۱۹۷۱ کو ربوہ سے روانہ ہوئے اور تنزانیہ سے ہوتے ہوئے ۱۴؍اکتوبر کو زیمبیا کے دارالحکومت پہنچے۔ اگرچہ ویزا کے سلسلہ میں ابتداء میں بہت سی مشکلات پیش آئیں لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے وزٹ ویزا (Visit Visa) مل گیا۔[123]

پہلے افریقن احمدی

مکرم شیخ نصیر الدین احمد صاحب کے زیمبیا پہنچنے کے تین دن بعد پہلے افریقن دوست محمد ادریس صاحب ملومبا کاساکاسا احمدیت میں داخل ہوئے۔ محترم محمد ادریس صاحب مسلمان تھے لیکن ان کی اہلیہ عیسائی تھیں۔ چنانچہ ان کے احمدی ہوتے ہی مخالفت شروع ہو گئی۔ ان کی اہلیہ عیسائی مشن کے اکسانے پر انہیں چھوڑ کر چلی گئی۔ اس پر ادریس صاحب نے اپنے خاندان کی ایک لڑکی سے شادی کر لی جو ان کی تبلیغ سے احمدی ہو گئیں۔[124] بعد ازاں یہ احمدیت پر قائم نہ رہ سکے۔

مکرم شیخ نصیر الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے باوجود بے حد مشکلات کے استقلال کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے درج ذیل ارشاد پر پورا اترنے اور عملی مظاہرہ کرنے کی توفیق ملی۔

''اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور توفیق دے کہ جس رنگ میں اور جس شکل میں ایک احمدی مجاہد کو دیکھنا چاہتا ہے اس رنگ اور شکل میں وہ آپ کو ہمیشہ پائے۔'' 125

مکرم شیخ صاحب نے ابتدائی ایام محمد ادریس صاحب کے مکان جو Lusaka کے باہر ایک کچی آبادی Chibolya Compound میں واقع تھا گزارے۔ ہر چند کہ وہاں بجلی اور پانی کی سہولت میسر نہ تھی اور کھانے کی بھی تکلیف تھی مگر ادریس صاحب کیساتھ رہنے کی وجہ سے مقامی باشندوں کو تبلیغ کرنے کا خوب موقع ملا۔ 126

احمدیہ مشن کی رجسٹریشن

مشن کا باقاعدہ آغاز کرنے کے لئے مشن کی رجسٹریشن ضروری ہے اور یہ کارروائی بڑی طویل اور صبر آزما ہوتی ہے اس سلسلہ میں خدا تعالیٰ نے غیر معمولی نصرت فرمائی اور مکرم شیخ صاحب، مکرم کبیر احمد بھٹی صاحب اور مکرم چوہدری محمد شریف صاحب کی کوششوں سے چند ہفتوں میں مشن کی رجسٹریشن ہوگئی اور ۶ جنوری ۱۹۷۲ء کو متعلقہ محکمہ کی طرف سے اجازت نامہ مل گیا۔ 127

چونکہ شیخ صاحب کا ویزا عارضی تھا اس لئے اس کے ختم ہونے پر یکم فروری ۱۹۷۲ء کو آپ کو زیمبیا چھوڑ کر تنزانیہ آنا پڑا اور ورک پرمٹ Work permit ملنے پر دوبارہ ۲۱/اگست ۱۹۷۲ء کو Lusaka پہنچے۔ 128

ابتدائی افریقن احمدی

۶ جنوری ۱۹۷۲ء تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۶/افریقن دوست احمدیت میں داخل ہو چکے تھے ان میں سے سوائے محمد ادریس صاحب کے جو پہلے مسلمان تھے سب دوست عیسائیت سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ان دوستوں کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ محمد ادریس صاحب۔ ۲۔ خلیل احمد کلالہ صاحب۔ ۳۔ بشریٰ کلالہ صاحبہ۔
۴۔ عبد العزیز موبانگاہ۔ ۵۔ احمد منوتا صاحب۔ ۶۔ ابوبکر یزی صاحب۔ 129

زیمبیا مشن کی انتظامیہ

جماعت احمدیہ زیمبیا کے پہلے قائمقام صدر مکرم چوہدری محمد شریف صاحب اور سیکرٹری جنرل مکرم کبیر احمد صاحب بھٹی مقرر ہوئے۔ عارضی طور پر چوہدری صاحب کا مکان ہی جماعت کا ہیڈ کوارٹر بنایا گیا۔

مکرم چوہدری صاحب موصوف تنزانیہ سے زیمبیا گئے تھے اور Kabwe کے مقام پر ریلوے میں ایک اہم عہدے پر فائز رہنے کے بعد ۱۹۷۰ء میں ریٹائر ہوئے اور Evelyn Hone College Lusaka میں کامرس کے مضامین پڑھانے پر مقرر ہوئے۔ آپ طلباء میں اتنے ہر دلعزیز تھے کہ طلباء آپ کو Father کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ ۱۹۷۳ء میں وفات تک اسی کالج سے منسلک رہے اور اس عرصہ میں احمدیت کی اشاعت اور ترقی کے لئے بدل وجان کوشاں رہے۔130

جماعتی انتظامیہ کے لحاظ سے ابتداءً زیمبیا کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

۱۔ لوساکا سرکٹ۔ ۲۔ باقی سارا زیمبیا دوسرا سرکٹ

لوساکا سرکٹ میں Chibolya باقاعدہ جماعت قائم ہوئی اور اس کے صدر محمد ادریس صاحب، جنرل سیکرٹری خلیل کلالہ صاحب اور اسسٹنٹ جنرل سیکرٹری عبدالعزیز موبانگاہ صاحب مقرر ہوئے۔131

مکرم شیخ نصیر الدین صاحب ۳۰ ستمبر ۱۹۷۲ تک مکرم ادریس صاحب کے پاس مقیم رہے لیکن شہر سے دور ہونے کی وجہ سے جماعت سے رابطہ میں دقت پیش آتی رہی۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۷۲ء میں شہر کے اندر ایک Polish لیڈی ڈاکٹر کی ملکیت عمارت کا ایک کمرہ کرایہ پر لے لیا گیا۔ یہاں Chibolya کی نسبت کافی سہولتیں تھیں۔ رابطہ کیلئے پوسٹ بکس اور ٹیلی فون بھی موجود تھے۔132 اس عمارت میں واقع کلینک میں جمعہ کے روز وقفہ کے دوران احباب جماعت نماز جمعہ ادا کرتے۔ باجماعت نماز جمعہ کے بعد کھانا بھی اکٹھے مل کر کھاتے۔ عید کی نماز مکرم چوہدری شریف صاحب کے گھر ہوتی رہی جو ان کی وفات کے بعد مکرم ملک جلیل الرحمن صاحب کے گھر پر ادا کی جاتی تھی۔133

احمدیہ بک شاپ

۱۹۷۳ء میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیہ مشن کو بک شاپ کھولنے کی اجازت مل گئی اس طرح

مشن کیلئے آمد کا ذریعہ پیدا ہو گیا۔مزید برآں مشن کی کتب کی آمد ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دی گئی۔134

فرداً فرداً تبلیغی رابطہ کے علاوہ فری مذہبی کلاسز جاری کی گئیں اور کارسپانڈنس کورسز کے ذریعہ بھی لوگوں کے ساتھ رابطہ قائم کیا گیا۔ دور دراز علاقوں سے بذریعہ خطوط سوالات کرنے والوں کے جوابات دیئے جاتے۔اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے وسیع پیمانے پر احمدیت متعارف ہوئی۔135

زیمبیا کے جشن آزادی میں احمدیہ مشن کا حصہ

۲۴/اکتوبر ۱۹۷۴ء کو زیمبیا کا جشن آزادی بڑی شان وشوکت سے منایا گیا زیمبیا کے صدر کاونڈا نے اپنے ملک کو جونیشنل فلاسفی دی اسے Humanism یعنی انسانیت کا نام دیا گیا چنانچہ اس فلسفہ پر مبنی پوسٹر اور اشتہارات نمایاں طور پر لگائے گئے۔ جماعت احمدیہ نے یہ جشن شایان شان طریق سے منانے کا فیصلہ کیا چنانچہ جماعت نے ۲۴/اکتوبر کو ایک سمپوزیم کا اہتمام کیا اور مختلف مذاہب کے علاوہ مختلف طبقات فکر کے لوگوں کو بھی دعوت دی گئی۔سمپوزیم کے انعقاد کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی گئی اور صدر مملکت سے شمولیت کی درخواست کی گئی گو صدر صاحب اپنی مصروفیات کے باعث تشریف نہ لائے تاہم انہوں نے اس سمپوزیم کے انعقاد پر مسرت کا اظہار کیا اور نیک تمناؤں اور دلی دعاؤں سے نوازا۔

چنانچہ ۲۴/اکتوبر ۱۹۷۴ء کو Evelyn Hone College Lusaka کے وسیع ہال میں سمپوزیم منعقد ہوا جس میں صدر مملکت کے فلسفہ انسانیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔ ہندو۔مسلم عیسائی غرضیکہ ہر مکتب فکر کے لوگ کثرت کیساتھ شریک ہوئے آخر میں تمام حاضرین کی مشروبات کے ساتھ تواضع کی گئی۔

سمپوزیم کے انعقاد کو ٹیلی ویژن، ریڈیو اور پریس نے بڑی کوریج دی اور نمایاں طور پر خبروں میں ذکر کیا۔136

مبلغین

اب تک زیمبیا میں مندرجہ ذیل مبلغین کو خدمت دین متین کی سعادت نصیب ہوئی۔

۱۔ مکرم شیخ نصیر الدین احمد صاحب۔ ۱۹۷۱ تا ۱۹۷۵

۲۔ مکرم میر غلام احمد نسیم صاحب ۱۹۷۵ تا ۱۹۷۹

۳۔	مکرم مولوی عبدالباسط صاحب شاہد	۱۹۷۹ تا ۱۹۸۷
۴۔	مکرم مولوی مقبول احمد ذبیح صاحب	۱۹۸۷ تا ۱۹۸۹
۵۔	مکرم مولوی سمیع اللہ قمر صاحب	۱۹۸۸ تا ۱۹۹۰
۶۔	مکرم محمود احمد منیب صاحب	نومبر ۱۹۹۰ تا اکتوبر ۱۹۹۵
۷۔	مکرم محمد رئیس طاہر صاحب	جون ۱۹۹۴ء تا جون ۲۰۰۰ء
۸۔	مکرم طاہر محمود چوہدری صاحب	مارچ ۲۰۰۰ء تا مئی ۲۰۰۷ء
۹۔	مکرم محمد جاوید صاحب	اپریل ۲۰۰۷ء سے تا حال (۲۰۱۵ء)
۱۰۔	مکرم طاہر محمود سیفی صاحب	اکتوبر ۲۰۰۸ء سے تا حال (۲۰۱۵ء)

ہمسایہ ممالک میں تبلیغ

ملاوی میں ۱۹۷۳ء میں ایک دوست Mr. Ashim Chida احمدی ہوئے تھے ان کی تبلیغ سے بفضلہٖ تعالیٰ وہاں جماعت قائم ہو چکی ہے۔

صدر زیمبیا کو قرآن کریم کا تحفہ

یکم اپریل ۱۹۷۶ء کو درج ذیل احباب جماعت پر مشتمل وفد نے صدر مملکت سے ملاقات کی۔
۱۔مکرم میر غلام احمد نسیم صاحب۔ ۲۔مکرم ڈاکٹر کرنل محمد رمضان صاحب۔ ۳۔مکرم ڈاکٹر افضل احمد صاحب۔ ۴۔مکرم ڈاکٹر منصور احمد صاحب ۵۔مکرم محمد ادریس ملومبا صاحب ۶۔مکرم چوہدری صادق نسیم صاحب۔

اس موقعہ پر صدر صاحب موصوف کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا گیا جس کے جواب میں صدر محترم نے احمدیہ مشن کی مساعی کو سراہا۔ موصوف کو قرآن مجید، اسلامی اصول کی فلاسفی، لائف آف محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور افریقہ سپیکس کا تحفہ پیش کیا گیا۔ اس ملاقات کا پریس میں خوب چرچا ہوا۔ ریڈیو اور ٹی وی نے بھی کوریج دی۔ [137]

لجنہ اماء اللہ کا قیام

۲۰ جنوری ۱۹۷۶ء کو لجنہ اماء اللہ کا قیام عمل میں آیا اور درج ذیل عہدیداروں کا تقرر رہوا۔

۱۔ مسز ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد شریف صاحب صدر
۲۔ مسز محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر محمد افضل صاحب جنرل سیکرٹری
۳۔ نعیمہ صادق صاحبہ سیکرٹری مال[138]

قرآن کریم ترجمہ

دو لوکل زبانوں Chigo اور Chichewa قرآن کریم کا ترجمہ کیا جا چکا ہے۔

اشاعت لٹریچر

زیمبیا مشن نے مندرجہ ذیل لٹریچر شائع اور تقسیم کیا جو تبلیغ کے ساتھ ساتھ جماعت کو مختلف حلقوں میں متعارف کروانے کا باعث بنا۔

۱۔ میں اسلام کو کیوں مانتا ہوں۔
۲۔ احمدیت کیا ہے۔
۳۔ حضرت عیسیٰ خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے۔
۴۔ احمدیت کا پیغام اور منتخب آیات قرآن کا ترجمہ۔

اخبار

مکرم میر غلام احمد نسیم صاحب نے ایک دو ماہی رسالہ Zambia Crescent کے نام سے جاری کیا۔ جو بفضل تعالیٰ باقاعدگی سے جاری ہے مکرم میر صاحب اس کے پہلے ایڈیٹر تھے یہ اخبار غیر احمدی اداروں اور افراد کو بھیجا جاتا ہے۔ اس کی اشاعت تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ تبلیغ میں بھی بڑی ممد ثابت ہوئی ہے۔[139]

جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۶ فروری ۱۹۷۸ء کو لوسا کا ٹاؤن کونسل کے ہال میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ منعقد کیا گیا۔ اخبارات اور ریڈیو میں اعلانات کروائے گئے۔ جلسہ میں سیرۃ النبیؐ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی اس جلسہ کے چند دن بعد خواتین کے جلسہ سیرت النبیؐ کا انتظام کیا گیا جس میں کثرت کے ساتھ غیر احمدی خواتین شامل ہوئیں۔[140]

مخالفت

مشن کے با قاعدہ قیام سے احمدیت کا حلقہ تعارف ملک میں وسیع ہوا اور جماعت کی ترقی اور مقبولیت دیکھ کر زیمبیا کی مسلم ایسوسی ایشن نے معاندانہ اور حاسدانہ رویہ اختیار کیا۔ چنانچہ ۱۰ نومبر ۱۹۸۰ء کو اس نے وزارت داخلہ سے یہ شکایت کی کہ احمدی اپنے ملک (پاکستان) میں غیر مسلم ہیں اور رسول اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔ اس شکایت پر سیکرٹری وزرات داخلہ نے اپنے خط محررہ ۱۹ نومبر کے ذریعہ جماعت کے مبلغ مولانا عبدالباسط شاہد صاحب کو مسلم ایسوسی ایشن کے الزامات کے جوابات دینے کے لئے ۲۶ نومبر ۱۹۸۰ء کو اپنے دفتر بلایا۔ مقررہ تاریخ پر مسلم ایسوسی ایشن کے سیکرٹری کو بھی حاضر ہونے کو کہا۔

مکرم مولوی باسط صاحب تو مقررہ تاریخ پر وزارت داخلہ تشریف لے گئے لیکن مد مقابل مسلم ایسوسی ایشن کا سیکرٹری حاضر نہ ہوا۔ اس غیر حاضری کا وزارت داخلہ نے سختی سے نوٹس لیا اور ۲۸ نومبر کو مسلم ایسوسی ایشن کو لکھا کہ تم نے الزام تراشی کی لیکن جواب سننے کیلئے وقت مقررہ پر نہ آئے۔ اپنے احمدی بھائیوں کیساتھ اسلامی بھائی چارے کے مطابق مل کر رہو اور امن کیساتھ زندگی بسر کرو۔

اس طرح انکی تدبیر ان پر ہی الٹی پڑی اور خدا تعالیٰ نے ''انی مھین من اراداھانتک'' کا ایک اور نظارہ جماعت احمدیہ زیمبیا کو دکھایا جو ان کے ایمانوں کو بڑھانے کا موجب ہوا۔

مشن ہاؤس اور مسجد کی تعمیر کے لئے جماعت احمدیہ زیمبیا کے خرید کردہ پلاٹ پر مئی ۱۹۸۷ء میں بعض حاسدوں نے از راہ شرارت قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ مکرم مولانا مقبول احمد ذبیح صاحب نے متعلقہ حکام سے ملکر پلاٹ سے ناجائز قبضہ ختم کروایا اور چار دیواری بنوادی تا مزید شرارت کا امکان نہ رہے۔ 141

زیمبیا کے بعض تعلیم یافتہ مسلمانوں نے جن میں پاکستان۔ ہندوستان اور بعض دیگر اسلامی ممالک کے افراد شامل تھے اسلامی اتحاد کی غرض سے ایک اسلامک سنٹر قائم کیا اور ملک جلیل الرحمان صاحب کو اس کا چیئرمین بنایا۔ ایک دفعہ جنرل اجلاس میں کسی نے ایسے کارڈز تقسیم کئے جن پر عربی عبارت کا عکس تھا۔ اور لکھا ہوا تھا کہ احمدیوں نے قرآن کریم تبدیل کر دیا ہے۔ اور یہ عبارت اس کا ثبوت ہے یہ عبارت حضرت مصلح موعود کی کتاب ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' کی تھی۔ اس عربی عبارت میں **ایاہ نعبد و ایّاہ نستعین** کے الفاظ بھی تھے اس کارڈ میں یہ لکھا گیا تھا کہ گویا سورۃ فاتحہ میں تبدیلی

کی گئی ہے۔(حالانکہ یہاں پر سورۃ فاتحہ نہیں لکھی گئی بلکہ اس کے الفاظ لے کر مختلف دعا میں حمدیہ عبارت لکھی گئی ہے۔)

اس پر ملک صاحب موصوف نے مرکز میں چھپے ہوئے قرآن کریم کے پہلے دو صفحات کے بہت سے عکس اگلے اجلاس میں تقسیم کر دیئے کہ احمدیوں کا قرآن شریف تو یہ ہے ان کے کسی قرآن میں وہ عبارت نہیں ہے جسے غلط طور پر قرآن کریم کی آیات ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔مکرم محمد ادریس صاحب سے بھی مسلمانوں کے ایک اجتماع میں کسی مسلمان عالم نے پوچھا کہ آپ کا تعلق کس گروہ سے ہے انہوں نے کہا کہ میں بفضلہ تعالیٰ احمدی ہوں اس پر عالم نے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ احمدیوں نے قرآن کریم تبدیل کر دیا ہے اس پر انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا معلوم ہوتا ہے کہ احمدیہ مشن نے یہ بات مجھ سے چھپائے رکھی ہے اگر یہ بات درست ہے تو میں اس مشن کو خیر باد کہہ دونگا۔ آپ ابھی میرے ساتھ چلیں احمدیہ مشن جا کر ان کا قرآن دیکھتے ہیں۔آپ مجھے اس میں تبدیل شدہ عبارت دکھادیں۔وہ کہنے لگے اس وقت میں آپ کے ساتھ نہیں جاسکتا اور راہِ فرار اختیار کر گئے۔142

وزیراعظم زیمبیا سے ملاقات

۱۹ راپریل ۱۹۸۹ء کو جماعت احمدیہ زیمبیا کا مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل وفد زیمبیا کے وزیر اعظم سے ملا۔

۱۔مکرم مقبول احمد ذبیح صاحب۔ ۲۔مکرم سمیع اللہ قمر صاحب

۳۔مکرم ابوبکر بوابوا صاحب ۴۔مکرم یحییٰ افضلی صاحب

اس موقعہ پر وزیراعظم کی خدمت میں سیلاب زدگان کی امداد کیلئے ۴ ہزار کواچے کا چیک پیش کیا گیا اس ملاقات کا ذکر ریڈیو اور ٹی وی کے علاوہ ملکی اخبارات نے بھی کیا۔143

جماعت احمدیہ زیمبیا کی ترقی اور پھیلاؤ

زیمبیا میں اس وقت ۱۵۰ رافراد پر مشتمل جماعت موجود تھی۔باقاعدہ طور پر صرف لوساکا شہر ہی میں جماعت تھی اس کے علاوہ مندرجہ ذیل مقامات پر چند ایک افراد جماعت موجود تھے۔

Luanshya, Kabwe, Ndola, Kitwe, Mufulira,

Kalulushi, Chingola, Choma, Chililabombwe.144

حوالہ جات

(صفحہ 1 تا 128)

1 الفضل ۱۶ جنوری ۱۹۷۱ء صفحہ ۲، ۳
2 دیکھئے ان کی مشہور تالیف ''تمدن عرب'' صفحہ ۵۲۸ تا ۵۳۳۔ مترجم سید علی بلگرامی۔ مطبع زاہد علی شیخ پرنٹرز لاہور
3 مقدمہ کتاب'' اسلام کا وراثتی نظام صفحہ ۱۱
4 الفرقان اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴۵
5 الفضل ۲۳، ۲۶ جنوری، ۲ فروری اور ۱۰ مارچ ۱۹۷۱
6 الفضل ۲۹ مئی ۱۹۷۱ صفحہ ۶
7 تحریک جدید ربوہ اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۱
8 ماہنامہ مصباح اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۴۳
9 الفضل ۲۶ فروری ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
10 الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۳
11 الفضل ۱۳ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۳، ۴
12 رسالہ تحریک جدید جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۵
13 رسالہ تحریک جدید اگست ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۵
14 ریکارڈ مجلس نصرت جہاں غیر مطبوعہ صفحہ ۲۳
15 ریکارڈ مجلس نصرت جہاں غیر مطبوعہ صفحہ ۴۰
16 الفضل ۱۳ / اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
17 الفضل ۱۱ فروری ۱۹۷۲ء صفحہ ۳
18 الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۳
19 الفضل ۷ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۵
20 دی گائیڈنس نومبر ۱۹۷۱ء

21 الفضل ۲۵ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۴

22 مقالہ بعنوان نصرت جہاں سکیم تاریخ وخدمات صفحہ ۴۸

23 الفضل ۲۵ جون ۱۹۷۵ء صفحہ ۶

24 دی گائیڈنس نومبر ۱۹۷۱ء

25 الفضل ۱۹/اگست ۱۹۷۱ء صفحہ ۱

26 الفضل ۹ دسمبر ۱۹۷۱ء و اخبار ''دی نیشن'' فری ٹاؤن بابت ۷ دسمبر ۱۹۷۱ء بحوالہ الفضل ۴ مئی ۱۹۷۲ء صفحہ ۲

27 رسالہ ''تحریک جدید'' مارچ ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۷

28 الفضل ۲۱ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۱

29 الفضل ۱۸ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۳ و ۴ ۔ رسالہ ''تحریک جدید'' اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۸ - ۱۳

30 الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۱ ۔ ریکارڈ مجلس نصرت جہاں غیر مطبوعہ صفحہ ۱۲۳

31 الفضل ۲۵ جون ۱۹۷۱ء صفحہ ۱

32 الفضل ۲ دسمبر ۱۹۷۱ صفحہ ۱

33 الفضل ۱۳ فروری ۱۹۷۲ء صفحہ ۳

34 ریکارڈ مجلس نصرت جہاں غیر مطبوعہ صفحہ ۱۴۶ - ۱۴۷

35 الفضل ۳۰ نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱

36 ریکارڈ مجلس نصرت جہاں غیر مطبوعہ صفحہ ۹۳، ۹۴

37 تحریک جدید مارچ ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۴ ۔ ۱۵ ۔ ۲ فروری ۱۹۷۲ء صفحہ ۴

38 الفضل ۱۲ مارچ ۱۹۷۲ء صفحہ ۴

39 الفضل ۱۷ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۱ و ۸

40 الفضل ۲۸ و ۳۰ مارچ و ۳ - ۴/اپریل ۱۹۷۱ء ۔ ایضاً صدر انجمن احمدیہ، تحریک جدید اور وقف جدید کے مطبوعہ بجٹ ۱۹۷۱-۷۲ء

41 ماہنامہ مصباح جون ۱۹۷۱ء صفحہ ۴ تا ۶، صفحہ ۱۷، ۱۸

42 غیر مطبوعہ تحریری ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

43 الفضل ۱۶ مئی ۱۹۷۱ء صفحہ ۱، ۶

44 صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ فی السطوح المنبر والخشب

45 سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۱۹۸، ۱۹۹ روایت نمبر ۱۸۸

46 الفضل ۲۴ نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۳-۵

47 الفضل ۱۳ جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ا و ۶۔ تعارف ''زنجیر گل'' مرتبہ لطیف قریشی صاحب

48 مبائعین کی فہرست میں آپ کا نام الفضل ۴؍ اپریل ۱۹۴۰ء صفحہ ۲ پر شائع ہوا۔

49 الفضل ۱۳ جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۶

50 الفضل ۲۴ فروری ۱۹۷۲ء صفحہ ۴

51 الفضل ۲۵ جون ۱۹۷۱ء صفحہ ۲۔ ۳ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۳

52 الفضل ۱۵ جون ۱۹۷۱ء صفحہ ا

53 الفضل ۲۲ جون، ۲۳ جون، ۲۵ جون، ۷ جولائی ۱۹۷۱

54 الفضل ۲۳ تا ۲۷، ۳۰ جولائی ۱۹۷۱ء۔ یکم، ۴، ۸، ۱۱، ۱۳، ۲۴ تا ۲۷، ۳۱؍ اگست ۱۹۷۱ء۔ یکم، ۱۹ ستمبر ۱۹۷۱ء

55 الفضل ۱۲؍ اگست ۱۹۷۱ء

56 الفضل ۱۳ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ا

57 الفضل ۱۵ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ا

58 الفضل ۲۱؍ اگست ۱۹۷۱ء صفحہ ۳-۴

59 الفضل ۱۷ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴

60 الفضل ۱۷ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ا

61 روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۶ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ا و ۶ کالم ۷ ایضاً۔ مساوات لاہور ۱۶ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ا و آخری صفحہ کالم ۵۔ مساوات لاہور ۱۷ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ا کالم ۶، ۷ و صفحہ ۸ کالم ۶۔ دی پاکستان ٹائمز لاہور ۱۶ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ا کالم ا و صفحہ آخر کالم ۶

62 ہفت روزہ لاہور ۲۰ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴

63 ماہنامہ الفرقان ربوہ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۲

64 الفضل ۱۰؍ اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ا

65 الفضل ۱۸ تا ۲۳ ستمبر ۱۹۷۱ء

66 الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴

67 الفضل ۱۹/اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۳-۴

68 الفضل ۹/اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۶

69 ماہنامہ خالد ربوہ نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۳ تا ۱۶

70 ماہنامہ خالد نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۷ تا ۲۴

71 ابن ہشام۔طبری۔زرقانی بحوالہ سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ ۱۳۷-۱۳۸ مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

72 ماہنامہ خالد جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۴و ۷ تا ۱۰

73 تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد سوم طبع اول صفحہ ۶۹۷ تا صفحہ ۶۹۹۔الفضل ۲۴/اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴

74 الفضل ۱۷/اکتوبر تا ۱۹/اکتوبر ۱۹۷۱

75 ملاحظہ ہو K.L.T.68 ۱۹۷۱ء مقدمہ شہاب الدین اپیچی کو یا بنام احمد کو یا۔بحوالہ ہفت روزہ بدر قادیان ۲ جولائی ۱۹۸۱ء صفحہ ۵

76 ملاحظہ ہو پٹنہ لاء جرنل جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ مقدمہ حکیم خلیل احمد بنام ملک اسرافیل

77 ملاحظہ ہو مدراس لاء جرنل نمبر XX صفحہ ۶۶۳ اے آئی آر مدراس ۱۹۲۳ء صفحہ ۱۷۱ بدر قادیان ۲ جولائی ۱۹۸۱ء صفحہ ۵۔ اس تاریخی مقدمہ میں حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے وکالت کی جیسا کہ تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۳۱۲ پر ذکر آچکا ہے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''تحدیث نعمت'' صفحہ ۲۱۸ تا ۲۲۳۔(ایڈیشن ۲۰۰۹ء) یہ کتاب حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی تصنیف ہے۔

78 الفضل ۳۰ نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۳-۴

79 ماہنامہ تشحیذ الاذہان نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۷، ۸

80 تاریخ پاکستان از محمد علی چراغ صفحہ ۵۱۴ تا ۵۸۷

81 الفضل ۲۵ نومبر ۱۹۷۱ء

82 الفضل ۲۸ نومبر ۱۹۷۱ء

83 الفضل ۵ دسمبر ۱۹۷۱ء

84 الفضل ۷ دسمبر ۱۹۷۱ء

85 الفضل ۸ دسمبر ۱۹۷۱ء

86 الفضل ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴

87 الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۶

88 الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱

89 الفضل ۱۲ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱

90 غیر مطبوعہ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

91 الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱

92 الفضل ۱۹ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱

93 اخبار احمدیہ کینیڈا دسمبر ۱۹۷۱ء

94 الفضل ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱

95 الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام مارچ ۱۸۸۲ء براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۳۹ حاشیہ مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر سال ۱۸۸۲ء

96 الفضل ۲۳ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱-۳

97 الفضل ۱۱ مارچ ۱۹۷۲ء صفحہ ۲ تا ۴

98 الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۵

99 ماہنامہ مصباح ربوہ دسمبر ۱۹۷۳ء جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۶۸ تا ۷۰

100 غیر مطبوعہ تحریر شعبہ تاریخ احمدیت ۔ خط بنام مؤرخ احمدیت موصولہ ۲ دسمبر ۲۰۱۱ء

101 روزنامہ امروز ۲۳ دسمبر ۱۹۷۱ء بحوالہ الفضل ۵ ستمبر ۱۹۹۰ء صفحہ ۵

102 روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۳۱ دسمبر ۱۹۷۱ء ۔ الفضل ۱۱ جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۶

103 الفضل یکم جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۶

104 الفضل ۲۸ دسمبر ۲۰۱۳ء صفحہ ۶

105 ترجمہ ''پاکستان ٹائمز'' لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۷۱ء بحوالہ الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۶

106 ماہنامہ ہلال ستمبر ۲۰۱۰ء بحوالہ ماہنامہ خالد اگست ۲۰۱۰ء صفحہ ۳۴

107 روزنامہ ''دن'' ۳ ستمبر ۲۰۰۳ صفحہ ۱۵ زیر عنوان 'جنرل افتخار جنجوعہ نے غیر معمولی شجاعت کا مظاہرہ کیا'

108 پاک فضائیہ کی تاریخ صفحہ ۳۰۶

109 پاک فضائیہ کا ترجمان رسالہ شاہین ۔ مئی تا اگست ۱۹۷۲ء

110 روزنامہ ''امروز'' لاہور ۵ دسمبر ۱۹۷۱ء

111 الفضل ۹ ستمبر ۱۹۸۴ء صفحہ ۳

112 الفضل ۵ ستمبر ۱۹۹۰ء صفحہ ۶

113 کچھ باتیں کچھ یادیں اور ریگِ رواں مؤلفہ شیخ عبدالحمید عاجز صفحہ ۱۳۶ تا ۱۴۱

114 الفضل ۲۱ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱

115 الفضل ۲۳ نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱

116 الفضل ۱۲ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۲ ۔ ۳

117 ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

118 الفضل ۱۲ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۲

119 ماہنامہ خالد ربوہ جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۲۹

120 تاریخ ۔ جامع اردو انسائیکلوپیڈیا جلد ۴ ناشر قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ۔ وزارت ترقی انسانی وسائل حکومت ہند ۔ ویسٹ بلاک ۔ ا ۔ آر ۔ کے پورم نئی دہلی ۱۱۰۰۶۶ ۔ طبع اوّل ۲۰۰۰ء

121 الفضل 29 /نومبر 1981ء

122 الفضل 29 نومبر 1981ء

123 الفضل یکم نومبر 1981ء صفحہ 5

124 الفضل 8 دسمبر 1981 صفحہ 4

125 الفضل یکم نومبر 1981ء

126 الفضل 3 نومبر 1981

127 الفضل 2 نومبر 1981ء صفحہ 5

128 الفضل 14 نومبر 1981ء صفحہ 5

129 الفضل 9 نومبر 1981ء صفحہ 5

130 الفضل 29 نومبر 1981ء صفحہ 5

131 الفضل 9 نومبر 1981ء صفحہ 5

132 الفضل 30 نومبر 1981ء صفحہ 4-5

133 الفضل یکم دسمبر 1981ء صفحہ 4

134 الفضل 30 نومبر 1981ء صفحہ 5

135 الفضل یکم دسمبر 1981 صفحہ 5

136 الفضل 5 نومبر 1981ء صفحہ 4-5

137 ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

138 تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد نمبر 4 صفحہ 443

139 ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

140 الفضل 11 اگست 1978ء صفحہ 4

141 ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

142 الفضل 2 دسمبر 1981ء

143 ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

144 ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابۂ کرام کا انتقال

اس باب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایسے صحابہ کرام کا مختصر ذکرِ خیر کیا جا رہا ہے جو اس سال رحلت فرما گئے۔ اس کے علاوہ ایسے مرحومین کا تذکرہ بھی ہوگا جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریری بیعت کی سعادت تو نصیب ہوئی لیکن زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔

حضرت بابو خواجہ محمد الدین صاحب ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر سیالکوٹ

ولادت: ۱۸۸۵ء بیعت: قریباً ۱۹۰۳ء وفات: ۱۳ جنوری ۱۹۷۱ء [1]

حضرت خواجہ محمد الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''میں ابھی چھوٹا ہی تھا کہ والد صاحب (حضرت خواجہ احمد الدین صاحب) بوجہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب خالو عبدالعزیز صاحب والد ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب علیگڑھی اور سیّد حامد شاہ صاحب کی رفاقت میں رہنے کے ۹۶-۱۸۹۵ء میں ہی بیعت کر چکے تھے۔ وہ غالباً ۹۸-۱۸۹۷ء میں جموں میں ایک ٹھیکیدار کے پاس حساب کتاب لکھنے پر ملازم رہے۔ میں بھی جموں ان کے پاس جایا کرتا اور کچھ دیر رہ کر واپس سیالکوٹ آ جاتا۔ اس کے بعد وہ ۱۸۹۹ء میں تین سال کے لئے مشرقی افریقہ چلے گئے اور غالباً ۱۹۰۲ء کے شروع میں وہاں سے لوٹے۔ میرا وہ طالبعلمی کا زمانہ تھا چونکہ مذہب کی طرف میری رغبت تھی میرا خیال ہے میں نے بھی بذریعہ خط حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر لی تھی مگر تاریخ اور سن یاد نہیں۔ والد صاحب مرحوم کے افریقہ چلے جانے کے بعد میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے درس میں جایا کرتا تھا۔ مولوی صدرالدین صاحب بھی ان کے درس میں حاضر ہوتے تھے اور انہوں نے بھی انہی دنوں تازہ تازہ بیعت کی تھی۔ اسی اثناء میں مَیں نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے گھر جا کر قرآن کریم بامعنٰی پڑھنا شروع کیا۔ جب حضرت مولوی صاحب نے درس میں قرآن کریم ختم کر لیا تو انہوں نے بطور شکرانہ ختم قرآن پر دوستوں کو ایک وسیع پیمانہ پر دعوت دی اور اس کے بعد حضرت مولوی صاحب قادیان ہجرت فرما کر چلے گئے اور مجھے سیّد حامد شاہ کے سپرد کر دیا کہ آپ ان کو قرآن مجید پڑھاتے رہنا اور میں شاہ صاحب کے مکان پر جا کر ان سے سبق لیتا رہا اور ساتھ ہی بخاری شریف مولوی قائم دین صاحب ایم اے عربک سے پڑھتا تھا۔ یہ مولوی

صاحب نوجوان تھے اور بڑے پایہ کے عالم تھے مگر افسوس ان کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ جلدی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ وہ بھی بڑی تبلیغ کیا کرتے تھے اور مَرے کالج میں عربی کے پروفیسر تھے۔ میں نے ابھی شاہ صاحب سے گیارہ سپارے ہی پڑھے تھے کہ مجھے لاہور سے ملازمت کا حکم مل گیا اور میں شاید ۱۹۰۲ء جون۔ جولائی کے قریب لاہور چلا گیا۔ پھر وہاں سے پنڈی اور پنڈی سے کوہاٹ گیا۔ وہاں پر میرا عارضی انتظام ختم ہو گیا اور میں رخصت لے کر سیالکوٹ پہنچ گیا۔

جنوری ۱۹۰۳ء میں مَیں ابھی گھر پر ہی تھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ مولوی کرم دین بھیں کے مقدمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام جہلم جا رہے ہیں۔ چنانچہ میں بھی بمعہ چند دیگر دوستوں کے جہلم کے لئے روانہ ہو پڑا اور جس گاڑی میں حضرت اقدس آ رہے تھے وہ ہمیں وزیر آباد ملی اور ہم بھی اس میں سوار ہو گئے پر بڑی مشکل سے۔ کیونکہ حضرت اقدس کے سفر کرنے کی وجہ سے گاڑی اس قدر پُر تھی کہ کسی کمزور آدمی کا چڑھنا بڑا محال تھا۔ جس طرح پچھلے بٹوارے کے دنوں میں گاڑی کے پائدانوں پر بھی لوگ چڑھا کرتے تھے اس دن بھی سماں ایسا ہی تھا اور وزیر آباد کے بعد اسٹیشن والے ٹکٹ کسی کو نہ دیتے تھے کیونکہ رش اس قدر تھا کہ گاڑی میں جگہ ہی نہ تھی۔ وزیر آباد سے لے کر جہلم تک میں نے دیکھا کہ راستہ میں چھوٹے سے چھوٹا اسٹیشن بھی ہوتا تو اس کے گاؤں کے لوگ اس قدر تعداد میں پلیٹ فارم پر آ جاتے کہ ہر چھوٹا اسٹیشن بھی لاہور جیسا معلوم ہوتا۔ بھیڑ کے لحاظ سے۔ اور جہلم تک اکثر دوست دیکھنے کی خاطر حضرت اقدس کے ڈبہ میں چلے جاتے مگر حضرت اقدس فرماتے کہ جن دوستوں کے پاس سیکنڈ کا ٹکٹ نہیں وہ مہربانی کر کے اس ڈبہ میں نہ بیٹھیں اور اس طرح دوست ان کا ڈبہ خود بخود چھوڑ جاتے۔ راستہ میں جب گاڑی گجرات کے سٹیشن پر پہنچی تو منشی نواب خان صاحب تحصیلدار گجرات نے کئی دیگیں پلاؤ کی گاڑی پر لدوا دیں جو جہلم تک ساتھ دے دی گئیں اور لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ ہم تقریباً اوّل عصر کے وقت جہلم پہنچے اور جب گاڑی جہلم کے اسٹیشن پر کھڑی ہوئی تو گاڑی سے کوئی دس بارہ انگریز اور تین چار لیڈیاں نکل آئیں اور خواجہ کمال الدین صاحب سے پوچھنے لگیں کہ یہ کون شخص آج گاڑی میں سفر کر رہا ہے جس کی وجہ سے ہم دیکھتے آئے ہیں گاڑی میں بہت بھیڑ تھی۔ خواجہ صاحب نے انہیں بتایا کہ یہ Promised Messiah ہے۔ تو انہوں نے کہا کیا ہم ان کی فوٹو لے سکتے ہیں۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے حضرت اقدس سے یہی بیان کر دیا تو حضرت اقدس نے انہیں تصویر لینے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ انہوں نے تصویر لے لی اور اس کے بعد گاڑی

پنڈی کے لئے چل دی اور ہم شہر جانے کے لئے اسٹیشن سے روانہ ہو پڑے۔ وہاں پر ایک منشی غلام حیدر صاحب تحصیلدار جہلم تھے وہ حضرت کو فٹن گاڑی میں لینے آئے۔ وہ احمدی تو نہیں تھے مگر معتقد حضرت اقدس کے بہت تھے۔ حضرت اقدس فٹن پر سوار ہو گئے اور منشی غلام حیدر صاحب فٹن کے پائیدان پر کھڑے ہو گئے۔ اگر چہ وہاں کے لوگوں نے اپنی عادت کے موافق خوب گوبر پھینکا مگر گاڑی کے نزدیک جو آتا منشی غلام حیدر صاحب چھانٹا رسید کر کے اسے پیچھے ہٹا دیتے۔ شام کے وقت ہم اپنی قیام گاہ پر پہنچے جو ایک کوٹھی میں تھی جو ایک ہندو رئیس نے حضرت اقدس کے ٹھہرنے کے لئے پہلے سے دی ہوئی تھی۔ اس سفر میں حضرت مولوی عبداللطیف صاحب شہید اور دیگر بہت سے بزرگانِ دین حضرت اقدس کے ہمرکاب تھے۔ چنانچہ اسی رات بمعہ ایک کثیر تعداد کے میں نے بھی حضرت اقدس کے دست مبارک پر بیعت کی اور کافی وقت دباتے رہے۔ دوسرے دن سارا دن کچہری میں رہے...... حضرت اقدس کچہری میں حاضر ہونے کے بعد قادیان تشریف لے گئے اور ہم بھی سیالکوٹ لوٹ آئے۔ یہ بیان میرا چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ نے گذشتہ جلسہ سالانہ پر ریکارڈ کیا تھا جو ان کے پاس اب بھی موجود ہے۔ قیامِ جہلم میں مَیں نے حضرت سید عبداللطیف صاحب کو دیکھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اس قدر محبت رکھتے تھے کہ جب بھی آپ کی صحبت میں بیٹھتے تو آنکھوں سے آنسو رواں رہتے تھے کیا ہی مبارک وجود تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی برکتیں بے شمار نازل فرماوے۔ آمین‘‘

اولاد: ا۔عبدالسلام صاحب (مرحوم)۔ ۲۔امۃ السلام صاحبہ (مرحومہ) زوجہ ڈاکٹر میجر عبدالحق ملک صاحب۔ ۳۔عبدالمنان ناہید صاحب (معروف شاعر)۔ ۴۔خورشید مسرت صاحبہ (مرحومہ) زوجہ میجر محی الدین ملک صاحب ۵۔نسیم اختر صاحبہ اہلیہ میجر میر محمد عاصم صاحب[2]

حضرت صوفی عبدالرحیم صاحب لدھیانوی

ولادت: ۱۹۰۰ء بیعت: پیدائشی احمدی وفات: ۱۵ جنوری ۱۹۷۱ء

حضرت صوفی عبدالرحیم صاحب، حضرت سید میر عنایت علی صاحب لدھیانوی کے فرزند تھے۔ بچپن میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ اکثر قادیان جانے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ بہت پُرجوش احمدی اور دعاؤں سے بے حد شغف رکھنے والے، ملنسار اور مہمان نواز بزرگ تھے۔[3]

اولاد: آپ نے تین شادیاں کی تھیں۔پہلی بیوی سیدہ خاتون بانو صاحبہ سے آپ کی ایک ہی بیٹی سیدہ طاہرہ بانو صاحبہ تھیں۔آپ کی دوسری شادی مبارکہ بیگم صاحبہ بنت حضرت سید مبارک علی صاحب باہری سے ہوئی۔ان سے کوئی اولاد نہیں تھی۔تیسری شادی سے ایک بیٹے سید خالد محمود صاحب گورونانک بازار لاہور کا ذکر وصیت فائل میں ملتا ہے۔آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔آپ کی وفات دارالضیافت ربوہ میں ہوئی۔

حضرت مولوی برکت علی صاحب ساکن چھنیاں تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیار پور

ولادت:۱۸۸۹ء بیعت: ۱۹۰۷ء وفات:۲۸ جنوری ۱۹۷۱ء

مولوی فاضل تک دینی تعلیم مرکز احمدیت قادیان میں حاصل کی۔ازاں بعد پہلے اکھنور (کشمیر) پھر ۱۹۴۰ء تک مرالہ ہیڈ ورکس ضلع گجرات میں ملازم رہے۔اس کے بعد محلہ دارالفضل قادیان میں مع اہل وعیال رہائش پذیر ہو گئے۔ جہاں ہوزری اور لنگر خانہ میں سٹور کیپر کی حیثیت سے خدمت سلسلہ کا موقع میسر آیا۔

قیام پاکستان کے بعد سیالکوٹ میں مقیم ہوئے۔دعا گو اور تہجد گزار بزرگ تھے۔خندہ پیشانی اور ملنساری آپ کے نمایاں وصف تھے۔تبلیغ کا بے حد شوق تھا۔[4] تحریک جدید کے دفتر اوّل کے مجاہدوں میں سے تھے۔[5]

اولاد: رحمت اللہ صاحب واٹر ورکس سیالکوٹ۔کرامت اللہ صاحب۔سمیع اللہ صاحب جرمنی۔حفیظہ بیگم صاحبہ زوجہ آفتاب احمد صاحب مغلپورہ لاہور

حضرت جمعدار نعمت اللہ صاحب آف بگول

ولادت:۱۸۹۴ء بیعت:۱۹۰۲ء وفات:۱۰ فروری ۱۹۷۱ء

قادیان کے سکول میں عرصہ تک ڈرل ماسٹر رہے۔عرب میں بسلسلہ ملازمت رہنے کے باعث عربی زبان پر بھی عبور حاصل تھا۔تقسیم ملک کے بعد داتہ تحصیل مانسہرہ میں آ گئے اور مانسہرہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔بہت ہی مخلص اور بڑے جوشیلے،نڈر اور بہادر داعی الی اللہ تھے۔تحریک جدید کی پانچ ہزاری فوج میں شامل ہونے کی سعادت حاصل تھی۔[6]

اولاد: رانا کرامت اللہ خاں صاحب۔(آپ ایک عرصہ تک ہزارہ ڈویژن کے امیر رہے)

رانا سلامت اللہ خاں صاحب۔امۃ الرحمان صاحبہ زوجہ رانا خلیل احمد صاحب فیکٹری ایریا ربوہ۔امۃ اللہ صاحبہ زوجہ نور الاسلام صاحب (مکرم رانا وودا احمد صاحب مربی سلسلہ آپ کی نسل سے ہیں۔)

حضرت میاں فتح محمد صاحب

ولادت:۱۸۸۲ء بیعت:۱۹۰۳ء وفات:۱۶فروری ۱۹۷۱ء

حضرت میاں فتح محمد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ آپ اپنے آبائی گاؤں تلونڈی جھنگلاں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام شہاب الدین صاحب تھا۔

آپ کو اوائل عمر سے ہی عبادت الٰہی میں خاص شغف تھا۔نماز باقاعدگی سے پانچوں وقت مسجد میں باجماعت ادا کرتے اور اپنے والدین کے ساتھ بہت ہی حسن سلوک کے ساتھ پیش آتے اور کبھی ان کی موجودگی میں بلند آواز سے نہ بولتے۔اپنے رشتہ داروں میں شرافت، دیانت، راستبازی اور مہمان نوازہونے کی وجہ سے مقبول تھے۔باوجود ان پڑھ ہونے کے نہایت ذہین اور سمجھ دار تھے۔ جو ایک مرتبہ سن لیتے بڑی اچھی طرح یاد رکھتے۔قرآن مجید کی اکثر سورتیں آپ کو حفظ تھیں۔

۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ رشتہ داروں نے آپ کی شدید مخالفت کی۔مگر آپ کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی۔ جمعہ کی نماز آپ قادیان جا کر ادا کیا کرتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کا شرف حاصل کرتے۔خلافت اولیٰ اور خلافت ثانیہ میں بھی اکثر قادیان میں جا کر نماز جمعہ ادا کیا کرتے تھے۔

فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سیر کے لئے باہر جاتے تو حضور تو اپنی معمول کی رفتار سے چلتے لیکن ہم دوڑ دوڑ کر آپ کے ساتھ ملتے تھے۔ایک دفعہ حضور نے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے میدان میں بیٹھنا چاہا تو میں نے ایک کھدر کا کپڑا جو کہ میرے ساتھی کے پاس تھا زمین پر بچھا دیا۔حضور علیہ السلام اس پر بیٹھ گئے۔حضور علیہ السلام نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا کہ اس وقت تو یہ جگہ ویران نظر آتی ہے مگر ایک زمانہ آئے گا کہ یہاں پر بہت لوگ اکٹھے ہوا کریں گے اور بڑی رونق ہوگی۔بڑی بڑی شاندار عمارتیں بنیں گی۔چنانچہ ہم نے وہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس جگہ پر جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ ہوتا اور تعلیم الاسلام ہائی سکول اور بورڈنگ ہاؤس وغیرہ وہاں پر بنے اور اس طرح جنگل میں منگل کا نظارہ بن گیا۔

آپ چندہ جات میں اپنی حیثیت کے مطابق باقاعدگی سے حصہ لیتے۔فضول اور لغو باتوں اور بری مجلس سے اجتناب کرتے۔اپنا فارغ وقت تسبیح وتحمید اور عبادت میں گذارتے۔

۱۹۴۷ء میں آپ اپنے گاؤں سے ہجرت کر کے ملتان چلے آئے۔۱۹۵۳ء میں فسادات کے وقت آپ سرگودھا کے نواحی گاؤں چک نمبر ۹۹ شمالی میں چلے گئے اور وہاں اپنی عمر کا کافی عرصہ گذارا۔اس کے بعد آپ ربوہ تشریف لے آئے اور اپنی عمر کا باقی حصہ یہاں پر ہی گذارا۔

وفات سے دس بارہ روز قبل ہی آپ نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ اب تو میں آپ کے پاس چند روز کا مہمان ہوں۔

آپ کی نماز جنازہ مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۷۱ء دفاتر صدر انجمن احمدیہ کے غربی احاطہ میں محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے پڑھائی اور تدفین بہشتی مقبرہ میں قطعہ صحابہ میں عمل میں آئی۔

اولاد: شیر محمد صاحب۔سردار محمد صاحب۔سردار بی بی صاحبہ زوجہ محمد اسماعیل صاحب۔محمد جمیل صاحب[7]

حضرت ٹھیکیدار چوہدری غلام رسول صاحب

ولادت:۱۸۸۹ء تحریری بیعت:۱۹۰۶ء وفات:۲۰/۲۱ فروری ۱۹۷۱ء

آپ کے والد ماجد کا نام چوہدری عبدالرزاق صاحب تھا۔آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریری بیعت ۱۹۰۶ء میں کی۔آپ دنیا پور ضلع ملتان میں مقیم تھے وہاں سے ۱۹۰۹ء میں ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔۱۹۱۹ء تک دار المسیح میں تعمیر کے علاوہ متعدد دیگر تعمیرات آپ کی زیر نگرانی انجام پاتی رہیں۔اسی طرح منارة المسیح کی تعمیر میں اس کی تکمیل تک حصہ لیا۔۱۹۴۴ء میں حضرت مصلح موعود کی ہدایت پر فضل عمر انسٹی ٹیوٹ کی عمارت اپنی نگرانی میں تعمیر کرائی۔۱۹۵۰ء میں آپ کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے ربوہ میں اینٹوں کا بھٹہ چلانے کا کام سپرد کیا۔بعد ازاں آپ نے ۱۹۵۷ء میں اپنا بھٹہ جاری کیا۔نہایت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔غرباء پروری آپ کا نمایاں وصف تھا۔ربوہ کی بہت سی مساجد کے لئے آپ نے مفت اینٹیں مہیا فرمائیں۔حصہ جائیداد اپنی زندگی میں ہی ادا کر دیا۔تحریک جدید کے پانچ ہزاری فوج کے سپاہی تھے۔[8]

اولاد: عبداللہ صاحب۔عبدالمجید صاحب۔عبدالسمیع صاحب۔غلام فاطمہ صاحبہ اہلیہ صالح

محمد صاحب۔ عائشہ سلطانہ صاحبہ۔ سلمٰی صدیقہ صاحبہ اہلیہ چوہدری علیم الدین صاحب سابق امیر جماعت اسلام آباد

حضرت مولوی کرم الٰہی صاحب ڈوگر آف کھارا متّصل قادیان

ولادت: بیعت ۱۹۰۶ء وفات ۲۳ فروری ۱۹۷۱ء [9]

آپ کی خودنوشت روایات میں لکھا ہے کہ:۔

''میں ۱۸۹۸ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخل ہوا تھا مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے طبعی طور پر محبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمول تھا کہ حضور صبح کے وقت عموماً ہر روز سیر کے لئے باہر تشریف لے جایا کرتے تھے اور حضور کے بہت سے اصحاب حضور کے ہمراہ ہوتے تھے اور اکثر اوقات موضع بُٹر کی طرف تشریف لے جاتے تھے اور کبھی کبھی موضع بسراواں کی طرف بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔

۱۸۹۹ء میں جب مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم حضور کے چوتھے لڑکے پیدا ہوئے تھے تو اس وقت مَیں تعلیم الاسلام ہائی سکول کی دوسری جماعت میں تعلیم پاتا تھا۔ حضور نے ان کی پیدائش پر بہت خوشی کی۔ یہاں تک کہ اس خوشی کے اظہار کے لئے سکول میں استادوں اور طالب علموں کو بوندی کے لڈو تقسیم کئے تھے اور ان میں سے دو بوندی کے لڈو مجھے بھی ملے تھے جو کہ بہت صاف ستھرے اور لذیذ تھے اور گھی کے بنے ہوئے تھے۔ ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء کا ذکر ہے کہ طالب علموں میں اس بات پر مباحثہ ہوا کہ علم افضل ہے یا دولت۔ اس مباحثہ کے بعد یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ خدا کا فضل افضل ہے''۔ [10]

تقسیم ملک کے بعد شاہدرہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔ دعوت الی اللہ میں خاص شغف تھا۔ اپنے تین بیٹوں کو مولوی فاضل تک تعلیم دلائی۔

اولاد: رحمت اللہ صاحب۔ مولوی نعمت اللہ صاحب مبلغ سلسلہ۔ عبدالرحمٰن صاحب۔ رحمت بی بی صاحبہ [11]

حضرت ملک رسول بخش صاحب آف ڈیرہ غازی خان

ولادت: ۱۸۸۹ء۔ بیعت: ۱۹۰۴ء وفات: ۸ مارچ ۱۹۷۱ء [12]

ایک درویش مزاج بزرگ تھے۔نہر کے محکمہ میں اوورسیئر ی کی۔ ۱۹۴۴ء میں ریٹائر ہوئے۔ اس دور میں بھی نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔حالانکہ دوسرے اوورسیئر بڑے اعلیٰ معیارِ زندگی کے حامل تھے۔نہ ہی ملازمت کے دوران اور نہ ہی بعد میں کوئی مکان بنایا۔نہ زمین لی۔صرف تنخواہ پر ہی گزارہ تھا۔ اس ظاہری بے سروسامانی کے باوجود بے حد مطمئن اور صابر و شاکر انسان تھے۔ ۱۹۴۴ء میں نہر کی ملازمت ختم ہونے کے بعد ڈیرہ غازی خان آباد ہونے کی بجائے بچوں سمیت قادیان چلے گئے۔نظارت امورعامہ میں ملازمت اختیار کی اورفسادات ۱۹۴۷ء تک انچارج شعبہ تنفیذ اورمحتسب کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔13

ہجرت کے بعد چار سال تک ڈیرہ غازی خان میں مقیم رہے۔مگر مرکز کی کشش پھر ربوہ کھینچ لائی۔ یہاں محکمہ آبادی سے منسلک ہو گئے۔کام بڑی محنت، لگاؤ اور خلوص سے کرتے۔ اگر کوئی صاحب زمین کا نشان لینے آجاتے تو ساتھ چل پڑتے۔خواہ دریا کے کنارہ تک ہی کیوں نہ چلنا پڑتا۔

بہت ہردلعزیز تھے۔چھوٹے بچوں سے بڑا پیار کرتے۔حق بات بے دھڑک کہہ دیا کرتے۔ لین دین کے کھرے تھے۔نماز باجماعت کا التزام بڑے اہتمام سے کرتے۔نماز کی باقاعدگی بفضلہٖ تعالیٰ آخری دم تک قائم رکھنے کی توفیق ملی۔فرض روزوں کے علاوہ ہفتہ میں دو بار یعنی ہرسوموار اور ہر جمعرات کونفلی روزے ایک لمبے عرصہ تک رکھتے رہے۔بیواؤں اور یتیموں کا بڑا خیال رکھتے۔مستحق لوگوں کے گھر صبح کے اندھیرے میں جا کر پیسے دے آتے تا کہ کسی دوسرے کواس کا علم نہ ہواور لینے والے کا بھی بھرم قائم رہے۔آخری دم تک صحت اچھی رہی۔ پیدل چلنے، دودھ پینے اور کچی سبزیاں کھانے کا بڑا شوق تھا۔اپنی ضروریات بہت محدود رکھی ہوئی تھیں۔ذکرالٰہی میں شغف تھا۔اس لئے دل بہت مطمئن رہتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے کسی کا محتاج نہیں کیا۔ساری عمر دعا کرتے رہے کہ الٰہی لمبی بیماری سے بچانا اور جانکنی کے عذاب سے نجات دینا۔الحمدللہ دونوں دعائیں احسن طور پر پوری ہوئیں۔ 14

اولاد: لیفٹیننٹ کرنل ملک بشارت احمد صاحب۔ملک محمد اکبر صاحب

حضرت شیخ کظیم الرحمٰن صاحب

ولادت: یکم مارچ ۱۸۹۳ء15 پیدائشی احمدی۔زیارت: ۱۹۰۴ء16

وفات: ۲۵ / ۲۴ مارچ ۱۹۷۱ء17

حضرت شیخ کظیم الرحمٰن صاحب، حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پورہ (یکے از ۳۱۳ اصحاب) کے صاحبزادے اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کے داماد تھے۔آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے پیدائشی احمدی ہوں۔میری پیدائش ابتداء ۱۸۹۳ء کی ہے جب میں چھوٹی عمر کا تھا تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تذکرہ اکثر ''مرزا صاحب'' کے نام سے ہمارے گھر میں رہتا تھا۔قادیان سے حضرت مفتی محمد صادق صاحب، شیخ یعقوب علی صاحب اور مفتی فضل الرحمٰن صاحب اکثر حاجی پورہ جایا کرتے تھے۔اس وقت میں یہ سمجھا کرتا تھا کہ قادیان میں چار ہی آدمی ہیں۔ایک مرزا صاحب اور باقی تین آدمی مذکورہ بالا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عقیدت اور محبت بچپن سے ہی میرے دل میں ہے......میں ۱۹۰۴ء میں پہلی بار حضرت والد صاحب مرحوم کے ہمراہ قادیان آیا تھا اور حضور علیہ السلام کی زیارت اور صحبت سے فیضیاب ہوا۔مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ والد صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دروازہ پر (وہ دروازہ اب زنانہ مکان میں شامل ہو گیا ہے) آکر دستک دے کر دادی (حضور علیہ السلام کی خادمہ تھی جس کو سب دادی کہتے تھے) کو آواز دی کہ حضرت صاحب کو اطلاع کر دو اور ہم دونوں مسجد مبارک میں جو اس وقت بہت چھوٹی تھی اور چھوٹی مسجد کے نام سے موسوم کی جاتی تھی انتظار کیلئے آ بیٹھے۔جونہی کہ حضور علیہ السلام کو اطلاع ملی۔آپ فوراً براستہ کھڑکی (جو مسجد مبارک میں اندر سے آتی ہے اور پردہ پڑا رہتا ہے) تشریف لائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریف آوری سے قبل والد صاحب مرحوم نے مجھے دو روپے دیئے کہ جب حضور تشریف لائیں تو یہ نذرانہ پیش کر دینا اور اس کے پیش کرنے کا طریقہ یہ سمجھایا کہ بائیں ہاتھ پر داہنا ہاتھ رکھ کر اس پر یہ روپے رکھ کر نذر پیش کرنا۔چنانچہ جب حضور تشریف لائے تو میں نے اسی طرح نذر پیش کی جس کو حضور علیہ السلام نے اپنے داہنے دستِ مبارک سے اٹھا کر اپنی واسکٹ کی دائیں جیب مبارک میں ڈال لیا۔والد صاحب مرحوم سے بہت باتیں ہوتی رہیں اور میں خاموش پاس بیٹھا رہا......

میں اور میرے چھوٹے بھائی مسعود الرحمٰن صاحب ۱۹۰۶ء میں بغرض حصول تعلیم یہاں آئے۔ایک دن صبح کی نماز کے بعد ہم سب بورڈران مسجد اقصیٰ سے قطار میں واپس آ رہے تھے کہ حضور علیہ

السلام نے اپنی کھڑکی میں سے اپنا چہرہ مبارک باہر نکال کر دریافت فرمایا کہ ’’منشی حبیب الرحمٰن کے لڑکے ظہیم الرحمٰن اور مسعود الرحمٰن ہیں‘‘ ہم نے عرض کیا کہ حضور ہیں۔ فرمایا ’’ٹھہر جاؤ‘‘۔ ہم قطار سے علیحدہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور قطار چلی گئی۔ تھوڑی دیر میں حضور علیہ السلام نے اپنا چہرہ مبارک پھر اُسی کھڑکی سے نکال کر فرمایا ’’جھولی کرو‘‘۔ ہم نے جھولی کی تو حضور علیہ السلام نے اوپر سے مٹھائی پھینکی۔ زعفرانی رنگ کے بڑی قسم کے بڑے لڈو نہایت ہی لذیذ تھے جن کو ہم اپنی جھولیوں میں لے کر خوشی خوشی بورڈنگ میں چلے گئے اور وہاں جا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر خوب پیٹ بھر کر کھائے۔ ان کا ذائقہ نہایت عمدہ اور ان کی رنگت نہایت دلفریب تھی۔ ان کا ذائقہ اور رنگت اب تک جب بھی یاد آتا ہے اپنے مزے سے منہ تازہ ہو جاتا ہے۔ گویا ابھی کھایا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب آخری دفعہ لاہور تشریف لے جا رہے تھے تو سکول کے تمام طلباء سکول کی دیوار کے ساتھ باہر کی طرف بغرض شرف مصافحہ قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام سے مصافحہ کرتے ہوئے چلے گئے۔ جب مصافحہ ختم ہو گیا اور حضور آگے بڑھے تو میں بھی حضور علیہ السلام کے پیچھے چل پڑا۔ آپ تیز چلتے تھے اور خدام بھی حضور علیہ السلام کے ہمراہ تھے میں بھی پیچھے پیچھے بھاگا جاتا تھا اور یہ ارادہ تھا کہ جب حضور یکہ پر سوار ہو جاویں گے واپس آؤں گا۔ چنانچہ میں بھاگا ہوا پیچھے پیچھے چلا گیا۔ آپ جب چوہڑوں کے مکانوں کے قریب پہنچے تو راستہ چھوڑ کر دوسری طرف رخ فرمایا اور قریب ہی آموں کے درخت تھے ان کے نیچے ٹھہر گئے۔ خدام سب اردگرد کھڑے ہو گئے مگر حضور سب سے آگے کھڑے تھے۔ میں بھی بھاگتا ہوا حضور کے پاس پہنچ گیا۔ جب میں پہنچا تو حضور نے ...... محبت اور پیار سے فرمایا کہ ’’بس اب تم واپس چلے جاؤ ہم یہاں سے یکہ پر سوار ہو جائیں گے‘‘۔ چنانچہ میں بعد مصافحہ حضور کے اس حکم کی تعمیل میں واپس لوٹ پڑا۔ اگرچہ دل تو یہی چاہتا تھا کہ جب تک حضور سوار نہ ہو جاویں ٹھہروں مگر حضور کے فرمان کی فوری تعمیل دل میں تھی۔ اس لئے واپس چلا آیا۔ جب واپس لوٹا تو وہ دو یا تین اور لڑکے بھی بھاگے ہوئے چلے آ رہے تھے میں نے ان کو کہا کہ حضرت صاحب نے یہ فرمایا ہے اس لئے میں تو آ گیا ہوں اس کے بعد مجھے یاد نہیں کہ وہ میرے ساتھ ہی واپس آ گئے تھے یا آگے چلے گئے تھے لیکن میں تو واپس آ گیا۔

خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے حضور کے ساتھ لدھیانہ (جانے) کا موقعہ ملا۔ لدھیانہ میں بھی حضور کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقعہ ملا اور قادیان میں بھی حضور کی صحبت میں اکثر بیٹھنے کا موقعہ

ملتا رہا ہے۔ جب حضور کا وصال ہوا اور بٹالہ سے جنازہ لایا گیا اس وقت بھی میں یہاں ہی (قادیان میں) موجود تھا اور مجھے بھی حضور کے جنازہ مبارک کو کندھا دینے کا موقع ملا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے باغ والے مکان میں جب آخری زیارت کروائی گئی مجھے بھی اس وقت زیارت کا موقع ملا''۔[18]

اپنے خودنوشت حالات میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال مبارک ہوا تو وہ ان دنوں قادیان میں زیر تعلیم تھے۔ خبر وصال مبارک آنے کے بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں مولوی محمد علی صاحب نے پڑھائی۔ لوگ رو رہے تھے اور مسجد میں رونے کا شور تھا۔ اس پر مولوی محمد علی صاحب بہت ناراض ہوئے اور کہا اتنا شور کیوں مچایا ہے۔ جو ہونا تھا ہو گیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اوروں کا تو معلوم نہیں مگر مجھے ان کا اس طرز پر اظہار ناراضگی بہت برا لگا۔

اپنی زندگی کے بعض دیگر اہم حالات لکھتے ہوئے آپ نے لکھا ہے کہ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۱۹ء تک آپ نے ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک روڈ سروے پارٹی میں بطور اوورسیئر کام کیا۔ بعد ازاں کچھ عرصہ قادیان میں ٹی آئی بورڈنگ میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کے طور پر کام کیا۔ ۱۹۲۲ء میں سول انجینئرنگ کالج پشاور میں اوورسیئر کلاس میں داخلہ لیا اور تعلیم مکمل کر کے سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ تعلیم مکمل کرنے پر پھر کچھ عرصہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے دفتر میں بطور ہیڈ کلرک کام کیا۔ پھر روہڑی کینال کنسٹرکشن میں ملازمت اختیار کر لی۔[19]

۱۹۳۴ء میں آپ دوبارہ صدر انجمن احمدیہ میں ملازم ہوئے اور بیت المال، امور عامہ اور اصلاح وارشاد کی نظارتوں میں بیش قیمت خدمات بجالانے کے بعد ۱۹۶۳ء میں سبکدوش ہوئے۔ ہر محکمہ میں فرض شناسی اور اخلاص کا نہایت عمدہ نمونہ قائم کیا۔ چنانچہ حضرت خان صاحب فرزند علی صاحب ناظر بیت المال قادیان نے ۵ جولائی ۱۹۳۹ء کو آپ کو یہ سرٹیفکیٹ دیا کہ

''شیخ کظیم الرحمٰن صاحب قریباً پانچ سال سے بیت المال میں کام کرتے رہے ہیں۔ جب تک ان کا کام میرے نوٹس میں دیا ہے، وہ نہایت تسلی بخش رہا ہے اور میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ وہ کام کو نہایت محنت اور شوق سے سرانجام دیتے رہے ہیں۔ ان کا کام تشخیص آمد جماعتہائے و بجٹ صیغہ جات کا نہایت ہی اہم اور ذمہ داری کا کام تھا لیکن انہوں نے اس کام کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ میں ان کے کام سے ہمیشہ خوش رہا ہوں۔

(مہر) ناظر بیت المال قادیان

(۵ جولائی ۱۹۳۹ء)‘‘

اسی طرح حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ ناظر امور عامہ نے تحریر فرمایا کہ

’’شعبہ’ب‘ کا کام وسیع ہو رہا ہے منشی کظیم الرحمٰن صاحب اور چوہدری عبدالقدیر صاحب نے اس سلسلہ میں بہت اچھا کام کیا ہے۔اپنے فرائض کے علاوہ وہ اس میں بہت مدد دیتے رہے ہیں۔نہ چھٹی کا خیال کیا ہے نہ دن رات کا۔جزاھم اللہ۔اس شعبہ کا کام ابھی بہت باقی ہے دوسرے شعبہ کے کارکنوں سے بھی توقع ہے کہ وہ اپنے فرائض کو مستعدی سے ادا کر کے اس شعبہ کے لئے وقت نکالیں گے۔

عبدالرحیم درد

ناظر امور عامہ

(۷ فروری ۱۹۵۳ء)‘‘

آپ کو تحریک جدید کی پانچ ہزاری فوج کے مجاہد ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ [20]

اولاد: شیخ لطیف الرحمٰن صاحب بی اے۔شیخ عزیز الرحمٰن صاحب وفات بعمر اڑھائی سال۔ شیخ عزیز الرحمٰن وفات بعمر ۳ سال۔شیخ نعیم الرحمٰن وفات بعمر ۶ ماہ۔شیخ لطف الرحمٰن صاحب بی اے۔امۃ الاعلیٰ بیگم صاحبہ اہلیہ لطف المنان صاحب

حضرت ڈاکٹر شیخ احمد الدین صاحب

ولادت: ۱۷ جنوری ۱۸۹۶ء بیعت: ۱۹۰۷ء وفات: ۱۶/۱۷ پریل ۱۹۷۱ء [21]

آپ کے فرزند شیخ ناصر احمد صاحب مجاہد سوئٹزرلینڈ تحریر فرماتے ہیں:۔

خاندانی حالات: ’’ہمارا خاندان دائی والہ ضلع سیالکوٹ سے تعلق رکھتا ہے۔جب یہ خاندان ضلع گورداسپور کی طرف منتقل ہوا تو وڈالہ بانگر اور رحیم آباد بطور گڑھ کے قرار پائے۔ یہ دونوں مقامات مغل شہنشاہ اکبر اعظم کی تاج پوشی کے پرانے شہر کلانور سے صرف چند میل کے فاصلہ پر ہیں۔ احمدیت اس خاندان میں بہت شروع سے چلی آرہی ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبداللہ صاحب (جو خاکسار کے ماموں حضرت شیخ عبدالحق صاحب کے والد یعنی میرے نانا تھے) اور حضرت شیخ نور الدین صاحب (خاکسار کے دادا) ان دونوں بزرگوں کا شمار صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔

ابا جان مورخہ ۱۷ جنوری ۱۸۹۶ء کو وڈالہ بانگر ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔گیارہ برس کی عمر

میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔زمانہ تعلیم میں تبلیغ احمدیت کا جوش اس قدر تھا کہ سکول و کالج کے غیر مسلم اساتذہ ان کی مخالفت کرتے۔جس کا اثر ان کی تعلیم پر بھی پڑا۔ڈاکٹری کی تعلیم امرتسر اور لاہور میں پائی اور پھر شیخوپورہ کے شہر میں پریکٹس شروع کی۔کچھ عرصہ کے بعد آپ اپنے آبائی گاؤں وڈالہ بانگر میں واپس آ گئے اور وہاں کام شروع کیا۔

ابا جان جماعت کے ایک مشہور گروہ کے فرد تھے۔جن کا تعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے بہت قربت کا تھا۔اس گروہ کے بعض بزرگ اراکین کے نام یہ ہیں۔

محترم ملک غلام فرید صاحب۔محترم شیخ بشیر احمد صاحب۔محترم نوابزادہ میاں عبداللہ خاں صاحب۔محترم صوفی محمد ابراہیم صاحب۔محترم صوفی غلام محمد صاحب۔محترم مرزا عبدالحق صاحب۔شیخ محمد احمد مظہر صاحب۔محترم چوہدری عصمت اللہ صاحب۔محترم ملک کرم الٰہی صاحب۔یہ ان بزرگان کا گروہ ہے جن کا تعلق احمدیہ ہاسٹل لاہور سے اوائل زمانہ سے تھا۔

مختصر حالاتِ زندگی: ان کی شادی ماموں محترم حضرت شیخ عبدالحق صاحب کی چھوٹی بہن، ہماری والدہ محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ کے ساتھ غالباً ۱۹۱۸ء میں ہوئی۔وڈالہ بانگر سے ۳۲-۱۹۳۱ء میں علاقہ بار کی طرف رجوع کیا۔اور مختلف مقامات جن میں لائلپور کا شہر بھی شامل ہے، میں پریکٹس کے سلسلہ میں قیام کے بعد غالباً ۱۹۳۳ء میں محترم نوابزادہ میاں عبداللہ خاں صاحب کی خواہش اور تحریک پر محمود آباد ضلع نوابشاہ سندھ ان کی اراضیات پر چلے گئے اور کئی سال تک وہاں پر رہے۔اس علاقہ میں ان کے علاج کی شہرت بہت پھیل گئی اور مریض دور دور کے علاقوں سے علاج کروانے کی غرض سے آتے۔چونکہ اس علاقہ میں سانپ کثرت سے پائے جاتے تھے اس لئے آپ بالخصوص سانپ کے زہر کے علاج کے لئے بھی بہت مشہور ہو گئے۔محمود آباد ضلع نوابشاہ کی زمین کا تبادلہ تھرپارکر کے علاقہ میں ایک زمین کے ساتھ ہو گیا۔جسے حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب نے حضرت اماں جان کے نام کی مناسبت سے نصرت آباد کا نام دیا۔ابا جان بھی اس علاقہ میں منتقل ہو گئے۔

چند سال نصرت آباد میں قیام کے بعد آپ کنری تشریف لے گئے۔یہ تقسیم ملک سے پہلے کی بات ہے۔کنری میں قیام کم و بیش بیس سال تک رہا۔جس کے بعد آپ کراچی چلے گئے۔

سلسلہ کی خدمات: گو شروع سے ہی اور ہر علاقے میں جہاں قیام کا موقع ملا سلسلہ کی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے۔ملکانہ میں شدھی کی تحریک کے دوران بھی ایک عرصہ تک وہاں کام کیا۔لیکن

قیام سندھ کے دوران آپ کو زیادہ نمایاں طور پر خدمتِ دین کے مواقع ملے۔
سندھ پراونشل انجمن احمدیہ کے قیام سے ہی آپ اس میں شامل رہے۔ایک عرصہ تک سیکرٹری تعلیم وتربیت اور پھر سیکرٹری تبلیغ کے طور پر کام کیا۔ پراونشل نائب امیر بھی رہے۔ڈویژنل امارت قائم ہوئی تو ایک عرصہ تک حیدرآباد ڈویژن کے امیر رہے۔ڈویژنل قاضی کے طور پر بھی کام کیا۔
تبلیغ احمدیت اور خدمتِ دین کا شوق اس قدر تھا کہ مجھے فرمایا کہ دنیوی تعلیم مکمل کر کے اگر تم اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے وقف کر دو تو میں اپنے سارے حقوق تمہیں معاف کر دوں گا۔ان کی اس خواہش کی تکمیل میں خاکسار کو قریباً ربع صدی تک مختلف ممالک یورپ میں خدمت دین کے مواقع ملے۔جن میں انگلستان، سوئٹزرلینڈ، جرمنی اور آسٹریا بھی شامل ہیں۔محمود آباد میں قیام کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تحریک پر سال میں ایک مہینہ اعلیٰ حکام کو تبلیغ کرنے کی غرض سے وقف کرتے تھے۔اس دوران میں اپنی پریکٹس بند کر دیا کرتے تھے۔
گو ان کی ڈاکٹری پریکٹس تھی لیکن دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ ان کی ڈسپنسری گویا دارالتبلیغ ہوتی تھی۔غیر احمدی اور غیر مسلم مریض جب شہر میں آتے تو ''قادیانی ڈاکٹر'' کی طرف رجوع کرتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں بہت شفا رکھی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مریض کو نہ صرف دوا دیتے بلکہ اس کے لئے دعا بھی فرماتے اور خاص مواقع پر ہمیں بھی مریض کی صحت کے لئے دعا کی تحریک فرماتے۔علاج روپیہ کی غرض سے نہ کرتے بلکہ بسا اوقات مفت علاج کرتے۔
اخلاق وشمائل: آپ نہایت ذکی اور تیز فہم شخصیت تھے۔احمدیت کے شیدائی تھے اور خلافت کے پروانے۔۱۹۲۶ء سے آپ کی وصیت تھی۔ جو ۷/۱ کی تھی۔آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ مہمان نوازی اور اکرام ضیف گویا فطرت کا حصہ بنا ہوا تھا۔اپنی اولاد اور اولاد در اولاد میں نیکی اور خدمتِ دین کا جذبہ دیکھنے کی بہت خواہش رکھتے۔اور اس غرض کے لئے ہمیشہ دعائیں بھی کرتے۔ جلسہ سالانہ اور مجلس مشاورت میں شمولیت ہر حالت میں کرتے۔گو زندگی کے آخری دو سالوں میں صحت نے اجازت نہ دی۔ ۱۹۶۹ء میں تو لاہور تک گئے لیکن وہاں صحت خراب ہوگئی اور جلسہ میں شمولیت نہ کر سکے۔خاکسار نے حضرت صاحب کی تقاریر ٹیپ ریکارڈ کر کے انہیں سنائیں۔آپ بہت دعا گو تھے اور دعاؤں میں بالخصوص اپنی سب اولاد کو شامل کرتے۔
آپ نے اپنے پیچھے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑیں اور اولاد در اولاد کی مجموعی تعداد

۳۵/افراد تک پہنچتی ہے آپ نے ہمیشہ دوسروں کا خیال رکھا۔ ہر ایک کی بے لوث مدد کی اور اپنی عملی زندگی سے اخوت انسانی کا سبق دیا۔" 22

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے حضرت ڈاکٹر شیخ احمدالدین صاحب کی وفات پر آپ کے صاحبزادہ شیخ ناصر احمد صاحب سے ان الفاظ میں تعزیت کی:

"آپ کے والد محترم کی وفات سے مجھے بہت صدمہ پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہیں۔ اسی میں بہتری ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر جمیل کی توفیق دے اور ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین" 23

اولاد: شیخ ناصر احمد صاحب مرحوم سابق مجاہد سوئٹزرلینڈ۔ شیخ منصور احمد صاحب حال مقیم لندن۔ شیخ نصیر احمد صاحب مرحوم۔ شیخ رشید احمد صاحب حال مقیم ناروے۔ شیخ مبشر احمد صاحب مرحوم (اسلام آباد)۔ صالحہ بیگم صاحبہ زوجہ شیخ محمود احمد صاحب کراچی۔ ناصرہ بیگم صاحبہ زوجہ مشتاق احمد صاحب مرحوم (کینیڈا)۔ صادقہ بیگم صاحبہ زوجہ محمود احمد صاحب کراچی۔ آمنہ بیگم صاحبہ زوجہ شیخ رشید احمد صاحب آف لندن۔ 24

حضرت مرزا محمد حسین صاحب "چٹھی مسیح" ساکن تر گڑی ضلع گوجرانوالہ

ولادت: ۱۸۸۱ء اندازاً　بیعت وزیارت: ۱۹۰۲ء　وفات: ۵ مئی ۱۹۷۱ء 25

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور مشہور پنجابی شاعر حضرت مولوی مرزا محمد اسمٰعیل صاحب مصنف "چٹھی مسیح" کے فرزند تھے۔ آپ کی خود نوشت روایت میں ہے کہ:۔

"میرے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خط جو والد صاحب کے نام تھا اس خط کی نقل درج ہے۔ 'جواب لکھ دیں کہ توبہ استغفار عمدہ چیز ہے مگر ان لوگوں کی خوابوں کا ہرگز اعتماد نہ کریں کیونکہ یہ لوگ تقویٰ سے بعید ہیں اور شیطان کے مس سے خالی نہیں۔ ابھی تک تو میں تمہارے درمیان زندہ ہوں اور صدہا نشان ابھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ چاہیے کہ ایک ماہ کے بعد میری کتاب حقیقۃ الوحی منگوا کر دیکھو کہ اس وقت تک وہ انشاء اللہ چھپ جائے گی۔ جس شخص کو تزکیہ نفس نہیں وہ جس قدر شیطان کے قریب ہے اس قدر خدا کے قریب نہیں ہے۔ والسلام'۔ ۱۹۰۲ء کا خط ہے۔ دو مسائل بھی درج ہیں۔ دوسری جماعت بھی جائز ہے۔ قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دیا جا سکتا ہے۔ دونوں مسائل اسی خط پر حضرت مفتی صاحب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔

جب میں ۱۹۰۵ء میں ہائی سکول میں داخل ہوا۔ گھر سے خرچ دیر سے آیا۔ میاں نجم الدین صاحب مرحوم نے کھانا بند کر دیا میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں خرچ کے نہ آنے کی اور لنگر سے روٹی بند ہونے کی درخواست پیش کی تو حضرت صاحب نے ایک ماہ کی اجازت دے دی۔

پھر زلزلہ اور طاعون پڑی تو سکول باغ میں کُھلا۔ حضور بھی تشریف لے گئے۔ دو چور باغ میں آ گھسے۔ ایک چور بھاگ گیا۔ دوسرا پکڑا گیا۔ تو حضور نے فرمایا کہ چور کو مارنا نہیں پکڑ لو۔ چنانچہ پٹھانوں نے پکڑ کر رسہ سے باندھ دیا۔ پھر قاضی امیر حسین صاحب کا لڑکا شاہ محمد باغ میں فوت ہو گیا۔ اس کے جنازہ کے ساتھ ساتھ عاجز، محمد عارف صاحب، برکت علی صاحب، قاضی صاحب اور ان کا ایک رشتہ دار تھا۔ قاضی صاحب نے حضرت صاحب سے شکایت کی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کو باغ میں جمع کر کے ہمدردی اور حسن سلوک کا وعظ کر کے میر صاحب کے غم کو غلط کیا۔ 'مَو تا مَوتی لگ رہی ہے'۔ یہ اشتہار شائع ہوا (تو) میں نے پڑھی چند آریہ، دھرت رام، اوناتھ (جو) میرے ساتھ پڑھتے تھے، ان کو مطالعہ کے لئے دیا۔

سیالکوٹ کا لیکچر سرائے میں سنا جس میں کرشن ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر لاہور کا لیکچر سنا۔ جب مولوی عبدالکریم صاحب نے لیکچر ختم کیا تو کسی انگریز نے درخواست کی کہ حضور بھی اپنی زبان مبارک سے تبرکاً کچھ باتیں سنا دیں۔ جب حضرت اقدس اُٹھے تو مخالفوں نے شور ڈال دیا۔ یہ شور بہت دیر تک ہوتا رہا۔ ڈپٹی کمشنر کی ٹوپی بھی گر کر خراب ہو گئی۔ پولیس نے بھی بہتیرا زور مارا۔ خلقت خاموش نہ ہو سکی۔ پھر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اُٹھے اور قرآن کریم پڑھنا شروع کیا۔ مولوی صاحب کی آواز کا پہنچنا تھا کہ لوگ بالکل خاموش ہو گئے اور بیٹھ گئے۔ بعد ازاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کچھ باتیں سنائیں میں نے اس لیکچر کو خود سنا۔

جمعہ کی فجر کی نماز حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھائی۔ حضرت صاحب بھی شامل تھے۔ فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ مریم کا کچھ حصہ پڑھا۔ دوسری میں سورت دہر پڑھی۔ جس وقت یَتِيۡمًا وَّ اَسِيۡرًا پڑھا تو مقتدیوں کی چیخیں نکل گئیں۔ زار زار رونے لگے۔ میں دوسری صف میں حضرت صاحب کے پیچھے مسجد میں اور حضرت صاحب مولوی صاحب کے ہمراہ حجرے میں کھڑے تھے۔ یہ واقعہ ۱۹۰۵ء کا ہے''۔ 26

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم حضرت خلیفہ اوّل سے حاصل کی۔ جنگِ عظیم اوّل میں فوج میں بھرتی ہو گئے اور فوجی خدمات کے سلسلہ میں رنگون، برما، بصرہ اور بغداد وغیرہ میں رہنے کا موقعہ ملا۔ جہاں جہاں تشریف لے گئے احمدی احباب سے خصوصی رابطہ رکھا۔ کئی جماعتوں کو منظم کیا اور تبلیغ حق کا سلسلہ جاری رکھا اور بسا اوقات اپنے افسران کی ناراضگی مول لی۔

آپ خلافت ثانیہ کے ابتدائی دور میں ہی قادیان ہجرت کر کے آ گئے تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد قریباً ساڑھے تین سال تک اپنے وطن موضع تر گڑی میں فروکش رہے اور ۳۱ مئی ۱۹۵۱ء کو مستقل طور پر ربوہ منتقل ہو گئے۔ یہاں آ کر آپ چند ماہ تک سکول میں استاد کے فرائض انجام دیتے رہے بعد ازاں ملازمت چھوڑ کر جماعتی کاموں کے لئے وقف ہو گئے اور احمدی بچوں کو قرآن مجید پڑھانے یا چندوں کی وصولی میں مصروف ہو گئے۔ بچوں کی تربیت کا آپ کو اس قدر خیال تھا کہ آپ ہمیشہ اس بات کی نگرانی فرماتے کہ نماز کے وقت کوئی بچہ سڑک پر کھیلتا ہوا نظر نہ آئے۔ خط بہت عمدہ تھا۔ فارغ اوقات میں الفضل اور دوسری کتابوں اور رسالوں کی جلدیں بنانا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ بڑھاپے کے باوجود آپ کے عزم، ہمت اور استقلال میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ مستجاب الدعوات اور صاحبِ رؤیا بزرگ تھے۔ ۴۲-۱۹۴۱ء میں آپ کو ڈبل نمونیہ ہو گیا اور بیماری تشویشناک صورت اختیار کر گئی۔ آپ کی اہلیہ سیدہ امۃ الحفیظ صاحبہ نے دعا کی اور صدقہ دیا انہیں رؤیا میں بتایا گیا کہ آپ تیس سال مزید زندہ رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا۔[27]

آپ بہت نیک، عابد اور متواضع طبیعت کے مالک تھے اور مخلوقِ خدا کی خدمت کا خاص شوق اور جذبہ رکھتے تھے اور تحریک جدید کی پانچ ہزاری فوج کے مجاہدین میں سے تھے۔[28]

اولاد: آپ نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں۔

زوجہ اول: فاطمہ بیگم صاحبہ بنت حضرت منشی میراں بخش صاحب آف گوجرانوالہ۔ ان سے آپ کے پانچ بچے ہوئے جو سب کے سب وفات پا گئے۔

زوجہ ثانی: طاہرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت میاں نظام الدین صاحب جہلمی

ان سے ایک بیٹا تو بچپن میں فوت ہو گیا۔ دوسرے بیٹے مرزا طاہر احمد صاحب ۶۱ سال کی عمر میں گوجرانوالہ میں فوت ہوئے۔

زوجہ ثالث: عنایت بیگم صاحبہ جو کہ محمدی بیگم صاحبہ کے خاوند مرزا سلطان محمد صاحب کی عزیزہ

تھیں۔ان سے کوئی اولاد نہیں تھی۔

زوجہ رابع: امۃ الحفیظ صاحبہ بنت حضرت مولوی غلام محمد صاحب افغان۔ان سے آپ کے چار بچے ہوئے۔دو چھوٹی عمر میں وفات پا گئے۔جبکہ ایک بیٹے مرزا ظفر احمد صاحب ۶۸ سال کی عمر میں ۲۰۱۲ء میں ربوہ میں وفات پا گئے۔دوسرے بیٹے مرزا نصیر احمد صاحب جامعہ احمدیہ یو۔کے میں بطور استاد خدمت سلسلہ کی توفیق پا رہے ہیں۔[29]

حضرت لعل بی بی صاحبہ

ولادت:۱۸۸۹ء تحریری بیعت:۱۹۰۵ء وفات:۱۱ مئی ۱۹۷۱ء[30]

آپ حضرت محمد خان صاحب آف افغانستان کی اہلیہ محترمہ تھیں۔آپ نے ۱۹۰۵ء میں علاقہ خوست ملک افغانستان سے ایک خط کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں شمولیت کی سعادت حاصل کی۔پابند صوم و صلوٰۃ اور موصیہ تھیں۔۲ جنوری ۱۹۴۴ء کو آپ نے قادیان سے وصیت کی۔۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پشاور آ گئی تھیں۔وہیں آپ کی وفات ہوئی۔بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ ۹ الف میں مدفون ہیں۔

آپ کے بیٹے محترم حبیب احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے وفات سے چند یوم قبل خواب دیکھا کہ میرے والد صاحب مرحوم ایک باغ کے باہر کھڑے ہیں اور ان کو کچھ کہہ رہے ہیں کہ میرے باغ میں آ جاؤ۔یہاں پر تم کو سب کچھ ملے گا۔اس خواب سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ اب شاید والدہ صاحبہ کے یہ آخری ایام ہیں۔ان کے لئے تابوت پہلے سے تیار کیا گیا۔

بیماری کے ایام میں وہ حضرت سید صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کابل کے چشم دیدہ حالات شہادت اکثر بیان کرتی رہتی تھیں۔جب وفات سے چند یوم قبل میں نے ان سے کہا کہ آپ کو تابوت میں دفن کریں گے تو بڑی خوش ہوئیں۔اور جب میں نے یہ کہا کہ آپ کی وصیت کے کاغذات مجھے مل گئے ہیں جو آپ قادیان سے ہجرت کے وقت ساتھ لائی تھیں تو بے انتہاء خوش ہوئیں اور چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔میں نے عرض کیا کہ آپ کے تابوت کو ربوہ مقبرہ بہشتی تک پہنچانے کا ذمہ میرے محترم دوست ڈاکٹر منظور احمد امیر جماعت احمدیہ بازید خیل ضلع پشاور نے لیا ہے تو ان کے لئے اور ان کے بال بچوں کے لئے بڑی دعائیں کیں۔میرے والد صاحب مرحوم بھی موصی تھے۔

اولاد: آپ نے دو لڑکے اور تین لڑکیاں یادگار چھوڑیں۔[31]

حضرت قریشی نورالحسن صاحب

ولادت: تقریباً ۱۸۷۱ء بیعت: ۱۹۰۴ وفات: ۱۵ مئی ۱۹۷۱ء

حضرت قریشی نورالحسن صاحب قریشی محمد عبداللہ صاحب کے صاحبزادے تھے۔آپ کی رہائش کوٹلی ہرنرائن تحصیل وضلع سیالکوٹ میں تھی۔آپ نے ۱۹۰۴ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پراس وقت جب حضور اقدس سیالکوٹ تشریف لائے تھے بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ۱۹۱۳ء سے اپنی جماعت کوٹلی ہرنرائن کے پہلے سیکرٹری اصلاح وارشاد اور صدر رہے۔اور ۱۹۷۰ء تک مقامی جماعت کے کاموں کوانتہائی اخلاص ودیانت سے انجام دیا۔خاموش مستعد کارکن ور پابند صوم صلوٰۃ تھے۔باقاعدگی سے چندے ادا فرماتے۔آپ تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں بھی شامل تھے۔۱۹۱۷ء میں وصیت کی اور وفات تک پابندی کے ساتھ حصہ آمد ادا فرماتے رہے۔سلسلہ کے خادموں سے خاص لگاؤ تھا۔ان کی مہمان نوازی وغیرہ میں لذت محسوس فرماتے۔آپ نے ۱۵ مئی ۱۹۷۱ء کوقریباً ۱۰۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔[32]

آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔مکرم نصیر احمد قریشی صاحب مربی سلسلہ سابق مجاہد تنزانیہ و اسیر راہِ مولیٰ آپ کے نواسے ہیں۔

اولاد: قریشی منظور احمد صاحب۔قریشی نوراحمد صاحب۔زینب بیگم صاحبہ زوجہ قریشی عبدالرحمٰن صاحب آف فیصل آباد۔محمد بی بی صاحبہ زوجہ صوفی محمد عبداللہ صاحب اقصیٰ روڈ ربوہ۔احمد بی بی صاحبہ زوجہ بشیر احمد صاحب آف نائی والا ضلع سیالکوٹ۔ممتاز بیگم صاحبہ زوجہ قاضی عبدالحمید صاحب مزنگ لاہور۔محمودہ بیگم صاحبہ زوجہ قریشی عطاء اللہ صاحب آف چانگریاں تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ۔[33]

حضرت محمد عبداللہ صاحب میڈیکل پریکٹیشنر قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ

ولادت: ۱۸۸۷ء بیعت: ستمبر۔اکتوبر ۱۹۰۷ء وفات: ۱۳، ۱۴ جون ۱۹۷۱ء[34]

حضرت ڈاکٹر صاحب کے خودنوشت حالات (محررہ ۶ فروری ۱۹۶۰ء) میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۹۰۳ء میں جبکہ میں محکمہ نہر میں ملازم تھا۔رمضان شریف کی ایک رات خواب میں سحری سے قبل میں نے ایک بزرگ کی زیارت کی جس نے مجھ سے کہا کہ آپ کس سے بیعت ہیں۔میں نے عرض کیا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔اس بزرگ نے مجھے شاباش کے طور پر میری پیٹھ پر تین دفعہ تھپکی دی۔اس خواب کے بعد مجھے ڈیرہ غازی خان کے ایک سکول کے ایک احمدی مدرس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک کتاب (غالباً نشانِ آسمانی) پڑھنے کے لئے دی۔اس کتاب میں اپنے دعویٰ کے متعلق ایک طریق استخارہ تحریر فرمایا تھا۔یہ ارشاد عالی پڑھ کر میں لرز گیا اور میں نے مصمم ارادہ کرلیا کہ اس ملازمت سے مستعفی ہو کر میں ضرور استخارہ کروں گا۔کیونکہ ملازمت سے مجھے ناجائز آمد ہوتی تھی۔چنانچہ میں موقعہ کا منتظر رہا اور ۱۹۰۷ء کی ابتدائی سہ ماہی میں مستعفی ہو گیا اور اپنے تایا صاحب مرحوم کے پاس گوجرہ ضلع لائلپور چلا گیا۔یہیں میں نے استخارہ کیا۔دعائے استخارہ کے چوتھے روز نماز فجر کے بعد مجھے کشف میں سیڑھیاں نظر آئیں ہر سیڑھی پر ایک بورڈ نصب تھا۔آخری سیڑھی کے درمیان جو وسیع وعریض بورڈ آویزاں تھا جس کی زمین سرخ تھی اور اس پر جلی رنگ میں لکھا تھا مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود۔میرے تایا صاحب مرحوم اہل حدیث تھے جب ان سے میں نے یہ بیان کیا تو کہنے لگے کہ یہ شیطانی وساوس ہیں۔میں نے عرض کیا کہ میں دعا تو اللہ تعالیٰ سے کر رہا تھا۔شیطان کا بارگاہ عالی میں کیا دخل۔غرضیکہ وہ اس نعمت سے محروم رہے اور مجھے یہ سعادت حاصل ہوگئی۔

میری بیوی میرے سسرال میں رعیہ ضلع سیالکوٹ میں تھی۔جہاں میرے محسن حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب سرکاری ہسپتال میں ڈاکٹر تھے۔میں رعیہ پہنچ گیا۔احمدیت تو دل میں گھر کر چکی تھی ان سے ملاقات ہوئی۔ان کے ساتھ نمازیں پڑھتے رہے وہ نماز کے بعد مثنوی مولانا روم کا درس دیا کرتے تھے اور قرآن شریف کے معارف بھی بیان فرمایا کرتے تھے۔میں درس میں شامل رہا ان کی صحبت میں رہ کر احمدیت سے متعلق وسیع علم حاصل ہوا۔اور ستمبر ۱۹۰۷ء میں ان کے ہمراہ قادیان پہنچا۔اس وقت عصر کی نماز ہو رہی تھی۔۱۹۰۳ء میں ملازمت نہر کے دوران میں نے جو خواب دیکھا تھا وہ پورا ہو گیا کیونکہ وہی حلیہ اور لباس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ہم قریباً پندرہ روز قادیان میں رہے اس کے بعد جنوری ۱۹۰۸ء میں بھی نیاز حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔اس کے بعد لاہور میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے محترم بزرگ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر کے ہاں رہ کر ایمان اور عرفان میں اور ترقی ہوگئی۔۱۹۰۹ء میں مجھے پھر رعیہ آنا پڑا گویا حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کشش کھینچ لائی۔حضرت شاہ صاحب نے اپنی ڈسپنسری میں مجھے کمپونڈر منظور کروا لیا اور باقاعدہ

ملازمت کا سلسلہ بن گیا۔حضرت شاہ صاحب کے جس قدر احسانات مجھ پر ہیں ان کا میں شمار نہیں کر سکتا۔میرے ایمان اور ایقان کی ترقی ان کے طفیل ہوئی۔اور آپ کی تحریک سے میری بیوی نے بھی بیعت کرلی۔۱۹۱۱ءتک میں حضرت ڈاکٹر صاحب کے پاس رہا اس کے بعد مجھے سیالکوٹ تبدیل کر دیا گیا جہاں میں نے بہت سے فیوض حضرت میر حامد شاہ صاحب کی برکت سے حاصل کئے۔سیالکوٹ سول ہسپتال سے مجھے پلیگ ڈیوٹی پر لگایا گیا جس پر میں نے استعفٰی دے دیا۔ ازاں بعد مجھے سیالکوٹ کے ایک احمدی تاجر چرم اور مولوی مبارک علی صاحب مرحوم کے داماد کی ملازمت میں رہنے کا موقع ملا۔اس کے بعد ۱۹۱۳ء کی آخری ششماہی میں مَیں کپڑا بیچنے والی ایک کمپنی میں ملازم ہو گیا اور پٹیالہ شہر میں رہائش کر لی۔ جمعہ کی نماز کے لئے احمدیہ مسجد ڈھک بازار میں گیا جہاں حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب سے ملاقات ہوئی آپ راجندہ ہسپتال میں کام کرتے تھے۔حضرت ڈاکٹر صاحب کی تحریک پر میں فروختگی پارچہ سے فارغ ہو گیا اور ڈھائی سو روپے کی ادویہ لاہور پہنچ کر بیلی رام کی دکان سے خرید لایا اور پٹیالہ میں میڈیکل ہال کھول کر کام شروع کر دیا۔ مجھے جماعت میں اسسٹنٹ سیکرٹری بنا دیا گیا۔ ۱۳مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات ہوگئی۔ جماعت احمدیہ پٹیالہ نے متفقہ طور پر حضرت مولوی محمود الحسن خاں صاحب مدرس (حضرت ماسٹر محمد حسن احسان صاحب دہلوی کے والد ماجد اور مسعود احمد خاں صاحب دہلوی سابق ایڈیٹر الفضل ربوہ و انصار اللہ ربوہ کے دادا) اور خاکسار کو قادیان دارالامان بھیجا کہ جس بزرگ کا انتخاب ہو تمام جماعت کی طرف سے بیعت کر آئیں چنانچہ ہم دونوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دست مبارک پر جماعت کی طرف سے بیعت کی اور چند یوم قادیان میں رہ کر واپس پٹیالہ پہنچ گئے۔اس کے بعد حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب کہیں تبدیل ہو گئے اور خاکسار سیالکوٹ آکر مستری نظام الدین صاحب مرحوم کی سپورٹس کی فرم میں ملازم ہو گیا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ خصوصاً چھاؤنیوں میں، گورہ فوجوں میں یہ کاروبار کس طرح چلایا جاتا ہے؟ میں نے بہت دعائیں کیں۔تھوڑے دنوں میں مجھے اس کاروبار پر کافی عبور حاصل ہو گیا اور مکرم مستری صاحب نے میرا امتحان لے کر اپنی دکان ڈینی گرے واقع نوشہرہ چھاؤنی صوبہ سرحد بھیج دیا۔میں نے تین ماہ میں وہ منافع دیا جو وہ ایک سال میں بھی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ میں فروختگی کی رقم بنک میں جمع کراتا رہا اور مئی، جون، جولائی ۱۹۱۴ء کی سہ ماہی رپورٹ انہیں سیالکوٹ ارسال کر دی۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ میں جب شروع مئی میں نوشہرہ چھاؤنی

پہنچا تو اپنے آپ کو اکیلا پایا۔ کہاں سیالکوٹ کی جماعت اور حضرت میر حامد شاہ صاحب کی صحبت اور کہاں نوشہرہ چھاؤنی؟ میں نے دعا کی کہ الٰہی مومن تو اکیلا نہیں رہتا یا تو میرے ایمان میں نقص ہے یا اس جگہ افراد جماعت ہوں گے مگر مجھے علم نہیں۔ الٰہی تو مجھے اکیلا نہ رکھ۔ اگر یہاں افراد جماعت ہیں تو مجھے علم دے تاکہ یہاں جماعت پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمالی اور مجھے توفیق دی کہ نوشہرہ چھاؤنی کے متفرق احمدی احباب معلوم کر کے ایک جماعت قائم کروں۔ سو جوئندہ یابندہ کے بقول میں نے چل پھر کر پندرہ کس احمدی احباب معلوم کر کے ایک جمعہ پر سب احباب کو اکٹھا کیا اور جماعت احمدیہ نوشہرہ چھاؤنی کی بنیاد ڈالی۔ نوشہرہ چھاؤنی کے ڈاک بنگلہ کے خانساماں صاحب شیخ عبدالرحمٰن صاحب جماعت کے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے اور خاکسار کو سیکرٹری اور محصّل مقرر کیا گیا۔ ڈاک بنگلہ میں ہی نماز جمعہ کا انتظام کیا گیا۔ باقاعدہ مرکز سے خط وکتابت کر کے رسید بکیں اور دیگر لٹریچر وغیرہ حاصل کر لیا گیا۔ چونکہ صرف خاکسار ہی ایک آزاد پیشہ تھا اس لئے ہفتہ میں ایک دو دفعہ احباب سے ملاقات ہو جاتی چندہ کی وصولی بھی ہو جاتی اور کام جاری ہو گیا۔ اس سے پہلے مکرم محترم قاضی محمد یوسف صاحب پشاور سے آکر معلوم احمدی احباب سے چندہ لے جایا کرتے تھے۔ اب ہمارا چندہ پشاور جانا بند ہو گیا اور براہ راست مرکز کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ پہلی گریٹ وار شروع ہو چکی تھی۔ رجمنٹس کے ادل بدل سے احمدی احباب کی مزید آمد سے جماعت میں اضافہ ہو گیا اور متفقہ طور پر حضرت شیخ احمد اللہ صاحب مرحوم ومغفور جماعت کے پریذیڈنٹ منتخب ہوئے اور انجمن کے لئے ایک بالاخانہ کرایہ پر لے لیا گیا۔ (حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ سرحد کی کتاب ''تاریخ احمدیہ سرحد'' مطبوعہ ۱۹۵۹ء صفحہ ۲۶۵-۲۶۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ (حضرت شیخ احمد اللہ) تبلیغ احمدیت کے دلدادہ تھے نوشہرہ کے بعد آپ بمبئی جا کر ایک کمپنی کے ایجنٹ مقرر ہوئے اور کمپنی کے خرچ سے لندن پہنچ گئے۔ اپنی انگریزی ٹائپ مشین بھی ساتھ لے گئے اور اشاعت دین کا کام زور وشور سے شروع کر دیا۔ ہائیڈ پارک میں بھی حق کی آواز بلند کرتے رہے کئی افراد ان کے ذریعہ اسلام میں داخل ہوئے)

شیخ صاحب مرحوم ومغفور نے مجھے مستری صاحب کی ملازمت میں لکھنؤ جانے سے روک لیا اور کنٹونمنٹ کمیٹی کے دفتر میں ٹیکس کلکٹر کی آسامی پر مجھے تعینات کروا دیا جہاں وہ خود ہیڈ کلرک تھے۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۱۴ء سے میں وہاں کام کرنے لگ گیا اور مستری صاحب مرحوم ومغفور کی ملازمت سے

فارغ ہو گیا۔ گو محمد مستری صاحب کی ملازمت میں علاوہ تنخواہ کے معقول رقم کمیشن کی بھی ملتی تھی۔ مگر میں نے نوشہرہ میں رہ کر سلسلہ کی خدمت کو ترجیح دی اور تھوڑی نوکری کی قلیل تنخواہ قبول کر لی۔ اس آسامی پر رہ کر مجھے عام پبلک اور ملٹری افسروں سے بھی واسطہ پڑتا تھا۔ اس لئے مجھے تبلیغ کے لئے اچھا موقع میسر آ گیا۔ وار (War) کے زمانہ میں مجھے حضرت شیخ مشتاق حسین صاحب مرحوم و مغفور فٹنگ کنٹرکٹر (والد ماجد شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ لاہور و جج ہائیکورٹ لاہور) اور مولوی فخر الدین صاحب (مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر انچارج شعبہ زودنویسی کے والد بزرگوار) مرحوم و مغفور یہ دو بابرکت وجود مل گئے۔ جن کی آمد پر درس تدریس کا سلسلہ جاری ہو گیا اور نماز باجماعت باقاعدگی سے ادا ہونے لگی۔

اس کے بعد مکرم محترم مرزا غلام حیدر صاحب پلیڈر تشریف لے آئے جن کے آنے پر جماعت کا وقار بڑھ گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد خان بہادر دلاور خان صاحب اسسٹنٹ کمشنر ہو کر یہاں تعینات ہوئے۔ کئی ایک ڈاکٹر صاحبان بھی تشریف لے آئے۔ خصوصاً ڈاکٹر فیروز دین صاحب مرحوم و مغفور، ڈاکٹر محمد رمضان صاحب، صوبیدار میجر ڈاکٹر ظہور حسین صاحب گجرات کے رہنے والے، غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں ایک خاصی رونق پیدا ہو گئی۔ ہمارا مرکزی بجٹ ہزاروں تک جا پہنچا۔ مقامی اخراجات کے لئے بھی ہم ایک پیسہ فی روپیہ وصول کرتے تھے جو مقامی خرچ کے علاوہ ٹریکٹ وغیرہ منگوانے کے بھی کام آتا تھا۔ ہماری انجمن کے قیام سے قبل صوبہ سرحد میں کبھی کسی جماعت کا پبلک طور پر جلسہ نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء میں لندن مسجد کے چندہ کی وصولی کے لئے ایک وفد بہ سربراہی سید بشارت احمد صاحب وکیل آف حیدر آباد دکن اور ان کے بڑے بھائی سید سعادت احمد صاحب تشریف لائے۔ ان کی آمد پر ہم نے ایک جلسہ تجویز کیا اور عام منادی کرا دی۔ یہ صوبہ سرحد میں پہلا جلسہ تھا جو ہم نے کیا۔ لوگ کثرت سے جمع ہو گئے۔ مرکز سے بھی کئی علماء اس وفد کے ساتھ شامل تھے۔ تقاریر کا بہت اچھا اثر ہوا۔ لوگ احمدیہ جماعت کے مداح ہو گئے اور چند ایک نے بیعت بھی کی۔ اس پر مخالفت کا جوش پیدا ہو گیا اور چند غیر احمدیوں کی طرف سے ہمیں مباحثہ اور مناظرہ کا چیلنج دیا گیا۔ ہماری طرف سے مولوی ظہور حسین فاضل اکیلے تھے اور فریق مخالف کے پاس کئی مولوی اور سجادہ نشین تھے۔ ختم نبوت موضوعِ مباحثہ تھا۔ غیر احمدی مولوی صاحب کے مقابل عاجز آ گئے اور لوگوں پر کافی اثر ہوا۔ اگلے دن نوشہرہ کے چند طلباء نے ہمیں دعوت دی کہ مولوی صاحب کو ساتھ لے

کر ہمارے بورڈنگ میں آئیں۔دعوت رات کے وقت تھی۔کئی لوگوں نے ہمیں منع کیا کہ رات کے وقت نہیں جانا چاہیے کیونکہ پٹھانوں کی قوم اعتبار کے لائق نہیں۔ممکن ہے کہ اپنے مولویوں کی خفت مٹانے کے لئے کوئی نقصان پہنچائیں چنانچہ میں ایک اور دوست مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر رات کے وقت چھاؤنی سے ایک میل باہر دعوت پر چلا گیا اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے سپرد کرتے ہوئے روانگی سے قبل خوب دعا کر لی۔ہم دعوت سے فارغ ہو کر بازار میں پھرتے رہے۔چند مولوی صاحبان بھی ملے اور بخیریت رات کے گیارہ بجے کے قریب واپس آ گئے۔اسی نوشہرہ شہر کے ایک دوست سید ایوب شاہ صاحب بی اے نے بیعت کی۔جو نہایت مخلص تھے اور تھوڑے عرصہ میں انہوں نے اخلاص میں نہایت ترقی کی۔ایک ان کے پھوپھی زاد بھائی محمد علی تھے جن کو انہوں نے بڑی تبلیغ کی تھی مگر وہ احمدی سلسلہ میں ان کی تبلیغ سے داخل نہ ہوئے۔یہ وہی محمد علی (نوشہروی) ہیں جو مستریوں کے مقدمہ میں گورداسپور میں پھانسی پا گئے تھے 35۔اللہ تعالیٰ ان کی روح کو اپنے قرب و جوار میں جگہ دے۔ایک رات دسمبر کے دنوں میں رات کے ایک بجے جبکہ بجلی چمک رہی تھی اور سخت اندھیری رات تھی بوندا باندی بھی ہو رہی تھی محمد علی صاحب مرحوم و مغفور میرے مکان پر تشریف لائے۔فرمانے لگے کہ میاں ایوب شاہ صاحب نے بھیجا ہے ان کی بیوی سخت بیمار ہے اس کا آپ نے علاج کرنا ہے۔میں نے بیماری کا پوچھا مگر وہ نہ بتلا سکے۔میں نے کہا کہ آپ دریائے کابل کے کنارے پُل کے پاس فلاں جگہ بیٹھ کر میرا انتظار کریں میں کپڑے پہن کر ابھی آتا ہوں۔چنانچہ جب میں وہاں پہنچا تو محمد علی صاحب باوجود تلاش کرنے کے نہ ملے۔راستہ خطرناک تھا۔پٹھانوں کے ملک میں چھاؤنی سے باہر ایک قدم رکھنا بھی خطرناک تھا۔چنانچہ طبیعت نے پس و پیش کیا مگر اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہو کر دعا کر کے میں نے پل پار کر لیا اور اصل راستہ چھوڑ کر کھیتوں میں سے ہوتا ہوا، بھیگتا ہوا میاں ایوب شاہ صاحب کے گھر پہنچ گیا۔معلوم ہوا کہ ابارشن ہو گیا تھا اور بلیڈنگ بند نہیں ہوتی۔میرے پاس اس وقت تو کوئی دوا نہیں تھی میں نے کہا کہ کہیں سے افیم پیدا کریں۔انہوں نے کہا کہ چرس تو عام مل جاتا ہے مگر افیم کا ملنا آسان نہیں۔تلاش کرنے پر تھوڑی مقدار افیم کی مل گئی۔ایک گرین افیم دینے سے بلیڈنگ میں کچھ کمی واقع ہو گئی۔ایک گرین صبح دینے میں بلیڈنگ سٹاپ ہو گئی۔محمد علی صاحب مرحوم و مغفور بھی آ گئے۔معذرت کی کہ میں ایک جگہ سو گیا تھا اس لئے مل نہ سکا۔اس کے دوسرے دن انہوں نے بیعت کا خط بھیج دیا۔میاں ایوب شاہ صاحب نے پوچھا کہ میری تبلیغ

کا تو کوئی اثر نہ ہوا اب کیا بات سمجھ میں آ گئی ۔ محمد علی صاحب مرحوم و مغفور نے بتلایا کہ ڈاکٹر صاحب کا ایک بجے رات آنا ۔ اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا اور پھر ان کے آنے پر معجزانہ طور پر بیماری کا صحت یاب ہو جانا ان باتوں نے میرے دل پر اثر کیا کہ یہ جماعت کوئی دنیاوی رنگ نہیں رکھتی ضرور اس جماعت کے ساتھ خدا کا ہاتھ ہے ۔ اس لئے ڈاکٹر صاحب کے ایثار کو دیکھ کر میں نے بیعت کر لی ۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے جماعت کے ایسے شہیدوں میں شامل ہو گئے جو احمدیت کی تاریخ میں ایک درخشاں مقام رکھتے ہیں ۔ سال ۱۹۲۳ء میں ہجرت موومنٹ جاری تھی لوگ عدم تعاون پر کاربند تھے اور قافلہ در قافلہ کابل کو جا رہے تھے ۔ خصوصاً پٹھان آبادی میں ہجرت کا زیادہ زور تھا ۔ نوشہرہ میں ایک اسسٹنٹ کمشنر کیپٹن فشر تھے جو ایک پادری کے لڑکے تھے ۔ ان کی ڈیوٹی تحریکِ ہجرت پر لگی ہوئی تھی وہ نوشہرہ سے باہر چراٹ کے مقام پر تھے ۔ میرے پاس کچھ انگلش لٹریچر تھا ۔ میں نے ایک فارورڈنگ لیٹر ٹائپ کیا اور انگلش لٹریچر کی ایک ایک کاپی اسٹیشن کے بڑے بڑے ملٹری افسروں کو بھیج دی ۔ ایک کاپی میں نے کیپٹن فشر اسسٹنٹ کمشنر کو بھی بھیجی ۔ ملٹری افسروں میں سے تو کسی کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا ۔ کیپٹن فشر صاحب نے چراٹ سے خط بھیجا کہ میں اس وقت ہجرت موومنٹ کی وجہ سے سخت مشغول ہوں ۔ آپ کا لٹریچر پہنچا ۔ شکریہ ۔ میں جب نوشہرہ آؤں تو آپ مجھے ضرور ملیں ۔ آخر وہ ایک دن نوشہرہ آ گئے اور مجھے بلا بھیجا ۔ مجھ سے کسی کتاب کا مطالبہ کیا ۔ میں نے قرآن کریم کا پہلا پارہ جو حضرت مفتی صاحب نے مدراس رہ کر طبع کروایا تھا وہ اور حضرت خلیفۃ المسیح کی ایک کتاب ''ٹیچنگ آف اسلام'' پڑھنے کے لئے دے دی ۔ انہوں نے پہلے پارہ اور ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' کا خوب مطالعہ کیا ۔ مجھے بلایا کہ آؤ میرے ساتھ آ کر بیٹھو ۔ میں ان کے بنگلہ پر پہنچا ۔ مجھے اپنے ڈرائنگ روم میں لے گئے ۔ پہلا سوال انہوں نے یہ کیا کہ میں نے آپ کی کتب اور قرآن شریف کا خوب مطالعہ کیا ہے آپ کا دعویٰ ہے کہ سب مذاہب کے لیڈر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ان کی تعلیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہاماً تھی اور سب مذاہب راستی پر ہیں ۔ اب جبکہ سب مذاہب راستی پر ہیں مانا کہ اسلام کا راستہ نہایت قریب کا راستہ ہے اور باقی دوری پر واقع ہیں ۔ ایک مسلمان اسلام پر عمل کر کے جلد خدا تعالیٰ کے قریب پہنچ جاتا ہے ایک عیسائی کے لئے دور کا راستہ ہے ایسا ہی ہندو مذہب کے رشی ایک بہت دور کے زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں ۔ ایسے ہی یہودی اور پارسی ہیں ۔ آپ مجھے کیوں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جبکہ میں ایک سچے مذہب کا پیرو ہوں ۔ مانا کہ آپ اپنا راستہ

جلدی طے کرلیں گے مگر میں بھی آخر آج نہیں کل یا بدیر اپنا راستہ طے کر کے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرلوں گا۔میں نے جواب دیا کہ جو چل رہا ہو اس کے کبھی پہنچنے کی امید ہوسکتی ہے مگر جو چلنے سے رہ گیا اور بیٹھ گیا وہ کس طرح منزل مقصود پر پہنچ سکتا ہے۔میں نے ہندو مذہب جو قدامت میں سب مذاہب سے آگے ہے پیش کیا کہ اس کے خاص وعام دنیا پر گر گئے اور منزل مقصود کو چھوڑ بیٹھے۔ایسے ہی یہودی، پارسی وغیرہ وغیرہ اپنی اعلیٰ تعلیم کو چھوڑ چکے اور منزل مقصود سے دور ہو گئے۔اب عیسائی مذہب کو لیں کیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی راہ کی پیروی کر رہے ہیں۔لوتھر (اصل پولوس) نے کہا ہے کہ شریعت لعنت ہے۔اب شریعت تو ایک راستہ ہے اور اس کو لعنت سمجھ کر انسان اپنی منزل مقصود سے بہت دور جا پڑتا ہے۔غرضیکہ بہت بحث کے بعد اس کو تسلیم کرنا پڑا کہ اسلام سچا مذہب ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کئے گئے ہیں۔اس نے کہا کہ میں صدق دل سے کلمہ پڑھتا ہوں۔حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لاتا ہوں آج کے دن میرے ایمان پر آپ گواہ بنیں۔مگر ابھی میرے متعلق کسی کے پاس اظہار نہ کرنا یہ تاکید ہے۔ الحمدللہ کہ میری ناچیز محنت کا مجھے پھل مل گیا۔ثم الحمدللہ

اس کے بعد میں کرنیل ریگھ اے۔سی۔آر۔ای (اسسٹنٹ کمانڈنگ رائل انجینئر) نوشہرہ ایریا کے پاس گیا اور دریافت کیا کہ میں نے آپ کو لٹریچر بھیجا تھا آپ نے غالباً پڑھا ہوگا۔اس نے کہا کہ میں پڑھ رہا ہوں۔کچھ پمفلٹ لا کر مجھے دیئے۔فرمایا کہ میں نے پونا میں طبع کروائے تھے آپ مطالعہ کریں۔میں نے پمفلٹ لے لئے۔میری اور کرنل صاحب کی خط وکتابت ان کے لنڈن پہنچنے تک جاری رہی وہ میری تنقید میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ایک دن ہمارے کنٹونمنٹ بورڈ کے ایگزیکٹو آفیسر کپتان واریئٹ صاحب مجھے ملے اور فرمانے لگے کہ آپ جی۔او۔سی نوشہرہ برگیڈ کے پاس گئے ہیں انہوں نے مجھے ہدایت کی ہے کہ احمدیہ جماعت کو مسجد بنانے کے لئے زمین دی جائے۔ معاملہ یوں ہوا کہ عید الفطر کے دن میں کپتان فشر صاحب کے پاس گیا انہوں نے عید مبارک دی اور فرمایا کہ نماز کہاں پڑھی ہے۔میں نے کہا کہ کمپنی باغ میں نماز پڑھی ہے۔کہنے لگے کہ کیا آپ کی کوئی مسجد یا کلب نہیں ہے۔میں نے کہا کہ غیر احمدی ہمیں اپنی مساجد میں نماز نہیں پڑھنے دیتے۔ہم خدا کی زمین پر جہاں جگہ ملے نماز پڑھ لیتے ہیں۔انہوں نے جنرل آفیسر کمانڈنگ نوشہرہ برگیڈ سے ملاقات کی اور کہا کہ نوشہرہ چھاؤنی میں احمدیہ جماعت ہے جو پُرامن جماعت ہے انہیں مسجد بنانے

کے لئے کوئی پلاٹ دیا جائے۔ چنانچہ فشر صاحب نے سلسلہ احمدیہ کی تعلیم بھی جی۔او۔سی کے پاس بیان کی۔ جی۔او۔سی نے ایگزیکٹو آفیسر کو حکم دیا کہ محمد عبداللہ کو ہمراہ لے کر جہاں وہ پسند کریں انہیں زمین دی جائے۔ چنانچہ میں نے ایگزیکٹو آفیسر کے ہمراہ ہو کر جی۔ٹی روڈ پر مسلم ہائی سکول اور مسلم کلب کے برابر سڑک کے جنوبی جانب ایک پلاٹ پسند کیا۔ مگر ایگزیکٹو آفیسر نے کہا میں اسے پسند نہیں کرتا۔ کوئی دوسری جگہ دیکھیں۔ پھر ہم مارکیٹ کے پاس گئے وہاں ایک جگہ دیکھی مگر ایگزیکٹو آفیسر صاحب نے پسند نہ کی۔ کہا کہ یہاں تو دن رات شور وغو غا رہتا ہے آپ کو عبادت میں سکون کیسے حاصل ہوگا۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ اب جہاں آپ پسند کریں گے ہم منظور کر لیں گے۔ چنانچہ اڈہ تانگہ کے پاس ہمیں لے گئے جو صدر بازار سے شرقی جانب تھا۔ وہاں ۲۰۰ فٹ لمبی اور ۶۹ فٹ چوڑی جگہ ہمیں دے دی اور نقشہ بنانے کا حکم دیا کہ وہ نقشہ جی۔او۔سی کے پاس منظوری کے لئے بھیجا جائے۔ بعد مشورہ ہم نے ایک نقشہ تیار کروایا۔ جس میں ریڈنگ روم، لیکچر ہال، مسجد، مہمان خانہ وغیرہ ظاہر کیا گیا۔ جی۔او۔سی نے اس نقشہ کو پسند کیا اور فرمایا کہ جب تم اس بلڈنگ کی بنیاد رکھو تو مجھے اطلاع دینا۔ یہ نقشہ منظور ہو گیا۔ اب اے۔سی۔آر۔ای (اسسٹنٹ کمانڈنگ رائل انجینئر) کی رپورٹ باقی تھی۔ کرنیل ریگھ جو میرے دوست بن چکے تھے تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ میں اس جگہ کو پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ بارش کے دنوں میں پانی آجایا کرتا ہے اگر آپ زیادہ سے زیادہ بھی کرسی اونچی رکھیں تو بھی عمارت کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ اس نے ایک نشان بتلایا کہ پانی کا لیول یہاں تک پہنچ جایا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا نقشہ منظور ہے مگر سائیٹ (Site) تبدیل کر لیں۔ چنانچہ ان کے ایما پر ایک اونچی جگہ تجویز کی گئی اور کنٹونمنٹ بورڈ کی منظوری کے لئے آئندہ آنے والے اجلاس کے لئے رکھ دی گئی۔ اس اثنا میں مَیں نے چندہ کے لئے مختلف جگہ خط لکھے۔ چنانچہ ایک چیک ۲۵۰ روپے کا ہمیں موصول ہو گیا جو ایک نیک فال تھا۔ مسجد کا اکاؤنٹ امپیریل بنک میں کھول دیا گیا۔ اس اثنا میں میرے والد صاحب کا تار ملا کہ سخت بیمار ہیں مجھے نوشہرہ ککے زئیاں جلد پہنچنا چاہیے چنانچہ میں نے متعلقہ کاغذات نقشہ وغیرہ شیخ احمد اللہ صاحب کے حوالے کئے۔ میرے والد صاحب فوت ہو گئے کچھ عرصہ بعد گھر سے واپس آیا یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ میرے جانے کے بعد پہلے سب آفیسر تبدیل ہو گئے اور مخالف ممبروں کی مخالفت کے باعث جماعت کو منظور شدہ جگہ سے دستبردار ہو کر نئی جگہ کے لئے درخواست دینا پڑی جو نامنظور ہو گئی۔

دسمبر ۱۹۲۹ء میں مَیں کنٹونمنٹ بورڈ کی ملازمت سے فارغ ہوا۔ستمبر ۱۹۳۰ء میں سرگودھا آ گیا جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری پریکٹس چھ ماہ کے عرصہ میں اچھی چل نکلی۔سرگودھا میں ساڑھے چار سال قیام رہا۔ ۱۹۳۴ء میں کئی وجوہات کے باعث مجھے سرگودھا چھوڑنا پڑا اور سیالکوٹ کی طرف ہجرت کر لی اور رنگپورہ میں پریکٹس شروع کر دی ان دنوں احرار موومنٹ کا زور تھا اور سیالکوٹ ان کا مرکز تھا۔لوگ میرے مخالف ہو گئے اور بیماروں کو آنے سے روک دیا۔ناچار میں نے ستمبر ۱۹۳۵ء میں قلعہ صوبا سنگھ نزد گھٹیالیاں میں بودوباش اختیار کر لی جہاں میں اب تک رہ رہا ہوں۔ 36

حضرت ڈاکٹر صاحب بڑی حسین وجمیل طبیعت کے مالک، تہجد گزار اور صابر وشاکر بزرگ تھے۔ایک عرصہ تک جماعت احمدیہ قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ کے پریذیڈنٹ رہے۔ 37

اولاد: آپ کا ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب۔مریم بیگم صاحبہ زوجہ رحمت اللہ شاکر صاحب سیالکوٹ۔اقبال بیگم صاحبہ زوجہ خان بشیر احمد خاں صاحب سمن آباد لاہور (آپ مکرم زرتشت منیر صاحب نیشنل امیر جماعت ناروے کی والدہ تھیں)۔رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ ملک حبیب اللہ صاحب کیپٹل پارک اردو بازار لاہور۔صفیہ بیگم صاحبہ زوجہ مولوی عبدالکریم صاحب کنری سندھ۔رفیعہ بیگم صاحبہ زوجہ میاں عبدالمجید صاحب فیصل آباد۔

حضرت چوہدری الٰہی بخش صاحب

ولادت: تقریباً ۱۸۷۰ء تحریری بیعت: اندازاً ۱۹۰۷ء وفات: ۲۴ جون ۱۹۷۱ء

چوہدری الٰہی بخش صاحب آف ملسیاں تحصیل زیرہ ضلع فیروز پور ساکن چک 170/10-R تحصیل خانیوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے اور تا زندگی اس پر قائم رہے۔صوم وصلوٰۃ کے پورے پابند اور تقویٰ شعار تھے، تلاوت قرآن کے باقاعدہ عادی تھے۔ 38 تقسیم ہند کے دوران آپ کی اہلیہ بھاگ بی بی صاحبہ، دو بیٹے حبیب اللہ صاحب، محمد سلطان صاحب، ایک بہو زینب صاحبہ اہلیہ حبیب اللہ صاحب، دو پوتے برکت علی صاحب ابن کفایت اللہ صاحب، شفیع محمد صاحب ابن محمد سلطان صاحب اور ایک پوتی بشیراں بی بی صاحبہ بنت محمد سلطان صاحب کو نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا تھا۔دو شہید بیٹوں کے علاوہ آپ کی باقی اولاد درج ذیل ہے: کفایت اللہ صاحب۔ہدایت اللہ صاحب۔عائشہ صاحبہ زوجہ شیر علی صاحب۔خاتون بیگم صاحبہ زوجہ خلیل احمد صاحب۔زینب بی بی صاحبہ زوجہ عبداللہ صاحب

حضرت خدیجہ بیگم صاحبہ

ولادت:۱۸۷۳ء　بیعت:۱۸۹۸ء　وفات:۱۱جولائی ۱۹۷۱ء

آپ حضرت خان بہادر غلام محمد خان صاحب گلگتی کی اہلیہ تھیں۔احمدیت سے والہانہ اخلاص رکھتی تھیں۔آپ کا تعلق بھیرہ سے تھا۔آپ بہت نیک، حلیم المزاج اور دلیر خاتون تھیں۔تقسیم ہند کے موقع پر اپنی بیٹیوں کے ساتھ احمدی عورتوں کو بندوق چلانے کی تربیت دیتی رہیں۔قادیان کے قرب وجوار میں سکھ لٹیروں کو مار بھگانے میں آپ نے بہت بہادری کا مظاہرہ کیا۔

سیدنا حضرت مصلح موعود نے ایک بار انہیں اپنی ایک تقریر میں ''اپنے زمانہ کی ایک بہادر عورت'' قرار دیا تھا۔سلور جوبلی ۱۹۳۹ء کے ضمن میں ''لوائے احمدیت'' کے لئے جن خوش نصیب خواتین احمدیت کو دارالمسیح میں سوت کاتنے کی سعادت حاصل ہوئی ان میں آپ بھی شامل تھیں۔ 39

آپ نے اپنے بچوں کی بہت اعلیٰ نمونے سے تربیت کی اور انہیں نیکیوں کی ترغیب دی۔تقسیم ہند کے بعد آپ ملتان میں رہیں، آخری عمر میں بھیرہ میں سکونت پذیر ہوگئیں۔لیکن وفات ربوہ میں ہوئی۔40

اولاد: آپ کو خدا تعالیٰ نے کثرت نفوس کی نعمت سے بھی نوازا تھا۔آپ کے تین بیٹے اور آٹھ بیٹیاں تھیں جن کے اسماء درج ذیل ہیں۔

محمد یوسف خاں صاحب ایڈووکیٹ۔محمد بشیر خاں صاحب۔محمد ابراہیم خاں صاحب لاہور۔ رسول بی بی صاحبہ زوجہ ماسٹر مبارک اسماعیل صاحب۔صغراں بی بی صاحبہ زوجہ ڈاکٹر عنایت اللہ شاہ صاحب لاہور۔حمیدہ بیگم صاحبہ زوجہ مسعود احمد رشید صاحب لاہور۔آمنہ بیگم صاحبہ زوجہ ہادی علی خاں صاحب ابن حضرت مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر۔اقبال بیگم صاحبہ زوجہ محمد اکبر خاں صاحب (یہ اخوند فیاض احمد صاحب کے والد تھے)۔خورشید بیگم صاحبہ زوجہ سراب احمد خاں صاحب دہلی۔عقیلہ بیگم صاحبہ زوجہ میاں فضل کریم صاحب وہرہ چنیوٹ۔رضیہ بیگم صاحبہ زوجہ میاں عبدالقیوم صاحب وہرہ چنیوٹ۔

حضرت سراج بی بی صاحبہ

ولادت:۱۹۰۱ء　بیعت:پیدائشی احمدی　وفات:۲۷جولائی ۱۹۷۱ء

حضرت سراج بی بی صاحبہ، صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام و درویش قادیان حضرت سید فقیر محمد صاحب آف خوست (ولادت ۱۸۸۰ء۔ بیعت ۹۸-۱۸۹۷ء۔ وفات ۶ نومبر ۱۹۶۲ء) 41 کی صاحبزادی، حضرت ڈاکٹر بدرالدین صاحب مجاہد بورنیو کی اہلیہ اور محترم شیخ نصیر الدین احمد صاحب ایم اے سابق مبلغ نائیجیریا و استاذ جامعہ احمدیہ ربوہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔

آپ کو اوائل عمر میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ افغانستان سے قادیان جانے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ بہت نیک، مخلص اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ اپنے محترم خاوند حضرت ڈاکٹر بدر الدین احمد صاحب مرحوم کے ہمراہ جن کی زندگی عملاً سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف تھی مشرقی افریقہ اور پھر بورنیو میں تبلیغ دین اور خدمت سلسلہ میں ہمیشہ پیش پیش رہیں۔ ۱/۸ کی وصیت کی ہوئی تھی اور ابتدائی موصیات میں سے تھیں۔ سلسلہ کی قریباً ہر مالی تحریک میں ذوق وشوق سے حصہ لیتی تھیں۔ دعاؤں میں گہرا شغف تھا اور اللہ تعالیٰ نے رؤیا وکشوف کی نعمت سے بھی نوازا تھا۔

حضرت سراج بی بی صاحبہ نے ۱۰ مارچ ۱۹۳۸ء کو اپنے میاں حضرت ڈاکٹر بدرالدین صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک کے چشم دید واقعات لکھوا دیئے تھے جو ان کے قلم سے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عاجز کی اہلیہ بنام سراج بی بی (دختر سید فقیر محمد صاحب افغان یکے از شاگردانِ حضرت شہزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم علیہ الرحمۃ) صحابیہ ہیں۔ ان معنوں میں کہ بچپن میں انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنا اور حضور کا زمانہ یاد ہے۔ مندرجہ ذیل باتیں حضور کے زمانہ کی انہیں یاد ہیں۔ ان کی عمر اس وقت چھ سات برس کی ہوگی۔ یہ بیان انہوں نے مجھے لکھوایا ہے۔

(۱) ”ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تنہا باغ میں اس راستہ پر چہل قدمی فرما رہے تھے جو آموں کے درختوں کے نیچے جنوباً شمالاً واقع ہے۔ اور ایک کنویں کے متصل (جو اَب متروک ہے) ایک دروازہ کے ذریعہ جناب مرزا سلطان احمد صاحب کے باغ میں کھلتا ہے۔ میں بھی حضور کے پیچھے پیچھے چلتی تھی اور جہاں جہاں حضور کا قدم پڑتا تھا بوجہ محبت کے انہی نقشوں پر میں بھی

قدم رکھتی جاتی تھی۔ مجھے یہ پتہ تھا کہ ایسا کرنے میں برکت حاصل ہوتی ہے۔ میری آہٹ کی وجہ سے حضور نے مڑ کر دیکھا اور میری طرف رخ کر کے ایک نظر سے مجھے بغور دیکھا اور پھر حضور ٹہلنے لگ گئے''۔

(۲) ''ایک مرتبہ میری والدہ صاحبہ مجھے لے کر حضرت صاحب کے گھر میں گئیں۔ حضور علیہ السلام لیٹے ہوئے تھے میں حضور کے سر کی طرف بیٹھ کر حضور کے بازو دباتی رہی۔ حضور کے بازو پر سے کپڑا ہٹا ہوا تھا''۔

(۳) ''ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرف کی سڑک پر سیر کے لئے جا رہے تھے جدھر اب دارالانوار ہے۔ حضور کے ساتھ کافی مجمع تھا۔ حضور بڑی تیزی سے چلتے تھے۔ پیچھے پیچھے غبار اٹھ رہا تھا۔ میں بھی محبت واخلاص کے ساتھ اس راستہ پر کچھ دور تک پیچھے پیچھے گئی''۔

(۴) ''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے متعلق مجھے اتنا احساس یاد ہے کہ ہم بڑے چھوٹے سب خوش خوش رہا کرتے تھے۔ نمازوں اور تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوتے تھے اور حضرت صاحب کے گھر آیا جایا کرتے تھے۔ خوشی غالب رہتی تھی اور کوئی فکر نہ ہوتا تھا''۔

(۵) ''مجھے وہ نظارہ بھی یاد ہے جب میرے والد بزرگوار ہم سب کو لے کر امیر کابل کے ظلم سے بچنے کے لئے راتوں رات ہجرت کیلئے روانہ ہوئے تھے۔ ہمارا وہاں کافی سامان ہوتا تھا۔ گائے بکریاں اور غلہ مجھے یاد ہے۔ بافراغت تھا مگر ڈر کی وجہ سے سب سامان وہیں چھوڑ دیا تھا۔ صرف بستر ساتھ تھے۔ میری نانی اماں صاحبہ مرحومہ نے میرے سر پر کپڑا باندھا اور جیب میں کچھ پھل ڈالے۔ ساری رات جنگل کا سفر کیا صبح کے وقت طلوع شمس کے بعد ہم سرحد پر پہنچے۔ جہاں افغانی اور انگریزی حدود کے نشان نصب ہیں۔ وہاں میرے ابا جان ٹھہر گئے اور ہاتھ اٹھا کر سب نے بطور شکرانہ دعا کی کہ ظالم بادشاہ کی حدود سے اللہ تعالیٰ نے نجات دی''۔

مندرجہ ذیل دو واقعات حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ سے متعلق ہیں مذکورہ بالا ہجرت کے بعد یہ خاندان پھر واپس چلا گیا تھا اور مندرجہ ذیل واقعات دوبارہ آنے کے بعد کے ہیں۔

(۱) ''ہم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے گھر میں کثرت سے آیا جایا کرتے تھے اور میں فرط اخلاص سے حضور کے گھر میں جھاڑو دیتی تھی۔ وضو کے لئے لوٹے میں پانی ڈال کر دیتی اور پاؤں دبایا

کرتی۔ حضور ہم بچوں کے ساتھ باپ سے بھی بڑھ کر محبت کرتے۔ ایک دفعہ اماں جی (یعنی حرم حضرت خلیفہ اول نے ناراضگی سے مجھے کچھ کہا۔ تو میں نے کہا اب میں ابا جی (یعنی حضرت مولوی صاحب) کے گھر نہیں آؤں گی۔ چنانچہ دو دن میں نہ گئی تیسرے روز گئی اور حضور ننگے سر تکیہ لگائے ہوئے لکھ رہے تھے۔ میں پاس کھڑی تھی تو آنکھ اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ ''اچھا اب تم ہمارے گھر نہیں آؤ گی''۔ یہ فقرہ بہت ہی محبت سے فرمایا۔ مجھے ان کی محبت پر تعجب ہوا۔ کہ اتنی عورتوں اور بچوں کے اژدہام میں مجھ بچی کو کس محبت سے یاد فرمایا''۔

(۲) ''ایک مرتبہ میں حضور کے پاس کھڑی تھی۔ حضور نے مجھے چند اخباروں میں سے بدر اور نور الگ الگ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ یہ کام کرنے کے بعد حضور کے ایک رومال پر میری نظر پڑی میں نے چاہا کہ اسے صاف کر دوں۔ اُسے اٹھانے کے لئے میں نے بہت سوچا کہ حضور کے علم کے بغیر اٹھایا جاسکتا۔ مگر ایسا نہ ہوسکا۔ تو میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے رومال پکڑا دیجئے۔ حضور نے رومال پکڑا دیا اور پھر میں نے صابن سے اچھی طرح دھویا اور جلدی جلدی ہلا کر سکھایا اور سکھانے کے بعد عمدہ تہ لگا کر حضور کو دیدیا۔ تب حضور نے اپنا کام چھوڑ کر ہاتھ اٹھا کر مجھ ناچیز بچی کیلئے دعا کی۔ میں نے بہت خوشی کے ساتھ گھر میں اپنی والدہ صاحبہ سے یہ واقعہ سنایا۔ تب وہ بھی حضرت کے گھر میں آئے اور بہت سے رومال وغیرہ صاف کئے اور حضور نے انہیں جزاک اللہ فرمایا''۔

یہ بیان عاجز نے رقم کیا۔ خاکسار ڈاکٹر بدرالدین احمد عفی اللہ عنہ ۳۸-۳-۱۰

یہ بیان میں نے لکھوایا۔ سراج بی بی ۳۸-۳-۱۰'' [42]

آپ کی بیٹی محترمہ امۃ العزیز ادریس صاحبہ ربوہ تحریر فرماتی ہیں:۔

''میری والدہ مکرمہ سراج بی بی صاحبہ بیگم حافظ ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب مرحوم کو سات آٹھ سال کی عمر میں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی زیارت نصیب ہوئی تھی۔ اپنے والدین کے ساتھ قادیان میں انہیں متعدد بار حضور کی زیارت یاد تھی۔ حضور کی زیارت کے واقعات آپ کے سرمایۂ زندگی تھے اور ہمیں بچپن سے ہی اکثر یہ واقعات سناتیں اور اللہ تعالیٰ کے احسان کا ذکر کر کے چشم پُرنم ہو جاتیں کہ جس نے ایک دُور دراز کے ملک سے اٹھا کر حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی زیارت کی سعادت نصیب فرمائی۔

میری والدہ ۱۸۹۹ء یا ۱۹۰۰ء میں افغانستان کے ایک گاؤں ''اریوب'' کے ایک سیّد گھرانہ میں

پیدا ہوئیں۔ جہالت کے اس زمانہ میں والدہ صاحبہ کا خاندان پڑھا لکھا اور سیّد ہونے کی وجہ سے علاقے بھر میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

والدہ صاحبہ کے دادا کے ذریعہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے متعلق اطلاع ملی کہ آپ بہت دور ہندوستان میں آئے ہیں۔ چنانچہ دادا نے فیصلہ کیا کہ ہندوستان جا کر حضرت بانئ سلسلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دستی بیعت کرنی چاہیے۔ لیکن شہزادہ سیّد عبداللطیف صاحب کی شہادت کی وجہ سے مخالفت بہت تھی اور دن کے وقت گھر سے نکلنا خطرہ سے خالی نہیں تھا۔ چنانچہ ایک رات والدہ صاحبہ کا خاندان عازمِ ہندوستان ہوا۔ بتاتی تھیں کہ میں چھوٹی سی تھی دادی اماں نے میری قمیض کی جیبوں کو خشک میووں سے بھرا۔ چند انڈے ابال کر وہ بھی ڈالے۔ اپنے آبائی وطن سے پیدل پہاڑوں اور گھنے جنگلات کو عبور کرتے ہوئے ساری رات چلتے رہے۔ بار بار پتھروں سے ٹھوکر لگتی اور گر پڑتیں۔ صبح ہونے تک کافی دور نکل آئے۔ پھر دن کی روشنی میں ہندوستان کی سرحد میں داخل ہوئے اور قادیان پہنچے۔ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

کچھ عرصہ قادیان میں حضرت اقدس کی بابرکت صحبت سے فیضیاب ہونے کے بعد اپنے وطن واپس چلے گئے۔ اس کے بعد جب دوبارہ وہاں سے مکمل ہجرت کر کے مستقل رہائش کی غرض سے قادیان آئے تو حضرت اقدس کا وصال ہو چکا تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب منصبِ امامت پر فائز تھے۔ چھوٹی عمر تھی۔ سارا سارا دن حضرت مولوی صاحب کے گھر آپ کی صاحبزادی حضرت سیّدہ امۃ الحی صاحبہ کے ساتھ کھیلتی رہتیں اور جب بھی موقع ملتا اپنی عمر کے لحاظ سے حضور کی خدمت کرتی رہیں...... ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۳ء کو حضرت فضل عمر کے ایماء پر خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب نے اپنے بیٹے ڈاکٹر حافظ بدرالدین احمد صاحب کا نکاح میری والدہ سے کر دیا۔ والد صاحب کی عمر ۱۷ سال تھی اور میٹرک کے امتحان سے فارغ ہوئے تھے۔ والدہ چودہ سال کی تھیں۔ والدہ افغانستان کے ملک سے تعلق رکھتی تھیں۔ پنجابی زبان بھی پشتو لہجہ میں ہی بولتی تھیں۔ پنجابی سسرال میں رہنا جبکہ والد میڈیکل کی تعلیم کے سلسلہ میں اکثر و بیشتر لاہور ہی میں قیام پذیر ہوتے۔ ماحول میں زمین و آسمان کا فرق۔ بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اپنے شوہر محترم سے کبھی کسی قسم کی تکلیف کا اظہار نہ کیا اور یہ شادی اللہ کے فضل سے بہت کامیاب رہی۔ دونوں بہت دیندار، درد والحاح سے اللہ کے حضور دعائیں کرنے والے، تہجد کی نماز کے لئے ایک دوسرے کو اٹھانے والے، خدمت دین اور داعی الی

اللہ کے جذبہ سے سرشار تھے۔ میں نے اکثر دیکھا کہ اگر والد صاحب کبھی علیل ہوتے تو والدہ کی طبیعت بھی مضمحل ہو جاتی اور باقاعدہ بیمار ہو جاتیں۔ایک بار ۱۹۴۳ء میں جب والد صاحب جماعت کراچی کے پریذیڈنٹ تھے، جلسہ پر قادیان آئے اور شدید بیمار ہو گئے۔ دونوں پھیپھڑے نمونیا سے سخت متاثر ہوئے۔ والدہ صاحبہ اور بچے کراچی میں تھے۔فوری طور پر ہمیں قادیان بلوایا گیا۔ والدہ صاحبہ کو کوئی ہوش نہیں تھی۔ دن رات روتیں اور سجدوں میں بیقراری سے دعائیں کرتیں۔ دن رات تیمارداری کرتیں۔اور جب کمرے سے باہر آتیں تو انتہائی بیقراری کے ساتھ سجدے میں گر کر دعائیں کرتیں۔قریباً ایک ماہ بعد والد صاحب شفایاب ہوئے۔سب یہی کہتے تھے کہ بیوی نے اللہ تعالیٰ سے انہیں دوبارہ مانگ لیا ہے۔اسی طرح افریقہ میں ایک بار والدہ صاحبہ بیمار ہوئیں۔انتہائی خطرناک بیماری تھی اور اس بیماری سے ایک خاتون انہی دنوں فوت بھی ہو گئیں۔والد صاحب نے اتنی توجہ سے علاج کے ساتھ والدہ صاحبہ کی دن رات خدمت کی۔حضرت فضلِ عمر کو دعا کے لئے ٹیلیگرام بھجوائے۔تین ماہ بستر پر رہیں۔الغرض دونوں ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔

اپنی شادی کے بارے میں ہمیں بتاتیں کہ بچپن سے ہی یہی دعا کرتیں کہ یا اللہ ایسے گھرانہ میں شادی ہو جہاں ہر وقت اللہ رسول کا ذکر ہوتا رہے۔ چنانچہ شادی کی پہلی رات کو ہی جب اپنے محترم سسر کو دیکھا کہ وہ تہجد کی نماز کے لئے بیدار ہوئے ہیں اور گھر میں روزانہ قرآن مجید کا درس بھی ہوتا ہے تو اللہ کا بہت شکر ادا کرتیں کہ کتنا نیک گھرانہ ہے۔

حضرت سیدہ امۃ الحیٔ بیگم صاحبہ حرم حضرت فضل عمر سے بہت دوستی اور پیار تھا۔گھر کے کاموں سے فارغ ہو کر اکثر حضور کے گھر آنمکرمہ کے پاس چلی جاتیں۔اسی طرح ان کی نیک صحبت کے علاوہ حضور اقدس سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہتا۔

حضرت اماں جان کے ساتھ انتہائی عقیدت اور احترام کے ساتھ عشق کی حد تک پیار تھا۔جب تک آنمکرمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں مل نہ لیتیں قرار نہ پاتیں۔حضرت اماں جان بھی والدہ صاحبہ سے بہت شفقت فرماتیں۔بیٹیوں کی طرح سمجھتیں اور ہر بات کا خیال رکھتیں۔

والدہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ شادی سے پہلے حضرت اماں جان کی والدہ صاحبہ کے پاس بھی بہت جاتی تھیں۔ان کے سر میں تیل ڈال کر کنگھی کرتیں جس پر وہ خوش ہو کر والدہ کو بہت دعائیں دیتیں۔

والدہ صاحبہ بتاتی تھیں کہ اپنی سب سے بڑی بیٹی کی پیدائش سے قبل دعا کی کہ یا اللہ اگر تو مجھے

بیٹا دے گا تو اسے دین کی خدمت کے لئے وقف کروں گی اور امریکہ کا داعی الی اللہ بناؤں گی۔لیکن جب بیٹی پیدا ہوئی تو اپنی اس دعا کو بھول گئیں۔ بعد میں حضرت فضلِ عمر نے خود اپنی مرضی سے امریکہ کے داعی الی اللہ صوفی مطیع الرحمٰن صاحب سے اس بیٹی کی شادی طے کر دی۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو سنا اور بیس سال کے بعد اس کی قبولیت ظاہر فرما دی۔ چنانچہ ہمشیرہ صاحبہ کو ایک لمبا عرصہ امریکہ میں اپنے شوہر کے ساتھ رہ کر خدمتِ دین کی توفیق ملی۔ بعد میں بڑے بیٹے شیخ نصیر الدین احمد صاحب نے مولوی فاضل اور شاہد کی ڈگری لینے کے بعد BSc، ایم اے عربی اور صحافت میں ڈگری لے کر ایک لمبا عرصہ مغربی افریقہ میں خدمات سرانجام دیں۔ بڑی بیٹی نے امریکہ میں اپنے شوہر کے ساتھ اور خاکسارہ نے نارتھ بورنیو میں پہلے والد صاحب کے ساتھ پھر شوہر کے ساتھ خدمتِ دین کی سعادت حاصل کی۔

والد صاحب میڈیکل کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مع اہل وعیال افریقہ تشریف لے گئے۔ چھ سات سال وہاں رہیں۔ایک چھوٹے سے قصبے میں رہائش تھی لیکن والدین دونوں ہی باقاعدگی سے دعوت الی اللہ کے کام میں مصروف رہے۔ جہاں بھی رہتیں ہمسایوں کے ساتھ بہت اچھے تعلقات رکھتیں اور غیر از جماعت خواتین کو اپنی جماعت سے متعارف کراتی رہتیں۔کراچی سے والد صاحب یورپ اور افریقہ چلے گئے والدہ کئی سال بچوں کی نیک تربیت اور تعلیم کی خاطر قادیان میں ہی رہتیں۔

قادیان کے محلہ دارالشکر میں ایک لمبا عرصہ لجنہ کی سیکرٹری رہیں اور کچھ عرصہ بطور صدر کے بھی خدمت کی توفیق انہیں ملی۔......انہیں حضرت بانئ سلسلہ، حضرت اماں جان اور خاندان حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ سے والہانہ عشق تھا۔ خاندان کے چھوٹے بچوں کا بھی بہت احترام کرتیں اور عقیدت رکھتیں۔حضرت فضلِ عمر کی خدمت میں بہت کثرت سے حاضر ہوتیں۔

آخری عمر میں اکثر یہ دعا کرتیں کہ اے خدا کسی کا محتاج نہ کرنا۔ایک روز بڑی حسرت سے مجھے کہنے لگیں کہ معلوم نہیں ملاقات کب ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا کیسی ملاقات۔ کہنے لگیں خدا تعالیٰ سے۔ چند روز بعد ہلکا سا دل کا حملہ (Heart Attack) ہوا...... چند روز کے بعد دوسری بار ہوا تو ڈاکٹر نے فوری طور پر ہسپتال داخل کر لیا۔ چار روز بعد دوپہر کو پھر حملہ (Attack) ہوا ہم دیکھتے ہی رہ گئے اور وہ تھوڑی ہی دیر میں اللہ کے حضور حاضر ہو گئیں اور سکون سے ابدی نیند سو گئیں‘‘۔[43]

اولاد: ا۔محترمہ امۃ الرحیم عطیہ صاحبہ اہلیہ محترم صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی مرحوم انچارج

احمدیہ مشن امریکہ۔ ۲۔ محترمہ امۃ العزیز صاحبہ اہلیہ مرزا محمد ادریس صاحب مبلغ انڈونیشیا آفس سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ۔ ۳۔ محترمہ امۃ الکریم صاحبہ لندن۔ ۴۔ شیخ نصیر الدین احمد صاحب ایم اے واقف زندگی۔ ۵۔ محترم منیر الدین احمد صاحب سکھر۔ 44

حضرت حشمت بی بی صاحبہ

ولادت: ۱۸۹۴ء بیعت: ۱۹۰۵ء وفات: ۶/ اگست ۱۹۷۱ء

آپ مولوی رحمت اللہ منصرم سنگرور ریاست جیند مشرقی پنجاب کی اہلیہ تھیں۔ آپ نے ۶/ اگست بروز جمعۃ المبارک وفات پائی۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت ۱۹۰۵ء میں ان دنوں میں کی جب حضور سفر دہلی سے واپسی پر بمقام لدھیانہ قیام فرما ہوئے۔ آپ بیان فرماتی تھیں کہ حضرت اقدس دوپہر کے وقت بذریعہ ریل گاڑی لدھیانہ پہنچے تھے۔ اسی شام مغرب کی نماز سے کچھ دیر بعد عاجزہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت اقدس علیہ السلام اس وقت پلنگ پر تشریف فرما تھے۔ سر پر رومی ٹوپی اور سفید لباس زیب تن تھا۔ بیعت کے لئے دس بارہ کے قریب عورتیں موجود تھیں۔ حضور اقدس نے بیعت کرنے والی عورتوں سے دریافت فرمایا کہ بیعت کے الفاظ اردو میں کہلائے جاویں یا پنجابی زبان میں۔ اس پر چند عورتوں نے پنجابی زبان کی درخواست کی۔ چنانچہ حضور الفاظ بیعت بولتے جاتے تھے اور ہم عورتیں انہیں اونچی آواز میں دوہراتی جاتی تھیں۔ بیعت کے دوران بہت سی عورتیں حضرت اقدس کی زیارت کی غرض سے کمرے کی کھڑکیوں اور دروازوں میں کھڑی تھیں۔ بیعت اور دعا کے اختتام پر حضورؑ نے عورتوں کی کثرت اور ان کے اشتیاق زیارت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ آپ گھبرائیں نہیں میں باہر آجاتا ہوں۔ چنانچہ حضور باہر تشریف لا کر وسط صحن میں کھڑے ہو گئے۔ اور پانچ سات منٹ وہاں کھڑے رہے۔ اس کے بعد حضور اسی کمرہ میں جس میں بیعت ہوئی تھی واپس تشریف لے گئے۔ اگلے روز صبح کو حضور کی تقریر لدھیانہ میں مجمع عام میں ہوئی۔ یہ تقریر ایک مکان کے آگے کھلی جگہ میں ہوئی۔ ہم عورتوں نے حضور کی تقریر پاس کے ایک مکان کی چھت پر جھرنوں کے پیچھے بیٹھ کر سنی۔

حشمت بی بی صاحبہ صوم وصلوٰۃ کی سختی سے پابند تھیں۔ جب تک صحت نے اجازت دی نفلی روزوں کا اہتمام رکھا۔ کثیر تعداد میں بچوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ سادہ زندگی اور مسلسل محنت آپ کا شعار تھا۔ اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرنے کی عادی تھیں۔ فقیروں اور سائلوں کو خالی ہاتھ واپس بھیجنا

ناپسند کرتی تھیں۔آپ کی تدفین مقبرہ بہشتی ربوہ میں ہوئی۔45

اولاد: غلام احمد قریشی صاحب بہاولپور۔اعجاز الحق قریشی صاحب اسلام آباد

حضرت حکیم محمد زاہد صاحب

ولادت:۱۸۹۸ء بیعت تحریری:۱۹۰۱ء 46

دستی بیعت:۱۹۰۴ء وفات ۸ /اگست ۱۹۷۱ء 47

آپ حضرت بدرالدین صاحب ساکن شورکوٹ ضلع جھنگ کے بیٹے تھے۔آپ کا بیان ہے کہ میں نے پہلی دفعہ قادیان جانے پر وہاں ڈیڑھ ماہ قیام کیا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جبکہ حضور مسقّف گلی سے گذر کر سیر کو جاتے تھے سیر کا موقعہ ملا۔اسی گلی میں بابا پیغمبر اسنگھ بیٹھا ہوا تھا۔

ایک دفعہ جبکہ گرمی کا موسم تھا اور بارش نہ ہوتی تھی۔لوگوں نے صلوٰۃِ استسقاء کے لئے حضورؑ سے کہا۔حضور علیہ السلام نے مان لیا۔آخر دوپہر سے کچھ پہلے مرد حضرت صاحب کے ساتھ باہر گئے اور ہم حضرت اماں جان والے گروپ میں باغ میں گئے۔ باغ میں ایک حویلی تھی۔ باہر سے حضرت صاحب نے حویلی کے اندر حضرت اماں جان کے پاس کچھ ٹوکرے بھجوائے جن میں آم اور آڑو تھے کہ بچوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ چنانچہ حضرت اماں جان نے ہم سب بچوں میں ان چیزوں کو تقسیم کیا۔...... بالآخر حضرت اماں جان کے پاس حضور کا رقعہ آیا کہ بچوں کو لے کر فوراً شہر چلے جائیں۔ امید ہے سخت بارش ہوگی۔ چنانچہ ابھی ہم شہر پہنچے ہی تھے کہ سخت بارش شروع ہوگئی اور ہمارے کپڑے بھی بھیگ گئے۔

جب میں نے بیعت کی اس وقت مجلس میں میرے والد صاحب بھی موجود تھے اور ہم دونوں یعنی میں اور میرے دوسرے بھائی حضرت مولوی نورالدین صاحب کے ساتھ ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔جب بیعت کا موقعہ بنتا نظر آیا تو میرے والد صاحب نے اونچی آواز سے فرمایا کہ محمد عابد اور محمد زاہد تم دونوں بھی بیعت کرلو۔میرے والد صاحب کے اس طرح آواز دینے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہنس پڑے۔میرے والد صاحب نے عرض کیا کہ اگر حضور فرماویں تو بچوں کے نام تبدیل کر دوں۔آپ(حضور) نے فرمایا کہ محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) کے طفیل یہ عابد اور زاہد ہو جائیں گے۔

جب میں رخصت ہونے کے لئے اندر گیا تا کہ حضور سے اجازت حاصل کروں تو دیکھا کہ

حضرت صاحب لیٹے ہوئے تھے۔ میری آواز سن کر حضور اٹھ بیٹھے اور حضرت اماں جان سے فرمایا کہ ان کو روٹیاں دو انہوں نے سفر پر جانا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کچھ روٹیاں دیں۔ ہم ان روٹیوں کو لے کر ملتان آئے اور ان کو تبرکاً اپنے احباب میں تقسیم کیا۔

جب حضور سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو ہم بھی حضور علیہ السلام کے تیز چلنے کی وجہ سے ساتھ دوڑتے جاتے تھے۔ ایک دفعہ سیر کے دوران حضور کی سوٹی پر کسی کا پاؤں آ گیا اور سوٹی زمین پر گر گئی لیکن آپ نے اس وقت مڑ کر بھی نہیں دیکھا کہ کس کا پیر حضور کی سوٹی پر آیا تھا۔ بالآخر کسی دوسرے آدمی نے لپک کر حضور کو سوٹی پکڑا دی۔ حضور نے اس لئے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا کہ وہ شخص شرمندہ نہ ہو۔ 48

اولاد: محمد اقبال صاحب۔ حکیم محمود احمد صاحب

حضرت ماسٹر محمد پریل صاحب گوپانگ بلوچ۔ کنڈیارو ضلع نوابشاہ

ولادت: ۱۸۸۶ء 49 بیعت: ۱۹۰۶ء 50 وفات: ۱۳/ اگست ۱۹۷۱ء۔ 51

(**بلوچی قوم۔ گوپانگ:** رائے بہادر لالہ ہتورام سی آئی اے ریٹائرڈ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر چیف اسسٹنٹ بلوچستان کی تحقیق کے مطابق بلوچ زبانِ حلبی میں بادیہ نشین کو کہتے ہیں۔ جو لوگ ہمیشہ صحرا اور دامن کوہستان میں خانہ بدوش رہنے والے ہوں ان کو بلوچ کہا جاتا ہے۔ بلوچ لوگ امامین کے مرید تھے۔ حادثہ کربلا میں بلوچی امام حسین علیہ السلام کے طرفدار تھے اور یزید کے خوف سے حلب سے کوچ کر کے ہندوستان آ گئے۔ ایک اور روایت کے مطابق سب بلوچ حلب سے نکل کر پہلے کرمان میں آئے۔ اس وقت سب کا بڑا سردار اعلمش رومی تھا۔ جو قبیلہ قریش سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھا)۔ 52 کنڈیارو ضلع نوابشاہ میں اصل جائے سکونت ماہی جو بھان گاؤں تھی جو قصبہ کمال کے قریب واقع ہے۔

حضرت مولوی صاحب کی خودنوشت روایات میں ہے کہ انہوں نے جولائی ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کا شرف پایا تھا۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''اس زمانہ میں مسجد مبارک بہت چھوٹی تھی ...... یہ عاجز ۱۵ دن صحبت میں رہا۔ ہر ایک دن میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نورانی چہرہ روشن دیکھنے میں آتا تھا۔ اس عاجز کو یہ ہی معلوم ہوتا کہ

اب حمام خانہ سے غسل کر کے آ گئے ہیں اور سر مبارک کے بالوں (جو کندھے برابر تھے) سے گویا موتیوں کے قطرے گر رہے ہیں۔اس عاجز نے پندرہ روز میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ مبارک میں غم نہیں دیکھا۔جب بھی مجلس میں آتے،خوش خندہ پیشانی ہوتے۔دیگر یہ بات دیکھنے میں آئی کہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی اور دیگر علماء بڑی بڑی (حدیث) کی کتابیں لے آتے اور عرض کرتے کہ حضور اس کتاب میں یہ حدیث ہے۔اس کا کیا مطلب ہے؟ تو حضور علیہ السلام نے کبھی بھی نہیں کہا کہ اچھا کتاب دیکھوں تو جواب دیتا ہوں۔مگر فوراً فرماتے کہ یہ مطلب ہے۔بس مولوی وہ بات نوٹ کر کے چلے جاتے۔اس سے عاجز پر یہ اثر ہوا کہ آیا نبیوں کا یہ ہی شان ہے۔**الحمدللہ علٰی فضلہٖ و احسانہٖ۔**

عاجز محمد پریل ولد قائم الدین سندھی احمدی
از کمال ڈیرو ضلع نواب شاہ سندھ
۶-۱۲-۳۷" 53

آپ نے دو سال بعد مزید لکھا:۔

"میری بیعت ایک رؤیا کی بناء پر تھی جو درج ذیل ہے۔ایک دن حکیم محمد رمضان صاحب احمدی (آپ کا نام اخبار الحکم ۱۷/اپریل ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۱ پر مبائعین میں درج ہے) اور علی مراد شاہ صاحب غیر احمدی میں احمدیت کے متعلق بحث شروع ہوئی۔ان دونوں نے اس عاجز کو ثالث مقرر کیا۔حکیم صاحب نے قرآن کریم سے استدلال کیا اور غیر احمدی سیّد صاحب نے اس کے جواب میں کسی اور کتاب کا حوالہ پیش کیا جسے میں نے ردّ کر دیا کیونکہ قرآن کریم کی دلیل کے مقابل قرآن کریم ہی پیش ہو سکتا ہے۔اس پر وہ سیّد مجھے برا بھلا کہہ کر چلا گیا اور اسی دن وہ میرے والد بزرگوار کے پاس پہنچا اور انہیں کہا کہ تمہارا لڑکا تو قادیانی ہو گیا ہے۔جب میں گھر پہنچا تو والدین نے مجھے سرزنش کی۔اس پر مجھے بہت رنج ہوا۔رات کو نماز تہجد میں رو رو کر دعائیں کیں اس کے بعد میں سو گیا۔خواب میں دیکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام میرے گھر میں داخل ہو گئے ہیں اور آپ کے پیچھے ایک بہت بڑی جماعت ہے۔میں نے ایک نورانی تجلی دیکھی جس پر مفتون ہو گیا۔دوڑ کر حضرت اقدس علیہ السلام کے قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ حضور اس زمانہ کے امام ہیں۔مجھ کو بچا لیں۔اس پر حضور نے کچھ مسکرا کر فرمایا جسے میں سمجھ نہ سکا۔اس کے بعد میں بیدار ہوا۔

اس کے بعد خداوند کریم پر توکل کر کے میں دارلامان کی طرف چل پڑا جب وہاں پہنچا تو ظہر کا وقت تھا۔ مسجد مبارک جو اس زمانہ میں بالکل چھوٹی سی تھی اس میں چلا گیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نورانی چہرہ دیکھ کر از حد خوش ہوا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ یا نبی اللہ کہہ کر مصافحہ کیا۔ اس وقت حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل ایک خط حضور کی خدمت میں پیش کر رہے تھے جو معلوم ہوا کہ مولوی عبدالحکیم پٹیالوی کا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کہاں سے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا حضور حیدر آباد سندھ سے۔ حضور نے سندھ کا حال پوچھا۔ بعدۂ فرمایا کہ کل آپ کی بیعت لیں گے۔

دوسرے دن میں نے ایک چٹھی لکھی جس میں بیعت کی درخواست کی۔ عصر کے وقت جب حضور تشریف لائے تو مجھے یاد فرمایا۔ میں حاضرِ خدمت ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ ان کو اردو تو آتی نہیں بیعت کس طرح لیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں اردو جانتا ہوں کیونکہ میں نے آپ کی کچھ کتابیں پڑھی ہیں۔ اس کے بعد حضور نے میری بیعت لی۔ حضور نے میرے لئے دعا بھی فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے کچھ کتابیں عطا فرمائیں۔ اس پر حضور نے اپنے خادم میر مہدی حسین صاحب کو فرمایا کہ انہیں میری طرف سے تین کتابیں دیدو۔ پندرہ روز دارالامان رہ کر واپس چلا آیا۔ [54]

ازاں بعد آپ نے اپنی وفات سے دس سال قبل ''ذکر حبیب'' کے موضوع پر باندھی (ضلع نواب شاہ) کے ایک اجتماع میں قادیان دارالامان کے اپنے پندرہ روزہ قیام کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:۔

''میں کم وبیش پندرہ بیس روز مہمان خانہ میں مقیم رہا۔ مولوی نجم الدین صاحب مرحوم نے میری بہت خدمت کی۔ اگلے روز میں پھر نماز ظہر کیلئے مسجد میں گیا۔ حضور اذان کے معاً بعد مسجد میں تشریف لے آئے۔ تھوڑی بہت گفتگو جاری رہی۔ پھر نماز شروع ہوگئی۔ نماز کے بعد حضور حسب معمول اندر تشریف لے گئے۔

مکرم مولوی محمد علی صاحب مرحوم ایم۔ اے کا دفتر مسجد مبارک میں ہی تھا۔ میں نے ان سے قلم دوات اور کاغذ لے کر حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا۔ چونکہ زبان پر عبور حاصل نہ تھا اس لئے نصف اردو اور نصف سندھی میں اپنا مفہوم ادا کیا۔ یہ خط حضرت نانا جان مرحوم میر ناصر نواب صاحب کے ذریعہ حضور کی خدمت میں پہنچا دیا۔ حضرت میر صاحب مرحوم میرا خط پڑھ کر فرمانے لگے

کہ کیا آپ سے ابھی تک بیعت نہیں لی گئی؟ میرا یہ خط لے کر آپ حضور کی خدمت میں تشریف لے گئے۔تھوڑی دیر کے بعد تشریف لائے اور فرمایا کہ حضور عصر کی نماز میں تشریف لائیں گے تو اس وقت آپ سے بیعت لیں گے۔

ظہر اور عصر کا درمیانی وقفہ میں نے مسجد مبارک میں ہی گزارا۔عصر کی اذان ہوئی تو حضور تشریف لے آئے اور دروازہ سے قدم باہر رکھتے ہی ارشاد فرمایا''وہ دوست جو سندھ سے تشریف لائے ہیں کہاں ہیں''۔ میں احتراماً کھڑا ہو گیا۔حضور نے مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ''انہیں تو اردو نہیں آتی۔ میں بیعت کس طرح لوں؟''۔ میں نے عرض کی''حضور میں تھوڑی بہت اردو جانتا ہوں''۔اس پر آپ نے فرمایا''کیا آپ کچھ عرصہ پنجاب میں بھی رہے ہیں؟''۔ میں نے بیان کیا کہ حضور پنجاب میں تو نہیں رہا البتہ حضور کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔حضور نے ازراہ شفقت فرمایا''بیٹھ جایئے''۔حضور نے میری بیعت لی۔میرے ساتھ کشمیر کے ایک عمر رسیدہ بزرگ عالم بھی بیعت میں شریک ہوئے۔اس وقت مجھے ان کا نام یاد نہیں۔ بیعت کے بعد حضور نے دونوں ہاتھ اٹھا کر ہماری استقامت کیلئے دعا فرمائی۔ دعا کے بعد میں نے دوبارہ عرض کیا کہ''حضور میرے لئے ایک بار پھر دعا فرمائی جائے''۔حضور نے فرمایا''کیسی دعا؟''۔عرض کی کہ''ایسی دعا کہ حضور کا مجھے علم حاصل ہو جائے''۔حضور نے ازراہ ترحّم دوبارہ دعا فرمائی''۔[55]

ماسٹر محمد پریل صاحب تقریباً ۲۳ سال ملازمت میں رہے۔ملازمت کے دوران آپ کی تبدیلی متعدد مقامات پر ہوئی۔ جہاں جہاں بھی قیام کیا، آپ کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں ساٹھ کے قریب جماعتوں کا قیام عمل میں آیا۔آپ نے متعدد چھوٹے چھوٹے پمفلٹ اور کتب سندھی میں ترجمہ کر کے اور طبع کروا کر لوگوں میں تقسیم کیں۔

ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے گاؤں ڈیرہ کمال میں سکونت اختیار کی۔ یہاں بطور صدر جماعت اور سیکرٹری تبلیغ خدمات انجام دیتے رہے۔اشاعتِ احمدیت کے سلسلہ میں آپ نے متعدد مناظروں اور جلسوں کا بھی اہتمام کیا۔ان کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے مناظروں میں ڈیرہ کمال، سکرنڈ، گریلو لاڑکانہ، بابور، خیرو ڈیرو، باگو ڈیرہ، قمبر، تعلقہ شہزادکوٹ اور مناظرہ سعد و خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ان مناظروں میں خیرو ڈیرو اور باگو ڈیرہ میں آریوں کے ساتھ مناظرے ہوئے اور باقی غیر احمدی علماء کے ساتھ۔[56]

سکرنڈ کے مناظرہ میں احمدیوں کی طرف سے مناظر حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری (امیر التبلیغ سندھ) اور پریذیڈنٹ مولوی محمد پریل صاحب تھے۔[57] آپ نے بابور، خیروڈیرو، قمبر اور تعلقہ شہزادکوٹ میں خود بھی مناظرے کئے [58] نیز مرکز احمدیت قادیان سے مولانا ابو العطاء صاحب اور مولانا قمر الدین صاحب سیکھوانی فاضل کو بلا کر جلسے کرائے۔ایک بار آپ کی کوشش سے احمدیہ مشن امریکہ کے بانی حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی حیدرآباد میں کامیاب تقریر ہوئی جس میں ستّر اسّی ماسٹر صاحبان نے شرکت کی۔ یہ تقریر ماسٹر محمد صدیق ناز صاحب پرنسپل Practising School کے مکان پر ہوئی۔[59]

۱۹ دسمبر ۱۹۳۷ء کو آپ کا مخالفین سے مباہلہ بھی ہوا جیسا کہ آپ خود تحریر فرماتے ہیں:۔

''کمال ڈیرہ احمدیت کا گڑھ تھا۔مخالفین نے بالآخر مباہلہ کے ذریعہ نشان نمائی کا مطالبہ کیا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی منظوری کے بعد یہ مطالبہ شرح صدر سے قبول کر لیا گیا۔طرفین سے دس دس افراد مباہلہ میں شامل ہوئے۔ایک سال کی مدت مقرر ہوئی۔مباہلہ کے بعد ابھی تین ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ غیر احمدیوں کی طرف سے مباہلہ میں شامل ہونے والا ایک آدمی عطا محمد زرگر تپ محرقہ سے وفات پا گیا۔اس سے غیر احمدیوں میں ہراس پھیل گیا۔بعض نے توبہ کر لی اور دعا کیلئے بھی درخواست کی۔مباہلہ میں شامل ہونے والے سب احمدی محفوظ رہے۔اس سال جماعت احمدیہ کو خاصی ترقی ہوئی۔مباہلہ کے بعد ہمارے رئیس اللہ وسایو صاحب نے بھی بیعت کر لی۔(سندھی سے اردو ترجمہ) [60]

مولوی غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ احمدیہ نے آپ کی وفات پر تحریر فرمایا:۔

''خاکسار کو سب سے پہلے ۱۹۳۹ء میں مرحوم سے تعارف حاصل ہوا۔ جب میں تبلیغی فرائض کے سلسلہ میں ان کے گاؤں گیا اس وقت آپ جماعت کے صدر تھے اور وہاں کی جماعت فعال جماعتوں میں سے تھی۔ ۱۹۴۷ء میں آپ اپنے گاؤں سے ہجرت کر کے کنڈیارو میں رہائش پذیر ہو گئے جو ضلع نواب شاہ کی ایک تحصیل کا ہیڈ کوارٹر ہے۔

ماسٹر صاحب مرحوم کے ایمان کی عاشقانہ کیفیت تھی کہ ہر وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اور سلسلہ کے بزرگان کا ذکر آپ اپنی مجلس میں کرتے رہتے تھے۔آپ کی مجلس میں بیٹھ کر ایمان تازہ ہوتا تھا۔ ملازمت کے سلسلہ میں آپ مختلف مقامات پر متعین رہے۔ ہر جگہ آپ نے تبلیغ کا سلسلہ

جاری رکھا۔آپ نہایت نرمی اور حکمت سے تبلیغ کرتے تھے۔آپ نے متعدد مناظرے بھی کئے۔ بذریعہ خطوط بھی اپنے غیر از جماعت دوستوں کو تبلیغ کرتے رہتے تھے۔تبلیغ کا آپ کو شغف تھا۔کمال ڈیرہ کے رئیس اعظم اللہ وسایو خان تھے وہ گوپانگ قوم کے سردار بھی تھے۔

ماسٹر صاحب مرحوم کا وہ بہت احترام کرتے تھے۔غیر احمدی ہونے کی حالت میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بڑی ہی عزت سے نام لیتے۔ماسٹر صاحب مرحوم کا ان کے ہاں روزانہ کا آنا جانا تھا ان کی مجلس میں ہمیشہ احمدیت کے عقائد پر بحث ومباحثہ ہوتا رہتا تھا اور اللہ وسایو خان صاحب اہل علم لوگوں کو بلا کر ماسٹر صاحب سے گفتگو کرواتے رہتے تھے۔آخر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور رئیس اللہ وسایو خان مرحوم بھی احمدیت میں شامل ہو گئے۔محترم ماسٹر صاحب مرحوم کی ان مجالس اور ان میں تبلیغ کے واقعات کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے۔

خاکسار نے جب سندھی میں سلسلہ کا لٹریچر لکھنا شروع کیا تو بڑی حد تک میری مدد کرنے والے آپ ہی تھے۔خصوصاً ''سیرت مسیح موعود'' جب سندھی میں لکھی تو محترم ماسٹر صاحب نے میری بہت مدد کی اور بڑے شوق اور محبت سے اس کام میں میرا ساتھ دیا۔

آپ پورے اہتمام اور التزام سے تہجد پڑھتے تھے۔عموماً نصف شب کے بعد بیدار ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔آپ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔اکثر سچی رؤیا دیکھتے اور صاحبِ الہام بھی تھے۔

حضرت مصلح موعود کے ساتھ آپ کو والہانہ محبت تھی۔حضور کے ارشاد کے مطابق اپنے لڑکے بشارت احمد صاحب بشیر کو خدمت دین کے لئے وقف کیا۔......

ماسٹر صاحب مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے جمالی صفات و اخلاق کا حامل بنایا تھا۔نہایت شدید غصہ دلانے والے حالات میں بھی آپ نرمی، رفق، حلم، بردباری اور کظم غیظ کا نمونہ تھے۔خندہ رو تھے اور مرنجان مرنج طبیعت کے مالک تھے۔مہمان نواز تھے۔سختی کا جواب نرمی سے دیتے اور اگلے شخص کا دل موہ لیتے۔

ایک موقعہ پر ایک شخص نے میری موجودگی میں مغلوب الغضب ہو کر مکرم ماسٹر صاحب کے سر پر اتنے زور سے لٹھ ماردی کہ سر سے خون بہنے لگا۔مگر آپ کی طبیعت میں کوئی پیچ وتاب پیدا نہ ہوا اور جب تھوڑی دیر بعد وہ شخص نادم ہو کر آپ سے معافی کا خواستگار ہوا تو آپ نے اس کو خندہ پیشانی سے

معاف کر دیا۔ آپ کی ظاہری تعلیم معمولی تھی مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیض صحبت اور حضور کی کتب اور سلسلہ کے لٹریچر کے مطالعہ سے آپ دینی علوم اور تبلیغی مسائل سے کافی واقف تھے اور تبلیغی میدان میں ان سے خوب فائدہ اٹھاتے تھے''۔ 61

حضرت مولوی صاحب تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں سے تھے۔ 62 پابند صوم و صلوٰۃ، دعا گو اور صاحب رؤیا والہام بزرگ تھے جو ۶۵ سال تک سرزمین سندھ کو منوّر کرتے رہے۔

اولاد: ۱۔ ماسٹر شمس الدین صاحب بلوچ کراچی۔ ۲۔ مولوی بشارت احمد صاحب بشیر مبلغ سیرالیون و سابق نائب وکیل التبشیر تحریک جدید ربوہ (وفات ۲۰ جنوری ۱۹۹۲ء)۔ ۳۔ منور احمد صاحب بلوچ (مرحوم)

حضرت رحمت بی بی صاحبہ

ولادت: تقریباً ۱۸۷۱ء وفات: ۲۲/اگست ۱۹۷۱ء

حضرت رحمت بی بی صاحبہ چوہدری غلام رسول صاحب ساکن تلونڈی جھنگلاں مقیم چک ۵۵۔رب برج ضلع فیصل آباد کی والدہ ماجدہ تھیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیہ تھیں۔ اکثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے لئے عرض کیا کرتی تھیں۔ تحریکات میں اکثر حصہ لیتیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، بہت دعا گو اور غریب پرور خاتون تھیں۔ آپ نے ۲۲/اگست ۱۹۷۱ء کو قریباً ۱۰۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ 63

حضرت میاں اللہ دتہ صاحب سیالکوٹی

ولادت: تقریباً ۱۸۸۱ء تحریری بیعت: ۱۹۰۷ء وفات: ۲۲ ستمبر ۱۹۷۱ء

حضرت میاں اللہ دتہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں ۱۹۰۷ء میں بذریعہ خط بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور ۱۹۱۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ احمدیت کے فدائی اور قرآن کریم سے عشق رکھتے تھے۔ دن کا زیادہ حصہ تلاوت قرآن کریم میں گزارتے تھے۔ آپ نے ۲۲ ستمبر ۱۹۷۱ء کو بعمر ۹۰ سال وفات پائی۔ 64

حضرت چوہدری حاجی اللہ بخش صاحب چندر کے منگولے ضلع سیالکوٹ

ولادت: اندازاً ۱۸۸۷ء بیعت: ۱۹۰۵ء وفات ۳/اکتوبر ۱۹۷۱ء 65

حضرت چوہدری اللہ بخش صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:۔

’’۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے یہ عاجز تلونڈی بھنڈراں تحصیل رعیہ ضلع سیالکوٹ کے سکول میں تعلیم حاصل کرتا تھا۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا روح پرور اور زندگی بخش پیغام شہروں سے نکل کر دیہات میں پہنچ رہا تھا...... علاقے میں جو لوگ نور احمدیت سے منور ہو چکے تھے ان میں سے ایک بزرگ حضرت چوہدری اللہ دتہ صاحب نمبردار ساکن خانو والی بھی تھے۔حضرت مسیح پاک کی پاک صحبت نے ان کے علم، ایمان اور اعمال میں وہ جلا بخش دی تھی، وہ عاشقانہ اور دیوانہ وار تبلیغ احمدیت میں مصروف و مشغول رہتے تھے۔ان کا گاؤں تلونڈی بھنڈراں سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔لیکن وہ ایک باقاعدہ پروگرام کے ماتحت میرے اساتذہ کرام کو تبلیغ کے لئے تشریف لاتے رہتے تھے۔ میرا گاؤں چندر کے منگولے تلونڈی بھنڈراں سے ۴ میل کے فاصلہ پر حضرت چوہدری صاحب کے گاؤں کے رخ پر ہی ہے اور ان کے اور میرے گاؤں کا درمیانی فاصلہ ایک میل ہے۔

ان کی مومنانہ فراست نے بھانپ لیا تھا کہ جب وہ میرے اساتذہ کو تبلیغ کرتے ہیں تو میں ہمہ تن توجہ بن کر اسے سنتا ہوں۔سکول بند ہونے پر وہ میرے ساتھ گاؤں کی جانب چل پڑتے اور سارا راستہ پیغامِ احمدیت سے روشناس کراتے اور وقتاً فوقتاً سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب مطالعہ کے لئے دیتے۔انہی کی زبانی تبلیغ اور کتب کے مطالعہ کے بعد میرا سینہ احمدیت کو قبول کرنے کے لئے کھل گیا اور باوجود علاقہ میں انتہائی مخالفت ہونے کے میں سیّدنا حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت سے مشرّف ہو گیا۔ **الحمد للہ علیٰ احسانہٖ و اکرامہٖ**۔میری بیعت کا علم جب میرے والد ماجد کو ہوا تو وہ بہت برہم ہوئے ان کی ناراضگی کی کوئی انتہا نہ رہی وہ ایک متمول اور بے حد محنتی زمیندار تھے۔لیکن عام مسلمانوں کی طرح دین اسلام سے بالکل بے بہرہ تھے۔ناراضگی کے وقت بار بار کہتے کہ مرزائی تو پانچ وقت مسجدوں میں جا کر وقت ضائع کرتے ہیں۔ ۵۰-۶۰ میل دور پیر ماننے کا کیا فائدہ ہے۔ ہمارے پیر تین چار کوس دور بدوملہی میں ہیں۔ہم سارے دن کا کام سرانجام دے کر سال میں ایک آدھ دفعہ انہیں سلام کر آتے ہیں۔قادیان جا کر واپس آنے کے لئے کم از کم آٹھ دس دن ضائع ہوتے ہیں۔

ان کی ان باتوں کی وجہ سے میرا ایمان اور مضبوط ہوتا کہ اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کی حالت اس حد تک گر گئی ہے کہ نمازوں کی ادائیگی کو تضیع اوقات سمجھی جاتی ہے۔ضرور کسی مصلح ربّانی کی

ضرورت ہے۔اس ناراضگی کی حالت میں مجھے والد صاحب نے حکم دیا کہ اگر تم احمدیت کو ترک کرنے کے لئے تیار نہیں تو میرے گھر سے ابھی نکل جاؤ۔مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا۔ میں نے اپنی خیر اسی میں سمجھی کہ گھر سے چلا جاؤں۔جب میں گھر سے روانہ ہو رہا تھا تو فرمانے لگے کہ ٹھہر جاؤ۔کچھ آٹا لیتے جاؤ تا کہ بھوکے تو نہ مرو۔ میں نے آٹا باندھ لیا اور اس ارادہ کے ساتھ کہ حضرت چوہدری اللہ دتہ صاحب کے ذریعہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے قادیان چلا جاؤں ان کے گاؤں کی طرف چل پڑا۔اپنے گاؤں میں سے کوئی دو فرلانگ کے فاصلہ پر تھا کہ والد صاحب کو دوڑتے ہوئے اپنے پیچھے آتے دیکھا۔حقیقتاً اپنے اکلوتے بیٹے کیلئے شفقتِ پدری نے جوش مارا تھا لیکن میں انہیں آتا دیکھ کر سہم گیا کہ کہیں بدنی سزا نہ دیں اور اسی ڈر سے میں گندم کے کھیت میں چھپ گیا۔وہ سیدھے خانووالی کی طرف نکل گئے اور میں واپس گھر پہنچ بستر میں دبک رہا۔آدھی رات کے قریب تلاش کے بعد واپس آئے اور فرمانے لگے کہ تم نے مجھے بہت پریشان کیا ہے اور بہت کوستے رہے۔صبح ہوتے ہی مجھے ساتھ لے کر اپنے پیر صاحب کے پاس بدوملہی گئے اور جاتے ہی پیر صاحب کے سامنے سجدہ کیا اور نذرانہ پیش کیا اور زار و قطار رو کر عرض کیا کہ میرے دو بیٹے تھے ایک لاہور میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے فوت ہو گیا دوسرا یہ ہے جو مرزائی ہو گیا ہے۔گویا میں اس دنیا سے یونہی ابتر چلا جاؤں گا۔ پیر صاحب نے انہیں بہت تسلی اور تشفی دی اور مجھے مخاطب ہو کر نہایت نرمی اور محبت سے کہنے لگے کہ دیکھو بیٹا ہم آسمانی لوگ ہیں ہم نے اپنی روحانی آنکھ سے زمین و آسمان میں غور کیا ہے۔ہمیں مرزا صاحب کی سچائی کا علم نہیں ہوا۔اگر وہ سچے ہوتے تو ہمیں ان سے کیا عداوت ہے ہم بھی مان لیتے۔تم غور کرو کہ مرزا صاحب (نعوذ باللہ) کیسی الٹی بات کرتے ہیں۔تیرہ سو سال سے ساری امت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ مانتی چلی آئی ہے اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ فوت ہو چکے ہیں ان کی یہ بات قرآن مجید کے خلاف ہے۔انہیں ایام میں مَیں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ازالہ اوہام کا کئی بار مطالعہ کیا تھا اور مجھے وفات حضرت مسیح ناصری کے متعلق اکثر آیات ازبر تھیں۔ میں نے پیر صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ مجھے قرآن مجید سے ایک آیت ایسی دکھا دیں جس سے حضرت مسیح ناصری کا بجسد عنصری آسمان پر جانا ثابت ہو تو میں آپ کی ہر بات مان لوں گا۔ اس پر پیر صاحب نے قرآن مجید کھول کر دو تین بار ورق گردانی کی اور مجھے کہنے لگے کہ قرآن مجید ایک اتھاہ سمندر کے مشابہ ہے بعض اوقات سمندر میں غوطہ زنی کے باوجود موتی نہیں ملتے۔اسی طرح باوجود

تلاش کے مجھے حیات مسیح کے متعلق حوالہ نہیں مل سکا۔ میں نے دریافت کیا کہ آپ کونسی آیت تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے جس میں عیسیٰ کے رفع کا ذکر ہے۔ میں نے آیت وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ... بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (النساء: ۱۵۹-۱۵۸)......نکال کر پیش کر دی لیکن وہ اس سے کوئی استدلال نہ کر سکے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ پیر صاحب قرآن نہیں جانتے۔ میں نے اس آیت کی تفسیر پیش کی۔ یہودی مصلوب اور مقتول کو لعنتی سمجھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان دو قسم کی موتوں کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نفی کی ہے اور واضح فرمایا ہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باعزت موت دی اور لفظ رفع کے معنی قرآن مجید کی دیگر آیات سے بتائے اور وفات مسیح کے متعلق بہت سی قرآنی آیات پیش کر کے استدلال کیا۔ اس پر پیر صاحب نے میرے والد صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ اس کی اصلاح ناممکن ہے۔ میرے والد صاحب بادلِ نخواستہ مجھے واپس لے آئے اور آہستہ آہستہ اس علاقہ میں احمدیت کی ترقی ہوتی چلی گئی۔

اس علاقہ میں جن بزرگوں کے ذریعہ تبلیغ ہوئی ان میں سے مندرجہ ذیل حضرات جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صحابی ہونے کا شرف اور عزت حاصل ہے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ۱۔ حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار صاحب (آپ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے نانا تھے (ناقل) جو رعیّہ میں متعین تھے۔ ۲۔ حضرت چوہدری اللہ دتہ صاحب جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ ۳۔ حضرت چوہدری عبداللہ خان صاحب آف کھیوہ باجوہ۔ ۴۔ حضرت چوہدری غلام محمد صاحب آف پوہلہ مہاراں سیالکوٹ۔ ۵۔ حضرت سید نذیر حسین صاحب آف گھٹیالیاں۔ ۶۔ حضرت چوہدری عبداللہ خان صاحب آف داتہ زید کا۔ ۷۔ حضرت مولوی فضل کریم صاحب وعبدالکریم صاحبان آف قلعہ صوبا سنگھ۔ اللہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں اور فضل ان لوگوں پر ہوں''۔ [66]

چوہدری صاحب ساری عمر سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں سرگرم عمل رہے۔ سیکرٹری مال اور سیکرٹری اصلاح وارشاد کی حیثیت سے آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔

آپ کے فرزند چوہدری محمد اسحاق صاحب مبلغ ہانگ کانگ تحریر فرماتے ہیں:۔

''میرے دادا جان میرے والد ماجد کی قبول احمدیت کے تیرہ سال بعد ۱۹۱۸ء میں نور احمدیت سے منور ہوئے اور اپنی وفات ۱۹۲۲ء تک بڑے مؤثر انداز میں احمدیت کی صداقت کے متعلق دعوت الی اللہ کرتے رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خلافت کے ابتدائی سالوں میں جب جماعتی نظام مربوط ہوا تو والد صاحب جماعت احمدیہ چندر کے منگولے کے سیکرٹری مال اور سیکرٹری اصلاح وارشاد منتخب ہوئے اور یہ دونوں عہدے آپ کی وفات جو ۱۹۷۱ء میں ہوئی تک ان کے پاس رہے اور سارے عرصہ میں آپ اپنے فرائض حد درجہ اخلاص، لگن، محنت سے سرانجام دیتے رہے۔ ہمیشہ جماعت کا بجٹ پورا ہوتا رہا اور اصلاح وارشاد کا کام بخوبی کرتے رہے۔ ہمارے گاؤں کے قرب وجوار میں کئی نئی جماعتیں قائم ہوئیں اور ہماری جماعت میں دو درجن کے قریب افراد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں احمدیت قبول کی۔

۱۹۲۷ء میں والد صاحب نے فریضہ حج ادا کیا۔ایک درجن احمدیوں کو تحریک کر کے حج پر لے گئے۔اپنی بڑی ہمشیرہ کو بھی اپنے خرچ پر ساتھ لے کر گئے۔ہماری یہ پھوپھی وفات کے بعد بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہے۔چھ ماہ بعد جب میرے والد ماجد فریضہ حج ادا کر کے واپس تشریف لائے تو مجھے بتایا کہ ”ایک شب نماز عشاء سے نماز فجر تک ساری رات خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھ کر اپنی اولاد کے لئے دعائیں کرتا رہا“۔

یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعائیں سنیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ نہ صرف ان کی اولاد بلکہ اولاد کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیوی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔والد صاحب عبادات نماز و روزہ، تہجد بڑے اخلاص اور تواتر سے ادا کرتے۔ ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے۔لوکل جماعت کے ممبران ہر سال انہیں مجلس مشاورت کا نمائندہ منتخب کرتے۔لازمی اور طوعی چندہ جات کی ادائیگی اخلاص اور فیاضی سے کرتے۔جب آپ نے ۱۹۰۵ء میں بیعت کی تو جماعت کو ایک چھوٹی سی کچی مسجد ملی۔آپ نے بڑی مسجد اپنے خرچ پر تعمیر کی اور اس سے ملحق دو کمرے بھی تعمیر کرائے۔مربی صاحب کے لئے ۹ مرلے زمین خرید کر بہت اچھا مکان اپنے مکان کے قریب تعمیر کرایا۔حضرت چوہدری غلام محمد صاحب جو ضلع سیالکوٹ کی احمدیہ جماعتوں کے چوتھے حصہ کے علاقہ امیر تھے۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۶۰ء کو فوت ہوئے تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے مسجد مبارک میں جنازہ کے معاً بعد بڑی محبت اور شفقت سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر میری دلجوئی فرماتے ہوئے فرمایا ”اب آپ کے والد صاحب کی زندگی ذرا مشکل ہو جائے گی۔ میں نے ان دونوں بزرگوں (والد صاحب اور چوہدری صاحب) کو لمبے عرصہ سے اب تک سالانہ جلسوں،

مشاورت اور دیگر جماعتی اجتماعات پر اکٹھے دیکھا ہے۔ایک دفعہ میرے والد صاحب گھوڑی سے گر کر زخمی ہو گئے۔میں نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا میں آپ کے والد صاحب کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں بڑے مخلص اور محبت کرنے والے بزرگ ہیں‘‘۔اور آپ کی صحت کے لئے دعا بھی کی۔اس تحریر کی بناء پر والد صاحب کی قبر کے کتبے پر دفتر بہشتی مقبرہ کی اجازت سے یہ کندہ ہے۔’’حاجی صاحب بہت مخلص اور محبت کرنے والے بزرگ تھے‘‘۔

تقسیم ہند کے وقت ایک یادگار خط

تاریخ احمدیت جلد یازدہم صفحہ ۱۳۹ کے ایک خط کی نقل درج ذیل ہے۔

چوہدری حاجی اللہ بخش صاحب چندر کے منگولے ضلع سیالکوٹ نے اپنے بیٹوں مکرم چوہدری محمد اسحاق صاحب مربی چین اور مکرم بشیر احمد صاحب کو حسب ذیل خط لکھا۔

’’میرے پیارے لخت جگر محمد اسحاق و بشیر احمد

اللہ تعالیٰ ہر آن تم دونوں کا حافظ و ناصر ہو۔آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مدت سے تمہارا کوئی خط نہیں ملا۔آج ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو عزیز محمد عبداللہ صاحب کیپٹن ٹرک لے کر یہاں اپنی بیوی کو لینے آئے ان سے دارالامان کے حالات معلوم ہوئے۔انہوں نے بتایا کہ پولیس نے تلاشیاں لے کر پہلے اہل قادیان کو نہتا کیا اور پھر سکھوں نے حملہ کیا اور پولیس اور ملٹری نے ہمارے احمدیوں کا قتل عام کیا اور دو سو سے اوپر احمدی شہید ہو کر جنت میں جا پہنچے۔سنا ہے حملہ دارالرحمت پر ہوا اور تم دونوں بھی دارالرحمت میں تھے۔اگر تم شہید ہو گئے ہو تو اپنی مراد کو پہنچ گئے ہو۔اس صورت میں مَیں عثمان غنی (تیسرے بیٹے۔ناقل) کو بھی جلدی قادیان بھیج دوں گا۔اگر تم زندہ ہو تو مجھے یقین ہے کہ تم نے کسی قربانی سے دریغ نہ کیا ہوگا۔تم نے احمدی باپ سے پرورش پائی ہے اور احمدی ماں کا دودھ پیا ہوا ہے۔دارالامان سے پیارا ہمیں اور کچھ نہیں۔شعائر اللہ ہمارے پاس ہیں اور میری تمہیں نصیحت ہے کہ تمہارے جیتے جی شعائر اللہ تک دشمن نہ آئے ہمیں اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دے رکھا ہے اور تم قطعاً پرواہ نہ کرو کہ تمہارے بعد ہمارا کیا بنے گا۔جب سے دارالامان پر حملہ کا سنا ہے سخت بیقراری اور بے چینی ہے اور میرا تو پیشہ ہی رونا ہو گیا ہے‘‘۔[67]

خدا گواہ ہے کہ ہم دونوں بھائیوں نے جان بچانے کی کوئی کوشش نہیں کی اور خطرناک سے خطرناک ڈیوٹی ادا کی جو ہمارے سپرد کی گئی۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اپنے والد صاحب کی نصیحت اور خواہش کی تعمیل میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ میرے سپرد جو فرائض تھے ہر لحظہ گرفتاری اور موت کا امکان تھا لیکن افسوس کہ شہادت جیسی شاندار نعمت نہ مل سکی۔ شہادت کی خواہش اور والہانہ رنگ میں حفاظت مرکز سے متعلق فرائض کی بجا آوری کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے جو انعامات ہمیں دیئے ان کا مختصر ذکر ذیل میں درج ہے۔

۱۔ اچھی صحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں لمبی عمریں عطا فرمائیں۔

۲۔ لاتعداد دینی و دنیوی نعمتوں سے اللہ تعالیٰ نے سرفراز فرمایا۔

۳۔ تینوں بھائیوں کو خدمت دین کی توفیق ملی۔ خاکسار محمد اسحاق ساڑھے تین سال ہانگ کانگ اور چین میں بطور مربی رہا۔ زبانی اور اشاعت لٹریچر کے ذریعہ خدمت کے مواقع ملے۔ جنگ عظیم کی ہولناکی اور انگریز حکومت کی کوتاہ نظری کی وجہ سے ہانگ کانگ سے گرفتار ہو کر ہندوستان لاکر جیل میں قید اور بعد میں اپنے گاؤں میں عرصہ جنگ تک نظر بند رکھا گیا۔ عثمان غنی جماعت احمدیہ چندر کے منگولے میں صدر اور سیکرٹری مال کے طور پر خدمت دین کرتا رہا۔ بشیر احمد نے مع اپنی بیگم بشریٰ بشیر ملازمت سے پنشن کے بعد مغربی افریقہ میں آنریری مربی کے طور پر خدمت دین کی اور وہاں ایک شاندار مسجد بھی تعمیر کرائی جس میں خود بھی ایک لاکھ روپیہ بڑی خوشی سے ادا کئے۔

حضرت والد صاحب میں خدمت خلق اور غرباء کی مدد کا جذبہ بہت زیادہ تھا۔ دور دور سے زمیندارہ الجھنوں سے متعلق لوگ آپ کے مشورہ اور مدد کے لئے آتے اور ان کے مسائل کا حل اور مہمان نوازی کر کے بہت خوش ہوتے۔ عرصہ ۲۸ سال تک سیشن جج سیالکوٹ کی عدالت میں اسیسر رہے اور نہایت دیانتداری سے قتل کے مقدمات میں رائے دیتے۔ سیشن جج آپ کے مشوروں کی بہت تعریف اور قدر کرتے۔ ۲۸ سال بعد آپ کی شنوائی کم ہوگئی اور آپ نے فراغت حاصل کر لی۔

غریب پروری اور مہمان نوازی

ہماری مسجد بڑی سڑک سے ملحق ہے۔ پیدل مسافر عموماً رات اس مسجد میں گزارتے تھے۔ آپ سب مسافروں کی فراخدلی سے مہمان نوازی کرتے۔

بیاہ شادی کے موقع پر غرباء کی مالی مدد بھی کرتے اور اپنی ضمانت پر زیور اور شادی کا دیگر سامان بھی لے کر دیتے۔

ہماری ۹/۱ ایکڑ اراضی پر کیکر کے درخت اکھاڑنے کے لئے مجھے حکم دیا کہ ٹھٹھی، عیسائیوں کی آبادی میں جاؤ اور میرا پیغام دے آؤ کہ کل صبح سب عیسائی جو کام کرسکیں ہمارے چاہ پر پہنچ جائیں۔ میں نے عرض کی کہ دھان کی کٹائی کے دن ہیں۔ اگر وہ اپنے زمینداروں کی فصل کی برداشت یعنی کٹائی پر نہ گئے تو وہ مقررہ اجرت سے محروم ہو جائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ پیغام دے آئیں اگر کوئی مجبوراً نہ آسکا تو میں اس سے ناراض نہیں ہوں گا۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ اگلے دن نماز فجر کے بعد فرمایا کہ گھوڑی پر سوار ہو کر دیکھ آؤ کتنے آدمی کیکر اکھاڑنے کیلئے گئے ہیں تا کہ ان کے کھانے کا انتظام کیا جائے۔ میں نے جا کر دیکھا کہ ٹھٹھی کے جتنے آدمی کام کرنے کے قابل تھے سب کیکر اکھاڑ رہے تھے۔ میرے قریب ترین نوجوان رحمت مسیح اور سندر مسیح تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تمہاری دوسرے زمینداروں کی سیپ نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہم تین بھائی ہیں آٹھ زمینداروں کی سیپ کرتے ہیں لیکن اگر حاجی صاحب (میرے والد صاحب) کا کام ہوگا تو ہم پہلے وہ کریں گے اور دوسرے لوگوں کا بعد میں۔ میں نے وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ حاجی صاحب ساری ٹھٹھی کے مکینوں کی اتنی مدد کرتے ہیں کہ پورے گاؤں کے زمیندار بھی نہیں کرتے۔ غلہ کی، مال کے لئے چارہ کی، لکڑی کی، پیسے کی ضرورت ہو تو حاجی صاحب ضروریات پوری کرتے ہیں۔ اس نے اپنی ذات سے متعلق دو واقعات بیان کئے۔

۱۔ ایک نیم حکیم نے مجھے ٹیکا لگا دیا اور مجھے جان کے لالے پڑ گئے۔ حاجی صاحب کو میری حالت کا علم ہوا تو اپنے ایک نوکر کے ہاتھ ایک سو روپے اور اپنی گھوڑی بدوملہی ڈاکٹر کے پاس جانے کے لئے بھیج دی۔ دوسرے دن وہ خود بھی میری بیمار پرسی کے لئے آئے اور ڈاکٹر کو میرے علاج کے متعلق تاکید کی۔ قرب و جوار کے افسروں سے حاجی صاحب کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ ہفتہ عشرہ میں مَیں صحت یاب ہو کر واپس آیا۔ حاجی صاحب نے مجھ سے سو روپیہ کا کبھی مطالبہ نہیں کیا۔

۲۔ میرے پاس جوتی نہیں تھی میں حاجی صاحب کے پاس گیا اور عرض کی کہ مجھے کوئی پرانی جوتی دیں۔ حاجی صاحب حویلی میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ فرمایا کہ یہ جوتی جو چارپائی کے پاس پڑی ہے پہن کر دیکھو۔ میں نے کہا یہ تو نئی جوتی ہے آپ نے مجھے سختی سے کہا کہ پہن لو اور میں

نے وہ نئی جوتی پہن لی۔اسی دن حاجی صاحب نے قریبی شہر قلعہ کالروالا سے گھوڑی پر سوار ہو کر ننگے پاؤں جا کر نئی جوتی خرید کی۔رحمت مسیح نے بتایا کہ جب ہمارے پاس کھانے کے لئے غلہ نہیں ہوتا تو وہ دے دیتے ہیں اگر کوئی غلہ کی قیمت وعدہ کے مطابق ادا نہ کر سکے اس پر سختی بھی نہیں کرتے۔جو شخص غرباء کا اس حد تک مددگار ہو اس کا کام ہم غریب لوگ پہلے کریں گے اور حاجی صاحب جیسا غریب پرور اس گاؤں میں اور کوئی نہیں۔اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ بھی ہے کہ گندم کی کاشت کا موسم تھا۔اس دن اپنے بیلوں کے علاوہ دس جوڑے بیلوں کے گندم کی کاشت کے لئے کچھ اپنے مزارعین کے اور کچھ دوستوں کے منگوائے ہوئے تھے۔اس وقت تک مشینی کاشت شروع نہیں ہوئی تھی۔بیلوں سے ہی کاشت ہوتی تھی۔ایک غریب احمدی ہمارے گھر آیا (اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم احسان سے اس احمدی کی اولاد بڑے اچھے کام کر رہی ہے اور غربت کا ان کے ہاں اب نام ونشان نہیں) اور مجھ سے جھونا (چاول کی قسم) کی قیمت دریافت کی۔میرے بتانے پر وہ رو پڑا۔اس کی آواز جب والد صاحب نے سنی تو وہ آ گئے اور اس سائل سے دریافت کیا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔اس نے جواب دیا کہ میں نے چھوٹے چوہدری (یعنی مجھ) سے جھونے کے دھان کی قیمت دریافت کی انہوں نے قیمت بتائی۔میرے پاس قیمت ادا کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں اور میرے بچے پرسوں سے بھوکے ہیں۔والد صاحب اسی وقت اندر گئے۔میری والدہ ماجدہ نے گندم کاشت کرنے والوں کے لئے اس وقت تک دس بارہ پراٹھے پکائے ہوئے تھے۔والد صاحب وہ کپڑے میں لپیٹ کر لے آئے اور اس سائل کو دے کر کہا کہ فوراً دوڑ کر یہ پراٹھے اپنے بچوں کو دے کر واپس آؤ تو محمد اسحٰق تمہیں دھان بھی دے دے گا۔اس کے جانے کے بعد مجھے حکم دیا کہ اس سائل کے آنے پر اسے ایک من دھان مفت دے دینا میں نے حکم کی تعمیل کی۔

ایک اور واقعہ یاد آیا۔ایک عادی چور ہماری حویلی میں آ کر اس چارپائی کی پائنتی پر بیٹھ گیا جہاں والد صاحب لیٹے ہوئے تھے۔والد صاحب نے اس سے دریافت کیا کہ مجھ سے کیا کام ہے اس نے جواب دیا کوئی کام نہیں سلام کرنے آیا ہوں۔والد صاحب نے اسے کہا۔سلام ہو چکا ہے اب تم چلے جاؤ۔چند ماہ بعد اسی چور نے عشاء کے بعد ہمارے گھر کے بیرونی گیٹ پر دستک دی۔میں نے دروازہ پر آ کر اس وقت آنے کی وجہ دریافت کی۔تو اس نے کہا حاجی صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔میں نے اسے کہا کہ انہیں بخار ہے وہ سردی میں باہر نہیں آ سکتے۔تم مجھے اپنے آنے کا مقصد بتا دو میں

اندر جا کر بتا دوں گا۔اس نے بتایا کہ ایک پنڈ (اڑھائی من) گندم کا سوال ہے ہمارے گھر آٹا بھی نہیں۔میں نے اندر جا کر والد صاحب کو بتایا تو آپ نے حکم دیا کہ اسے اندر نہیں آنے دینا خود باہر دو تین دفعہ اٹھا کر اسے گندم دے دو۔میں نے ڈرتے ڈرتے والد صاحب سے کہا یہ وہی چور ہے جسے آپ نے حویلی سے نکال دیا تھا۔والد صاحب نے فرمایا یہ دو مضمون ہیں۔اگر میں اسے اپنے پاس بیٹھنے دیتا تو گاؤں کے لوگ دیکھ کر کہتے کہ میں چور کی مدد کرتا ہوں۔اور اب اگر گندم نہ دیتا، تو بھوکا خاندان جو ہمارے محلہ میں رہتا ہے تو اللہ جو رب العٰلمین ہے کی ناراضگی کا خوف تھا۔اگر ہم غریبوں کا خیال نہ رکھیں تو اللہ تعالیٰ ہماری خوشحالی ختم بھی کر سکتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غرباء کی بے لوث مدد کے صلے میں ہمیں دینی اور دنیوی نعمتوں سے بہت کچھ عطا فرمایا ہے۔احمدیت کی نعمت دنیا کی بڑی سے بڑی جائیداد سے افضل و اعلیٰ ہے۔دنیاوی لحاظ سے ہم گاؤں کے امیر ترین زمیندار مشہور ہیں۔

ایک اور واقعہ یاد آیا۔مجھے لاہور میں ایک دوست کی ملاقات کے لئے بدوملہی ریلوے سٹیشن تک سفر درپیش تھا۔میں گاؤں کے ایک شخص محبوب علی کو اسٹیشن سے گھوڑا واپس لانے کے لئے ساتھ لے گیا۔گاؤں سے نصف میل کے قریب دس ڈاکو گھوڑوں پر سوار سامنے آتے دیکھے جن کے چہروں پر سیاہ رنگ کے پردے اور ہاتھوں میں بندوقیں تھیں۔محبوب علی نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ سڑک سے دور گھوڑے کو لے جائیں۔ممکن ہے کہ یہ آپ سے گھوڑا چھین لیں۔میں نے اسے جواب دیا کہ اس علاقہ میں میرے باپ دادا کی بہت عزت ہے۔اگر میں نے ڈر کر گھوڑا سڑک سے دور کر لیا تو جگ ہنسائی ہوگی۔جب یہ ڈاکو ہمارے قریب پہنچے تو ان کے لیڈر نے جو سب سے آگے تھا مجھے بڑے ادب سے سلام کیا۔میں نے اسے کہا تم کون ہو۔اس نے جواب میں اپنا نام بتایا اور کہا آپ کا خادم۔میں نے کہا کہ چہرہ پر سے نقاب ہٹاؤ۔جب اس نے نقاب اوپر کیا تو میں نے اسے پہچان لیا وہ اسی چور کا بیٹا تھا جس کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔غالباً اسے علم ہوگا کہ اس کے باپ کی میرے باپ نے مشکل وقت میں مدد کی تھی۔

وفات

آپ کی وفات چوراسی سال کی عمر میں ہوئی۔وفات کے دن بھی تین دیہات میں اپنی زرعی اراضی کا گھوڑی پر سوار ہو کر چکر لگا کر آئے۔آتے ہی دوپہر کا کھانا کھا کر اور نماز ظہر پڑھ کر لیٹ

گئے۔تھوڑی دیر بعد مسواک منگوا کر دانت صاف کئے۔عصر کی نماز کیلئے وضو کر رہے تھے کلمہ طیبہ پڑھ رہے تھے کہ دل پر حملہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔آپ موصی تھے۔بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔وفات کے وقت امانت صدر انجمن احمدیہ میں ان کی معمولی سی رقم سات سو روپیہ جمع تھی۔وہ میں نے مساجد بیرون میں ادا کرادی اور افسر امانت کو ان کے مطالبہ پر لکھ دیا کہ اگر ورثاء میں سے کوئی اپنا حصہ طلب کرے تو میں ادا کروں گا۔میری والدہ محترمہ بھی ۱/۸ حصہ کی موصیہ تھیں۔ ۱۰۴ سال کی عمر میں فوت ہوئیں وہ بھی بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہیں۔اللہ تعالیٰ ہر دو کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

ہم تین بھائی ہیں۔ہمارے گاؤں اور گاؤں کے قرب وجوار میں کئی ہائی سکول تھے اور اب بھی ہیں لیکن ہمیں آپ نے قادیان دارالامان میں تعلیم دلوائی اور وجہ یہ بتائی کہ یہاں تم زمیندارہ کام کی طرف راغب ہو سکتے ہو اور اس صورت میں تم تعلیم مکمل نہ کر سکو گے۔

۱۹۵۷ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث) صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ ضلع سیالکوٹ کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ہماری جماعت چندر کے منگولے میں بھی تشریف لائے۔میں ان ایام میں رخصت پر اپنے گاؤں گیا ہوا تھا اور میں نے ہی احباب جماعت کا تعارف کرایا۔دوپہر کے کھانے کا انتظام ہمارے گھر میں تھا۔عین اس وقت جب کھانے کا وقت قریب تھا تو آپ نے ضمناً فرمایا کہ مجھے مکئی کی روٹی اور سرسوں کا ساگ بہت پسند ہیں۔ہم نے نصف گھنٹہ کے اندر آپ کی فرمائش پوری کر دی۔کھانے کے بعد آپ نے مرکزی دفتر اور ہال انصاراللہ کے لئے چندہ کی تحریک کی۔ہماری جماعت کے افراد نے حسب استطاعت چندہ دیا لیکن جو دوست قریبی جماعتوں سے آئے تھے انہوں نے عذر کیا کہ ہمیں معلوم نہ تھا کہ چندہ کی تحریک ہوگی۔اس پر والد صاحب نے اعلان کیا کہ جو دوست اس ثواب میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ مجھے بتائیں میں چندہ ادا کر دیتا ہوں۔ڈیڑھ ہزار روپیہ ان دوستوں کے حساب میں والد صاحب نے ادا کر دیا جو بعد میں ان دوستوں نے والد صاحب کو ادا کر دیا۔سیالکوٹ سے ہمارے گاؤں آتے ہوئے راستہ میں ایک نالہ ڈیک ہے۔جب حضرت مرزا ناصر احمد صاحب اس نالہ پر پہنچے تو کچھ مرغابیاں اڑتے ہوئے دکھائی دیں۔آپ نے فلائنگ شاٹ کر کے ایک مرغابی گرالی جب ہماری جماعت میں پہنچے تو مجھے فرمایا کہ میں ایک مرغابی لایا ہوں۔حضرت چوہدری غلام محمد صاحب امیر حلقہ کو دوں یا آپ کے والد صاحب

کو؟ میں نے جواب دیا کہ چوہدری غلام محمد صاحب کو جس کی دو وجوہات ہیں۔حضرت چوہدری غلام محمد صاحب نے میرے والد صاحب سے ایک سال پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت ۱۹۰۴ء میں کی اور میرے والد صاحب نے ۱۹۰۵ء میں۔ دوسرے چوہدری غلام محمد صاحب ضلع سیالکوٹ کی ۱/۴ حصہ جماعتوں کے امیر ہیں اور والد صاحب سیکرٹری۔ میرا جواب سن کر حضرت صاحبزادہ صاحب خوش ہوئے اور مجھے وہ مرغابی دے کر حضرت چوہدری غلام محمد صاحب کے گھر دینے کی ہدایت کی جس کی میں نے تعمیل کی۔

میں اپنے والد صاحب کو فضل عمر ہسپتال علاج کے لئے ۱۹۷۱ء میں ربوہ لے آیا۔اسی بیماری کے دوران ایک دن مجھے فرمایا کہ میں خلیفۃ المسیح الثالث سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ میں آپ کو گھوڑی پر سوار کرا کر اور گھوڑی کو آہستہ آہستہ چلا کر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں لے گیا۔ جب والد صاحب مشکل سے سیڑھیوں کے اوپر چڑھ کر حضور انور کے پاس اوپر کے کمرہ میں پہنچے تو حضور نے دریافت فرمایا آپ اس کمزوری کی حالت میں یہاں کیسے پہنچے؟ تو والد صاحب نے جواب دیا کہ محمد اسحٰق اپنی گھوڑی پر آہستہ آہستہ لے آیا ہے اس پر حضور نے مجھے بھی بلا لیا اور والد صاحب سے بہت ہمدردی کا اظہار کیا اور ہومیوپیتھی کی کچھ ادویات بھی عطا فرمائیں۔اس کے قریباً ایک مہینہ بعد والد صاحب نے گاؤں واپس جانے کا ارادہ کیا اور مجھے فرمایا کہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ زندگی کا اب کوئی اعتبار نہیں۔ میں پہلے کی طرح آپ کو حضور کے دفتر لے گیا۔ جب حضور نے ملاقاتیوں میں آپ کا نام پڑھا تو آپ اوپر کے کمرہ سے نیچے تشریف لے آئے اور فرمایا کہ گزشتہ ملاقات کے وقت میں نے آپ کو کمزوری کی حالت میں دیکھا تھا۔اس لئے اب میں نیچے آ گیا ہوں تا کہ آپ کو اوپر آنے کی تکلیف گوارا نہ کرنی پڑے‘‘۔ 68

چوہدری صاحب تحریک جدید کی پانچہزاری فوج کے مجاہدین میں سے تھے۔69

اولاد: عائشہ بی بی صاحبہ۔ چوہدری محمد اسحاق صاحب سابق مجاہد چین۔ حفیظہ بیگم صاحبہ۔ عثمان غنی صاحب۔ چوہدری بشیر احمد صاحب 70

حضرت ڈاکٹر بابو فقیر اللہ صاحب

ولادت: ۱۸۹۸ء بیعت: ۱۹۰۲ء وفات: ۵/اکتوبر ۱۹۷۱ء

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت میاں غلام محمد صاحب آف قادیان کے صاحبزادے تھے۔آپ نے ۵؍اکتوبر کی رات ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔آپ مخلص، غمگسار، نیک ،متقی،شگفتہ مزاج اور بلند اخلاق انسان تھے۔آپ نے ہومیو پیتھک کا امتحان کافی مطالعہ اور محنت سے نمایاں حیثیت کے ساتھ پاس کیا تھا۔آپ کی قابلیت کی وجہ سے کافی مریض آپ کے پاس علاج کی غرض سے آتے تھے۔خدا تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں شفا رکھی تھی۔جماعتی کاموں میں غفلت اور سستی کو برا مناتے تھے۔عام طور پر کہا کرتے تھے کہ احمدیت خدا تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے اس کی قدر وہی کرتے ہیں جو اس کی حقیقت سے واقف ہیں۔تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ایک دفعہ آپ نے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ کافی عرصہ کی بات ہے میں صبح سویرے نماز کے بعد لاہور کے گرجوں میں عیسائیت کے متعلق لٹریچر تقسیم کرنے گھر سے روانہ ہو گیا۔ایک گرجا میں ایک پادری صاحب موجود تھے میں نے ان کو لٹریچر دیا اور آگے چل پڑا۔ابھی میں تھوڑی ہی دور پہنچا کہ اس نے وہ لٹریچر پھاڑ کر میری طرف پھینکا۔میں نے پھر دوبارہ نیا لٹریچر دیا اس نے پھر وہی حرکت کی۔میں نے تیسری دفعہ پھر نیا لٹریچر پیش کیا۔پھر اس نے رکھ لیا اور پڑھنے کا وعدہ کیا میں نے کہا یہ آپ کو پڑھنا چاہیئے۔اس میں غلط بات کوئی نہیں ہے۔اسی طرح اور کئی واقعات ہیں جن سے ان کے تبلیغی شوق کا پتہ لگتا ہے۔آپ نے تین بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔71

اولاد: حمید اللہ صاحب۔کلیم اللہ صاحب۔سمیع اللہ صاحب۔امۃ اللہ بیگم صاحبہ زوجہ فضل دین صاحب آف لاہور۔امۃ اللطیف صاحبہ زوجہ حمید احمد ڈوگر صاحب آف لاہور

حضرت چوہدری شرف الدین صاحب

ولادت: تقریباً ۱۸۸۱ء بیعت: ۱۹۰۷ء وفات: ۳۰ نومبر ۱۹۷۱ء

حضرت چوہدری شرف الدین صاحب نے ۱۹۰۷ء میں تحریری طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی سعادت حاصل کی۔آپ ایک متقی، پرہیز گار اور مخلص خادم سلسلہ تھے۔آپ کی رہائش چاہ احمدیاں والا ضلع ملتان میں تھی۔آپ کی دینی مساعی سے اللہ تعالیٰ نے جلد ہی اس علاقہ میں احمدیت کو ترقی دی۔آپ نے ۳۰ نومبر ۱۹۷۱ء کو بعمر ۹۰ سال وفات پائی۔72

۱۹۷۱ء میں وفات پانے والے مخلصین جماعت

رسول بی صاحبہ حیدرآباد دکن

وفات: ۲۴ جنوری ۱۹۷۱ء

رسول بی صاحبہ، الحاج حضرت سیٹھ حسن صاحب امیر جماعت احمدیہ یادگیر حیدرآباد دکن کی اہلیہ تھیں۔ شیخ محی الدین صاحب ساکن چنتہ کنٹہ ضلع محبوب نگر دکن کی صاحبزادی، حضرت سیٹھ محمد غوث صاحب کی نسبتی بہن اور مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل یادگیر کی خوشدامن۔ ریاست حیدرآباد دکن کی نہایت مخلص اور نیک نمونہ خواتین میں سے تھیں۔ بلاتفریق مذہب وملت مہمان نوازی آپ کا امتیاز، شب بیداری اور سلسلہ احمدیہ کی تحریکات میں بشاشت سے حصہ لینا آپ کا شعار تھا۔ ۱۶؍ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو اپنے واجب الاحترام شوہر کے ساتھ فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئیں۔ حج کے بعد مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا جہاں حضرت سیٹھ صاحب ۱۲ محرم ۱۳۶۵ھ بمطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو انتقال کر گئے اور جنّت البقیع میں دفن کئے گئے۔ آپ کو تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں شمولیت کا شرف حاصل تھا۔[73]

محمودہ بیگم صاحبہ

وفات: ۲۷، ۲۸ جنوری ۱۹۷۱ء

محمودہ بیگم صاحبہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی (یکے از ۳۱۳؍ اصحاب) کی بڑی صاحبزادی، حضرت میاں حبیب الرحمٰن صاحب (یکے از ۳۱۳؍ اصحاب) کی بہو اور حضرت شیخ کظیم الرحمٰن صاحب کی اہلیہ تھیں۔ مرکز سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان اور ربوہ میں ۵۰ سال سے زائد عرصہ رہائش پذیر رہیں۔ آپ نے ۲۷، ۲۸ جنوری ۱۹۷۱ء کی درمیانی شب وفات پائی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد کے مطابق محترم مولانا ابوالعطاء صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔[74]

فضل بیگم صاحبہ

وفات: ۸ فروری ۱۹۷۱ء[75]

محترمہ فضل بیگم صاحبہ، مکرم بابو عبدالکریم صاحب بٹ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔آپ کو اپنے شوہر کے ہمراہ ۱۹۷۱ء میں حج بیت اللہ کی توفیق ملی۔حج کے دوران ہی بیمار ہوگئیں۔واپسی پر منیٰ میں دو دن تک علاج کروایا لیکن بیماری بڑھ گئی۔مکہ مکرمہ لاکر ہسپتال میں داخل کروایا گیا۔مگر چند گھنٹوں بعد ہسپتال میں فوت ہوگئیں۔آپ کو جنت المعلیٰ میں دفن کیا گیا۔

مرحومہ نے اپنے خاوند کے ہمراہ لمبا عرصہ مشرقی افریقہ میں گذارا۔آپ لمبا عرصہ دارالسلام تنزانیہ کی لجنہ اماء اللہ کی عہدیدار اور بعد میں صدر رہیں۔دارالسلام میں مسجد کا کام جب شروع ہوا تو شہر کی عورتوں سے چندہ وصول کر کے خاص رقم اس مد میں جمع کروائی۔سواحیلی ترجمۃ القرآن کی اشاعت میں بھی بڑی دلچسپی دکھائی۔

مرحومہ بہت دیندار اور عابدہ تھیں۔نماز کی بڑی پابند تھیں۔اپنی سب بچیوں اور بچوں کو نماز کی پابندی کی خاص تلقین کرتیں۔جب کبھی مرکز سلسلہ میں آتیں تو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواتین سے ضرور ملتیں اور روحانی حظ اٹھاتیں۔76

رشید احمد صاحب خالد متعلم جامعہ احمدیہ

وفات:۱۵ فروری ۱۹۷۱ء

رشید احمد صاحب چوہدری اللہ رکھا واقف زندگی اسسٹنٹ مینیجر بشیر آباد فارم کے صاحبزادہ تھے۔آپ واقف زندگی اور طالب علم جامعہ احمدیہ تھے۔آپ والدین کے بے حد فرمانبردار اور جماعت احمدیہ بشیر آباد میں ہر دلعزیز تھے۔آپ میں یہ خوبی تھی کہ کسی کام کو عار نہ سمجھتے تھے۔آپ نے ۱۵ فروری ۱۹۷۱ء کو وفات پائی۔وفات کے وقت آپ کی عمر محض ۲۴ سال تھی۔77

مرزا محمد یعقوب صاحب

وفات:۲۶ فروری ۱۹۷۱ء

مرزا محمد یعقوب صاحب حضرت مرزا محمد اشرف صاحب سابق محاسب و ناظم جائیداد صدر انجمن احمدیہ قادیان ساکن بلانی ضلع گجرات کے بیٹے تھے۔تحریک جدید کے اوّلین واقفین زندگی تھے۔آپ کو تحریک جدید کے مختلف شعبوں میں قریباً ۳۲ سال تک خدمات بجالانے کی سعادت نصیب ہوئی۔آپ تحریک جدید کی ''پانچ ہزاری فوج'' کے بھی مجاہد تھے۔78

رحمت بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت ماسٹر محمد پریل صاحب

وفات: ۲۶ فروری ۱۹۷۱ء

آپ حضرت ماسٹر محمد پریل صاحب کی اہلیہ اور مولوی بشارت احمد صاحب بشیر مبلغ غانا کی والدہ ماجدہ تھیں۔ بہت مخلص اور نیک خاتون تھیں۔ تبلیغ کا شوق رکھنے والی نیز قرآن مجید کی تلاوت باقاعدگی سے کرنے والی تھیں۔ بہت مہمان نواز اور ملنسار تھیں۔ آپ کی بہو محترمہ رشیدہ باسمہ صاحبہ اہلیہ مولوی بشارت احمد صاحب بشیر تحریر فرماتی ہیں کہ میرے خاوند جب غانا کے لئے روانہ ہونے لگے تو کسی پریشانی یا گھبراہٹ کا اظہار نہ کیا بس اتنا کہا جاؤ خدا حافظ۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہو اور کامیاب واپس آؤ۔ آپ نے ۲۶ فروری ۱۹۷۱ء کو کنڈیارو ضلع نواب شاہ میں وفات پائی۔[79]

ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب آف کامٹی حال کراچی

وفات: ۲۹ / ۳۰ مارچ ۱۹۷۱ء

پہلا نام منگل سنگھ تھا۔ خلافتِ اولیٰ کے عہد مبارک میں ۲۸ مئی ۱۹۱۱ء کو قبول اسلام کیا۔ والد نے مقدمہ کھڑا کر دیا۔ مگر سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور نے یہ کہہ کر اسے خارج کر دیا کہ لڑکا بالغ ہے وہ برضاء و رغبت مسلمان ہوا ہے۔ باپ نے نمبرداری اور زمین کا لالچ دیا مگر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی ہدایت پر ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے سامنے اپنے حقوق نمبرداری اور زمین سے دستبرداری کا بیان دے دیا۔ حضور نے فرمایا تھا کہ میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کو اس نمبرداری اور جائیداد کے عوض اس سے اعلیٰ نمبرداریاں اور بہت بڑی جائیداد عطا فرمائے۔

آپ نے قادیان واپس آکر جب حضرت صاحب کی خدمت میں یہ رپورٹ پیش کی کہ حضور کے حکم کی تعمیل کر دی ہے تو آپ بہت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ عبدالرحمٰن! یہ مت سمجھو کہ اب دنیا میں تمہارا کوئی باپ نہیں ہے۔ نہیں۔ نورالدین خود تمہارا باپ ہے۔

اس کے بعد آپ نے قادیان میں حضرت خلیفہ اوّل کے زیر سایہ میٹرک کا امتحان پاس کیا دوران تعلیم حضور کی سفارش پر جلسہ سالانہ ۱۹۱۳ء کے موقعہ پر حضرت حافظ مولوی محمد فیض الدین صاحب سیالکوٹی کی صاحبزادی غلام فاطمہ بیگم سے آپ کا نکاح ہو گیا اور آپ کے تمام اخراجات کی ذمہ داری بڑی حد تک حضرت مولوی محمد فیض الدین صاحب نے اٹھالی۔ میٹرک کے بعد انہوں نے

آپ کو مرے کالج سیالکوٹ میں داخل کرا دیا جس سے فارغ ہونے کے بعد میڈیکل کالج لاہور سے آپ نے ڈاکٹری کی تعلیم مکمل کی۔ ۱۹۲۲ء میں آپ کو فوج میں کمیشن ملا اور دورانِ ملازمت آپ کو افریقہ میں شاندار طبی خدمات انجام دینے کی توفیق ملی۔ ۱۹۲۸ء میں آپ نے فوج سے علیحدگی اختیار کی اور کامپٹی شہر (ناگپور بھارت) میں عرصہ دراز تک سرکاری ملازم رہے۔ بارہ سال تک وہاں آپ بھی میونسپل کمشنر رہے اور آپ کی بیوی بھی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو حضرت خلیفہ اوّل کی دعاؤں کی برکت سے اعلیٰ عہدوں، فراخی رزق اور صالح اولاد سے نوازا۔ ہجرت کے بعد کراچی آباد ہو گئے۔ اپنے مطب کے بورڈ پر نمایاں طور پر اپنے نام کے ساتھ احمدی لکھوایا ہوا تھا۔ ۱۹۵۳ء میں جبکہ شر پسند عناصر سرگرم عمل تھے آپ کو بورڈ سے ''احمدی'' کا لفظ مٹا دینے کا پُرزور مشورہ دیا گیا لیکن اس مرد مومن نے کسی خطرہ کی پرواہ کئے بغیر یہ نام قائم رکھا۔ لوگ آپ کے حسن اخلاق سے بہت متاثر تھے اور علاج کے لئے کھنچے چلے آتے تھے۔ آپ کی خوبی تھی کہ علاج کے ساتھ تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھتے تھے۔ بہت نافع الناس وجود تھے کئی سعید روحوں کی ہدایت کا باعث بنے۔ آپ نے پوری زندگی ایک فدائی اور غیور احمدی کی طرح بسر کی اور ہر جگہ اپنے احمدی ہونے کا برملا اظہار کیا۔[80]

سلیمہ بیگم صاحبہ

وفات: ۳/اپریل ۱۹۷۱ء

سلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا ارشد بیگ صاحب آف سرگودھا نے دل کا دورہ پڑنے سے ۳/اپریل ۱۹۷۱ کو وفات پائی۔ آپ حضرت مرزا احسن بیگ صاحب کی بیٹی تھیں جو کہ محمدی بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا سلطان محمد صاحب کے خالہ زاد اور بہنوئی بھی تھے۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بہت قریبی دوستوں میں سے تھے۔ آپ کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔[81]

ہاجرہ بیگم صاحبہ المعروف ''آپو جی''

وفات: ۲۹/اپریل ۱۹۷۱ء

محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ خواجہ غلام احمد صاحب امرتسری کی اہلیہ تھیں۔ آپ ۱۸۹۴ء میں سکھو چک میں پیدا ہوئیں۔ آپ اپنے والدین کی سب سے آخری اور نویں لڑکی تھیں۔ اس زمانہ کے رواج کے مطابق آپ کی پیدائش پر افسوس کا اظہار کیا گیا۔ لیکن یہ خدا کی قدرت تھی کہ احمدیت کے نور سے

خدا نے صرف انہیں ہی سرفراز کیا۔آپ اپنی شادی کے چند سال بعد اپنے شوہر کی تبلیغ سے احمدیت میں داخل ہوئیں اور پھر نہایت مضبوطی سے عہد بیعت پر قائم رہیں۔خلیفہ وقت کے ہر حکم اور ہر ارشاد پر جاں نثار کرنے کیلئے ہر دم آمادہ اور تیار رہتیں۔مسجد فضل لندن کے لئے حضرت مصلح موعود نے جب چندہ کی تحریک کی تو آپ نے فوراً اپنے کانوں سے کانٹے اتار کر چندہ میں دے دئے۔اسی طرح حتی الامکان ہر چندہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں۔نیز چندہ وصول کرنے کا بھی خاص ملکہ تھا۔اگر کوئی سخت بات بھی کہہ دیتا تو صبر سے سنتیں اور تحمل سے جواب دیتیں۔جماعت کے ہر کام میں بڑھ چڑھ کر اور دلی لگاؤ سے حصہ لیتیں اور بچوں کو بار بار اس کی تاکید فرماتیں۔نمازوں کی پابندی کی سختی سے تلقین فرماتیں۔

آپ کے بیٹے مکرم خواجہ محمد امین صاحب امرتسری تحریر فرماتے ہیں کہ ابھی ہم چھوٹے ہی تھے کہ والد صاحب (خواجہ غلام احمد صاحب) کے سائے سے رضائے الٰہی سے مرحوم کر دئے گئے۔میں بھائیوں میں سب سے بڑا تھا میری عمر اس وقت صرف دس سال تھی۔بڑے مصائب کا وقت تھا لیکن والدہ صاحبہ مرحومہ نے بڑے ہی صبر سے یہ وقت گزارا اور ہمیں اپنے والد کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔

جب تقسیم ملک کا وقت آیا اور حفاظت قادیان کا سوال پیدا ہوا تو ہم دو بھائیوں (خواجہ محمد امین اور خواجہ محمد اکرم) نے حفاظت قادیان کے لئے نام پیش کر دئے۔حالات سخت خطرناک تھے۔لیکن والدہ صاحبہ نے اف تک نہ کی اور خوشی سے جانے کی اجازت دے دی۔اس کے کچھ عرصہ بعد کشمیر کے محاذ پر مجھے جانا پڑا اس کے لئے جب والدہ مرحومہ سے اجازت چاہی تو انہوں نے بخوشی جواب دیا کہ جاؤ بیٹا ضرور جاؤ۔والدہ مرحومہ کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت محبت تھی۔حضرت ام ناصر اور حضرت مصلح موعود جب اپنی زمینوں پر یا پہاڑ پر تشریف لے جاتے تو ہماری والدہ صاحبہ کو لاہور سے یاد فرماتے۔حضرت مصلح موعود نے کئی بار تعریفی کلمات ہماری والدہ صاحبہ کے متعلق فرمائے۔ہماری والدہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں ’’رشید کی اماں‘‘ کے نام سے مشہور تھیں۔

ہجرت کے بعد قیام لاہور کے دوران کافی عرصہ تک لجنہ اماء اللہ حلقہ محمد نگر کی سیکرٹری مال رہیں بعد میں اسی حلقہ کی صدر منتخب ہوئیں۔اور زندگی کے آخری وقت تک آپ اس ذمہ داری کو نہایت احسن طریق پر انجام دیتی رہیں۔آپ نے ۲۹/اپریل ۱۹۷۱ء کو وفات پائی۔82

بشیر احمد چغتائی صاحب

وفات: ۲۹، ۳۰؍ اپریل ۱۹۷۱ء

مکرم بشیر احمد صاحب چغتائی نے مورخہ ۲۹، ۳۰؍ اپریل ۱۹۷۱ء کی درمیانی شب کو بعمر ۶۱ سال وفات پائی۔ آپ موصی تھے۔ یکم مئی ۱۹۷۱ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے باوجود علالت طبع کے از راہ شفقت نماز جنازہ پڑھائی جس میں مقامی احباب کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ میں عمل میں آئی۔ آپ ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ کالج کے زمانہ میں احمدیہ ہوسٹل لاہور سے تعلق رہا۔ محترم ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب کے عزیز دوستوں میں سے تھے اور انہی کی وساطت سے قبول احمدیت کی توفیق ملی۔

آپ نے ۱۹۳۵ء میں بیعت کی اور آخر دم تک سلسلہ اور خلافت سے اپنی گہری وابستگی کو قائم رکھا۔ آپ ایک طویل عرصہ تک جماعت احمدیہ جمشید پور (ٹاٹانگر) کے صدر رہے۔ عرصہ دس سال تک واہ کینٹ کی جماعت کے پریذیڈنٹ رہے۔ آپ نے واہ کینٹ مسجد احمدیہ کی تعمیر کے سلسلہ میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔83

عبدالرشید صاحب

وفات: ۱۶ مئی ۱۹۷۱ء

عبدالرشید صاحب ماسٹر محمد شفیع اسلم صاحب کے برادر اصغر تھے۔ آپ ۱۹۲۰ء میں قادیان تشریف لائے۔ اور قادیان کی روحانی فضا سے متاثر ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دور میں بیعت کی سعادت حاصل کی۔ جب شدھی کی تحریک شروع ہوئی تو آپ بھی میدان ارتداد میں تبلیغ کے لئے گئے اور دو سال مسلسل بڑی تکلیفیں اٹھا کر کام کرتے رہے۔ ایک سالم گاؤں کو اپنی کوششوں سے شدھ ہونے سے بچا لیا۔ باقی مجاہدین کے ساتھ آپ نے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے خوشنودی کا سرٹیفیکیٹ حاصل کیا۔ آپ نے قریباً ساری عمر غربت میں بسر کی۔ اور بڑے صبر اور دینداری سے زندگی کے دن گزارے۔ تقسیم ملک کے بعد کچھ عرصہ گوجرانوالہ میں اور اس کے بعد قریبا ۲۰ برس گوکھووال متصل لائلپور (فیصل آباد) میں مقیم رہے۔ آپ نے ۱۶ مئی ۱۹۷۱ء کو ۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔84

رشیدہ بیگم صاحبہ

وفات: ۱۸ مئی ۱۹۷۱ء

رشیدہ بیگم صاحبہ مولانا چراغ الدین صاحب مربی سلسلہ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔آپ نے ۱۸ مئی ۱۹۷۱ء کو وفات پائی۔مرحومہ نیک اور عبادت گزار خاتون تھیں۔آپ کے خاوند چونکہ اکثر تبلیغی دورے پر رہتے اس دوران مرحومہ ہی گھر کے کاموں کا بوجھ اٹھاتیں۔آپ نے اپنے پیچھے ۳ بیٹے اور ۵ بیٹیاں چھوڑیں۔85

عارف نعیم صاحب

وفات: ۳ جون ۱۹۷۱ء

عارف نعیم صاحب سائپرس کے رہنے والے ترک تھے۔نوجوانی میں سیر و سیاحت کرتے ہوئے انگلستان آئے اور پھر انگلستان کے ہی ہو کر رہ گئے۔یورپ میں رہنے کے باوجود یورپ کی لغویات سے محفوظ رہے۔آپ پہلے پہل جناب جمالی (ایک ترک احمدی) کے ساتھ مسجد تشریف لائے۔یہ سلسلہ جاری رہا۔احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آخر محترم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ امام مسجد فضل لندن کی تبلیغ اور حسن سلوک کے نتیجہ میں احمدیت قبول کی۔آپ کی پُرکشش طبیعت اور ایثار و قربانی سے متاثر ہو کر عارف صاحب کے دل میں بھی تڑپ پیدا ہوئی اور یہ عزم اور ارادہ لے کر آپ کچھ عرصہ کے لئے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ربوہ تشریف لائے۔آپ کی دلی خواہش تھی کہ دینی تعلیم حاصل کر کے اپنی قوم تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچائیں۔اس غرض کے لئے مرکز سلسلہ میں تقریباً تین سال تک رہے۔

آپ کی شادی پاکستان میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تحریک پر ہوئی۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بھی آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے۔شادی کے کچھ عرصے بعد اپنی اہلیہ اور بچے کو ساتھ لیکر انگلستان واپس چلے گئے۔

آپ کا تعلق جماعت سے ہمیشہ مضبوط رہا اور اپنے عزیزوں اور ہم وطنوں کو جب بھی موقع ملا اسلامی احکامات اور اسلام کی خوبیوں اور ممنوعات کے بارہ میں پر جوش طریق پر اپنی زبان میں تبلیغ کرتے تھے۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ مجھ میں اور میری

قوم میں یہ نمایاں فرق اس لئے ہے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی اختیار کی۔ آپ کچھ عرصہ ہائی بلڈ پریشر کے باعث علیل رہے اور ۳ جون ۱۹۷۱ء کو وفات پائی۔ 86

رادن یوسف صاحب انڈونیشیا

وفات: ۱۴ جون ۱۹۷۱ء

رادن یوسف صاحب انڈونیشیا کی سرزمین میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ابتدائی ایام خلافت میں حضرت مولانا رحمت علی صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ احمدیت کی غلامی میں شامل ہوئے۔ آپ انڈونیشیا کی جماعت کے ایک فعال رکن، نامور خادم اور جماعت احمدیہ بوگور کے صدر تھے۔ آپ کی آنریری تبلیغی مساعی سے اس خطۂ ارض کے کئی مقامات پر جماعت ہائے احمدیہ کا قیام ہوا۔ آپ ایک تہجد گزار اور متدین انسان تھے۔ آپ جون ۱۹۷۱ء کو ۶۱ سال کی عمر میں دل کی بیماری کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ 87

شیخ ارشد علی صاحب ایڈووکیٹ سیالکوٹ

وفات: ۱۵ جون ۱۹۷۱ء

شیخ ارشد علی صاحب صحابی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام شیخ احمد علی صاحب (موضع دھرم کوٹ بگہ تحصیل بٹالہ) کے صاحبزادے اور صاحب کشف ورؤیا بزرگ تھے۔ تقسیم ملک تک بٹالہ میں پریکٹس کرتے رہے۔ آپ کا معمول تھا کہ سارا ہفتہ پریکٹس کرتے اور اتوار کو حضرت مرزا عبدالحق پلیڈر گورداسپور اور میاں عطاء اللہ صاحب وکیل امرتسر کے ہمراہ قادیان پہنچ جایا کرتے۔ نومبر ۱۹۳۷ء میں حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب کے خلاف پمفلٹ ''بابا نانک رحمۃ اللہ کا دین دھرم'' کی بناء پر مجسٹریٹ بٹالہ کی عدالت میں مقدمہ ہوا جس کی آپ نے مفت پیروی کی۔ ہجرت کے بعد آپ نے وفات تک سیالکوٹ میں قیام رکھا اور جماعت میں قاضی، سیکرٹری اصلاح وارشاد اور مشیر قانونی کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔ آپ کی وفات پر سیالکوٹ بار ایسوسی ایشن نے تعزیتی قرارداد منظور کی اور ۱۹ جون ۱۹۷۱ء کو مقامی عدالتیں بند رہیں۔ 88

صفیہ بانو صاحبہ

وفات: ۲۰ جون ۱۹۷۱ء

صفیہ بانو صاحبہ حضرت منشی محمد رحیم الدین صاحب متوطن سوہارہ ضلع بجنور (یکے از ۳۱۳؍ اصحاب) کی صاحبزادی اور حضرت محمد یامین صاحب تاجر کتب آف قادیان کی دوسری اہلیہ تھیں۔ آپ پیدائشی احمدی تھیں۔فرشتہ صفت مخلص صحابی کی بیٹی ہونے کے باعث اپنے والد محترم کے رنگ میں ہی رنگین ہوگئیں۔آپ صوم وصلوٰۃ کی خود بھی بہت پابند تھیں اور بچوں کو بھی ہمیشہ تلقین فرماتی رہتی تھیں۔سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ خاص انس اور محبت رکھتی تھیں۔ بڑی عابدہ زاہدہ اور مخلص خاتون تھیں۔ چندے وغیرہ بھی پابندی سے ادا فرماتی تھیں۔ ۱۹۲۳ء میں آپ نے وصیت کی اور جو حصہ جائیداد بنتا تھا وہ تمام کا تمام ادا کر دیا۔

مکرم حافظ مبین الحق شمس صاحب یامین بکڈپو ربوہ تحریر فرماتے ہیں کہ بچوں کی تربیت کا خاص طور سے خیال رکھتی تھیں۔میرے ساتھ ان کا ایسا برتاؤ تھا کہ مجھے اتنا احساس بھی پیدا نہیں ہونے دیا کہ وہ میری دوسری والدہ ہیں۔شفقت محبت اور ہمدردی سے ان کا ہمیشہ برتاؤ رہا۔ اور تمام بہن بھائیوں میں کسی قسم کی تفریق پیدا ہونے نہیں دی۔ میں ہمیشہ ان کو اپنی حقیقی والدہ خیال کرتا رہا۔محترمہ والدہ صاحبہ کو حضرت اماں جان سے خاص محبت اور انس تھا۔حضرت اماں جان قادیان میں جب مقبرہ بہشتی تشریف لے جاتیں تو آپ کو گھر سے اپنے ہمراہ لے لیا کرتیں۔ ہمارا مکان عقب لنگر خانہ مسیح موعود مقبرہ بہشتی روڈ پر واقع تھا۔واپسی پر ہمارے ہاں کچھ دیر قیام فرماتیں۔اور پانی وغیرہ پی کر پھر اپنے گھر تشریف لے جاتیں۔حضرت اماں جان کا عموماً یہ معمول رہا۔کسی وقت اگر حضرت اماں جان کو جانے کی جلدی ہوتی تو اپنی سوٹی سے دروازہ کھٹکھٹا کر چلی جاتیں جس سے محترمہ والدہ صاحبہ مرحومہ یہ سمجھ لیتیں کہ اماں جان مقبرہ بہشتی جا رہی ہیں تو وہ بھی فوراً برقع پہن کر اور تیزی سے چل کر ان سے راستہ میں ہی مل جاتیں۔بہر حال حضرت اماں جان سے محبت انتہاء تک پہنچی ہوئی تھی۔کئی مرتبہ حضرت اماں جان نے اپنے رنگین دوپٹے و دیگر پارچات بطور تبرک عطا فرمائے۔آپ نے ۲۰ جون ۱۹۷۱ء کو وفات پائی۔[89]

چوہدری نورالدین جہانگیر صاحب

وفات: ۱۵ جولائی ۱۹۷۱ء

محترم چوہدری نورالدین جہانگیر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت چوہدری غلام حسین صاحب (انسپکٹر آف سکولز) کے صاحبزادے اور صدر پاکستان کے سائنسی مشیر اور مایہ ناز

سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ سرکاری حلقے نہ صرف ان کی دیانتداری کے معترف تھے بلکہ اس اعلیٰ خوبی کی وجہ سے بے حد مداح تھے۔ آپ اسسٹنٹ ڈائریکٹر فوڈ ڈیپارٹمنٹ بھی رہے تھے۔ عرصہ ملازمت میں خدمت خلق کا آپ نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ۱۹۵۳ء کے ہنگاموں کے دوران آپ اپنی ملازمت کے دوران ملتان میں مقیم تھے اور اپنے محلہ میں اکیلے احمدی تھے۔ متعدد عزیزوں اور دوستوں نے وہاں سے چلے آنے کا مشورہ دیا مگر آپ وہیں ڈٹے رہے اور روزانہ اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو کر حسب معمول سب لوگوں حتّٰی کہ مخالفوں کے کام بھی خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔ انہی دنوں ایک رات انتہائی مخالفت کے باعث خطرہ کی رات سمجھی جاتی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے جذبہ خدمت خلق کو قبول کرتے ہوئے غیر احمدی ہمسائیوں کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ وہ آپ کی حفاظت کے لئے نکل کھڑے ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی بندوقیں لے کر ساری رات آپ کے گھر کا پہرہ دیتے رہے۔ آپ سلسلہ کے فدائی اور شیدائی تھے۔ سلسلہ کے کارکنوں خصوصاً مربیان کرام کی خاطر و مدارت اور ان کی تواضع میں ہمیشہ کوشاں رہے اور یہی روح اپنی اولاد میں بھی اجاگر کی۔ ہر ایک سے بشاشت کے ساتھ پیش آنا اور محض رضاء الٰہی کی خاطر حتی المقدور ان کے کام کرنا آپ کی زندگی کا واضح اصول تھا جس پر آپ پوری عمر سختی سے کاربند رہے۔ آپ نے ۱۵ جولائی کو ساہیوال میں بعمر ۵۷ سال وفات پائی۔ آپ کا جنازہ ربوہ لایا گیا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ازراہ شفقت آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں کثیر تعداد میں احباب شامل ہوئے۔ بعد ازاں حضور کی منظوری سے قبرستان شہداء میں تدفین عمل میں آئی۔ 90

نور بی صاحبہ آف ماریشس

وفات: ۳/ اگست ۱۹۷۱ء

نور بی صاحبہ، عبدالستار صاحب ماریشس کی اہلیہ اور احمد شمشیر سوکیہ صاحب مربی سلسلہ کی والدہ تھیں۔ آپ بہت مخلص، دیندار اور قربانی کرنے والی خاتون تھیں۔ حج بیت اللہ سے بھی مشرّف تھیں اور قادیان و ربوہ کی زیارت سے بھی مشرف ہو چکی تھیں۔ 91

چوہدری یوسف علی صاحب

وفات: ۲۳/ اگست ۱۹۷۱ء

۱۹۳۲ء میں احمدی ہوئے جس پر آپ کی زبردست مخالفت ہوئی۔متواتر پانچ سال تک آپ کی زرعی اراضی کو لوگوں نے کاشت کرنا چھوڑ دیا۔جو کاشت کرتا روک دیا جاتا۔گاؤں کے ہر کنوئیں بلکہ باہر سے بھی پانی لانے پر پابندی لگا دی گئی۔ان ایام میں ایک پڑوسن رات اندھیرے میں چپکے سے ایک گھڑا پانی کا ان کے گھر پہنچا دیتی تھی۔اہلیہ محترمہ روٹھ کر میکے چلی گئیں مگر جلد ہی آپ کا نمونہ دیکھ کر بیعت کر لی اور ساری زندگی کمال استقامت سے احمدیت کے ساتھ وابستہ رہیں۔بالکل ان پڑھ تھے لیکن ساری عمر جہاں کہیں رہے الفضل ضرور منگواتے رہے۔پورا اخبار غیر احمدی دوستوں سے سننا آپ کا معمول تھا۔آپ برج انسپکٹر کنگ آرائیاں ضلع جالندھر رہے۔اپنے محکمہ میں بوجہ دیانتداری خصوصی شہرت رکھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ ریٹائرمنٹ کے بعد ایک غیر ملکی فرم نے آپ کو سکھر کا نیا پل بنانے کے لئے بلا لیا اور کام ختم ہونے پر آپ کو دیانتداری اور فرض شناسی کے اعتراف کے طور پر پانچ سو روپیہ انعام اور اعلیٰ کارکردگی کی سند دی۔غریبوں کے ہمدرد اور بلا امتیاز مذہب وملت سبھی کے غمخوار تھے۔دورانِ گفتگو جب حضرت مصلح موعود کا ذکر مبارک آتا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے۔دعوت الی اللہ ان کا شعار تھا۔آپ کی وفات چک نمبر 30 جنوبی سرگودھا میں ہوئی۔[92]

مریم صاحبہ۔انڈونیشیا

وفات: ۷ستمبر ۱۹۷۱ء

مولانا ذینی دہلان صاحب کی زوجہ محترمہ تھیں جو انڈونیشیا کے اوّلین احمدیوں میں سے تھے۔آپ کے شوہر سات سال تک علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے قادیان میں قیام فرما رہے۔اس لمبے عرصہ کو آپ نے نہایت صبر وشکر اور قربانی کی روح کے ساتھ گزارا۔آپ تہجد گزار تھیں۔فریضہ حج کی بجا آوری کی بھی توفیق پائی۔لجنہ اماء اللہ انڈونیشیا کی سرگرم ممبر تھیں۔قرآن کریم کی تلاوت کا خاص شغف تھا۔ابتدائی عمر میں جماعتی اجتماعات کے مواقع پر مختلف مقابلہ جات میں خصوصی انعامات حاصل کئے۔سفنی ظفر احمد صاحب واقف زندگی مربی انڈونیشیا آپ ہی کے فرزند اور دین کے سپاہی ہیں۔[93]

چوہدری محمد عبداللہ صاحب امیر جماعت کھاریاں

وفات: ۱۰ستمبر ۱۹۷۱ء

چوہدری محمد عبداللہ صاحب ایک محبت کرنے والے دوست اور سلسلہ احمدیہ کے مخلص خادم تھے۔خاموش طبع اور محنتی کارکن تھے۔فوجی تربیت یافتہ تھے۔بعد میں عرصہ دراز تک مدرس رہے۔ڈسٹرکٹ بورڈ میں بھی اور پھر جماعتی مقامی سکول میں بھی ان کے پڑھائے ہوئے بچے بالعموم خوش خط ،سلجھے ہوئے اور مقابلوں میں امتیازی کیفیت کے حامل ہوتے تھے۔کھاریاں کے تعلیم الاسلام پرائمری سکول کو مڈل میں اور پھر باوجود نامساعد حالات کے ہائی سکول میں ترقی آپ کی یادگار رہے گی۔آپ نے ۱۰ ستمبر ۱۹۷۱ء کو وفات پائی۔94

سیّدہ طیب النساء صاحبہ

وفات: ۲۲ ستمبر ۱۹۷۱ء

سیّدہ طیب النساء صاحبہ، سید نصیر الدین صاحب مہاجر قادیان کی دختر اور خواجہ معین الدین صاحب باہمن ضلع لاہور کی اہلیہ تھیں۔خواجہ معین الدین صاحب کی والدہ حبیب النساء صاحبہ نے اپنے آپ کو حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔حضرت اماں جان ہی کی تحریک پر سید نصیر الدین صاحب نے یہ رشتہ کیا جو اُن دنوں مدراس کے قریب رہتے تھے لیکن قادیان آنے کیلئے کرایہ تک کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔حضرت اماں جان نے اخراجات سفر کے لئے مبلغ پانچ صد روپے عنایت فرمائے اور سید نصیر الدین صاحب مع اہل وعیال ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔دوسرے دن حضرت اماں جان کچھ پارچات اور زیورات لے کر ان کے گھر تشریف لے گئیں اور دلہن کو اپنے گھر دارا لمسیح میں لے آئیں۔اس طرح طیب النساء صاحبہ کی تقریب شادی عمل میں آئی۔ چار ماہ تک حضرت ممدوحہ اپنے مطبخ سے اس جوڑے کا کھانا بھجواتی رہیں۔ بستر اور چارپائی کا انتظام بھی انہوں نے کیا۔خواجہ معین الدین صاحب کا بیان ہے کہ بڑی شفقت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں کہ طیب النساء کو بیاہ کر میں لائی ہوں وہ میری بہو ہے۔شادی کے چار ماہ بعد حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب نے دارالضعفاء میں ایک پختہ مکان بنوا دیا۔ حضرت اماں جان مقبرہ بہشتی کی طرف تشریف لاتیں تو اس مکان میں بھی قدم رنجہ فرمایا کرتیں اور اظہار شفقت کے لئے کوئی نہ کوئی چھوٹا موٹا کام اپنی منہ بولی بہو سے لے لیا کرتی تھیں۔سیّدہ طیب النساء صاحبہ پابند صوم وصلوٰۃ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے غایت درجہ اخلاص و محبت رکھنے والی خاتون تھیں۔95

مولوی ابوالفضل محمود صاحب

وفات: ۲۹ ستمبر ۱۹۷۱ء

دعوت الی اللہ کا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔قادیان میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتب و اشتہارات اور ٹریکٹوں کی اشاعت کی سکیم تیار کی۔جس کے تحت جماعتی لٹریچر مفت یا برائے نام قیمت میں شائع کر کے اسے ملک بھر میں پھیلا دیا۔ان کی ایک مطبوعہ تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ تین لاکھ سے زائد ٹریکٹ اور کتابیں شائع کرنے کی آپ کو توفیق ملی۔کئی مخلص اور مخیر احمدی اس سکیم کے لائف ممبر تھے۔آپ کو تحریک جدید کی پانچہزاری فوج میں شامل ہونے کی سعادت بھی حاصل تھی۔96

سیّدہ کلثوم بانو صاحبہ اہلیہ حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب بھٹی

وفات: ۷/اکتوبر ۱۹۷۱ء

سیّدہ کلثوم بانو صاحبہ، حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحب بریلوی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صاحبزادی اور اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری عبداللطیف خان صاحب کی خوشدامن اور لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی ممبرات میں سے تھیں۔97

کرنل قاضی محمد انور جان ہوتی مردان

وفات: ۱۶/اکتوبر ۱۹۷۱ء

قاضی محمد عمر صاحب آف ہوتی کے خلف الرشید اور قاضی عبدالحق صاحب کے پوتے تھے98 جو حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کے ذریعہ حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔کمانڈر انچیف افواج ہند نے دوسری جنگ عظیم کے دوران اعلیٰ خدمات کے صلہ میں سند خوشنودی عطا کی۔۱۹۴۷ء (تقسیم ہند) کے دوران مشرقی پنجاب کے مظلوم مسلمانوں کے قافلوں کو سکھوں کے خونی جتھوں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔قیام پاکستان کے بعد عرصہ تک گورنر مشرقی پاکستان کے ملٹری سیکرٹری کے عہدہ پر فائز رہے اور احسن کارکردگی پر حکومت پاکستان سے تمغہ قائد اعظم کا قابل فخر اعزاز عطا ہوا۔سلسلہ کے فدائی تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے آپ کی جماعتی خدمات پر اپنی دستخطی سند خوشنودی مرحمت فرمائی۔نڈر اور جانباز جوانمرد تھے۔مرض الموت کے دوران جب سی ایم ایچ ہسپتال راولپنڈی میں

داخل تھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنے عرصہ قیام اسلام آباد میں دو مرتبہ اپنے مخلص خادم کی عیادت فرمائی اور اپنی شفقت اور ذرّہ نوازی سے عزت افزائی کی۔99

خان فضل محمد خان صاحب

وفات: ۲۸/ اکتوبر ۱۹۷۱ء

۱۹۱۴ء میں جبکہ آپ کی عمر ۲۱ سال تھی داخل احمدیت ہوئے۔ آپ کا شمار جماعت احمدیہ شملہ کے اوّلین معماروں میں ہوتا ہے۔ اپنی سرکاری ملازمت کے دوران شملہ، دہلی اور کانپور میں مقیم رہے اور ایک فدائی اور غیور احمدی کی حیثیت سے سلسلہ احمدیہ کی نہایت قابل قدر خدمات انجام دیں۔ آپ کی پوری زندگی تبلیغ سے عبارت تھی۔ پیغام احمدیت ہر قریہ اور ہر گھر تک پہنچانا آپ کی زندگی کا مقدس مشن تھا۔ حتّٰی کہ سفر آخرت پر روانگی سے قبل جس آخری شخص سے بات کی اس کا موضوع بھی تبلیغ احمدیت ہی تھا۔ زبان شیریں، پاکیزہ، شستہ اور انداز گفتگو بہت دلنشین تھا۔ مدلّل، پُرجوش اور فصیح و بلیغ کلام میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ کے ذریعہ بہتوں کو قبول حق کی سعادت نصیب ہوئی۔100

ست بھرائی صاحبہ

وفات: ۲۹/ اکتوبر ۱۹۷۱ء

ست بھرائی صاحبہ میاں غازی احمد صاحب آف پیر کوٹ ثانی ضلع حافظ آباد کی اہلیہ تھیں۔ آپ اوائل شباب میں احمدیت کے نور سے منور ہوئیں۔ آپ نے اپنی ساری عمر تقویٰ اور پرہیزگاری میں گزاری۔ ایک موقع پر مقامی مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ کی تحریک ہوئی تو آپ نے اپنا سارا زیور اس نیک کام میں دے دیا۔ ذکر الٰہی آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔ بہت ہی متوکل خاتون تھیں۔ آپ نے ۲۹/ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو بعمر ۹۰ سال وفات پائی۔101

ملک حبیب اللہ خاں صاحب

وفات: ۲ نومبر ۱۹۷۱ء

ملک حبیب اللہ خاں صاحب، ملک نصر اللہ خاں صاحب نیلا گنبد لاہور کے بیٹے اور عبد الستار خادم صاحب گوجرانوالہ کے داماد تھے۔ آپ ڈھاکہ میں بحیثیت لائن سپرنٹنڈنٹ الیکٹریسٹی واپڈا متعین تھے۔ بعمر ۳۰ سال اپنے فرائض کی سرانجام دہی کے دوران شہید ہوئے۔ ۲ نومبر ۱۹۷۱ء کو

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے از راہ شفقت آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور شہداء کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔[102]

حاجی عبدالعظیم میمن صاحب

وفات:۶ نومبر ۱۹۷۱ء

حاجی عبدالعظیم صاحب میمن، نے ۶ نومبر ۱۹۷۱ء کو بعمر ۶۱ سال بمقام ڈھاکہ وفات پائی۔ آپ ۱۹۱۰ء میں کچھ میں پیدا ہوئے۔آپ کو اپنے سسر مکرم سیٹھ عبدالستار صاحب میمن اور اپنی رفیقہ حیات مکرمہ عائشہ بیگم صاحبہ کی معرفت احمدیت کی روشنی پہنچی۔طبیعت نیک تھی بالآخر ۱۹۵۶ء میں اپنی اہلیہ کے ساتھ ربوہ پہنچے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دست مبارک پر بیعت کر کے حلقۂ بگوش احمدیت ہو گئے۔میمن خاندان کے زیادہ لوگ دین کے بارہ میں بڑے ہی کٹر اور تقلید پسند ہیں لیکن حاجی عبدالعظیم صاحب نے خاندانی روایات، رسومات اور تقلید پسندانہ خیالات کی پرواہ کئے بغیر جواں مردی کے ساتھ حق وصداقت پر قدم مارا اور آخر دم تک نہایت ثابت قدمی کے ساتھ حق و صداقت پر قائم رہے۔آپ نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی بطور یادگار چھوڑے۔[103]

رقیہ خاتون صاحبہ

وفات:۹ نومبر ۱۹۷۱ء

حضرت صوفی مولا بخش صاحب کی بہو اور شیخ محمد اسحاق صاحب آف لاہور کی اہلیہ تھیں۔ صاحب رؤیا تھیں۔لجنہ اماء اللہ کے ابتدائی زمانہ میں بہت کام کیا۔درس قرآن بھی دیتی تھیں۔[104]

محمد اسحٰق انور صاحب

وفات:۱۲ نومبر ۱۹۷۱ء

محمد اسحٰق انور صاحب حضرت سیٹھ فضل کریم صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاحبزادے اور مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر کے بھائی تھے۔آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے طالب علم تھے۔اور پاکستان بننے سے قبل اس سکول سے میٹرک پاس کرنے والے آخری گروپ میں سے ایک تھے۔آپ کو بچپن سے ہی خدمت سلسلہ کا شوق تھا۔آپ نے اپنی زندگی وقف کرنے کی درخواست حضرت مصلح موعود کو مارچ ۱۹۴۷ء میں بھجوائی۔میٹرک کا نتیجہ نکلنے پر حضور نے آپ کو

فوراً تعلیم الاسلام کالج قادیان میں کام کرنے کا ارشاد فرمایا۔ پھر جلد ہی ہجرت کا دور دورہ ہوا۔ پاکستان ہجرت کے بعد آپ کو حضور کے ارشاد کی تعمیل میں دفتر امانت صدر انجمن احمدیہ میں کام کرنے کا موقع ملا۔ قیام ربوہ کے دوران جب حضرت مصلح موعود کچے مکانوں میں تشریف لے آئے تو آپ کو حضور کا امانت ذاتی کا حساب پیش کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ اور اس طرح آپ کو حضور کی صحبت میں بھی دیر تک حاضر رہنے کا موقع ملتا رہا۔ ان خوش قسمت ایام کا ذکر کر کے آپ کا چہرہ خوشی سے روشن ہو جایا کرتا۔ اس دوران تحریک جدید کی زمینوں پر نور نگر فارم میں ایک اکاؤنٹنٹ کی فوری ضرورت پیش آئی۔ حضرت مصلح موعود چونکہ آپ کے کام سے خوب واقف تھے۔ اس لئے آپ کا انتخاب کیا اور پھر حکم دیا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ اس ارشاد کی تعمیل میں آپ ۲۹ نومبر ۱۹۵۴ء کو سندھ جا پہنچے۔ جہاں آپ کو مفوضہ فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ جماعت کا سیکرٹری مال اور مجلس خدام الاحمدیہ کی قیادت کرنے کی توفیق ملی۔ نیز وہاں کی جماعت کی نمائندگی مجلس مشاورت کے موقع پر کئی بار کرنے کی سعادت ملی۔

مکرم مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر برادر محمد اسحق انور صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ محمد اسحق صاحب انور کا خلیفہ وقت سے محبت کا جذبہ عشق کے درجہ تک پہنچا ہوا تھا۔ صحت کے ایام میں تو اس کا اظہار مختلف ذرائع سے کیا ہی کرتے تھے مگر جب بیمار ہوئے تو حضرت مصلح موعود کی صحت کے لئے دوائیں بنانا اور دعائیں کرنے کا انہیں جنون سا ہو گیا تھا۔ عام نمازوں کے علاوہ تہجد میں بعض دوستوں کو بھی شامل کر لیتے۔ اور اتنی لمبی دعائیں کرتے کہ بعض دفعہ ساتھی برداشت نہ کر سکتے۔ اکثر کوئی نہ کوئی دوائی تیار کرتے اور میرے سپرد کرتے کہ اسے حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچا دوں۔ اور ساتھ ہی اس یقین کا اظہار کرتے کہ اس دوائی سے ضرور حضور کو صحت کاملہ ہو جائے گی۔ ۱۹۶۳ء کی گرمیوں میں کوئٹہ گئے وہاں سے لوہے کا ہاون دستہ خرید لائے تا حضور کے لئے دوائی تیار کرنے میں آسانی رہے۔ آپ فالج کے مریض تھے۔ آخری چند سالوں میں چلنا پھرنا بھی مشکل تھا مگر پھر بھی خلیفہ وقت کی ملاقات کا بے حد شوق تھا۔ جون ۱۹۷۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مغربی افریقہ کے کامیاب دورہ سے واپس تشریف لائے تو حضور سے ملنے کے لئے کئی بار کوشش کرتے۔ مگر لڑکھڑا کر گر جاتے۔ آخر ایک دن پروگرام بنا کر خاکسار سائیکل پر بٹھا کر لایا اور قصر خلافت اور مسجد کے درمیان کرسی پر بٹھایا۔ حضور انور نماز کے لئے تشریف لائے تو ملاقات ہو گئی۔ جس سے بے حد خوش

ہوئے۔آپ کو تبلیغ کا بھی بہت شوق تھا۔ بیماری کے باوجود بھی کتابیں خریدتے اور بڑے لمبے تبلیغی خطوط بڑے بڑے آفیسروں کو لکھتے رہتے۔لاہور کے ہسپتالوں میں زیر علاج رہے وہاں بھی مریضوں کے علاوہ ڈاکٹروں کو بھی تبلیغ جاری رکھتے۔آپ نے ۱۲ نومبر ۱۹۷۱ء کو ایک لمبی بیماری کے بعد وفات پائی۔105

چوہدری عبدالمومن خاں صاحب کاٹھ گڑھی

وفات: ۱۲ نومبر ۱۹۷۱ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت چوہدری عبدالسلام خاں صاحب کاٹھگڑھی کے فرزند تھے۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۵۴ء تک حضرت مصلح موعود کی اراضیات ناصر آباد (سندھ) میں نہایت فرض شناسی سے اکاؤنٹنٹ کے فرائض بجالاتے رہے۔ بہت نیک اور عابد وزاہد انسان تھے۔106

قریشی عبدالعزیز صاحب

وفات: ۱۴،۱۵ نومبر ۱۹۷۱ء

قریشی عبدالعزیز صاحب ،قریشی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ سابق وکیل المال تحریک جدید کے والد ماجد تھے۔ ۱۹۳۳ء میں بذریعہ خواب صداقت احمدیت کا انکشاف ہوا جس پر فی الفور حضرت مصلح موعود کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ ۱۹۵۰ء میں مقیم ربوہ ہوئے۔ ربوہ کے سب سے پہلے پرائیویٹ میڈیکل پریکٹیشنر تھے۔حتی الامکان سستا علاج کرتے اور مریض کو تسلی دیتے۔ربوہ اور اس کے ماحول کے غرباء میں خاص طور پر بہت مقبول تھے۔107

شیخ دوست محمد صاحب شمس

وفات: ۱۶ / ۱۷ نومبر ۱۹۷۱ء

۱۹۲۴ء میں احمدیت قبول کی۔ بغرض کاروبار عرصہ دراز تک کلکتہ میں رہے اور مخلصانہ خدماتِ سلسلہ بجالانے میں سرگرم عمل رہے۔ ۱۹۴۴ء میں مسجد احمدیہ کلکتہ کی تعمیر کی تجویز ہوئی تو آپ نے اس پر پُرجوش لبیک کہا اور پانچ ہزار روپے پیش کئے۔ تقسیم ملک (۱۹۴۷ء) پر جب چوہدری انور احمد صاحب کاہلوں امیر جماعت کلکتہ،مشرقی پاکستان منتقل ہو گئے تو آپ امیر جماعت احمدیہ مقرر ہوئے

اور ۱۹۵۱ء تک اس منصب پر فائز رہے۔ عمر کے آخر میں پاکستان تشریف لے آئے۔ فیصل آباد میں وفات ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں سپرد خاک کئے گئے۔ 108

حکیم عبدالعزیز صاحب امرتسری

وفات: ۲۵ نومبر ۱۹۷۱ء

ملکانہ تحریک تبلیغ کے فعال مجاہد تھے اور قرآنی معارف میں حضرت حافظ روشن علی صاحب کے شاگرد تھے۔ آپ کا اوڑھنا بچھونا ہی دعوت الی اللہ تھا۔ آریوں، عیسائیوں اور بہائیوں کے لئے شمشیر برہنہ تھے۔ گفتگو نہایت مدلّل کرتے تھے۔ 109

منشی محمد الدین صاحب امرتسری

وفات: ۳ دسمبر ۱۹۷۱ء بعمر تقریباً ۹۰ سال

منشی محمد الدین صاحب امرتسری، محمد عبدالحق صاحب مجاہد امرتسری سیکرٹری اصلاح و ارشاد گنج مغلپورہ کے والد ماجد تھے۔ آپ لوگوں کا اصل وطن ریاست جموں تھا۔ آپ کے مورث اعلیٰ کا نام دھنپت رائے تھا جو راجپوت خاندان کے ایک معزز فرد اور مہاراجہ کشمیر کے دربار میں کرسی نشین تھے مگر اسلام قبول کرنے کی پاداش میں آپ کو ریاستی قانون کے تحت ریاست بدر کر دیا گیا اور آپ پنجاب آ گئے ان کی اولاد گوجرانوالہ، گورداسپور اور ہوشیار پور میں پھیل گئی۔

منشی محمد الدین صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا شوق لئے اپنے چچا چوہدری اللہ رکھا صاحب کے ساتھ ۱۶ فروری ۱۹۰۵ء کو عید الاضحیہ کے موقع پر قادیان پہنچے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رومی ٹوپی پر دستار مبارک باندھی ہوئی تھی۔ انہوں نے بیعت کی درخواست کی لیکن اعلان کیا گیا کہ حضرت اقدس کی طبیعت ناساز ہے آج بیعت نہیں ہو گی جس پر آپ بغیر بیعت کے ہی واپس آ گئے لیکن پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت کر لی۔ ۱۹۰۹ء سے ۱۹۴۵ء تک امرتسر میں ملازم رہے اور یہیں ریٹائرڈ ہوئے۔ ۱۹۳۲ء میں آپ کے ذریعہ بھوماں وڈالہ ضلع امرتسر میں جماعت قائم ہوئی اور تقسیم ہند تک آپ اس کے پریذیڈنٹ رہے۔ آپ ہر جمعہ قادیان میں پڑھتے تھے۔ پاکستان میں آ کر آپ کا معمول ہو گیا کہ سال کا چندہ پیشگی ادا کر دیا کرتے تھے۔ سالہا سال تک جماعت احمدیہ گنج مغلپورہ کے سیکرٹری وصایا

اور مجلس انصاراللہ کے ناظم مال کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔آپ تہجد گزار اور دعا گو بزرگ تھے اور تسبیح وتحمید اور درود شریف کا ورد خاص التزام کے ساتھ کیا کرتے تھے اور پُرجوش داعی الی اللہ تھے۔110

مولوی مبارک احمد بھٹی صاحب مربی سلسلہ

وفات: ۷ دسمبر ۱۹۷۱ء

آپ چوہدری محمد علی صاحب کارکن اراضی حضرت مصلح موعود سندھ کے صاحبزادے تھے۔ ۱۹۶۲ء میں ڈی سی ہائی سکول کنری سے میٹرک کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔جس کے بعد زندگی وقف کر کے جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ لیا۔شاہد کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد ضلع گوجرانوالہ میں مربی مقرر کئے گئے۔مرکز کی ہدایت پر مجاہد فورس کی ٹریننگ کے لئے ربوہ تشریف لائے۔آپ ایک سال تک حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد مبارک کے تحت مجاہد فورس ربوہ کمپنی میں شامل رہے۔قیام ربوہ کے دوران آپ ۷ دسمبر ۱۹۷۱ء کو دن کے ایک بجے دریائے چناب کے قریب ریلوے لائن عبور کر رہے تھے کہ ریل کار کے حادثہ میں شہید ہو گئے۔آپ اس وقت مجاہد کی وردی زیب تن کئے ہوئے تھے۔نہایت ہی دیانتدار،مخلص اور نیک سیرت نوجوان تھے اور خدمت دین کے علاوہ خدمت خلق اور ہمدردئ خلق کے جذبہ سے سرشار تھے۔مجلس خدام الاحمدیہ کے کاموں میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔نظام سلسلہ کا بہت احترام کرتے تھے۔۶۹-۱۹۶۸ء میں ہوسٹل جامعہ احمدیہ کے زعیم منتخب ہوئے اور مجلس کی شاندار خدمات انجام دیں۔آپ کا شمار مجلسِ ربوہ کے بہترین زعماء میں ہوتا تھا۔مرحوم کو حق تعالیٰ نے خوش الحانی کے وصف سے بھی نوازا تھا۔عمدہ مقرر تھے اور آپ کی اکثر تربیتی تقاریر کا نقطۂ مرکزیہ عشق رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم تھا جس کی طرف آپ حاضرین کو خصوصی توجہ دلایا کرتے تھے۔شب بیدار تھے اور زمانہ طالب علمی میں خصوصاً فجر کی نماز مسجد مبارک میں ادا کرنے کی کوشش کرتے تا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی اقتدا میں نماز ادا کر سکیں۔ حضور سے ایسا والہانہ تعلق تھا کہ ایک بار انہوں نے جامعہ کے ایک ساتھی سے پوچھا کہ کیا آپ نے انصاراللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کے آخری دن حضور کا اختتامی خطاب سنا ہے؟ جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ کسی وجہ سے تقریر نہیں سن سکے۔ان سے کئی روز تک سخت ناراض رہے اور بہت غصہ کا اظہار کیا اور کہا مجھے افسوس ہے کہ تم حضور کی باتیں سننے سے محروم رہے ہو۔111

یعقوب شریف صاحب

وفات: دسمبر ۱۹۷۱ء

آپ جماعت احمدیہ سیرالیون کے ایک مخلص اور پرانے احمدی تھے۔آپ نے دسمبر ۱۹۷۱ء میں وفات پائی۔آپ اولین احمدیوں میں سے تھے،نہایت مخلص اور دین کا درد رکھنے والے بزرگ تھے۔آپ باوجود کمزور مالی حالات کے ہر ماہ باقاعدہ چندہ کی ادائیگی کے لئے مستعد رہتے تھے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی طرف سے نصرت جہاں اسکیم کا اعلان ہو چکا تھا لیکن آپ کی کمزور مالی حالت کے باعث آپ کو اطلاع نہ کی گئی۔جب آپ کو اس بارہ میں معلوم ہوا تو کہنے لگے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور انور ایک تحریک جاری فرمائیں اور میں اس میں حصہ نہ لوں۔میں اس تحریک میں ضرور شامل ہوں گا۔زندگی کا کیا اعتبار ہے اگر میں کل مرجاؤں تو خدا کو کیا جواب دوں گا۔112

کیپٹن سرتاج علی امتیاز زبیری صاحب شہید

آپ محمود اختر زبیری صاحب شہید کے بڑے بھائی اور احتیاج علی زبیری صاحب آف راولپنڈی کے صاحبزادے تھے۔آپ نے ۱۹۶۵ء کی جنگ لڑی اور غازی بن کر واپس لوٹے۔ ۶۸۔۱۹۶۷ء میں آپ کی تعیناتی کیڈٹ کالج چٹا گانگ مشرقی پاکستان میں ہوئی۔مارچ اپریل ۱۹۷۱ء میں مکتی باہنی نے کیڈٹ کالج پر حملہ کیا تو آپ نے قریبی آرمی کیمپ میں جانے کی کوشش کی۔ اس دوران لاپتہ ہو گئے۔جب ایک عرصہ گذر جانے تک بھی آپ کا کچھ پتہ نہ چلا تو سرکاری طور پر آپ کی شہادت کا اعلان کر دیا گیا۔113

میجر مصلح الدین احمد سعید صاحب شہید

آپ مکرم مولوی مسیح الدین صاحب ساکن کوٹھہ ضلع مردان کے بڑے صاحبزادے اور مکرم خان شمس الدین خان صاحب کے بھتیجے تھے۔آپ کے والد صاحب ۱۹۱۰ء میں جبکہ آپ فیروزپور میں تھے مکرم مولوی فرزند علی خاں صاحب کے ذریعہ احمدی ہوئے تھے۔

آپ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں ۱۵ دسمبر کو لاپتہ ہو گئے۔خیال کیا گیا کہ اُن کو قید کر لیا گیا ہے لیکن آپ کا نام قیدیوں کی فہرست میں بھی شامل نہ تھا۔تلاش بسیار کے باوجود جب آپ کا کچھ پتہ نہ چل سکا تو آپ کی شہادت کا سرکاری طور پر اعلان کر دیا گیا۔114

حوالہ جات

(صفحہ136تا211)

1 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

2 ماخوذ از مکتوب عبدالمنان ناہید صاحب بنام مؤلف محررہ ۲۴ جنوری ۱۹۹۳ء۔ایضاً راولپنڈی تاریخ احمدیت صفحہ ۱۲۶ تا ۱۳۳

3 الفضل ۲۱ جنوری ۱۹۷۱ء صفحہ ۸

4 الفضل ۱۰ فروری ۱۹۷۱ء صفحہ ۷ و ۱۳/اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۵۔

5 فہرست پانچ ہزاری مجاہدین نمبر شمار ۱۴۷۶، کمپیوٹر کوڈ ۱۳۹۳ صفحہ نمبر ۴۷

6 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ۔ الفضل ۷ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۵۔ ’’تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین‘‘ نمبر شمار ۳۹۱۵، کمپیوٹر کوڈ ۹۳۷۳ صفحہ نمبر ۱۹۷

7 الفضل ۲۴ فروری ۱۹۷۱ء صفحہ ۵

8 الفضل ۲۴ فروری صفحہ ۸ و ۲ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۵

9 الفضل ۵ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۷

10 رجسٹر روایات نمبر ۸۔ صفحہ ۲۵۷-۲۵۹

11 الفضل ۵ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۷

12 ریکارڈ دفتر بہشتی مقبرہ ربوہ

13 رپورٹ سالانہ۔صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان ۴۵-۱۹۴۴ء صفحہ ۱۰۵ اور پورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان بابت سال ۴۸-۱۹۴۷ء صفحہ ۳۷

14 الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۵

15 سروس بک صدر انجمن احمدیہ۔اصحاب احمد جلد دہم ۳۵۱

16 تاریخ احمدیت جلد ہشتم ضمیمہ صفحہ ۳۶ نمبر ۹

17 الفضل ۲۷ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۸

18 رجسٹر روایات نمبر ۷۔ صفحہ ۲۵۳-۲۵۶

19 ایک غیر مطبوعہ خودنوشت تحریر سے ماخوذ

20 ’’تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین‘‘ نمبر شمار ۲۴۶، کمپیوٹر کوڈ ۲۳۴ صفحہ ۱۲

21 ریکارڈ بہشتی مقبرہ
22 الفضل ۳نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
23 الفضل ۳نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۵
24 یہ معلومات آپ کے بیٹے مکرم شیخ منصور احمد صاحب آف لندن سے ملی ہیں۔
25 تاریخ احمدیت جلد ہشتم ضمیمہ صفحہ ۴۳ نمبر ۱۶۳۔الفضل ۱۱مئی ۱۹۷۱ء صفحہ ۸
26 رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۷ صفحہ ۱۳۷-۱۳۸
27 مکتوب مرزا نصیر احمد صاحب سابق مبلغ انگلستان بنام مؤلف مورخہ ۱۷راگست ۱۹۹۳ء،الفضل ۶و ۷راکتوبر ۱۹۷۱ء
28 ''تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین'' نمبر شمار ۵۰۴،کمپیوٹر کوڈ ۸۴۴ صفحہ نمبر ۲۵
29 ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ
30 ریکارڈ بہشتی مقبرہ
31 الفضل ۲۴جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
32 الفضل ۴جون ۱۹۷۱ء صفحہ ۵
33 یہ معلومات آپ کے نواسے مکرم محمد اشرف صاحب سے ملی ہیں جو اس وقت سیالکوٹ کینٹ میں رہائش پذیر ہیں۔
34 الفضل ۱۵ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
35 یہ دردناک واقعہ ۱۶مئی ۱۹۳۱ء کا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو''تاریخ احمدیت'' جلد ششم صفحہ ۳۱۱-۳۱۵
36 خلاصہ خودنوشت حالات محررہ ۶فروری ۱۹۶۰ء
37 الفضل ۱۵ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴۔تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین صفحہ نمبر ۸۷ نمبر شمار ۸۴۷۔کمپیوٹر کوڈ ۱۶۴۳
38 الفضل ۱۰جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۵
39 الفضل ۱۴جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۶۔۱۳دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
40 صحابیات احمد جلد اول صفحہ ۲۶۴،۲۶۵ مؤلفہ غلام مصباح بلوچ (غیر مطبوعہ)
41 ریکارڈ بہشتی مقبرہ
42 ''رجسٹر روایات صحابہ'' غیر مطبوعہ جلد ۶ صفحہ ۳۱۶ تا ۳۲۰
43 ماہنامہ مصباح اگست۔ستمبر ۱۹۸۹ء صفحہ ۷۳ تا ۷۶ و ۹۱
44 الفضل ۳۰جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۶
45 الفضل ۲۹راگست ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
46 الحکم ۱۷فروری ۱۹۰۱ء صفحہ ۸ کالم ۲
47 الفضل ۱۴راگست ۱۹۷۱ء صفحہ ۶

48 ماہنامہ انصار اللہ ربوہ اپریل ۱۹۷۴ء صفحہ ۳۸-۳۹۔ یہ حالات حکیم صاحب نے ۹ نومبر ۱۹۳۳ء کو مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور سے بیان فرمائے جب مولوی صاحب موصوف شورکوٹ تشریف لے گئے تھے۔

49 ریکارڈ دفتر بہشتی مقبرہ ربوہ

50 اخبار بدر یکم نومبر ۱۹۰۶ء

51 الفضل ۲۰/اگست ۱۹۷۱ء صفحہ ۶

52 تاریخ بلوچستان صفحہ ۲۴ تا ۲۶ طبع اول ۱۹۰۷ء اور طبع دوم ۱۹۸۵ء ناشر سنگ میل پبلیکیشنز چوک اردو بازار لاہور رائے بہادر صاحب نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۴۲ پر بلوچوں کی بارہ اقوام میں سے نویں نمبر پر گوپانگ کا بھی ذکر کیا ہے

53 رجسٹر روایات جلد ۳ صفحہ ۹۲-۹۳ (غیر مطبوعہ)

54 بشارات رحمانیہ بعنوان 'نورانی تجلی' حصہ اوّل صفحہ ۵۵-۵۶۔ مرتبہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بار اوّل دسمبر ۱۹۳۹ء مطبوعہ قادیان

55 رسالہ ''الفرقان'' ربوہ نومبر ۱۹۶۱ء صفحہ ۲۳-۲۴

56 مقالہ غیر مطبوعہ ''سندھ میں حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام کے رفقاء کی سیرت وسوانح'' مرتبہ مولوی محمد صالح زاہد صاحب مربی سلسلہ احمدیہ صفحہ ۳۶، ۴۰ تا ۶۰۔ موجود لائبریری جامعہ احمدیہ ربوہ

57 حیاتِ بقاپوری حصہ اوّل صفحہ ۲۷ طبع سوم مؤلفہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری۔ ناشر مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری۔ مطبوعہ ربوہ

58 مقالہ غیر مطبوعہ ''سندھ میں حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام کے رفقاء کی سیرت وسوانح

59 مقالہ غیر مطبوعہ ''سندھ میں حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام کے رفقاء کی سیرت وسوانح'' صفحہ ۵۱

60 مقالہ غیر مطبوعہ ''سندھ میں حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام کے رفقاء کی سیرت وسوانح'' صفحہ ۵۸۔
الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۵ پر اس مباہلہ کی مفصل روداد شائع شدہ ہے۔

61 الفضل ۲ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴

62 ''تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین'' نمبر شمار ۴۵۸۷، کمپیوٹر کوڈ ۸۷۳۴، صفحہ ۲۳۱

63 الفضل ۲۵/اگست ۱۹۷۱ء صفحہ ۶

64 الفضل ۷/اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۵

65 الفضل ۷/اکتوبر۔ ۲ نومبر ۱۹۷۱ء

66 حاجی اللہ بخش چندر کے منگولے ضلع سیالکوٹ بقلم چوہدری محمد اسحاق صاحب معاون وکیل المال تحریک جدید ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

67 تاریخ احمدیت جلد نمبر ۱۱ صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰

68 الفضل ۷ جون ۲۰۰۲ء صفحہ ۳-۴-۶

69 ’’تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین‘‘ نمبرشمار ۱۸۴۹، کمپیوٹر کوڈ ۱۷۴۳۳ صفحہ ۹۲
70 ازمکتوب چوہدری محمد اسحاق صاحب ربوہ ۶ فروری ۱۹۹۳ء
71 الفضل ۳۰/ اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
72 الفضل ۴ فروری ۱۹۷۲ء صفحہ ۴
73 الفضل ۱۶ فروری ۱۹۷۱ء صفحہ ۸، حیات حسن صفحہ ۸۱۔ ۸۲ مؤلفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الکبیر مطبوعہ اسلامی پریس بازار نور الامراء حیدرآباد دکن۔ اشاعت ۱۹۵۱ء، فہرست ’’تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین‘‘ کمپیوٹر کوڈ ۵۲۹۲ صفحہ ۲۶۶
74 الفضل ۲۰ فروری ۱۹۷۱ء صفحہ ۸
75 ریکارڈ دفتر بہشتی مقبرہ
76 الفضل ۱۷ فروری ۱۹۷۱ء صفحہ ۵
77 الفضل ۲ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۷
78 الفضل ۱۱ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۸
79 الفضل ۳ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۸
80 براہان ہدایت صفحہ ۲۸۱۔ ۳۰۴ مؤلفہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر۔ رحمانیہ منزل ڈیرہ غازی خان نومبر ۱۹۶۷ء۔ الفضل یکم اپریل۔ ۸، ۱۳ مئی۔ ۲۲ جولائی۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۱ء
81 الفضل ۱۰/ اپریل ۱۹۷۱ صفحہ ۸
82 الفضل ۶ مئی ۱۹۷۱ء صفحہ ۴، الفضل ۹ جولائی ۱۹۷۱ء
83 الفضل ۱۳ مئی ۱۹۷۱ء صفحہ ۶
84 الفضل ۲۸ مئی ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
85 الفضل ۲۸ مئی ۱۹۷۱ء صفحہ ۶
86 الفضل ۳ جولائی ۱۹۷۱ صفحہ ۴
87 الفضل ۱۱ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۶
88 الفضل ۷، ۲۰ جولائی ۱۹۷۱ء۔ اصحاب احمد جلد ہفتم صفحہ ۶۰، ۶۲۔ تابعین اصحاب احمد جلد ہشتم مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے قادیان
89 الفضل ۲۳ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
90 الفضل ۱۷، ۲۰ جولائی۔ ۲۰/ اگست ۱۹۷۱ء۔ اخبار ’’لاہور‘‘ ۲۶ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
91 الفضل ۲۷/ اگست ۱۹۷۱ء صفحہ ۸
92 الفضل ۳۱ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴

93 الفضل ۱۰/اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴

94 الفضل ۸/اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۶

95 الفضل ۱۸ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴

96 الفضل ۱۲/اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴۔ عقائد احمدیہ سرورق مؤلفہ سید بشارت احمد صاحب وکیل ہائیکورٹ حیدر آباد دکن ناشر ابوالفضل محمود قادیان

97 الفضل ۱۰/اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۶

98 تاریخ احمدیہ سرحد صفحہ ۱۰۶

99 الفضل ۲۶/اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴

100 الفضل ۱۳/اکتوبر ۔ ۱۸، ۲۵ نومبر ۱۹۷۱ء

101 الفضل ۱۲ نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۵

102 الفضل ۴ نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۶

103 الفضل ۵ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴

104 الفضل ۴ جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۴

105 الفضل ۲۳ جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۴

106 الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۶

107 الفضل ۲۰، ۲۸ نومبر ۱۹۷۱ء

108 الفضل ۹، ۱۴ دسمبر ۱۹۷۱ء ۔ ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ ۔ تابعین اصحاب احمد جلد دہم صفحہ ۱۰۰ ۔ ۱۰۲ ۔ ۱۸۶

109 الفضل ۱۸ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴

110 الفضل ۴، ۱۲ جنوری ۱۹۷۲ء

111 الفضل ۱۳ دسمبر ۱۹۷۱ء ۔ ۱، ۱۲ جنوری ۱۹۷۲ء

112 الفضل ۱۳ مارچ ۱۹۷۲ء صفحہ ۴

113 ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

114 ’’احمدیت کا نفوذ صوبہ خیبر پختونخواہ میں‘‘ صفحہ ۲۷۹ ۔ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

۱۹۷۱ء کے متفرق اہم واقعات

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خوشی کی تقاریب

ولادت

اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے پاک وعدوں کے مطابق خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں ۸ وجودوں کا اضافہ ہوا۔

۱۔صاحبزادہ مرزا سلمان احمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب۔ ولادت ۱۶ مارچ ۱۹۷۱ء۔1

۲۔صاحبزادہ مرزا کریم احمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب۔ ولادت ۱۴؍ اپریل ۱۹۷۱ء2

۳۔صاحبزادہ مرزا فاتح الدین احمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب۔ ولادت ۹ مئی ۱۹۷۱ء۔3

۴۔صاحبزادی امۃ الکبیر ماریہ صاحبہ بنت نوابزادہ شاہد احمد خان صاحب۔ ولادت ۱۰ جون ۱۹۷۱ء۔4

۵۔صاحبزادہ مرزا ثمر احمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب۔ ولادت ۲۹ جون ۱۹۷۱ء۔5

۶۔صاحبزادی بنت مہدی فرحت صاحبہ بنت مکرم میر محمود احمد صاحب اہلیہ صاحبزادی نصرت جہاں صاحبہ بنت نوابزادہ مسعود احمد خان صاحب۔ ولادت ۴ ستمبر ۱۹۷۱ء۔6

۷۔صاحبزادی یاسمین رحمٰن عرف مونا صاحبہ بنت (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب۔ ولادت ۲۸ ستمبر ۱۹۷۱ء۔7

۸۔صاحبزادی ثمرہ خان صاحبہ بنت بریگیڈیئر ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب۔ ولادت ۴؍ اکتوبر ۱۹۷۱ء۔8

شادی

۲۸ نومبر ۱۹۷۱ء کو محترم میاں عبدالرحیم احمد صاحب اور محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کی صاحبزادی امۃ النور صاحبہ اور مکرم ڈاکٹر عبدالمالک شمیم صاحب ابن مکرم مولوی عبدالباقی صاحب بھاگلپوری کی تقریب شادی عمل میں آئی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے دس ہزار روپے حق مہر پر نکاح کا اعلان فرمایا اور دعا کی۔ 9

نمایاں اعزازات

۱۔ اس سال ادبی مقابلوں میں تعلیم الاسلام ہائی سکول نے سب سے زیادہ انعامات حاصل کئے۔ سکول کے طلباء انگریزی تقریر میں اوّل۔ اردو اور حسن قرأت میں دوم رہے۔ 10

۲۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی ہاکی ٹیم کے تین ممتاز کھلاڑی (مرزا افتخار الدین صاحب۔ نعیم احمد صاحب اور وسیم احمد صاحب) سرگودھا ڈویژن ہاکی ٹیم کے ممبر منتخب ہوئے۔ 11

۳۔ نجمہ آفتاب صاحبہ بنت آفتاب احمد صاحب بسمل کراچی نے کراچی یونیورسٹی سے ایم ایس سی (بائیوکیمسٹری) میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ 12

۴۔ امۃ الحفیظ عابدہ زیروی بنت صوفی خدابخش صاحب عبد زیروی ربوہ ایم ایس سی ریاضی فائنل پنجاب یونیورسٹی سے ۶۰۷ نمبر حاصل کر کے اعلیٰ فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئیں اور لڑکیوں میں سیکنڈ پوزیشن حاصل کی۔ 13

۵۔ جامعہ نصرت ربوہ کی مقررات نے اس سال گورنمنٹ کالج سرگودھا میں منعقد ہونے والے بین الجامعی مباحثہ میں نمایاں کامیابی حاصل کر کے ٹرافی جیت لی۔ مکرمہ عفت افتخار خالق صاحبہ نے اول اور مکرمہ عائشہ نصیر صاحبہ نے سوم انعام حاصل کیا۔ نیز گورنمنٹ کالج گجرات کے بین الجامعی انگریزی مباحثہ میں مکرمہ عفت افتخار خالق صاحبہ سوم انعام کی حقدار قرار پائیں۔ 14

۶۔ جماعت احمدیہ گیمبیا کے ایک مخلص رکن جناب ایم اے سونکو گیمبیا پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔ 15

۷۔ جماعت احمدیہ نائیجیریا کے ایک سرگرم رکن ڈاکٹر فتائی گیوا صاحب کو عالمی ادارہ موسمیات نے ریسرچ کے اوّل انعام کا مستحق قرار دیا۔ یہ انعام ایک خاص سند اور ۳۳۳ پونڈ کے عطیہ پر مشتمل

تھا۔اس ادارے کی طرف سے دیئے جانے والے سلسلۂ انعامات کا یہ سب سے پہلا انعام تھا۔ یہ انعامات ہر چار سال کے بعد اس سائنسدان کو دیئے جاتے ہیں جس نے موسمیات کی سائنس میں تحقیق پر خاص امتیاز حاصل کیا ہو۔ڈاکٹر گیوا صاحب، جو ’’ابادان‘‘ یونیورسٹی کے شعبہ طبیعات میں لیکچرار تھے اور جماعت احمدیہ کے ممتاز رکن الفا ایس بی گیوا کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔16

۸۔جامعہ نصرت ربوہ کی دو طالبات عفت خالق صاحبہ اور رفعت خالق صاحبہ نے سرگودھا بورڈ کی طرف سے منعقدہ انگریزی تقریری مقابلہ میں بالترتیب اوّل و دوم پوزیشن حاصل کی۔ جبکہ راولپنڈی مشاعرہ میں مبشرہ غنی صاحبہ نے سوم انعام حاصل کیا۔ملتان کی بین الجامعی تقریبات میں مشاعرے میں جامعہ نصرت کی طالبات نے ٹرافی حاصل کی اور امۃ الشکور صاحبہ کو غزل میں اوّل اور منصورہ فرزانہ صاحبہ کو نظم میں دوم قرار دیا گیا۔نیز لبنیٰ سعید صاحبہ نے انگریزی مباحثہ میں اوّل انعام حاصل کیا۔17

۹۔تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی ملک گیر شہرت یافتہ باسکٹ بال ٹیم نے زونل چیمپئن شپ جیتنے کے بعد انٹر زونل چیمپئن شپ کا اعزاز بھی حاصل کیا۔18

۱۰۔انجمن حمایت اسلام لاء کالج لاہور کے زیر اہتمام ۲۸ مئی ۱۹۷۱ء کو آل پاکستان انٹر کالجیٹ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانفرنس منعقد ہوئی (جس میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور سیرت مقدسہ پر تقاریر ہوئیں) تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی ٹیم اوّل قرار پائی اور ٹرافی حاصل کی۔ٹیم میں کالج کے دو ہونہار طالب علم لئیق احمد صاحب عابد اور عبدالکریم صاحب خالد شامل تھے۔19

۱۱۔ڈسٹرکٹ ہائی سکول ٹورنامنٹ میں تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کی باسکٹ بال، کرکٹ اور ہاکی کی ٹیمیں اوّل رہیں اور آل راؤنڈر چیمپئن کا اعزاز حاصل کیا۔انٹر ڈسٹرکٹ ہائی سکولز باسکٹ بال ٹورنامنٹ میں تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ نے ٹرافی حاصل کی۔ یہ ٹورنامنٹ بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن سرگودھا کے زیر اہتمام ۶ تا ۹ جون ۱۹۷۱ء ربوہ میں منعقد ہوئے۔20

۱۲۔ سیدہ نزہت الماس صاحبہ بنت ڈاکٹر سید بشیر احمد صاحب ساکن راجگڑھ لاہور نے ایم۔اے اردو کے امتحان میں یونیورسٹی بھر میں دوم اور لڑکیوں میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔21

۱۳۔محمد جلال شمس صاحب شاہد مربی سلسلہ احمدیہ سرگودھا بورڈ میں عربی فاضل کے امتحان میں

سیکنڈ پوزیشن کے مستحق قرار پائے۔22

۱۴۔ پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب ایم اے پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ سرگودھا ڈویژن باسکٹ بال ایسوسی ایشن کے دوبارہ متفقہ طور پر جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔23

۱۵۔میاں محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کو کمشنر سرگودھا ڈویژن نے دوبارہ دوسال کے لئے باسکٹ بال ایسوسی ایشن سرگودھا ڈویژن کا نائب صدر نامزد کیا۔24

۱۶۔محمود احمد صاحب مبارک طالب علم تعلیم الاسلام ہائی سکول محمود آباد سٹیٹ نے ۹۰۰/ ۷۵۲ نمبر حاصل کر کے بورڈ بھر میں اوّل پوزیشن حاصل کی اور ایک نیا ریکارڈ قائم کیا۔ پہلا ریکارڈ ۹۰۰/ ۷۳۸ کا تھا۔ 25

۱۷۔خالد محمود صاحب چیمہ ابن محمود احمد صاحب چیمہ ڈائریکٹر سپر گرڈ واپڈا لاہور عالمی ہفتہ اطفال کے سلسلہ میں فرینڈز آف یونیسیف کے تحت منعقد ہونے والی پینٹنگ کی قومی نمائش میں دوسرے انعام کے مستحق قرار پائے۔گورنر پنجاب جناب لیفٹیننٹ جنرل عتیق الرحمٰن صاحب نے انعامات تقسیم کئے۔26

۱۸۔اسامہ سعید صاحب ابن لیفٹیننٹ کرنل محمد سعید صاحب لاہور نے ایف ایس سی (پری انجینئر نگ گروپ) میں ۷۹۰ نمبر لے کر لاہور بورڈ میں چوتھی پوزیشن حاصل کی۔27

۱۹۔عبدالسمیع صاحب ابن چوہدری عبدالرحمٰن صاحب (سابق امیر جماعت احمدیہ ملتان) B.D.S کے فسٹ پروفیشنل امتحان میں اوّل آئے۔28

۲۰۔صلاح الدین سلیم احمد صاحب ابن ڈاکٹر کرنل محمد رمضان صاحب (غانا) نے ایف ایس سی (پری میڈیکل گروپ) سرگودھا بورڈ میں ۱۰۰۰/ ۸۳۷ نمبر حاصل کر کے تیسری پوزیشن حاصل کی اور کیڈٹ کالج حسن ابدال میں جہاں وہ زیر تعلیم تھے،اوّل پوزیشن حاصل کی۔29

طوفان زدگان کے لئے جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کی امداد

مشرقی پاکستان کے،سال ۱۹۷۰ء کے ہلاکت خیز اور ہولناک سمندری طوفان کی زد میں آ کر جانی اور مالی نقصان اٹھانے والے، پاکستانی بھائیوں کے ساتھ ہمدردی اور مالی امداد کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ عالمگیر نے بھی خدا کے فضل سے نمایاں کردار ادا کیا اور نہایت درددل اور خاص ہمدردی

سے اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی فوری امداد کے لئے بڑھ چڑھ کر مالی قربانی کی۔ان قربانیوں کا کچھ تذکرہ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

ڈنمارک

ڈنمارک مشن کی طرف سے، احمدی احباب سے سات سو کرونے کی رقم جمع کر کے گورنر صاحب مشرقی پاکستان کو بھجوائی گئی۔30

سیرالیون

جماعت احمدیہ سیرالیون کی طرف سے مشرقی پاکستان کے طوفان زدہ بھائیوں کی امداد کے لئے ساٹھ پونڈ کی رقم جمع کر کے پاکستانی ہائی کمشنر مقیم غانا کو پیش کی گئی۔31

ماریشس

مشرقی پاکستان میں طوفان کی خبر سنتے ہی جماعت کے دوستوں نے سیکرٹری ریلیف کمیٹی کو اس سلسلہ میں ایک ہزار روپے کا چیک پیش کیا۔32

انڈونیشیا

جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے ایک وفد نے محترم رئیس التبلیغ صاحب کے زیر قیادت پاکستان ایمبیسی جا کر مشرقی پاکستان کے طوفان زدہ بھائیوں کے لئے پچاس ہزار کا چیک پیش کیا۔33

فجی

فجی کونسل فار پاکستان ریلیف فنڈ کے ذریعہ جماعت احمدیہ فجی کی طرف سے بارہ سو پچاس فجیئن ڈالر(F-1250) جو تقریباً ۱۳۰۰۰/ہزار پاکستانی روپیہ بنتا تھا پاکستانی گورنمنٹ کو پیش کیا گیا۔34

لندن

لندن مشن کے احمدی احباب نے طوفان زدگان کی آمد کے لئے ۲۵۰ پاؤنڈ کی رقم ریلیف فنڈ میں جمع کروائی گئی۔اس سے قبل پارچات کے ۴۲ بیگ بھی مشرقی پاکستان بھجوائے گئے۔35

سویڈن

جماعت احمدیہ سویڈن نے مشرقی پاکستان کے طوفان زدہ بھائیوں کے لئے مبلغ تین صد سویڈیش کرونے بطور چندہ دئے۔یہ رقم سفیر پاکستان مقیم سویڈن کی خدمت میں پیش کی گئی۔36

جرمنی

جماعت احمدیہ جرمنی کی طرف سے ۱۰۰ مارک کی رقم بطور امداد برائے سیلاب زدگان مشرقی پاکستان پاکستانی سفارت خانے کو بذریعہ چیک بھجوائی گئی۔37

نائیجیریا

جماعت احمدیہ نائیجیریا کی طرف سے مشرقی پاکستان کے مصیبت زدگان کے لئے ۱۱۰ پاؤنڈ کا عطیہ پیش کیا گیا جو دو اقساط میں پاکستانی ہائی کمشن مقیم نائیجیریا میں جمع کروایا گیا۔38

مولویوں کے رویہ پر ایک غیر احمدی کے تاثرات

روزنامہ مساوات لاہور کی ۲۲ جنوری ۱۹۷۱ء کی اشاعت میں سید ریاض حسین صاحب کوٹ احمد یار تحصیل وتھانہ چنیوٹ کا ایک مراسلہ شائع ہوا۔ جو من وعن ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

”میرا سر ندامت سے جھکا جارہا تھا

مکرمی ان دنوں اخبارات میں مفتی محمود صاحب کے خلاف مرزائی سازش کے متعلق خوب قیاس آرائیاں کی جارہی ہیں۔ مجھے مفتی صاحب سے بڑی عقیدت ہے۔ قادیانی جماعت کے سالانہ جلسہ کے مقابل ہماری کانفرنس چنیوٹ میں ہوئی اور میں شرکت کے لئے خاص طور پر چنیوٹ آیا۔ میں شیعہ عقیدہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ ۲۸ دسمبر کی رات کو مفتی صاحب کی چنیوٹ کانفرنس میں تقریر تھی۔ ان کے استقبال کے لئے میں بھی چوک کچہری گیا ہوا تھا۔ میرا سر ندامت سے جھکا جارہا تھا جب میں نے مشاہدہ کیا کہ مولوی صاحبان اور مدرسہ کے طلباء جو علم دین حاصل کرنے آئے ہوئے ہیں۔ ربوہ کی طرف سے ہر آنے والی موٹر کار پر پتھر پھینکتے اور نعرے لگاتے رہے۔ یہ کاریں غالباً مرزائیوں کی تھیں جو جلسہ ختم ہونے کے بعد واپس جارہے تھے۔ مجھے اس وقت مسلمان علماء پر رونا آرہا تھا۔ دیکھتے دیکھتے انہوں نے ایک کار پر سخت پتھراؤ کیا اور اسے گھیرے میں لے لیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کار میں بچے عورتیں اور بوڑھے بھی تھے۔ ان حملہ آور علماء نے کار میں سے ڈرائیور کو باہر کھینچنے کی کوشش کی۔ کار پر کلہاڑیاں اور ڈنڈے بھی خوب چلائے۔ پولیس افسر اپنے ماتحتوں کے ہمراہ موقع پر موجود تھا۔ جس نے کار کو گھیرے میں لے کر ان محصورین کی حفاظت کی۔ اس ہنگامہ کے بعد جب رات کو ہماری کانفرنس شروع ہوئی۔ مجھے یقین تھا کہ مفتی محمود صاحب اس ہنگامہ آرائی کی سختی سے

مذمت کریں گے اور حاضرین کو اس طرح کے ہنگاموں سے روکنے کی کوشش کریں گے مگر افسوس صد افسوس مفتی صاحب نے اس المناک واقعہ کا ذرا بھی ذکر نہ کیا۔اور نہ ہی کسی دوسرے عالم دین نے اس کا تذکرہ کیا۔میری حیرت کی اس وقت کوئی انتہا نہ رہی جب دوسرے دن اخبارات میں پڑھا کہ مرزائیوں نے مفتی محمود کو قتل کرنے کی سازش کی تھی۔

سید ریاض حسین کوٹ احمد یار تحصیل وتھانہ چنیوٹ ضلع جھنگ'' 39

۱۹۷۱ء کے احمدی حجاج

اس سال فروری ۱۹۷۱ء میں مندرجہ ذیل احمدیوں نے حج بیت اللہ کا مبارک فریضہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔

۱۔اقبال احمد صاحب شمیم بریگیڈیر — پاکستان
۲۔اہلیہ صاحبہ اقبال احمد صاحب شمیم — پاکستان
۳۔ملک حبیب اللہ خان صاحب — پاکستان
۴۔جمیل احمد صاحب ملک — پاکستان
۵۔رفیق احمد صاحب چانن — سوئٹزرلینڈ
۶۔شیخ محمد حنیف صاحب کوئٹہ — پاکستان
۷۔خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب۔ پاکستان (انہوں نے اس سال حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی طرف سے حج بدل بھی کیا جس کی تفصیل اگلے صفحات پر دی جا رہی ہے)
۸۔اہلیہ صاحبہ خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب — پاکستان
۹۔خلیفہ طاہر احمد صاحب کوئٹہ — پاکستان
۱۰۔اہلیہ صاحبہ خلیفہ طاہر احمد صاحب — پاکستان 40
۱۱۔عبدالکریم صاحب — پاکستان
۱۲۔اہلیہ صاحبہ عبدالکریم صاحب — پاکستان
۱۳۔راجہ عبدالمجید صاحب — پاکستان
۱۴۔اہلیہ صاحبہ راجہ عبدالمجید صاحب — پاکستان
۱۵۔چوہدری سلیم احمد صاحب — پاکستان

۱۶۔علیم الدین صاحب	پاکستان
۱۷۔افتخار احمد صاحب سہروردی	پاکستان
۱۸۔اہلیہ صاحبہ افتخار احمد صاحب سہروردی	پاکستان
۱۹۔عبدالکریم خان صاحب	پاکستان
۲۰۔اہلیہ صاحبہ عبدالکریم خان صاحب	پاکستان 41
۲۱۔مظفر احمد صاحب بھٹی	کینیا مشرقی افریقہ
۲۲۔مصطفی ہاشم صاحب	یو۔ایس۔اے
۲۳۔ضیاء الحق خان صاحب	پاکستان
۲۴۔اہلیہ صاحبہ ضیاء الحق خان صاحب	پاکستان
۲۵۔محمد عارف صاحب	کینیا مشرقی افریقہ
۲۶۔اہلیہ صاحبہ محمد عارف صاحب	کینیا مشرقی افریقہ
۲۷۔مسٹر بیا (Bea)	انڈونیشیا
۲۸۔مسز بیا (Bea)	انڈونیشیا
۲۹۔ڈاکٹر جمیل احمد صاحب	برما
۳۰۔اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر جمیل احمد صاحب	برما 42
۳۱۔فاطمہ حنیفہ صاحبہ	یو۔ایس۔اے
۳۲۔نند صاحبہ سیدہ لطیف صاحبہ	یو۔ایس۔اے
۳۳۔فضل الدین صاحب	گیمبیا
۳۴۔عزیز احمد صاحب	مغربی جرمنی
۳۵۔نسیم فرحت صاحبہ	مغربی جرمنی
۳۶۔ناصرہ صاحبہ بنت فضل الٰہی صاحب	کینیا
۳۷۔نفیسہ صاحبہ بنت فضل الٰہی صاحب	کینیا
۳۸۔بشریٰ مبارکہ صاحبہ بنت عبدالحمید صاحب بٹ	کینیا
۳۹۔عابدہ خانم صاحبہ بنت عبدالحمید صاحب بٹ	کینیا

۴۰۔کلثوم اختر صاحبہ بنت عبد الخالق بٹ صاحب	کینیا [43]
۴۱۔عبد الرحیم کھوکھر صاحب	گوجرانوالہ
۴۲۔اہلیہ صاحبہ عبد الرحیم کھوکھر صاحب	گوجرانوالہ
۴۳۔امان اللہ صاحب	گوجرانوالہ
۴۴۔مستری محمد شریف صاحب	کوئٹہ
۴۵۔منیر احمد صاحب	کوئٹہ
۴۶۔بیگم منیر احمد صاحب مع دو چھوٹے بچے	کوئٹہ
۴۷۔ پروین طاہرہ صاحبہ بنت ڈاکٹر غفور الحق صاحب	کوئٹہ
۴۸۔اسلم بیگ صاحب	کوئٹہ
۴۹۔اہلیہ صاحبہ ملک ریاض احمد صاحب	انگلینڈ
۵۰۔ڈاکٹر سعیدہ اختر صاحبہ	پاکستان [44]

حج بدل حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

مکرم خلیفہ عبد الرحمٰن صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے حج بدل کے واقعات کو قلمبند کرتے ہوئے حضور انور کی خدمت اقدس میں تحریر کیا:۔

’’مدینہ منورہ ۲۷ ذوالحج ۱۳۹۰ھ بمطابق ۲۳ فروری ۱۹۷۱ء

حضرت محترم المقام سیدنا۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں حضور کی خدمت میں حضور کا حج بدل ادا ہونے پر حضور کی خدمت میں بہت بہت مبارکباد عرض کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ حضور کو یہ حج بدل مبارک فرمائے۔اور میں اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس عاجز کو حضور کی طرف سے حج بدل ادا کرنے اور تمام مناسک حج کو اپنے اپنے وقت پر سنت نبوی کے مطابق ادا کرنے کی توفیق بخشی اور پھر جمعہ کے روز حج ہونے کی وجہ سے حج اکبر میسر آیا۔فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ہم ۱۰ جنوری ۱۹۷۱ء روانہ ہو کر ۲۰ جنوری مکہ مکرمہ پہنچے تھے۔طائف اور مکہ مکرمہ کے درمیان ذوالحلیفہ میقات ہے۔ظہر کے وقت وہاں پہنچے۔غسل کیا۔احرام باندھا اور مسجد میں دو رکعت نفل ادا کر کے حضور کی طرف سے بآواز بلند حج تمتع کی نیت کی اور دعا کی کہ خاکسار کو اللہ تعالیٰ عمدگی سے حج

کے مناسک ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نماز ظہر و عصر جمع کر کے مسجد ذوالحلیفہ میں ہی ادا کی اور **لبیک اللّٰھم لبیک** کہتے ہوئے ہم مکہ مکرمہ پہنچے۔ میں نے یہاں مکان پہلے ہی کرایہ پر لے رکھا تھا۔ ہم چاروں یعنی خاکسار اور میری اہلیہ، میرا لڑکا طاہر احمد اور اس کی اہلیہ پہلے گھر گئے، سامان رکھ کر پھر بیت اللہ حاضر ہوئے۔ چونکہ حضور کا یہ پیغام مجھے مل چکا تھا کہ غلبۂ اسلام کے لئے دعائیں کی جائیں۔ اس لئے بیت اللہ پر پہلی نظر پڑتے ہی سب سے پہلے غلبۂ اسلام کے لئے اور حضور کی تائید و نصرت اور کامیابی کے لئے دعائیں کی گئیں۔ اس کے بعد خانۂ کعبہ کا طواف کیا۔ باب ملتزم پر دعا کی۔ مقام ابراہیم پر دو نفل ادا کئے۔ آب زمزم پیا۔ صفا کی طرف گئے۔ صفا سے سعی شروع کی۔ ۷ چکر مروہ پر ختم کر کے پھر حضور کے لئے اور غلبۂ اسلام کے لئے، مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور کے خاندان کے تمام افراد کے لئے اور واقفین سلسلہ کے لئے دعا کی گئی۔ سر منڈا کر احرام کھولا گیا۔ یہ حضور کی طرف سے عمرہ ادا ہوا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

اس کے بعد ۴ فروری ۱۹۷۱ء بمطابق ۸ ذوالحج کا مبارک دن طلوع ہوا۔ غسل کر کے احرام باندھا۔ نماز فجر ادا کر کے اور خانہ کعبہ کا طواف کر کے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے اور جلد ہی وہاں پہنچ گئے۔ وہاں ہمارے مرد ایک ٹینٹ میں مقیم ہوئے اور عورتیں دوسرے ٹینٹ میں۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی نمازیں منیٰ میں ادا کیں۔ رات منیٰ میں بسر کی۔

۵ فروری ۹ ذوالحج جمعہ کا دن تھا اور یوم الحج۔ صبح کی نماز منیٰ میں ادا کر کے عرفات کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں عورتوں اور مردوں کی رہائش کے لئے علیحدہ ٹینٹوں کا انتظام تھا۔ کسی نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج کیا تھا تو اس روز بھی جمعہ کا دن تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے اور قصر کر کے ادا فرمائی تھی۔ اس لئے ہم نے بھی جمعہ نہیں پڑھا بلکہ نماز ظہر عصر قصر کر کے ادا کی۔ جمعہ کے حج کو حج اکبر کہتے ہیں۔ اس دفعہ حج اکبر تھا۔ اس لئے حضور کا حج بدل بھی حج اکبر تھا۔ فالحمدللہ۔

مغرب کے وقت عرفات سے روانگی ہوئی اور مزدلفہ پہنچے۔ رات کھلے میدان میں مسجد مشعل الحرام کے پاس قیام کیا۔ عجیب حشر کا سماں تھا اور عجیب ہی منظر تھا۔ ۶ فروری ۱۹۷۱ء ۱۰ ذوالحج بروز ہفتہ مزدلفہ میں صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ روانہ ہوئے۔ اگرچہ فاصلہ پانچ چھ میل کا تھا مگر ٹریفک کی زیادتی کی وجہ سے چار پانچ گھنٹوں میں منیٰ پہنچے۔ جمرۃ العقبیٰ کو سات کنکر مار کر قربان گاہ گئے اور حضور کی

طرف سے قربانی دی۔ سر منڈوایا اور احرام کھولا۔ میں نے اپنی طرف سے قربانی تیسرے روز ۱۲ ذوالحج کو دی۔ ۷ فروری ۱۹۷۱ء ۱۱ ذوالحج طواف زیارت کے لئے مکہ مکرمہ آئے۔ طواف کعبہ اور صفا مروہ کی سعی کی گئی اور واپس منٰی آئے۔ ظہر کے بعد تینوں جمروں کو ۷-۷ کنکر مارے۔ رات منٰی میں بسر کی۔ ۸ فروری ۱۹۷۱ء ۱۲ ذوالحج آج ظہر کے بعد تینوں جمروں کو ۷-۷ کنکر مار کر واپس مکہ مکرمہ آئے۔ الحمد للہ۔ حج کے تمام مناسک اپنے اپنے وقت پر ادا ہوئے۔ حضور سے دعا کی درخواست ہے کہ اگر میری کسی کمزوری اور غفلت کی وجہ سے مناسک کی ادائیگی میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرما کر حضور کے حج بدل کو قبول فرمائے۔

۸-۲-۷۱ سے ۱۴-۲-۷۱ تک مکہ مکرمہ میں قیام کیا۔ طواف اور عمرے کرتا رہا۔ ایک عمرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کیا۔ جس میں اسلام کے دوبارہ احیاء اور غلبہ کے لئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور (انور) کے ہاتھوں غلبہ اسلام کے لئے دعا کی گئی"۔[45]

موٹر کار کے دو ایک المناک حادثات اور مخلص احمدیوں کی شہادت

۱۶ فروری ۱۹۷۱ء بروز منگل پنڈی بھٹیاں سے قریباً گیارہ میل کے فاصلہ پر موٹر کار کے ایک حادثہ میں چار نہایت مخلص احمدی یعنی چوہدری بشیر احمد صاحب ڈائریکٹر ماڈرن موٹرز لمیٹڈ راولپنڈی، ان کی اہلیہ رفیقہ بیگم صاحبہ، سردار بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری ظفر علی صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ اور کلثوم بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب مرحوم آف ریاض سعودی عرب شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

موٹر کار میں سوار دیگر تین افراد نذیر بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد اشرف صاحب آف گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ نیز چوہدری ظفر علی صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ کی صاحبزادی فہمیدہ بیگم صاحبہ اور پوتی عزیزہ عائشہ بعمر ساڑھے تین سال کو شدید چوٹیں آئیں۔ یہ تینوں مجروحین ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال سرگودھا میں بغرض علاج بھجوا دیئے گئے۔

اس المیہ کا ایک اور دردناک پہلو یہ تھا کہ یہ سب افراد ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب مرحوم ابن چوہدری ظفر علی صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ گکھڑ کے جنازہ کے ہمراہ گکھڑ سے ربوہ آرہے تھے۔ چوہدری منور احمد صاحب مرحوم ۵ فروری ۱۹۷۱ء کو سعودی عرب میں حج بیت اللہ کی غرض سے

مکہ معظّمہ جاتے ہوئے موٹر کار کے حادثہ میں اپنے دو صاحبزادوں سمیت شہید ہو گئے تھے اور ان کا جنازہ ۱۵ فروری کی رات کو وہاں سے گکھڑ پہنچا تھا۔

اس نہایت دردناک المیہ (جس میں ایک ہی خاندان کے سات افراد وفات پا گئے) کی تفصیل یہ ہے کہ چوہدری ظفر علی صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ کے نہایت لائق اور ہونہار فرزند الحاج ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب ایم بی ایس (پنجاب) ڈی او (لندن) ایف آرسی ایس (انگلستان) کچھ عرصہ سے ملٹری ہسپتال وزارتِ دفاع ریاض (سعودی عرب) میں بطور ماہر امراض چشم خدمات بجالا رہے تھے۔ ہر چند کہ وہ پہلے بھی حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کر چکے تھے تاہم اس سال پھر انہوں نے حج کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ وہ ۵ فروری کو اپنی اہلیہ کلثوم بیگم صاحبہ، اپنی صاحبزادی عزیزہ عائشہ بعمر ساڑھے تین سال نیز دو فرزندان (جن کی عمریں اس وقت علی الترتیب ۲ سال اور ڈیڑھ ماہ تھیں) ریاض سے بذریعہ موٹر کار مکہ معظّمہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں موٹر کار کو حادثہ پیش آیا جس میں ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب اور ان کے دونوں فرزند شہید ہو گئے۔ ان کی اہلیہ کلثوم بیگم صاحبہ دونوں مرحوم بچوں کو وہیں دفن کرانے کے بعد اپنی بچی عزیزہ عائشہ کے ہمراہ اپنے شوہر ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب مرحوم کا جنازہ لے کر ۱۵ اور ۱۶ فروری کی درمیانی شب بارہ بجے کے قریب گکھڑ پہنچیں۔ ۱۶ فروری کو صبح سات بجے کلثوم بیگم صاحبہ دیگر اعزّہ کے ہمراہ جنازہ کو لے کر ربوہ روانہ ہوئیں تا کہ وہاں بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آسکے۔ جنازہ ایمبولینس کار میں تھا اور جملہ اعزّہ دو موٹر کاروں میں اس کے ہمراہ تھے۔ چوہدری بشیر احمد صاحب ڈائریکٹر ماڈرن موٹرز لمیٹڈ راولپنڈی کی کار میں جسے وہ خود چلا رہے تھے ان کے علاوہ حسب ذیل افراد سوار تھے:۔

رفیقہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری بشیر احمد صاحب۔ سردار بیگم صاحبہ والدہ ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب مرحوم۔ کلثوم بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب مرحوم۔ عائشہ بنت ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب مرحوم۔ نذیر بیگم صاحبہ خوشدامن ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب مرحوم۔ فہمیدہ بیگم صاحبہ ہمشیرہ ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب مرحوم۔

جب یہ قافلہ پنڈی بھٹیاں سے جانب چنیوٹ قریباً گیارہ میل کے فاصلہ پر پہنچا تو چوہدری بشیر احمد صاحب کی کار سامنے سے آنے والی ایک بس کے ساتھ تصادم کے باعث حادثہ کا شکار ہوگئی۔ تصادم کے نتیجہ میں موٹر کار کو آگ لگ گئی۔ چوہدری بشیر احمد صاحب اور ان کی بیگم رفیقہ بیگم صاحبہ نیز

سردار بیگم صاحبہ والدہ ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب مرحوم اور کلثوم بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری ڈاکٹر منور احمد صاحب جاں بحق ہو گئے۔جلتی ہوئی موٹر کار میں سے صرف ڈاکٹر صاحب مرحوم کی خوشدامن نذیر بیگم صاحبہ ان کی ہمشیرہ محترمہ فہمیدہ بیگم صاحبہ اور ان کی بچی عزیزہ عائشہ کو بچایا جا سکا۔اللہ تعالیٰ نے عزیزہ عائشہ کو سعودی عرب میں بھی حادثہ کے وقت معجزانہ طور پر بچایا اور اس حادثہ میں بھی اپنے فضل سے معجزانہ طور پر محفوظ رکھا۔

ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب مرحوم کے جنازہ اور حادثہ میں شہید ہونے والے چاروں افراد کی نعشوں کو اسی روز ربوہ لایا گیا۔ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب مرحوم،ان کی والدہ سردار بیگم صاحبہ مرحومہ اور ان کی اہلیہ کلثوم بیگم صاحبہ مرحومہ کی نماز جنازہ ۱۶ فروری کی رات کو بعد نماز عشاء سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد کے مطابق مولانا ابو العطاء صاحب صدر مجلس کار پرداز نے پڑھائی جس میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد اور مقامی احباب بہت کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ بعدۂ ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب اور ان کی والدہ سردار بیگم صاحبہ مرحومہ کے جنازے بہشتی مقبرہ لے جا کر وہاں حسب وصیت ان کی نعشوں کو دفن کیا گیا اور کلثوم بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ ڈاکٹر چوہدری منور احمد صاحب مرحوم چونکہ موصیہ نہ تھیں اس لئے ان کی تدفین قبرستان شہداء میں عمل میں آئی۔ ہر سہ قبریں تیار ہونے پر دعا مولانا ابوالعطاء صاحب نے کرائی۔

چوہدری بشیر احمد صاحب مرحوم اور ان کی اہلیہ رفیقہ بیگم صاحبہ مرحومہ کے بہت سے اعزہ کی دیگر شہروں سے آمد متوقع تھی اس لئے ان دونوں کی نماز جنازہ اگلے روز ۱۷ فروری کو صبح ۹ بجے ادا کی گئی۔ نماز جنازہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد کے مطابق صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید نے پڑھائی جس میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد،صدر انجمن احمدیہ،تحریک جدید اور دیگر ادارہ جات کے افسران اور کارکنان نیز دیگر مقامی احباب بہت کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ بعد ازاں دونوں جنازوں کو بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ بعد تدفین مولانا ابوالعطاء صاحب نے دعا کرائی۔ 46

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام پہلا آل ربوہ ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ

مورخہ ۱۸ تا ۲۰ فروری کو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام ایوان محمود ربوہ میں پہلا آل ربوہ ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ منعقد ہوا۔ٹورنامنٹ کا افتتاح ۱۸ فروری شام چار بجے مکرم چوہدری سمیع اللہ

صاحب سیال مہتمم صحت جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے فرمایا۔ٹورنامنٹ لیگ سسٹم پر کھیلا گیا۔اس ٹورنامنٹ میں سنگل وڈبل مقابلہ جات کے علاوہ اس کھیل کی مقبولیت بڑھانے کی غرض سے جونیئر سیکشن میں بھی مقابلے کروائے گئے مجموعی طور پر اس ٹورنامنٹ میں ربوہ کی ۵۰ ٹیموں نے شرکت کی۔

فائنل مقابلے ۲۰ فروری شام چار بجے شروع ہوئے۔مقابلے شروع ہونے سے پہلے مہمان خصوصی محترم (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب سابق صدر خدام الاحمدیہ سے فائنل ٹیموں کے کھلاڑیوں کا تعارف کروایا گیا۔انعامات تقسیم فرمانے کے بعد آپ نے اپنے خطاب میں اس امر پر خوشی کا اظہار فرمایا کہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے اِن ڈور گیموں کا اجراء کیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ جب اس ہال (ایوان محمود) کے بنانے کی سکیم زیر غور تھی تو اس وقت یہ پروگرام بھی تھا کہ تعمیر ہال کے بعد اس میں ان ڈور گیمز شروع کرائی جائیں گی۔لیکن ہال کے بننے کے بعد کئی سال تک اِن ڈور گیمز شروع نہ ہو سکیں۔محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ کی یہ کوشش قابل تحسین ہے کہ اس ہال میں ان دو گیموں بیڈمنٹن اور ٹیبل ٹینس کا اجراء ہو چکا ہے۔

مہمان خصوصی کے اس مختصر خطاب کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا پہلا آل ربوہ ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔47

نابیناؤں کے رسم الخط میں قرآن مجید کی اشاعت

ہالینڈ میں نابیناؤں کی ایک انجمن کے ڈائیریکٹر نے نابیناؤں کے رسم الخط میں قرآن مجید شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی اس غرض کے لئے انہیں ہالینڈ مشن کی طرف سے ڈچ قرآن مجید کا ایک نسخہ پیش کیا گیا، ڈائیریکٹر سے ہالینڈ مشن کے انچارج صلاح الدین خان صاحب نے اپنی خط وکتابت میں یہ خواہش ظاہر کی کہ اگر زیادہ مہنگا نہ ہو تو ایک نسخہ مشن کی لائبریری کے لئے بنایا جائے۔ قیمت ادا کر دی جائے گی۔اس پر ڈائیریکٹر نے لکھا یہ کام ایک سال کا ہے اور بہت مہنگا ہے اس پر انہیں لکھا گیا کہ مشن متحمل نہیں ہو سکے گا۔ان کا جواب ملا کہ اگرچہ اس میں ایک سال کا عرصہ لگے گا اور یہ خاصا خرچ طلب ہے تاہم ہم دو نسخے تیار کریں گے۔ایک نسخہ آپ کے مشن کی لائبریری کو تحفةً پیش کیا جائے گا۔48 (چوہدری اللہ بخش صادق صاحب سابق مبلغ ہالینڈ حال وکیل التعلیم تحریکِ جدید ربوہ کا بیان ہے کہ یہ نسخہ ہالینڈ مشن ہاؤس کی لائبریری میں موجود ہے۔)

جامعہ نصرت ربوہ (برائے خواتین) کی سالانہ کھیلیں اور ڈائریکٹریس سپورٹس پنجاب یونیورسٹی کی آمد

اس سال جامعہ نصرت ربوہ کی سالانہ کھیلیں ۲۷ فروری بروز ہفتہ انعقاد پذیر ہوئیں۔ محترمہ رضیہ اعظم علی بیگ صاحبہ ڈائریکٹریس سپورٹس پنجاب نے کھیلوں کے افتتاح کا اعلان فرمایا۔ اور کھیلوں کے اختتام پر محترمہ نے جیتنے والی کھلاڑی طالبات میں انعامات تقسیم فرمائے۔ تقسیم انعامات کے بعد آپ نے طالبات سے خطاب فرمایا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انہیں مبارک باد دی۔ نیز اس امید کا اظہار فرمایا کہ یہ ادارہ محترمہ ڈائریکٹریس صاحبہ حضرت سیدہ ام متین صاحبہ کی زیر نگرانی آئندہ بھی بہترین نتائج اور نمایاں ترقیات کا حامل رہے گا۔ آپ کا کہنا تھا کہ ہر تعلیمی ادارے میں دوران سال دو تقریبات زیادہ دلچسپ ہوتی ہیں ایک کانووکیشن اور دوسری سپورٹس۔

سپورٹس کی تقریب بہت ہلکی پھلکی اور پر لطف تقریب ہوتی ہے۔ تمام طالبات بڑے جوش وخروش سے حصہ لیتیں۔ آپ نے طالبات کو نبوٹ (مارشل آرٹ کی ایک قسم) اور شہری دفاع کی تربیت حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے فرمایا نبوٹ خاص طور پر مشرقی فن ہے۔ اس کے سیکھنے سے اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرسکتی ہے۔ اور شہری دفاع کی تربیت ملک کی موجودہ صورتحال کے پیش نظر بے حد لازمی ہے۔[49]

جرمنی کے کلیساؤں کی ناگفتہ بہ حالت

لنڈن کے مشہور رسالہ Awake نے اپنی ۲۲ مارچ ۱۹۷۱ء کی اشاعت میں جرمنی کے کلیساؤں کی حالت زار سے متعلق تحریر کیا کہ جرمنی میں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں عیسائی عوام رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کلیساؤں کو خیر باد کہہ رہے ہیں۔ برلن کے بشپ کرٹ شارف صاحب (Kurt Scharf) نے کہا ہے کہ:

’’برلن اور جرمنی میں کلیساء کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی ہے۔ ان لوگوں کی تعداد جو کلیساء سے ہر سال بیزاری کا اظہار کرتے ہیں ہمارے اندازوں سے بے حد زیادہ ہے‘‘۔

چرچ سے بیزاری کے موجودہ رجحان کے متعلق ۱۹۷۰ء میں پادریوں کی ایک میٹنگ نے اظہار افسوس کیا ہے۔ مثلاً فرینکفورٹ کے پروفیسر ھین روزنبرگر نے کہا:۔

''موجودہ زمانہ میں اس ملک میں پادریوں کے خطبات سننے کا کسی کو بھی کوئی شوق نہیں رہا ہے۔''

''یہ ایک حقیقت ہے کہ اتوار کی صبح کو کلیساؤں میں کوئی بھی عبادت کے لئے نہیں جاتا اور گرجا گھر بالکل خالی ہوتے ہیں۔'' اس بات کے ثبوت میں کہ گرجے اتوار کی عبادت کے وقت خالی ہوتے ہیں۔ جرمن رسالہ Stern نے فلینز برگ کے رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے چرچوں کی ایتوار کی صبح کے عبادت کے وقت کی تصاویر شائع کی ہیں ان تصاویر کے اوپر جو عنوان لگایا گیا ہے، وہ یہ ہے۔

''فلینز برگ شہر کے چرچوں میں پادری صاحبان خالی نشست گاہوں کو وعظ کر رہے ہیں''

ایک اور اخبار ڈسل ڈورف ھینڈلس بلاٹ (Handelsblatt) نے اپنے ۲۰ جنوری ۱۹۷۰ء کے شمارہ میں لکھا ہے۔''جب سے کلیسیا نے دنیوی انداز اختیار کیا ہے۔اس کی اخلاقی اور روحانی حیثیت ختم ہوگئی ہے اسی وجہ سے اب زیادہ سے زیادہ لوگ چرچ کو خیر باد کہہ رہے ہیں۔''

برلن کے دینیات کے پروفیسر Guenther Harder نے تو چرچ کے دور خاتمہ کی پیشگوئی ان الفاظ میں کی کہ

''ایک عظیم طوفان آرہا ہے جو ہم سے سب کچھ چھین کر لے جائے گا''

جرمنی کے کلیساؤں کے خلاف موجودہ رَو کی ایک وجہ چرچ کے لئے چندہ جمع کرنے کا سسٹم بھی ہے۔ جرمنی میں حکومت ٹیکس کے طور چرچ کے لئے چندہ جمع کرتی ہے۔اور آجکل ۱۰۰۰ ملین ڈالرز ہر سال بطور ٹیکس چرچ کے لئے عوام سے وصول کئے جاتے ہیں۔ چونکہ چرچوں کو حکومت سے روپیہ مل جاتا ہے اس لئے وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ عوام سے مضبوط تعلق قائم کریں۔ چرچ میں باقاعدہ جانیوالوں میں سے ۳۲٪ آدم وحوا سے انکاری ہیں اور ۶۴٪ حضرت مسیح کے کنواری کے بطن سے پیدا ہونے سے منکر ہیں۔اور باوجود ان سب باتوں کے یہ لوگ چرچ کے باقاعدہ ممبر شمار ہوتے ہیں۔

روپیہ پیسہ جمع کرنے کے شوق نے اس بات کی تحقیق کی ضرورت بھی ختم کر دی ہے کہ روپیہ کہاں سے آتا ہے اور تو اور کسبی عورتیں اور اسی قماش کے لوگوں کو بھی چرچ میں خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان کے اعمال نہایت گندے ہیں۔

چرچ کے خلاف ایک محاذ اس وجہ سے بھی کھولا جا چکا ہے کہ چرچ کی پوری توجہ عوام کی دولت کو لوٹنے کی طرف ہے اخبار Frankfurter Rundschau نے لکھا ہے کہ عوام اس بات کو سخت

ناپسند کرتے ہیں کہ کروڑوں ڈالر کی رقم اس بات کے لئے خرچ کی جائے کہ چرچ کی عمارت باہر سے تو خدا کی عزت کے نام پر چمکتی ہو لیکن اندر خدا کو یاد کرنے والا کوئی بھی نہ ہو۔

ایک اور اخبار ڈسل ڈورف ھینڈلس بلاٹ نے لکھا ہے۔

''کیا چرچ آخرت کے نام پر جو سرمایہ جمع کر رہا ہے وہ جائز ہے؟ چرچ اپنی عظیم عمارات اور دنیادارانہ ٹھاٹھ کی وجہ سے اب ایک دنیاوی تنظیم کی شکل اختیار کر چکا ہے۔''

ہمبرگ کے ایک پادری صاحب Edgar Spir نے موجودہ حالات پر حال ہی میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ

''غالباً ہم اس وجہ سے چرچ سے دور ہوتے جا رہے ہیں کہ ہم دنیوی آرام و آسائش کی تو قدر کرتے ہیں لیکن یسوع مسیح کو بھول چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عیسائیت اب شیطان کے لاڈلے بچے کی شکل اختیار کر چکی ہے۔''

بہت لوگ اب چرچ کو چھوڑتے جا رہے ہیں۔ کیونکہ وہ کسی ایسے ادارے کو خراج ادا کرنے کو تیار نہیں ہیں جس سے ان کو اتفاق نہیں ہے۔ لیکن چرچ کی بالا دستی سے بچنے کی صرف ایک ہی راہ ہے کہ وہ باقاعدہ حکومتی کاغذات میں اپنے آپ کو عیسائی مذہب سے خارج کروائیں۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چرچ سے بھاگنے کی وجہ صرف یہی نہیں ہے کہ چرچ کو ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ چرچ روحانیت سے خالی ہو چکے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک مشہور دینیات کی استانی ڈوروتھی زوئل نے دعویٰ کیا ہے کہ

''خدا تعالیٰ نے جو کچھ بھی ماضی میں کیا ہے۔ اس کو یاد رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ جس کو ہم خدا کہتے ہیں وہ فوت ہو چکا ہے۔''

کیا اس قسم کی تعلیمات اور دعوؤں کے ہوتے ہوئے کوئی بھی عقلمند انسان عوام کو چرچ چھوڑنے کی وجہ سے مطعون کر سکتا ہے؟

نوجوانوں میں بالخصوص اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ چرچ کے پاس عوام کو دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ ایک اندازے کے مطابق Essen شہر کے ۲۵۰۰ طلباء میں سے ۷۰٪ نے کہا کہ ان کی زندگیوں میں اتوار کی عبادت اور خطبہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ایک ۱۷ سالہ نوجوان نے کہا

''یوں محسوس ہوتا ہے گویا ہر اتوار کو ہم جنازہ میں شمولیت کے لئے جا رہے ہیں۔''50

ڈاکٹر سید صفدر حسین صاحب چیئرمین بورڈ انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن سرگودھا کا خطاب

۲۹ مئی ۱۹۷۱ء کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں تقسیم اسناد و انعامات کی ایک پُروقار تقریب منعقد ہوئی جس میں چوہدری محمد علی صاحب ایم اے پرنسپل تعلیم الاسلام کالج نے پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے تفویض کردہ اختیارات کی بناء پر بی ایس سی اور بی اے کے فارغ التحصیل طلباء کو اسناد عطا فرمائیں جبکہ طالبات نے پردہ میں حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دستِ مبارک سے انعامات حاصل کئے۔

اس تقریب میں ملک کے نامور دانشور، ماہر تعلیم، شاعر اور نقّاد جناب ڈاکٹر سید صفدر حسین صاحب نے ایک مختصر جامع اور خیال انگیز خطاب میں کالج اور سربراہان کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ آپ کا ادارہ ان برگزیدہ درسگاہوں میں سے ایک ہے جن میں قومی وملّی جذبے سے سرشار ہو کر اہم خدمات سرانجام دی جارہی ہیں۔ میری دانست میں اس تعلیم گاہ کی امتیازی حیثیت کا سہرا آپ کے مذہبی جوش وخلوص کے سرجاتا ہے۔ یہ والہانہ خلوص آپ کے شہر کے درودیوار، کوچہ وبازار اور مساجد ومعابد کی تنظیم میں بھی رونما ہے لیکن آپ کے تعلیمی ادارے اس کے اظہار کا بہت اچھا نمونہ ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ یہ دانشکدہ جس میں آج مجھے آپ کے تخاطب کا شرف حاصل ہوا ہے آپ کی فکر بلند، روشن دماغی اور حسن تنظیم کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ مستحکم عمارتوں کی تعمیر، پائیدار فرنیچر کی فراہمی، سائنسی لیبارٹریز کے لئے اعلیٰ سامان کا حصول، لائبریری کے واسطے مفید کتابوں کی تلاش وغیرہ ایسے مراحل ہیں جن میں اگر تساہل برتا جائے یا طمع کو دخل دیا جائے تو ان سے تربیتی ادارے تعمیر کی بجائے تخریب کی طرف بڑھ جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں منتظمین اور اساتذہ طلباء کے لئے مثالی اخلاق کا نمونہ نہیں بن سکتے۔ آپ کے طلباء خوش نصیب ہیں کہ ان کی نفسیات کو ان مشکلات کا سامنا نہیں۔ قدم قدم پر آپ کے ادارہ میں پائیداری، کفایت شعاری اور فراوانیٔ آسائش کا احساس ہوتا ہے جس سے دل مطمئن اور دماغ آسودہ ہو جاتا ہے۔ بجا کہ ملک کی

اجتماعی زندگی میں ہم سب ایک ہی صف میں کھڑے ہوئے ایک ہی رنگ و روغن اور ایک ہی سے محاسن و معائب سے متصف نظر آتے ہیں لیکن اپنی دسترس کے مطابق ایک مخصوص سطح پر آپ نے جو نمونہ تعمیر و ترقی پیش کیا ہے وہ ہم سب کے لئے مقام بصیرت ہے اور ترغیب تقلید دیتا ہے‘‘۔51

انگلستان کے تین ہزار بے مصرف کلیسا

انگلستان کے اخبار ڈیلی ٹیلی گراف نے مورخہ ۲ جولائی ۱۹۷۱ء کے شمارہ میں ’’تین ہزار متروک کلیسا‘‘ کے عنوان سے مندرجہ ذیل رپورٹ شائع کی۔ وہ لکھتا ہے:

’’بے مصرف و بیکار کلیساؤں کے متعلق مشاورتی بورڈ نے اپنی دوسری رپورٹ میں کہا ہے کہ انگلستان میں اٹھارہ ہزار اینگلیکن کلیساؤں میں سے تین ہزار کلیسا یکسر فالتو ہیں۔ لارڈ فلیچر نے جو اس بورڈ کے صدر ہیں اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ موجودہ طریق کار جس کی رو سے گرجوں کو بیکار قرار دیا جاتا ہے قطعاً غیر تسلی بخش ہیں۔ ہمارے قصباتی گرجوں کے بیش قیمت ورثہ کی تباہی سے ہونے والے نقصان سے بچنے کے لئے مزید روپیہ اور سرکاری امداد کی ضرورت ہے۔ جن گرجوں کے متعلق بورڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ دیگر ضروریات کے لئے ان کو استعمال میں لایا جائے۔ ان میں سے بعض گرجے شکسپیئر تھیئٹر، ریستوران، لائبریری، عجائب گھر، ناچ گھر اور کانفرنس ہال میں تبدیل کئے جا رہے ہیں۔‘‘

انگلستان کے اخبار ٹائمز نے یکم جولائی ۱۹۷۱ء کے شمارہ میں ’’نئی کلیساؤں کی تعمیر کفر ہے‘‘ کے عنوان سے درج کیا کہ میتھوڈسٹ کانفرنس کے آج کے اجلاس میں ڈاکٹر جے جے ونسنٹ آف شیفیلڈ نے اعلان کیا کہ کلیساؤں کے لئے نئی عمارات کی تعمیر کفر کے مترادف ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسے کفر کا نام اس لئے دیا جا رہا ہے کہ ہم مسیح کے غلام ہیں اس مسیح کے جسے سر چھپانے کے لئے بھی جگہ میسر نہ تھی۔ پھر یہ اس لئے بھی کفر ثابت ہوئے بغیر نہیں رہتا کہ خدا کی اس دنیا میں ان عمارتوں سے باہر جنہیں ہمارے آباؤ اجداد نے محبت اور پیار کے جذبہ کے ماتحت تعمیر کیا تھا بہت سے ناروا اور مکروہ واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ ڈاکٹر ونسنٹ نے تجویز کیا کہ غیر ضروری گرجوں کی فروخت سے حاصل کیے ہوئے روپے سے اب کمیونٹی ہاؤس خریدنے چاہئیں۔52

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے طلبہ کیلئے زریں ارشادات

صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب تکمیل تعلیم کے سلسلہ میں انگلستان روانہ ہونے والے تھے۔ اس موقعہ پر ۲۸ ستمبر کی شام کثیر احمدی احباب احاطہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں تشریف لا کر اجتماعی دعا میں شامل ہوئے۔ دعا سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بیرونِ ملک اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے جانے والے طلبہ کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا:۔

''عزیزم مرزا انس احمد صاحب۔ مزید تعلیم کے لئے آکسفورڈ جا رہے ہیں۔ آپ کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ ہم مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو خیریت سے رکھے اور جو مقصد ایک احمدی متعلّم کا ہے اس مقصد میں یہ کامیاب ہوں (اللّٰھم آمین)

ہم باہر جا کر اس لئے تعلیم حاصل نہیں کرتے کہ وہاں کچھ صداقتیں ہیں جو ہمیں اسلام میں نہیں مل سکتیں، صرف باہر جا کر ملتی ہیں۔ بلکہ ہم اس لئے تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں کہ جن غلط باتوں کو وہ صداقتیں سمجھتے ہیں ان کا جواب کس طرح دیا جائے۔ ان کے دماغوں سے گند اور جھوٹی اور خلافِ حقیقت باتوں کو کس طرح دور کیا جائے اور ان سے ان کی کس طرح حفاظت کی جائے۔

پس ایک احمدی متعلّم یعنی علم سیکھنے والے کا مقصد مذکورہ بالا ہے اور ہر احمدی مرتے دم تک متعلم ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور اگر انسان چاہے تو ہر دم اور ہر آن اپنے علم میں اضافہ کر سکتا ہے اور اسے کرنا چاہیے۔ پس آؤ مل کر دعا کر لیتے ہیں''۔ اس کے بعد حضور انور نے حاضرین سمیت لمبی دعا کرائی۔ 53

تعلیم الاسلام کالج میں ڈاکٹر وزیر آغا کی تقریر

۱۳/اکتوبر ۱۹۷۱ء کو پاکستان کے نامور ادیب و نقاد ڈاکٹر وزیر آغا نے بزم اردو تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے افتتاحی اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''انجمنیں تو اور بھی ہیں اور قریب قریب ہر کالج نے اپنی نجی قسم کی بزم اردو قائم کر رکھی ہے جس کا کام زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اپنے سابقہ پرنسپل کے تبادلہ کے موقع پر خوشی کا اظہار کریں یا نئے پرنسپل کی آمد کے موقع پر خوشی کا اظہار کریں اور بس لیکن آپ کی اس بزم نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے

ہیں ان سے اس علاقہ کے بہت سے لوگ واقف ہیں۔

آپ نے جو یہاں اردو کانفرنسیں کروائیں اور جوادبی مذاکرے کروائے یا خاص ایام منعقد کئے ان کی شہرت دیوار ربوہ پار کر کے بہت دور دور تک پہنچی ہے اور ہمارے وطن کے بیشتر اہل نظر اس بزم کے نام اور کام سے واقف ہیں۔

حضرات! ماضی میں آپ کی انجمن نے جو عمدہ کام کئے ان کا سہرا زیادہ تر ڈاکٹر پرویز پروازی کے سر ہے انہوں نے اس سلسلہ میں بے حد کام کیا اور آپ کی یہ خوش قسمتی ہے کہ چوہدری محمد علی صاحب جیسے صاحب نظر شاعر اور ادیب آپ کے پرنسپل ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی سرپرستی کے باعث یہ انجمن اور بھی ترقی کرے گی اور یہ سال اس کی زندگی میں بہت نیک سال ثابت ہوگا‘‘۔[54]

شادی کی ایک تاریخی تقریب

برمنگھم کے ایک نوجوان انگریز Mr. Neville Ward ایک سکول میں بطور استاد کام کرتے رہے۔ مطیع اللہ درد صاحب بھی بطور استاد اسی سکول میں مدرس تھے۔ مطیع اللہ درد صاحب سے ان کا مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال ہوتا رہتا اور آنا جانا شروع ہوا۔ Mr. Ward صاحب کی سالگرہ کے موقع پر مطیع اللہ صاحب نے آپ کو حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی کتب کا تحفہ لا کر دیا جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی پر سیر حاصل بحث کی گئی تھی۔ اس وقت تک Mr. Ward صاحب کی منگنی آپ ہی کی کزن سے ہو چکی تھی۔ آپ کی منگیتر بھی ان کتب سے کافی متاثر ہوئیں۔ ان موضوعات پر غور کرنے کے بعد آپ دونوں نے مسجد فضل لندن جانے کا ارادہ کیا جہاں آپ کی ملاقات مکرم عطاء المجیب راشد صاحب سے ہوئی۔ مکرم امام صاحب انتہائی تپاک اور گرم جوشی کے ساتھ ملے۔ مشن ہاؤس کا دورہ کرنے کے بعد دل کو انتہائی سکون محسوس ہوا۔ واپس آ کر اس نیک بخت جوڑے نے خدا تعالیٰ کے حضور تسلی اور اطمینان کے حصول کے لئے دعا کی۔ جولائی ۱۹۷۱ء کو اس جوڑے نے بیعت فارم پر کر کے ارسال کر دیا۔ بیعت کے بعد حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں ان کے نام رکھنے کی درخواست کی گئی۔ حضور نے علی الترتیب ناصر وسیم اور ولیہ قدسیہ تجویز فرمائے۔

مورخہ ۲۳؍اکتوبر ۱۹۷۱ کو بیت فضل لندن میں محترم امام صاحب نے آپ دونوں کے نکاح کا اعلان فرمایا۔ اور اسی روز شادی کی تقریب عمل میں آئی۔ اگلے روز وسیع پیمانے پر دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں احباب جماعت کثرت کے ساتھ شامل ہوئے۔

لندن مشن کی تاریخ میں غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ کسی انگریز احمدی نوجوان اور انگریز احمدی خاتون کی شادی کی تقریب منعقد کی گئی ہو۔

قدسیہ اور ناصر صاحب کے چار بچے ہیں۔ وہ مشرق وسطیٰ میں کئی سال رہنے کے بعد فرانس میں رہائش رکھتے ہیں۔ ایک بیٹی سارہ خان لندن میں اپنے میاں اور بچوں کے ساتھ رہتی ہیں۔ ۲۰۱۲ء میں ناصر وسیم وارڈ صاحب کی وفات ہوگئی تھی۔ 55

پہلا کل پاکستان بین الکلیاتی مقابلہ مضمون نویسی

اکتوبر ۱۹۷۱ء میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے زیر اہتمام ایک بین الکلیاتی مقابلہ مضمون نویسی کروایا گیا۔ یہ اپنی طرز کا پہلا مقابلہ تھا۔ جس میں اول اور دوم آنے والے مضمون نگاروں کے لئے گولڈ میڈل اور سلور میڈل بھی بطور انعام رکھے گئے۔ اس مقابلہ کے لئے پاکستان کے تمام کالجوں کے طلباء کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ ملک کے مختلف حصوں سے طلباء کی ایک کثیر تعداد نے بڑے ذوق وشوق سے اس مقابلہ میں حصہ لیا۔ مقابلہ کے عناوین درج ذیل تھے۔

۱۔ مسئلہ ارتقاء اور اسلام

۲۔ جدید سائنسی ایجادات اور قرآن کریم

۳۔ نفسیاتی الجھنیں اور ان کا علاج از روئے قرآن کریم

۴۔ اسلام اور انسان کی فطری صلاحیتوں کی تکمیل

مقالہ جات انگریزی یا اردو میں تحریر کرنے کی اجازت تھی۔ مضمون نگاروں نے اپنے مقالے بڑی محنت اور عرقریزی سے تیار کئے جیسا کہ منصف اعلیٰ جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے (کینٹب) کے ان ریمارکس سے واضح ہوتا ہے۔

’’مقالہ جات واقعی بہت دلچسپ تھے۔ آپ کا یہ مقابلہ کامیاب رہا۔ ہر مقالہ میں کچھ نہ کچھ بات مفید، پُرمعانی یا چیلنج کی قسم کی تھی۔ زیادہ توجہ سے پڑھنے کے لائق تھے۔ جو انعام میں نہیں آئے وہ بھی گو نہایت اچھے تھے‘‘۔

یہ مقابلہ مضمون نویسی ہر سال منعقد کروانے کا اعلان کیا گیا تا کہ طلباء میں قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسانی زندگی کے مسائل کو سلجھانے کی صلاحیت اور رجحان پیدا کرنے میں مدد مل سکے۔ 56

احمدیہ مشن ہاؤس رحیم یار خان کیلئے عدالتی حکم

رحیم یار خان محلہ قاضیاں والا کی مسجد شیخاں کے قریب احمدیوں نے اس سال ایک مشن ہاؤس تعمیر کیا۔احمدی اس میں نمازیں ادا کرتے اور دوسرے جماعتی اور مذہبی امور انجام دیتے تھے۔جامع مسجد شیخاں والی کے پیش امام اور خطیب اور دیگر مدعیان کی درخواست پر چوہدری محمد نسیم ایڈمنسٹریٹر سول جج نے مشن ہاؤس میں احمدیوں کو نماز پڑھنے اور دیگر مذہبی امورسرانجام دینے کی ممانعت کر دی اور عدالتی حکم میں لکھا کہ مدعیان نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ ان کے اور دوسرے مسلمانوں کے بچوں کے جذبات اور مذہبی احساسات مجروح ہو رہے ہیں اور نقصِ امن اور بلووں کا خطرہ ہے اور اگر درخواست منظور نہ کی گئی تو انہیں نا قابل تلافی نقصان پہنچے گا۔[57]

نگر پارکر(سندھ) میں پہلے جلسہ سالانہ کا انعقاد

مورخہ ۲۷، ۲۸ نومبر ۱۹۷۱ء بروز ہفتہ اتوار نگر پارکر شہر میں پہلے جلسہ سالانہ کا انعقاد کیا گیا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے چاروں اطراف سے بیس بیس میل کا فاصلہ پیدل طے کر کے احباب جماعت اس میں شامل ہوئے۔اس جلسہ میں شمولیت کے لئے مولوی غلام احمد صاحب فرخ حیدر آباد سے اور مکرم شرافت احمد صاحب ربوہ سے تشریف لائے۔اس جلسہ میں احمدی احباب کے علاوہ نومسلم احباب نے بھی شرکت فرمائی۔[58]

اس موقع پر (حضرت) مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد وقف جدید نے حسب ذیل پیغام ارسال فرمایا۔

پیغام (حضرت) مرزا طاہر احمد صاحب

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت المصلح الموعود کی دیرینہ خواہش تھی کہ ہندوؤں میں تبلیغ اسلام کی طرف خاص توجہ دی جائے۔چنانچہ اس عاجز کو بھی حضور نے بارہا توجہ دلائی کہ وقف جدید کو اس طرف خاص توجہ دینی چاہئیے۔ان ہدایات کی روشنی میں ایسے علاقوں کے لئے معلمین کو جہاں ہندو اقوام پائی جاتی ہیں بار بار اس طرف توجہ دلائی جاتی رہی ہے لیکن ابتداء میں کوئی خاطر خواہ اور امید افزاء نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔چنانچہ ۱۹۶۰ء میں

یہ تجویز کی گئی کہ احمدی تربیت یافتہ کمپوڈروں میں تحریک کی جائے کہ وہ اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کریں۔اور اپنے خرچ پر ہندوعلاقوں میں جا کر رہائش اختیار کریں۔ جہاں طبی پریکٹس کے ذریعہ گزراوقات کا سامان کرنے کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام کا کام بھی کرتے رہیں۔اس تحریک کے نتیجہ میں مکرم سعید احمد صاحب ابن مکرم چوہدری فیروزالدین صاحب انسپکٹر تحریک جدید نے اپنے آپ کو پیش کیا اور ضلع تھرپارکر سندھ کے ریگستانی علاقہ میں نہایت ہی مشکل اور نامساعد حالات میں کئی سال تک آنریری طور پر فریضۂ تبلیغ ادا کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ان کی اس قربانی کو مثمر باثمرات حسنہ فرمایا۔اور ۱۹۶۱ء میں پہلی مرتبہ اس علاقہ کی اچھوت اقوام جن کو ہندوؤں نے ظلم وستم کا نشانہ بنایا ہوا تھا۔اور ان کو ذلیل کرنے کے لئے اچھوت اقوام کا نام دیا ہوا تھا، چار دوستوں کو قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔اس کامیابی کے نتیجہ میں وقف جدید کو وہاں ایک مرکزی بستی میں باقاعدہ مرکز کھولنے کی توفیق ملی۔ جہاں ایک نومسلم ہومیوڈاکٹر نثار احمد راٹھور کو بطور معلم مقرر کیا گیا۔اگرچہ اس مشن کے قیام کے بعد چند سال تک تو نہایت مایوس کن حالات کا سامنا کرنا پڑا اور مذکورہ نومسلمین کے ساتھ ان کے اعزاء واقارب کے انتہائی سخت اور نفرت آمیز سلوک سے ڈر کر مزید بیعتیں ہونا بند ہو گئیں۔تاہم وقف جدید نے نصرت الٰہی پر بھروسہ کرتے ہوئے وہاں کام بند کرنے کی بجائے اسے مزید تقویت دینی شروع کر دی۔اور مکرم مولوی محمد شریف صاحب کھوکھر معلم حلقہ نوکوٹ کو بھی وہاں نثار احمد کے ساتھ تمام علاقہ کے دورہ پر بھجوادیا۔اس دورہ کی رپورٹ نہایت امیدافزا تھی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح کی ہدایت کے مطابق حالات کا بذات خود جائزہ لینے کیلئے اس عاجز نے بھی اس علاقہ کا دورہ کیا اور شدت سے محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعض اچھوت اقوام اسلام کے بہت قریب آچکی ہیں۔اور بعید نہیں کہ ہم اس علاقہ میں یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کا نظارہ بچشم خود دیکھ لیں۔ چنانچہ اس دورہ کے بعد اس مشن کو اور آگے بڑھا کر دیہاتی علاقوں کو منتقل کر دیا گیا اور معلمین کی تعداد بھی مستقل طور پر ایک کی بجائے تین کر دی

گئی۔ الحمدللہ کہ اس کے بہت ہی خوش کن نتائج پیدا ہوئے اور آج تک وہاں ۹۲۵ ہندو اسلام قبول کر چکے ہیں اور دن بدن اسلام کی طرف ان کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے فوری مسئلہ نومسلمین کی فوری تربیت کا ہے جس کی طرف معلمین کو غیر معمولی توجہ دینی چاہئیے۔ اس کے علاوہ اسلام کی طرف دیہات اور برادریوں کا بڑھتا ہوا رجحان یہ تقاضا بھی کرتا ہے کہ جلد از جلد صدیوں کی پیاسی روحوں کو اسلام کے میٹھے پانی سے سیراب کیا جائے اور شرک کے اندھیرے میں بھٹکنے والوں کو توحید کا نور عطا کیا جائے۔ پس اگر ان دونوں پہلوؤں سے صورت حال کا جائزہ لیا جائے تو معلمین کیلئے اتنا زیادہ کام ہے کہ اگر وہ خلوص کے ساتھ وقف کی روح کو ملحوظ رکھتے ہوئے کام کریں تو فی الحقیقت انہیں سر کھجانے کی بھی فرصت نہ ملے اس کے علاوہ دعاؤں کی ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور ضرورت ہے اس بات کی کہ جن مظلوم قوموں کو معلمین وقف جدید کی وساطت سے از سر نو شرف انسانیت عطا ہو رہا ہے ان کو صرف انسان ہی نہیں بلکہ باخدا انسان بنایا جائے اور ان کا براہ راست تعلق ان کے رب سے دعا اور مناجات کا رشتہ قائم کر کے خود انہیں میں سے زندہ خدا کی ہستی کے زندہ گواہ بنائے جائیں جو مقصود تخلیق کائنات حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار اور اس پر ہر دم درود و سلام بھیجنے والے ہوں۔ اس علاقہ میں قبل ازیں عیسائیوں نے امریکن امداد کی آڑ میں اپنے پاؤں جمانے کی کوشش کی۔ خوراک اور دوسری اشیاء کا لالچ دے کر ان کو عیسائی بنانا چاہا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ ان کا یہ فعل ان لوگوں کو مادی امداد دے کر ان کی روحانیت کو خریدنا تھا۔ لیکن اسلام اس کے برعکس انسان سے مادی قربانی لے کر اسے روحانی دولتوں سے مالا مال کرتا ہے اور شرف انسانی عطا کرتا ہے۔ اسلام میں کسی کالے گورے امیر اور غریب کا امتیاز نہیں۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی زیادہ مقرب ہے جو زیادہ متقی ہے اور وہی خدا کی محبت کا زیادہ حقدار ہے۔ مٹھی میں قبول اسلام کی ابتدا سابق معلم مکرم نثار احمد مورانی نومسلم کے زمانہ میں شروع ہوئی اور مکرم رشید احمد صاحب بھٹی نے بعد ازاں اس کام کو مزید آگے بڑھایا۔......

علاقہ مٹھی کے متعلق ایک اظہار افسوس بھی بے محل نہ ہوگا کہ اس علاقہ کے نومسلمین نے الا ماشاء اللہ ایسی ایمانی جرأت اور بے خوفی کا اظہار نہیں کیا جیسی علاقہ نگر پارکر کے نومسلمین نے شروع ہی میں دکھائی۔ جبکہ نگر پارکر کی طرف آغاز تبلیغ ہی سے ایمانی جرأت کے شاندار مظاہرے ہوتے رہے۔ مٹھی میں بہت دیر تک نئے اسلام لانے والے ماحول کے خوف سے دبے چھپے رہے اور آج تک بھی بہت سے ان میں سے ایسے ہیں جو ماحول کے ڈر سے مخفی رہنا پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا اس غرض سے ان کی ٹھوس تربیت کی جائے اور اللہ تعالیٰ پر توکل پیدا کیا جائے اور غیر اللہ کے خوف کو دل سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے۔ وہاں ایک نئے معلم مکرم گل محمد صاحب کو مقرر کیا گیا ہے جن سے دفتر کو بھاری توقع ہے کہ وہ انشاء اللہ مٹھی کی جماعت میں ایک نئی روح پھونک دیں گے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے دفتر کی اس توقع کو امید سے بھی پہلے پورا فرما دیا اور مکرم گل محمد صاحب کو توفیق بخشی کہ جماعت مٹھی کی صحت مندانہ خطوط پر تربیت کر سکیں۔ چنانچہ تازہ ترین رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں باقاعدہ جماعت قائم کر کے پاکستان کی دیگر جماعتوں کی طرح چندہ کا بجٹ بھی بنالیا گیا ہے اور نومسلم انشاء اللہ اپنے دیگر بھائیوں کے دوش بدوش اسلام کی راہ میں مالی قربانی کیلئے تیار ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا معجزہ ہے کہ وہ لوگ جو دنیاوی اموال کے لالچ سے عیسائیت کی جانب مائل نہ ہوئے باوجود غربت کے اسلام کو اس طرح قبول کر رہے ہیں کہ اموال لینے کی بجائے اس صداقت کی راہ میں اپنے اموال لٹانے لگے ہیں۔ اللّٰھم زدفزد۔ آج وہی مٹھی جس کے بارہ میں ہم تربیتی لحاظ سے فکرمند تھے اس علاقہ کی دیگر جماعتوں کے لئے نمونہ بن رہی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک

آخر پر میں معلمین کرام کو ایک بار پھر متوجہ کرتا ہوں کہ آپ کا کام نہایت عظیم اور تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر آپ نے خلوص قربانی اور محنت سے کام لیتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اس فریضہ کو سرانجام دیا اور نیک نمونے قائم کئے اور نیک یادیں اپنے پیچھے چھوڑیں تو آنے والی نسلیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ پر بھی درود بھیجیں گی اور آپ اس علاقہ کی تاریخ میں نجات دہندہ کے طور پر یاد کئے جائیں گے۔لیکن اگر خدانخواستہ آپ کی کوتاہیوں اور غفلت سے اس علاقہ میں تبلیغ اسلام کو کوئی نقصان پہنچا یا تربیتی خامیاں ان لوگوں میں رہ گئیں تو آپ کے لئے خوف کا بھی ویسا ہی مقام دعا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی روح القدس کے ذریعہ مدد فرمائے اور صراط مستقیم عطا فرمائے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی اور دوسروں کو چلانے کی توفیق بخشے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی یہ توقع بڑی شان سے پوری ہو کہ اسلام کو قریہ قریہ میں نئے جیلانی، چشتی، سہروردی اور نقشبندی عطا ہوں اور گاؤں گاؤں کو نئے رازی ملیں۔آمین

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

ناظم ارشاد وقف جدید‘‘ 59

بیرونی ممالک میں جماعتی مساعی

امریکہ

امریکہ مشن کے مشنری انچارج چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب بنگالی تھے۔ اخبار ''الفضل'' میں مشن کی دینی وتربیتی سرگرمیوں کی تفصیلات میں سے صرف جماعت احمدیہ امریکہ کے چوبیسویں کامیاب سالانہ جلسہ کا ذکر ملتا ہے جو واشنگٹن میں ۳ سے ۵ ستمبر ۱۹۷۱ء تک جاری رہا۔ اس جلسہ میں سینکڑوں کی تعداد میں احباب جماعت شریک ہوکر اس کی برکات سے مستفیض ہوئے۔ تشریف لانے والوں میں علاوہ امریکہ کی مختلف جہات کے بیسیوں مشنوں اور کینیڈا کے بھی احباب جماعت شامل تھے۔ رہائش کے لئے اس دفعہ علاوہ مشن ہاؤس کے، جہاں قلیل تعداد ٹھہر سکی، واشنگٹن کے ڈاؤن ٹاؤن ایمبیسڈر ہوٹل (Ambassador Hotel) میں انتظام کیا گیا تھا۔

جلسہ کا پہلا اجلاس زیر صدارت ڈاکٹر بشیر الدین اسامہ صاحب منعقد ہوا جس میں ''احمدیوں کے سوشل مسائل اور ان کا حل'' کے موضوع پر احباب نے انفرادی طور پر تبصرہ کیا اور خصوصاً رشتہ ناطہ میں پیش آمدہ مشکلات کے حل کے بارے میں اپنی آراء پیش کیں۔ شام کو چھ بجے سے آٹھ بجے تک امراء کی میٹنگ منعقد ہوئی جس میں متعدد فیصلے کئے گئے جن میں سے اہم قابل ذکر امور یہ تھے کہ:۔

۱۔ آئندہ سال کا سالانہ جلسہ شکاگو شہر میں منعقد ہوگا۔ ۲۔ نیشنل تبلیغی دن ۲۸ مئی کو نیویارک میں منایا جائے۔ ۳۔ تمام سرکلز اپنے اپنے علیحدہ تبلیغی دن جولائی میں منائیں۔ ۴۔ اسی طرح تمام سرکلز اپنے اپنے حلقہ میں مناسب وقت پر تعلیمی اور تربیتی کلاس ایک ایک ہفتہ کے لئے منعقد کریں۔

اس کنونشن کا دوسرا اجلاس زیر صدارت مکرم بشیر افضل صاحب (نیویارک) شروع ہوا۔ تلاوت قرآن مجید بلال عبدالسلام (فلاڈلفیا) نے کی۔ مشنری انچارج چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب نے افتتاحی تقریر فرمائی جس میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی طرف سے آمدہ پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ جن سے احباب جماعت کے دلوں میں ایک نیا ولولہ اور جوش ایمان پیدا ہوا۔

پیغام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث برموقع جلسہ سالانہ

حضور نے احباب جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

میرے پیارے بھائیو جو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ چند دن اکٹھے گزارنے کے لئے اور اللہ اور رسول کی باتیں سننے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ پر خصوصی فضل فرمائے اور جب آپ لوگ یہاں سے واپس اپنے گھروں کو لوٹیں تو آپ کی روحانی حالت مزید ترقی کر چکی ہو۔اپنا وقت ذکر الٰہی اور دعاؤں میں گزاریں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد اسلام کا احیائے نو تھا تا کہ دنیا خدائے واحد کو پہچان سکے اور مشرق و مغرب سچائی کے نور سے منور ہو سکیں۔اللہ نے آپ لوگوں کو اس نور سے منور کیا ہے۔شکر کا تقاضا ہے کہ اسلام کی فتح کے دن کو قریب لانے کے لئے ہم سر توڑ کوششیں کریں۔لیکن یہ کوششیں خلافت کے تابع ہونی چاہئیں۔ہم اور ہماری کوششیں کچھ نہیں بلکہ یہ سب خلافت کی ہی برکات کے تابع ہیں۔خلافت سے اپنے تعلق کو مضبوط کرو۔اور خلافت کے مقرر کردہ نمائندوں سے تعاون کرو۔تا کہ اس اتحاد کی برکت سے اللہ کا خاص فضل ہم پر نازل ہو۔ہمیشہ متحد رہو کیونکہ اتحاد سے ہی ہم اپنے عظیم مقاصد کو پا سکتے ہیں۔اللہ کے فضل کے بغیر ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے اور اللہ کا فضل تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ہمیشہ اللہ کی ناراضگی سے ڈرو اور اپنی زندگیوں میں پاک تبدیلی لانے کی کوشش کرو۔60

حضور کے پیغام کے بعد وکیل التبشیر صاحب کی طرف سے آمدہ پیغام بھی پڑھ کر سنایا گیا۔ ازاں بعد رشید احمد صاحب امریکن نے سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض پہلو بیان کر کے احباب کے ایمان کو تازہ کیا۔ پھر منیر احمد صاحب امیر سینٹ لوئس نے ''مسیح ہندوستان میں'' کے موضوع پر تقریر کی۔ پھر ڈاکٹر خلیل احمد صاحب ناصر نے ''اسلام موجودہ زمانہ میں'' کے موضوع پر عمدگی سے روشنی ڈالی اور بتلایا کہ اسلام ہی موجودہ زمانہ کے مسائل حل کر سکتا ہے اور اس وقت کی مشکلات کا مداوا ہے۔اس کے بعد ملک عبدالمنان صاحب نے ''دعاؤں کی قبولیت کے گر'' پر تقریر فرمائی اور بالآخر چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے پر روشنی ڈالی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال کر واضح

فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام زمانوں اور تمام اقوام کے لئے رحمت بن کر مبعوث ہوئے۔

اس جلسہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ بڑے پیمانہ پر واشنگٹن کے باشندوں تک پیغام حق پہنچانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ چنانچہ تین بجے تک کا وقت تقسیم لٹریچر کے لئے مخصوص کیا گیا۔ مخلصین جماعت کے مختلف گروپ بنائے گئے اور ہر گروپ اپنے اپنے امیر کے ماتحت اپنے اپنے علاقہ میں کار میں جا کر اشتہار تقسیم کرتا رہا۔ بفضلہ تعالیٰ اس تین گھنٹہ کے عرصہ کے دوران تقریباً ۴۰ ہزار اشتہارات تقسیم کئے گئے اور اس طرح دین حق، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام لوگوں تک پہنچایا گیا جس کا نتیجہ بہت اچھا رہا۔ بعد میں ٹیلیفون پر اور پھر خط و کتابت کے ذریعہ مزید دلچسپی کا اظہار کیا گیا۔

اسی دوران ۳ بجے سے ۷ بجے شام تک لجنہ اماء اللہ کی ممبرات نے اپنا اجلاس منعقد کیا جس میں گذشتہ سال کی کارروائی پیش کی گئی اور آئندہ سال کا پروگرام بنایا گیا۔ مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کے ممبران نے الگ الگ اپنی میٹنگز منعقد کیں اور نئے سال کے پروگرام طے کئے۔

۵ ستمبر بروز اتوار بھی صبح احباب نماز تہجد کے لئے اٹھے اور پھر نماز فجر ادا کی اور پھر ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر دس بجے اجلاس میں شمولیت کے لئے تشریف لائے۔

آخری اجلاس کی کارروائی زیر صدارت ڈاکٹر برکات احمد صاحب منعقد ہوئی جس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مبارک احمد صاحب جمیل نے کی اور پھر ایک نظم پڑھی گئی۔ اس کے بعد محمد صادق صاحب امیر نیویارک نے ''زندہ خدا کے زندہ نشانات'' کے موضوع پر تقریر فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دلائل پیش فرمائے۔ اس کے بعد قریشی مقبول احمد صاحب ایم اے سیکرٹری امریکہ مشن نے ''اللہ تعالیٰ کے قول اور فعل'' کے موضوع پر روشنی ڈالی اور بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کے قول پر عمل کر کے مسلمانوں نے کس طرح سائنس کے علوم میں ازمنہ ماضیہ میں ترقی کی اور کس طرح فی زمانہ مغربی اقوام کی سائنس کی ترقیات اللہ تعالیٰ کے قول و فعل کی تصدیق کر رہی ہیں اور دراصل قرآن مجید کی پیشگوئیوں کے مطابق ان کا ظہور ہو رہا ہے اور اس کے خلاف ہرگز نہیں ہیں۔ یہ سائنسی ترقیات اسلام کی حقانیت کا ثبوت ہیں۔

اس کے بعد عبدالرحیم صاحب ظفر آف ڈیٹن نے ''پیغام امن'' کے موضوع پر تقریر کی اور واضح

کیا کہ اسلام کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر حقیقی امن قائم ہو سکتا ہے۔ ازاں بعد چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب نے اختصار کے ساتھ گذشتہ سال کی مالی اور تبلیغی مساعی کا تذکرہ کیا اور احباب کو مزید قربانیوں کے لئے تیار رہنے کی ترغیب دی۔ 61

انڈونیشیا

حافظ قدرت اللہ صاحب یکم تا ۱۵ مارچ ۱۹۷۱ء کے دوران سنگلانگ (Sanglang) تشریف لے گئے جہاں پہلے صرف تین احمدی افراد تھے مگر اب ان کے پہنچنے پر ایک ہی فیملی کے سات افراد نے احمدیت قبول کی۔ یہاں آپ نے ایک تقریب میں ۳۵-۴۰ کے قریب غیر از جماعت افراد تک پیغام احمدیت پہنچایا۔ اس سے پہلے بھی آپ کو اس جگہ یورپ کی تبلیغی سلائیڈز دکھانے اور لیکچر دینے کا موقع مل چکا تھا۔ سلائیڈز کے ذریعہ احمدیت سے متعارف کرانے کا یہ طریق ہر جگہ بہت مفید اور دلچسپ ثابت ہوا۔ ۱۱ مارچ کو محمدیہ تنظیم کے تحت آپ نے ایک کامیاب لیکچر دیا جس میں دوسو سے زائد طلباء موجود تھے۔ بعد میں سوال و جواب بھی ہوئے۔ 62

۱۹۷۱ء کی جماعتی مجلس شوریٰ آخر اپریل میں مغربی جاوا کی مشہور بندرگاہ چربون میں منعقد ہوئی۔ گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی اگست ۱۹۷۱ء میں پہلے مجلس خدام الاحمدیہ انڈونیشیا کا اجتماع ہوا۔ پھر جماعت احمدیہ انڈونیشیا کا سالانہ جلسہ انعقاد پذیر ہوا۔

خدام الاحمدیہ کا اجتماع ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵ /اگست کو تاسک ملایا شہر سے تین میل دور ایک پُرفضا مقام پر تھا۔ اجتماع میں علاقہ کے مبلغین نے حصہ لیا اور تقاریر کیں اور درس دیا۔ حکومت کے ایک نمائندہ نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا اور علاقہ کی بعض ممتاز شخصیات نے شرکت کی۔ اس موقع پر خدام کی سالانہ میٹنگ ہوئی اور پہلی بار تقریری مقابلہ کرایا گیا۔

جماعت کا سالانہ جلسہ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸ /اگست کو تاسک ملایا میں منعقد ہوا جس میں انڈونیشیا کے طول و عرض سے دو ہزار کے قریب مخلص احمدیوں نے شمولیت فرمائی۔ جاکرتا اور بنڈونگ پریس میں اس جلسہ کی خبریں شائع ہوئیں اور ریڈیو سے اس کا بار بار اعلان نشر ہوا۔ ہینڈ بل تقسیم کے علاوہ موزوں مقامات پر پوسٹر بھی آویزاں کئے گئے۔ جلسہ کے کل پانچ اجلاس ہوئے۔ مولانا محمد صدیق صاحب نے افتتاحی خطاب میں سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا روح پرور دعائیہ پیغام پڑھ کر سنایا اور احباب جماعت کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ جلسہ کے دیگر مقررین میں

سے مولوی عبدالواحد صاحب، میاں عبدالحی صاحب، مولوی محی الدین صاحب، چوہدری محمود احمد صاحب چیمہ، مولوی ذینی دہلان صاحب، یحیٰ پونتو صاحب، مولوی احمد نور الدین صاحب، راڈین احمد انور صاحب، مرزا محمد ادریس صاحب، ڈاکٹر محی الدین صاحب اور حافظ قدرت اللہ صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آخری اجلاس کی صدارت جناب مکوی برمادی صاحب نے کی جس میں متعدد اصحاب نے اپنے مخلصانہ جذبات کا اظہار فرمایا۔ شافعی صاحب سیکرٹری تبلیغ نے انڈونیشیا مشن کی مختصر رپورٹ پیش کی۔ میاں عبدالحی صاحب نے اپنے سفر ربوہ کے تاثرات بیان کئے۔ مولوی احمد نورا لدین صاحب نے جزیرہ لومبک (Lombok) میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی اوران کے خوشکن نتائج کا ذکر کیا۔ مولانا محمد صادق صاحب نے محبت واخلاص پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کے بعد صالح الشبیبی صاحب اور مرتولو صاحب صدر جماعت ہائے احمدیہ انڈونیشیا کی تقاریر ہوئیں۔

جلسہ سالانہ کے ایام میں لجنہ اماء اللہ اور انصار اللہ کے تنظیمی اجلاس منعقد ہوئے۔ جلسہ کے بعد تاسک ملایا میں ایک پبلک تبلیغی جلسہ ہوا یہ جلسہ ایک ہال میں منعقد ہوا جو بہت کامیاب رہا۔ حاضرین جلسہ کی تعداد قریباً دو ہزار تھی جس میں نصف کے قریب غیر از جماعت معززین تھے۔ صدارت کے فرائض جناب شافعی صاحب سیکرٹری تبلیغ جماعتہائے انڈونیشیا نے ادا کئے۔ جناب صالح الشبیبی صاحب نے ”اسلام کا اقتصادی نظام“، مولانا محمد صادق صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا نے ”رحمۃ للعالمین ﷺ“ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اختتام جلسہ کے بعد میاں عبدالحی صاحب نے سوالوں کے جوابات دیئے۔ جلسہ کی کارروائی بنڈونگ کے اخبار Pikiran Rakyat میں شائع ہوئی۔[63]

انگلستان

اس سال جماعت ہائے احمدیہ انگلستان کے زیر اہتمام عیدالاضحیہ کی تقریب ۶ فروری ۱۹۷۱ء کو پورے تزک واحتشام سے منعقد ہوئی۔ اس موقع پر ایک انتظامیہ کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے صدر ڈاکٹر ولی احمد شاہ صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ لندن تھے۔ کمیٹی کے ممبران اور ان کے رفقاء کار نے نہایت شوق سے جملہ انتظامات کئے اور مسجد فضل اور مشن ہاؤس کے احاطہ کو رنگ برنگ کی جھنڈیوں سے سجایا گیا۔ مردوں کے لئے محمود ہال کے سٹیج، لائبریری اور اس کے ملحقہ کمروں میں بھی انتظام تھا۔ مستورات کے لئے محمود ہال مخصوص تھا۔ اس بابرکت تقریب میں قریباً دو ہزار افراد نے شرکت کی۔

جلنگھم سے چالیس احباب اپنے پریذیڈنٹ فضل کریم صاحب لون کی سرکردگی میں تشریف لائے۔ علاوہ ازیں آکسفورڈ، ہنسلو، ہائی ویکمب، کرائیڈن، برمنگھم، ساؤتھ آل، ایلنگ اور دوسرے مقامات سے بھی مخلصین احمدیت بھاری تعداد میں شامل ہوئے۔ نماز عید چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ امام مسجد فضل لندن نے پڑھائی اور خطبہ عید میں عید الاضحیہ کے پس منظر پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ بعد ازاں احباب جماعت کو باہمی محبت و خلوص اور حسن سلوک کی تلقین فرمائی۔ آپ عید سے دو روز قبل لندن پہنچے تھے اور احباب انگلستان سے آپ کے خطاب عام کا یہ پہلا موقع تھا اس لئے آپ نے قدرے تفصیل سے اپنا تعارف بھی کرایا نیز اس امر پر زور دیا کہ ہماری کامیابی کا دارومدار باہمی اخوت اور مخلصانہ تعلقات پر ہے۔ آپ نے احباب جماعت کو اپنی دینی مساعی تیز تر کرنے اور نیک نمونہ دکھانے کی بھی تحریک فرمائی۔

گلاسگو میں نماز عید مبلغ احمدیت بشیر احمد صاحب آرچرڈ نے پڑھائی اور خطبہ عید دیا اس جگہ بھی حاضری اللہ تعالیٰ کے فضل سے خوشکن تھی۔ 64

چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ نے مشن کا چارج سنبھالنے کے بعد اس سال تبلیغی کاموں میں وسعت اور انتظامی امور میں استحکام کے لئے پہلے جلنگھم، برمنگھم اور لیسٹر کی جماعتوں کا دورہ کیا۔ ازاں بعد نصرت جہاں ریزرو فنڈ کی جلد از جلد ادائیگی کی تحریک کرنے کے لئے جلنگھم، ہنسلو اور ساؤتھ آل تشریف لے گئے۔ ماہ ستمبر میں آپ نے اپنے نائب عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے کے ہمراہ سکاٹ لینڈ کی جماعتوں کا دورہ کیا جس کے دوران گلاسگو میں جماعتی جلسہ ہوا جس میں آپ کے علاوہ عطاء المجیب صاحب راشد، بشیر احمد صاحب آرچرڈ اور منور احمد صاحب (ابن حضرت ماسٹر محمد علی صاحب بی اے بی ٹی) نے بھی خطاب کیا۔ سب تقاریر نصرت جہاں ریزرو فنڈ کے موضوع پر تھیں۔ اس جلسہ کے بعد آپ ایڈنبرا پہنچے جہاں ایڈنبرا یونیورسٹی کے شعبہ عربی (Islamic Studies) کے صدر پروفیسر منٹگمری واٹ سے ملاقات کا وقت مقرر تھا۔ پروفیسر موصوف سے خاصی دیر تک تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ پروفیسر موصوف نے جماعت احمدیہ کی تبلیغی خدمات کا عمدہ رنگ میں ذکر کیا خصوصاً افریقہ میں جماعتی مساعی کو سراہا اور احمدیت کو اسلام کے اندر ایک اصلاحی تحریک قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس تحریک کے صحیح نتائج کا علم تو مستقبل میں ہو سکے گا۔ ملاقات میں برطانیہ کے تینوں مجاہدین کے علاوہ محمد اسلم صاحب جاوید سیکرٹری تحریک جدید بھی تھے۔ دورۂ سکاٹ لینڈ سے

واپسی پر پریسٹن (Preston)، ہڈرزفیلڈ (Huddersfield)، ویک فیلڈ (Wakefield) اور شیفیلڈ (Sheffield) میں بھی احباب جماعت سے ملاقات کی گئی، ہڈرزفیلڈ میں تو اچھے خاصے جلسے کی صورت پیدا ہوگئی۔[65]

۹ جولائی کو چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ اور مولانا عطاء المجیب صاحب راشد نے کانوسٹیٹ (مغربی افریقہ) کے گورنر ہز ایکسی لینسی الحاج آڈوباکو (H. E. Alhaj Audu Bako) سے ملاقات کی۔ آپ ان دنوں چندروزہ سرکاری دورہ پر لنڈن تشریف لائے ہوئے تھے۔ گورنر موصوف بڑے تپاک سے ملے اور جماعت کی تبلیغی مساعی کا بڑے اچھے پیرایہ میں ذکر کیا خاص طور پر نصرت جہاں سکیم کے تحت تعلیمی اور طبی میدان میں کی جانے والی خدمات کو بہت سراہا۔ اس موقعہ پر چوہدری شریف احمد صاحب نے قرآن مجید کے ترجمۂ انگریزی کا آسمانی تحفہ پیش کیا جو انہوں نے نہایت خوشی سے قبول کیا۔[66]

اس سال جماعت احمدیہ برطانیہ کا آٹھواں جلسہ سالانہ ۲۸، ۲۹ راگست ۱۹۷۱ء کو مسجد فضل لندن میں منعقد ہوا جس میں دو ہزار فرزندانِ احمدیت نے شمولیت فرمائی۔ اس جلسہ کے چند نمایاں پہلو یہ تھے کہ اس کے اجلاسوں کی کارروائی زیادہ تر انگریزی میں ہوئی صرف چند تقاریر اردو میں تھیں۔ دوسرے: اس سال پہلی بار مستورات کے لئے دو خصوصی اجلاس منعقد ہوئے۔ تیسرے: جلسہ کے دوران ایک علمی نمائش کا اہتمام کیا گیا جس میں کتب تصاویر اور اخبارات کے تراشے بڑی عمدگی سے سجائے گئے تھے۔ چوتھے: وقت کی پابندی کا خاص اہتمام کیا گیا۔ پانچویں: کویت، ٹرینیڈاڈ، افریقہ، جرمنی اور بعض دیگر ممالک سے آئے ہوئے احمدی احباب نے بھی شرکت کی۔ علاوہ ازیں متعدد غیر از جماعت احباب اور زیر تبلیغ عیسائی معززین نے بھی جلسہ کی کارروائی سنی۔

پیغام امام ہمام برموقع جلسہ سالانہ

اس جلسہ کو عظیم امتیاز اور برکت یہ بھی حاصل ہوئی کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ازراہِ شفقت جلسہ کے موقع پر حسب ذیل برقی پیغام ارسال فرمایا:۔

''آج اسلام افریقہ میں ایک روحانی معرکہ سر کر رہا ہے۔ یہ بات ہم سے قربانیوں کا مطالبہ کرتی ہے۔ لیپ فارورڈ پروگرام کے ذریعہ عظیم الشان فتوحات

حاصل ہوئی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں حاصل کرنے کے لئے نصرت جہاں فنڈ کے لئے اپنے وعدہ جات جلد پورا کریں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو''۔

جلسے کا افتتاح حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے فرمایا جس کے بعد مستورات کے دو اجلاس منعقد ہوئے۔ پہلے اجلاس میں ڈچ احمدی خاتون مسز ڈاکٹر عبدالحمید صاحبہ، سلمہ نذیر صاحبہ اور صادقہ بنگوی صاحبہ اور دوسرے اجلاس میں سلمہ مبارکہ خان صاحبہ، مسز خدیجہ نذیر صاحبہ برمنگھم، آمنہ کریم صاحبہ لندن، ذکیہ جسوال صاحبہ اور ناصرہ ندیم صاحبہ قائمقام صدر لجنہ اماء اللہ لندن کی تقاریر ہوئیں۔ بعدازاں تیسرے اجلاس سے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے تربیت جماعت کے موضوع پر ایک نہایت مؤثر خطاب فرمایا۔آپ نے فرمایا اپنی تبلیغ کو مؤثر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم سب بہترین نمونہ پیش کرنے والے ہوں۔ چوتھے اجلاس میں صدر پاکستان کے سائنسی مشیر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے نہایت پُرمغز اور معلومات افروز تقریر فرمائی جس میں گذشتہ زمانے کے مسلمان علماء اور محققین کی شاندار خدمات کا ذکر کرنے کے بعد اس بات پر زور دیا کہ موجودہ زمانے میں جماعت احمدیہ کو علمی اور تحقیقی میدان میں نمایاں امتیاز حاصل کرنا چاہیے۔ اسی اجلاس میں مولانا عطاء المجیب صاحب راشد اور بشیر احمد صاحب آرچرڈ نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ پانچویں اجلاس میں دیگر مقررین کے علاوہ ڈاکٹر عبدالحمید خان صاحب اور مولانا مبارک احمد صاحب ساقی سابق مجاہد لائبیریا نے بالترتیب ''صحت کا جدید تصور اور اسلام'' اور ''افریقہ میں احمدیت کا مستقبل'' کے موضوع پر تقریر کی۔ آخر میں صدر اجلاس حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے اپنے مختصر خطاب میں یہ خوشخبری سنائی کہ حال ہی میں دو انگریز میاں بیوی اور ایک تُرک نوجوان سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ یہ تینوں برمنگھم میں رہائش رکھتے تھے ان کا تعارف بھی کروایا گیا اور احباب جماعت نے ان کو مبارکباد پیش کی۔ چھٹے اور ساتویں اجلاس میں جن مقررین نے تقاریر فرمائیں ان میں خاص طور پر ناصر احمد صاحب سکرونر، عبدالعزیز صاحب دین، سید ناصر احمد صاحب دہلوی، شیخ نور احمد صاحب ایڈووکیٹ، ڈاکٹر نذیر احمد صاحب (برمنگھم) اور ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ویکفیلڈ خاص طور پر قابل ذکر تھے۔

آخری اجلاس میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے اسوۂ حسنہ کے موضوع پر ایک بصیرت افروز لیکچر دیا جس میں خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے صحابہ سے محبت اور

شفقت اور دشمنوں سے عفو اور حسن سلوک کو تفصیل سے بیان کیا اور اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے واقعات اس درجہ مؤثر انداز میں پیش فرمائے کہ سامعین نے اپنے دل کی گہرائیوں سے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجا۔آپ کی تقریر کے بعد بشیر احمد صاحب شیداؔ (گرین فورڈ) نے احباب کو سیدنا حضرت مصلح موعود کی معرکہ آراء تقریر سیر روحانی کا آخری حصہ ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ سنایا۔حضور کی پُرشوکت آواز سن کر بے اختیار آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔اجلاس کی آخری تقریر مولانا عطاء المجیب صاحب راشد کی تھی اور موضوع تھا ’تبلیغ اسلام دنیا کے کناروں تک‘۔ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت زمانہ میں اشاعت اسلام اور پھر دورِ ثانی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے تکمیل اشاعت کا تفصیلی تذکرہ کیا اور نہایت مؤثر رنگ میں جماعتی ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلائی۔جلسہ کے پہلے اور آخری اجلاس کی صدارت چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ نے کی۔آپ نے برکات خلافت کا ذکر کرتے ہوئے خلیفہ وقت سے دلی وابستگی اختیار کرنے کی تحریک فرمائی۔اس جلسہ کے انتظامات ایک کمیٹی کے سپرد تھے۔مختلف انتظامات کے سلسلے میں ۱۵۸/احباب نے اپنی ڈیوٹی بہت خوش اسلوبی سے ادا کی۔مختلف شعبہ جات کے انچارج صاحبان اور ان کے جملہ رفقاء کار نے ایک دوسرے سے بڑھ کر محنت اور جانفشانی سے کام کیا اور بعض کارکنان تو ساری ساری رات جاگتے رہے۔احمدی مستورات نے بھی جلسہ کو کامیاب بنانے میں بھرپور حصہ لیا۔جلسہ کا ڈیوٹی چارٹ شائع کیا گیا۔جلسہ کا پروگرام اخبار احمدیہ کے ذریعہ جملہ احباب جماعت اور دلچسپی رکھنے والے دوستوں تک پہنچایا گیا۔جلسہ کے انعقاد کا اعلان دو انگریزی اور تین اردو اخبارات میں چھپا۔67

۹ نومبر ۱۹۷۱ء کو احمدیہ مسلم مشن لنڈن کے ایک نمائندہ وفد نے برطانیہ میں پاکستان کے ہائی کمشنر محترم جنرل محمد یوسف خان صاحب سے ملاقات کی۔وفد کی قیادت مکرم عطاء المجیب صاحب راشد نائب امام مسجد لنڈن نے کی۔آپ کے علاوہ مکرم عزیز دین صاحب،مکرم خواجہ نذیر احمد صاحب اور مکرم خالد اختر صاحب وفد میں شامل تھے۔محترم ہائی کمشنر صاحب کو لنڈن مشن کی مختصر تاریخ اور مساعی سے آگاہ کیا گیا۔نیز وطن عزیز کی سلامتی اور حفاظت کے لئے کی جانے والی کوششوں کا ذکر بھی کیا گیا۔آپ کی خدمت میں قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ اور لنڈن مشن کی مطبوعات کا ایک سیٹ پیش کیا گیا۔جو آپ نے شکریہ کے ساتھ وصول کیا۔68

۲۰ نومبر ۱۹۷۱ء کو مسجد فضل لندن میں عید الفطر کی تقریب دینی روایات کے مطابق خاص اہتمام سے منائی گئی جس میں برطانیہ کے طول وعرض سے تین ہزار احباب نے شرکت فرمائی جن میں پانچسو کے قریب برطانوی مہمان تھے۔ خطبہ عید حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے ارشاد فرمایا۔ مقامی پریس کے نمائندے بھی بھاری تعداد میں شامل ہوئے۔ تقریب کی خبر اخبارات میں بہت وسیع پیمانہ پر شائع ہوئی۔[69]

برما

برما میں خواجہ بشیر احمد صاحب مقیم رنگون کی سرکردگی میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی مہم جاری رہی۔ فروری ۱۹۷۱ء میں انہوں نے ایک عید کارڈ پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا جس میں سورۃ فاتحہ کے عربی متن کے علاوہ ۱۲ زبانوں یعنی اردو، برمی، تامل، مالاباری، سواحیلی، یوروبا، انگریزی، ڈچ، جرمن، ڈینش، اسپرانٹو اور فرنچ میں ترجمہ پیش کیا گیا تھا۔ یہ پمفلٹ سینکڑوں معززین کو بذریعہ پوسٹ بطور تحفہ عید بھیجا گیا جس پر شکریہ کے بعض خطوط بھی موصول ہوئے۔ علاوہ ازیں برمی زبان میں ۱۶ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ دو ہزار کی تعداد میں چھپوایا گیا جو جماعت احمدیہ برما کے رجسٹرڈ میگزین ''البشریٰ'' کا چھتیسواں رسالہ تھا اس کے سرورق پر بیت محمود زیورچ کا فوٹو تھا اور اس کے اندر ہفتے کے ہر دن کے لئے آیات قرآنی دے کر بعض اہم نصائح درج تھیں۔ ۱۶ مئی ۱۹۷۱ء کو رنگون میں ایک کامیاب جلسہ سیرت النبی ﷺ منعقد ہوا۔ جلسہ کی صدارت ڈاکٹر ایم جمیل صاحب نے فرمائی اور سیکرٹری کے فرائض جناب موں بو یحییٰ صاحب نے سرانجام دیئے اور محمود مونگو صاحب، مریم مریکار صاحبہ، عبدالرحمٰن صاحب، عبدالقادر صاحب، ورسا اسماعیل صاحب، خواجہ بشیر احمد صاحب اور صدر مجلس نے حاضرین سے خطاب کیا اور سیرت مطہّرہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ مردانہ اور زنانہ جلسہ گاہ بھری ہوئی تھیں اور متعدد غیر از جماعت معززین بھی شریک جلسہ ہوئے۔ جلسہ کے بعد حج بیت اللہ کی فلم دکھلائی گئی۔ یہ فلم ایم جمیل صاحب نے ایک سال قبل حرمین شریفین کی زیارت اور حج بیت اللہ کے دوران تیار کی تھی۔ ایک اور فلم بھی دکھائی گئی جو جلسہ سالانہ ربوہ اور دارالذکر لاہور کے مناظر پر مشتمل تھی۔ اس فلم میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی دید کا شرف حاضرین کو حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور حاضرین جلسہ نیز دارالذکر میں شیخ بشیر احمد صاحب اور حضرت چوہدری اسد اللہ خان

صاحب اور دیگر احباب بھی نظر آتے رہے۔ حج بیت اللہ شریف کا نظارہ اور خلیفۃ المسیح الثالث کی دید نے دیکھنے والوں پر عجیب طلسمی اثر کیا۔ ناظرین میں سے اکثر کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

اس سال جماعت احمدیہ برما نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خطبہ جمعہ برمی زبان میں سائیکلو سٹائل کر کے دوستوں تک پہنچانے کا اہتمام کیا اور ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات نیز اہم جماعتی خبروں کے پہنچانے کا بھی اہتمام کیا گیا۔[70]

تنزانیہ

تنزانیہ مشن کے انچارج ان دنوں مولانا محمد منور صاحب تھے۔

اس سال کے وسط میں آپ نے ایک مفید اور دور رس نتائج کی حامل سکیم جاری فرمائی یعنی چھ ماہ کے مختصر عرصہ کے لئے تنزانیہ بھر کے منتخب احمدی نوجوانوں کو مورو گورو میں تعلیم دی جائے اور ساتھ ہی ان کی عملی تربیت بھی کی جائے تا وہ ملک بھر میں تبلیغ اور تعلیم و تربیت کے کام کو وسیع کرنے کا باعث ہوں۔ اس سکیم کے مطابق ماہ جون کے آخر سے طلباء آنے شروع ہوئے وسط جولائی تک ان کی تعداد ۱۸ تک پہنچ گئی۔ ۷/اگست ۱۹۷۱ء کو مولانا محمد منور صاحب نے اس کلاس کا باقاعدہ افتتاح کیا اور درس قرآن مجید میں بڑے مؤثر انداز میں متعدد تربیتی امور بیان فرمائے۔ یہ کلاس بہت کامیاب رہی۔ ہفتہ میں ایک دن تبلیغ اور فروخت لٹریچر کے لئے، ایک تقاریر کی مشق کے لئے اور ایک مضمون نویسی کی مشق کے لئے مخصوص تھا۔ روزانہ دو وقت قرآن مجید کی تعلیم دی جاتی تھی اور دیگر دینی اسباق بھی جاری رہتے تھے۔

ایک بار ایک کیتھولک پادری صاحب تقریر کے لئے مدعو کئے گئے۔ انہوں نے پیدائش عالم کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ تقریر کے بعد طلبہ نے سوالات کئے۔ پادری صاحب نے بعض سوالات کے جوابات میں کہا کہ وہ ان کا کسی اور وقت جواب دیں گے اور آخر میں یہ بھی فرمایا کہ میں جرمنی اور انگلینڈ وغیرہ بھی گھوم آیا ہوں مجھ سے آج تک کسی نے ایسے سوال نہیں پوچھے تھے۔

۷/اگست ۱۹۷۱ء کو یعنی کلاس کے افتتاح ہی کے روز مبلّغ تنزانیہ مولوی رشید احمد صاحب سرور کے اعزاز میں پارٹی دی گئی جنہوں نے اپنے مختصر قیام میں بہت عمدہ نمونہ پیش کیا اور قیمتی خدمات انجام دیں۔

اگلے روز ۸؍اگست کو مورو گورو میں ریجن کا جلسۂ سالانہ منعقد ہوا۔صدارت کے فرائض مولانا محمد منور صاحب نے انجام دیئے اور آپ کے علاوہ چوہدری افتخار احمد صاحب ایاز، مولوی رشید احمد صاحب سرور، مصطفیٰ سفیدی پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کلوسا اور مولانا عبدالباسط صاحب شاہد نے خطاب کیا۔71

وسط ۱۹۷۱ء میں تنزانیہ پارلیمنٹ نے ایک قانون منظور کیا جس کے مطابق صدر مملکت عیدی امین کو یہ اختیار حاصل ہوگیا کہ وہ ایک لاکھ شلنگ یا اس سے زیادہ مالیت کی کوئی بھی عمارت قومی ملکیت میں لے سکتے ہیں۔ اس قانون کے مطابق حکومت نے ایک ماہ میں دو ہزار سے زیادہ بڑی بڑی عمارتیں اپنی تحویل میں لے لیں نیز مورو گورو اور ٹبورا میں جماعت احمدیہ کی جائیداد بھی اس قانون کی زد میں آ گئی۔ان عمارتوں کا کرایہ جماعتی آمد کے محدود ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ تھا اس جائیداد پر سرکاری قبضہ کی خبر سن کر افریقن احمدیوں میں غم والم کی زبردست لہر دوڑ گئی اور وہ خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں میں لگ گئے۔کئی مخلصین نے روزے بھی رکھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں مولانا محمد منور صاحب کی طرف سے صورت حال کی اطلاع دی گئی اور دعا کی عاجزانہ درخواست بھی کی گئی۔حضور نے خصوصی دعا فرمائی کہ جماعت کو اس نئے قانون سے کوئی گزند نہ پہنچے۔ بے بس احمدیوں کا اصل سہارا اور امیدوں کا مرکز تو خدا تعالیٰ ہی ہے وہ اُسی پر توکل کرتے اور اسی کی جناب میں اپنی مشکلات کو پیش کرتے ہیں لیکن ظاہری اسباب کو کام میں لاتے ہوئے مولانا محمد منور صاحب نے صدر مملکت، متعلقہ وزیر اور کئی دوسرے افسروں کو جماعت کے خاص دینی کام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ان عمارتوں کو واگذار کرنے کی درخواست کی۔بعض مقامی جماعتوں کی طرف سے بھی ایسی درخواستیں ارباب حکومت کو بھجوائی گئیں۔ملکی حالات اور عام رجحان کو دیکھتے ہوئے بظاہر بالکل امید نہ تھی کہ یہ درخواستیں منظور ہو جائیں گی بلکہ بعض دوستوں کا خیال تھا کہ ان سے فائدہ کی بجائے الٹا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے کہ کہیں باقی ماندہ جائیداد بھی جماعت سے لے لی جائے۔اس عام تاثر، ملکی حالات، سیاسی رجحان کے بالکل برعکس محض خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت سے احمدیوں کے ایمانوں میں اضافہ ومضبوطی کی خاطر یہ نشان ظاہر ہوا کہ چند ہی دنوں میں حکومت کی طرف سے ان عمارتوں کو واگذار کرنے کی اطلاع آ گئی۔الحمدللہ۔ساری جماعت کے لئے یہ ایک غیر معمولی خوشی کی خبر تھی ایک احمدی بہن نے یہ خبر سنتے ہی کہا کہ ’’آج تو ہمارے لئے عید کا دن ہے‘‘۔ دوسرے

مسلمانوں اور غیر مسلموں نے بھی اس پر جماعت کو مبارکباد دی اور خوشی کا اظہار کیا۔ یہ غیر معمولی بات تھی کیونکہ اب تک حکومت کی طرف سے کسی کی جائیداد واپس نہیں کی گئی تھی۔

اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حکومت نے اس درخواست کے جواب میں یہ بھی لکھا کہ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ ان عمارتوں کا کرایہ محض دینی اغراض کے لئے استعمال ہوتا ہے اس لئے یہ عمارتیں جماعت کو واپس کی جاتی ہیں۔ گویا نہ صرف یہ کہ جماعت احمدیہ کے نقصان کی تلافی ہوگئی بلکہ اربابِ حکومت پر احمدیوں کی بے لوث خدمات بھی واضح ہوگئیں۔72

جاپان

میجر عبدالحمید صاحب انچارج احمدیہ مشن جاپان نے وسط ۱۹۷۱ء میں ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' کے زیر عنوان ایک دیدہ زیب پمفلٹ جاپانی زبان میں چھپوایا اور ملک بھر میں وسیع پیمانے پر اس کی اشاعت کی۔ اس ضمن میں میجر صاحب کے قلم سے الفضل ۲ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۴ پر حسب ذیل نوٹ شائع ہوا:۔

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' کے عنوان سے قیمتی اور اعلیٰ کاغذ پر جاپانی زبان میں ۱۲ ہزار کی تعداد میں ایک دیدہ زیب پمفلٹ شائع کیا گیا ہے۔ دو ہزار کالجوں، یونیورسٹیوں، پارکوں، گاؤں اور گھروں میں تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ اکثر جاپانی اس پمفلٹ کو شروع سے لے کر آخر تک پڑھتے ہیں پڑھنے کے بعد تہ کر کے جیب یا بیگ میں ڈال لیتے ہیں۔ بعض شکریہ کے طور پر سر جھکاتے ہیں۔ بعض نے کہا ''بہت اچھا پمفلٹ ہے''۔ بعض پڑھ کر سوالات بھی کرتے ہیں۔ بعض جاپانیوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ کی یہاں کوئی عبادت گاہ ہے۔ میں انہیں کہتا ہوں کہ ابھی تو ہماری ابتدا ہے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو عبادت گاہ بھی بن جائے گی۔ البتہ آپ میرے مکان پر تشریف لاویں میں آپ کو مزید معلومات بہم پہنچاؤں گا۔ یہ ایک خوشکن بات ہے کہ دو ہزار پمفلٹ میں نے تقسیم کئے ایک بھی کسی نے زمین پر نہیں پھینکا۔ حالانکہ دوسرے پمفلٹ ایک ہاتھ سے لیتے ہیں دوسرے ہاتھ سے پھینک دیتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس پمفلٹ کے پہلے صفحہ پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شبیہ مبارک ہے اور اس کے آخری صفحہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی شبیہ مبارک چھپی ہوئی ہے۔

بالعموم اس پمفلٹ کو غور سے پڑھتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا خلفاء کرام کا ذکر پمفلٹ میں آتا ہے تو فوراً الٹا کر ان کی شبیہ کو دیکھتے ہیں ۔ ہمارے محلہ میں ایک تنظیم کی میٹنگ ہوئی مجھے دعوت دی گئی میں نے وہاں کھڑے ہو کر اپنا تعارف کرایا اور پمفلٹ تقسیم کئے ۔ پریذیڈنٹ سے سوالات کئے ۔ اس نے کہا میں جوابات بعد میں دوں گا ۔ میں نے کہا ٹھیک ہے آپ ضرور ایسا کریں ۔ دوسرے دن اس نے ٹیلیفون کیا اور اپنے وعدہ کے مطابق کہا کہ میں آپ کو انگریزی میں لٹریچر بہم پہنچاؤں گا مگر بعد میں ٹیلیفون کروں گا ۔ میں نے کہا بہت اچھا بعد میں کریں ۔ پھر ایک دو روز کے بعد ٹیلیفون آیا اس کے بعد کہنے لگا آپ کی فلاسفی کچھ عمیق لگتی ہے میں احمدیہ موومنٹ کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔ معلوم ہوتا ہے اس نے پمفلٹ بار بار پڑھا اور اس وجہ سے اس پر یہ اثر ہوا میں نے کچھ معلومات تو ٹیلیفون پر ہی اسے بتلا دیں اور باقی بعد میں ملاقات کے وقت بہم پہنچائیں ۔ گو ہمیں یقین ہے کہ کسی وقت ہماری یہ حقیر کوششیں انشاء اللہ ضرور بار آور ہوں گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ ہے لوگ اس طرف ضرور متوجہ ہوں گے ۔ مگر ابتدا میں بڑی مشکلات ہیں اس لئے احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی غیب سے ایسے سامان پیدا کرے کہ اسلام کی قبولیت کے اس ملک میں سامان پیدا ہوں ۔ یہاں دہریت ہی دہریت ہے ۔ شراب نوشی اور عیاشی اور جوا وغیرہ کو گناہ نہیں سمجھا جاتا ۔ اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی بات ناممکن نہیں ۔ اسلام کے باغ کی آبیاری انشاء اللہ خدائی ہاتھوں سے ہی ہو گی وہی ہماری حقیر کوششوں میں برکت ڈال سکتا ہے‘‘ ۔73

اس پمفلٹ کے وسیع اثرات کا ذکر میجر صاحب کی کتاب تبلیغی واقعات حصہ دوم صفحہ ۱۳۸ تا ۱۴۷ میں بھی ملتا ہے ۔ آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

’’میرے پمفلٹ پر میرا نام ایڈریس اور ٹیلیفون نمبر لکھا ہوا تھا بعض جاپانی تو پمفلٹ پڑھنے کے بعد ٹیلیفون پر وقت مقرر کر کے آ جاتے اس طرح ان کے شکوک رفع کرنے کے مواقع پیدا ہو جاتے بعض خطوط لکھ کر رابطہ قائم کرتے ۔ ایک دفعہ ایک جاپانی کا خط ملا اس میں لکھا تھا کہ میں نے آپ کا پمفلٹ پڑھا ہے مجھے اسلام کے متعلق تفاصیل بتائیں ۔ میں نے اسے یہ جواب دیا کہ بہتر ہو گا کہ آپ میرے مشن ہاؤس میں تشریف لاویں ۔ آپ کے حسب منشاء تفاصیل بتلائی جاویں گی ۔ اسی طرح ایک جاپانی کا ٹیلیفون آیا اس نے کہا کہ آپ کا پمفلٹ تو ٹھیک ہے مگر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ

جاپانیوں کا خدا آپ کے اللہ سے مختلف ہے۔ جاپانیوں کا خدا ہے محنت کرنا اور پیسے کمانا۔ میں نے اسے ٹیلیفون پر انسان کی پیدائش کی غرض وغایت پر تفصیلی گفتگو کی اور مشن ہاؤس میں آنے کی دعوت دی۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر اس کا ٹیلیفون آیا اور اس نے مجھے یاد دلایا اور کہا کہ ایک بار آپ نے پمفلٹ تقسیم کرنے والی جگہ پر میری درخواست پر قرآن شریف کی تلاوت فرمائی تھی نیز کہا مجھے مطلب تو سمجھ نہیں آیا مگر آپ کی آواز سے پتہ چلتا تھا کہ یہ کوئی اچھا کلام ہے۔ اسی طرح ایک اور لڑکے نے ٹیلیفون کیا اور ٹیلیفون پر عیسائیت کے بارے میں کچھ سوالات کئے۔ بعد میں میرے گھر آیا اور پاکٹ بک نکال کر اس میں سے اس نے کئی سوالات کئے۔ ایک انڈونیشین اخبار کے رپورٹر نے مجھے بتلایا کہ وہ مجھ سے جاپانی زبان میں بہت سے پمفلٹ لے کر گئے تھے وہ سب انہوں نے اپنے واقف کاروں میں بانٹ دیئے۔ اب کی دفعہ اور بیشمار پمفلٹ وہ لے کر گئے۔ الغرض پمفلٹ پڑھنے سے جاپانیوں میں کافی ہلچل پیدا ہو جاتی اور کوئی دن خالی نہ ہوتا جبکہ ٹیلیفون کے ذریعہ سے سوالات جوابات نہ پوچھے جاتے۔ یا جاپانی مشن ہاؤس میں آ کر سوال وجواب نہ کرتے ...... ایک دن ایک نوجوان کا ٹیلیفون آیا کہ میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں میں نے کہا! آیئے۔ وہ اپنی کار پر آ گیا اور کہا کہ میں (Story Writer) کہانی نویس ہوں۔ میں آپ کے مذہب کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ میری اس دلچسپی کا محرّک آپ کا پمفلٹ ہے جو آپ کے ذریعہ مجھے ملا تھا تو میں نے انہیں اسلام اور احمدیت کے متعلق جاپانی زبان میں تفاصیل بتلائیں۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ بازار سے جاپانی زبان میں قرآن شریف خرید کر مطالعہ فرمائیں گے پھر وہ میرے پاس دوبارہ تشریف لائیں گے۔......

ایک دن پمفلٹ تقسیم کر رہا تھا۔ ایک جاپانی نوجوان سے گفتگو شروع ہوئی کہنے لگا میں یہ تو مانتا ہوں کہ اس دنیا کا کارخانہ خودبخود نہیں مگر یہ پتہ نہیں چلتا کہ کونسا مذہب سچا ہے لہٰذا میں نے خودبخود ریسرچ (جستجو) شروع کر دی ہے اس کے ہاتھ میں جاپانی زبان میں بائبل تھی۔ کہنے لگا میں نے پرانا عہد نامہ نصف کے قریب پڑھ لیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ نئے عہد نامہ کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ ایک ریسٹورنٹ میں ہم بیٹھ گئے اور بڑی تفصیل سے اسلام کا دیگر ادیان سے مقابلہ کر کے بتلایا کہ اب قابل عمل کتاب صرف قرآن شریف ہے جو کامل اور مکمل ہے باقی کتابیں محرّف ومبدّل ہو گئی ہیں لہٰذا قابل عمل نہیں۔ میں نے کہا! میرے پاس آتے رہا کریں اور جب آپ کی تسلی ہو جائے اسلام قبول

کریں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور بعد میں بیعت کر کے مسلمان ہو گیا۔ میں نے ان کا نام ’’ظہور احمد‘‘ رکھا اس کے بعد وہ نماز سیکھنے آیا کرتے۔

Unification Church متحدہ گرجا کی تحریک...... کے لوگ میرے پمفلٹ مجھ سے لے جاتے اور آپس میں گفتگو کرتے۔ ایک دفعہ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ نہ صرف میرا پمفلٹ ہاتھوں میں لئے ہوئے گفتگو کر رہے تھے بلکہ ان کے ہاتھوں میں جاپانی زبان میں قرآن شریف بھی تھا۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ قرآن شریف کا وہ نسخہ ہمارے نومسلم بھائی مکرم تکے گوچی بشیر صاحب نے بازار سے خرید کر انہیں دیا تھا‘‘۔

جرمنی

مسجد فضل عمر ہمبرگ میں عیدالاضحیہ کی تقریب

مسجد فضل عمر ہمبرگ میں عیدالاضحیہ کی تقریب مورخہ ۶ فروری کو منعقد ہوئی۔ جس کے لئے دعوت نامے بھی چھپوائے گئے۔ نیز اخبارات کو بھی خطوط لکھے گئے۔ چنانچہ یہاں کے مشہور اخبار دی ویلٹ (Die Welt) نے نمایاں طور پر اعلان شائع کیا۔

عیدالاضحیہ کی اس تقریب میں احمدی احباب کے علاوہ کئی غیر مسلم جرمن بھی شامل ہوئے۔ نماز عید مکرم قاضی نعیم الدین احمد صاحب مبلغ ہمبرگ نے پڑھائی۔ بعد ازاں چائے کا انتظام خدام اور ایک معمر جرمن خاتون نے کیا۔

روزنامہ دی ویلٹ (Die Welt) جو کہ جرمنی کا سب سے مشہور اور کثیر الاشاعت اخبار ہے اس نے اپنی اشاعت ۸ فروری ۱۹۷۱ء میں اس تقریب کی ایک بڑی تصویر شائع کی اور جلی الفاظ میں نوٹ شائع کیا۔

اس کے علاوہ بلڈ (Bild) اخبار جو کہ یورپ میں سب سے زیادہ چھپنے والا اخبار ہے، نے بھی تصویر کے ساتھ عید کی خبر شائع کی۔[74]

مسجد نور فرانکفورٹ میں عیدالاضحیہ کی تقریب

مورخہ ۶ فروری ۱۹۷۱ء کو مسجد نور فرانکفورٹ میں عیدالاضحیہ منائی گئی جس میں شمولیت کے لئے بہت سے احباب مسجد تشریف لائے۔ عید کی نماز مکرم مسعود احمد صاحب جہلمی امام مسجد فرانکفورٹ نے

پڑھائی اور خطبہ دیا۔

خطبہ عید کے بعد سب حاضرین نے ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کی اور انڈونیشیا سے مراکو تک کے مختلف اسلامی ممالک کے باشندوں نے اخوت ومحبت کے جذبات سے لبریز ہوکر ایک دوسرے کو گلے مل کر عید کی مبارک باد پیش کی۔ بعد ازاں مقامی مذبح خانہ میں جا کر سنت ابراہیمی کے مطابق قربانی کے دو بکرے ذبح کئے گئے۔ اس کے علاوہ مسجد میں سب احباب کو خانہ کعبہ اور حج کی رنگین سلائیڈز بھی دکھائی گئیں۔ اس موقع پر کئی احباب نے مسجد کے لئے چندہ پیش کیا۔[75]

۸ مئی ۱۹۷۱ء کو مسجد نور فرینکفورٹ میں یوم سیرت النبی ﷺ منایا گیا۔ اجلاس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر مقررین نے روشنی ڈالی۔ اس اجلاس میں مختلف ممالک کے مسلمانوں کے علاوہ کثیر تعداد میں غیر مسلم جرمن خواتین واحباب بھی شریک ہوئے۔[76]

سکنڈے نیویا

اس سال سکنڈے نیویا مشن کی دینی مساعی شروع سال سے ہی تیز سے تیز تر ہوگئی اور اخبارت، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ دین حق کے چرچے ہونے لگے جیسا کہ سید مسعود احمد صاحب مبلغ انچارج مقیم کوپن ہیگن کی حسب ذیل رپورٹ بابت جنوری ۱۹۷۱ء سے عیاں ہے۔

''۱۔ مشن ہاؤس میں پانچ تبلیغی جلسے منعقد کئے گئے۔ ان میں احباب جماعت کے علاوہ بعض غیر از جماعت مسلمان اور غیر مسلم حضرات شامل ہوئے۔ اسلام کے مختلف پہلوؤں پر احمدی نقطہ نگاہ سے تقاریر کی گئیں۔ حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے گئے آخر میں سب کی تواضع چائے سے کی جاتی رہی۔ برادرم عبدالسلام میڈسن نے اس پروگرام میں سرگرم حصہ لیا۔

۲۔ نماز جمعہ باقاعدگی سے ادا کی گئی۔ خطبات میں سیدنا حضرت مصلح موعود کی تفسیر کے مطابق قرآنی آیات کی تشریح بیان کی گئی۔ بعض احمدی اور غیر از جماعت مسلمان شریک ہوتے رہے۔

۳۔ پاکستانی احمدی احباب کے لئے مجلس ارشاد کے چار اجلاس کئے گئے۔ نوجوانوں نے تقاریر کیں اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات کا درس دیا گیا۔

۴۔ چار افراد کو عربی زبان اور قرآن کریم کی تعلیم دی جاتی رہی۔

۵۔خدام الاحمدیہ کا ایک اجلاس ہوا۔

۶۔لجنہ اماء اللہ کی ایک میٹنگ ہوئی۔

۷۔مورخہ ۷ جنوری کو ریڈیو ناروے کا ایک نمائندہ اسلام پر انٹرویو لینے آیا۔کافی دیر تک اسلام واحمدیت کے مختلف پہلوؤں پر سوال کرتا رہا۔بعد میں ان معلومات پر مشتمل پروگرام نشر کیا گیا۔

۸۔۸ جنوری کو ڈینش ٹیلیویژن کا نمائندہ خاکسار کا انٹرویو لینے آیا۔یہ انٹرویو مسجد کی تصاویر کے ساتھ دو مرتبہ نشر کیا گیا۔نماز باجماعت اور دیگر مناظر دکھائے گئے۔اس انٹرویو کا ذکر پندرہ سے زیادہ اخبارات نے کیا۔

۹۔۹ جنوری کو برادرم عبدالسلام میڈسن نے کوپن ہیگن کے ایک ٹیچرز کالج میں اسلام پر تقریر کی اور طلبہ کے سوالات کے جوابات دیئے۔

۱۰۔۱۵ جنوری کو ایک سکول اور ایک کلب کا گروپ آیا۔اسلام پر تقریر کی گئی۔حاضرین کے سوالات کے جواب دیئے گئے اور لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

۱۱۔۲۱ جنوری کو کوپن ہیگن کے ایک سکول Klev Skolen کا گروپ آیا۔اسلام پر تقریر کی گئی،طلبہ کے سوالات کے جواب دیئے اور لٹریچر دیا گیا۔

۱۲۔۲۶ جنوری کو کوپن ہیگن کے ایک سکول Sonderkor Skolen کا ایک گروپ آیا۔اسلام پر تقریر کی گئی،سوالات کے جوابات دیئے گئے اور لٹریچر دیا گیا۔

۱۳۔۲۹ جنوری کو سویڈن کے ایک اخبار Helsingborg Dagbladet کا نمائندہ انٹرویو لینے کے لئے آیا۔خاکسار سے لمبا انٹرویو لیا۔پھر دوبارہ خاکسار کی تحریک پر مسجد آیا اور عبدالسلام صاحب میڈسن اور دیگر ڈینش مسلمانوں سے ملاقات کی۔چند روز بعد اخبار میں انٹرویو کی رپورٹ بہت نمایاں طور پر تصاویر کے ساتھ شائع ہوئی۔

۱۴۔سویڈن کی ایک طالبہ اپنا تحقیقی مقالہ ''احمدیت'' کے عنوان پر لکھ رہی ہے وہ امداد کے لئے آئی اور اس کو علاوہ زبانی معلومات کے بہم پہنچانے کے سلسلہ کا بہت سا لٹریچر دیا گیا۔

۱۵۔نوجوانوں کی ایک سوسائٹی کا گروپ مورخہ ۷۱-۱-۳۱ کو مسجد آیا۔ان کے سامنے اسلام پر تقریر کی گئی،سوالات کے جواب دیئے گئے اور سلسلہ کا لٹریچر پڑھنے کو دیا گیا۔

۱۶۔مشن ہاؤس کے قابل تعمیر حصہ کی اجازت کا کیس میونسپلٹی میں چل رہا ہے اسی ماہ میں

آرکیٹکٹ کے ساتھ میونسپلٹی کے افسروں سے ملاقات کی۔ امید ہے انشاءاللہ جلد اجازت مل جائے گی۔ زبانی تو انہوں نے کہہ دیا ہے لیکن تحریر ابھی نہیں ملی۔

۱۷۔ کثرت سے لوگ مسجد دیکھنے اور اسلام پر معلومات حاصل کرنے کے لئے آتے رہے جن کو علاوہ زبانی تبلیغ کرنے کے سلسلہ کا لٹریچر دیا گیا۔

۱۸۔ بہت سے افراد اور لائبریریوں کو سلسلہ کا لٹریچر بذریعہ ڈاک بھجوایا گیا اور خطوط کے جواب دیئے گئے۔

۱۹۔ ناروے میں برادرم نور احمد بولستاد نے بہت سے لوگوں کو زبانی تبلیغ کی اور لٹریچر تقسیم کیا نیز Finmark زبان میں جو ناروے کے انتہائی شمال میں بولی جاتی ہے اسلام کے متعلق ایک تعارفی تبلیغی پمفلٹ تیار کیا جو انشاءاللہ جلد طبع کروایا جائے گا۔

۲۰۔ خدام الاحمدیہ کوپن ہیگن نے ایک اتوار کو نصف روز یوم التبلیغ منایا اور ہزاروں اشتہارات تمام شہر کے مختلف مقامات پر گلیوں اور پبلک مقامات پر تقسیم کئے۔

۲۱۔ عیدالاضحی کے انتظامات مکمل کئے گئے۔ ایک ہزار اشتہار طبع کروا کے مسلمانوں میں تقسیم کئے گئے۔ دعوت کے سلسلہ میں ڈیوٹیاں لگائی گئیں اور پریس سے رابطہ قائم کیا''۔[77]

کویت کے ہفت روزہ رسالہ **المجتمع** نے اپنی اشاعت ۹ مارچ ۱۹۷۱ء میں ''المسلمون فی الدنمارک'' کے زیرعنوان الاستاذ عرفات کامل العشی کا ایک معلوماتی مضمون شائع کیا جس میں انہوں نے جماعت احمدیہ کے خلاف لکھا لیکن اس کے باوجود ان کو چاروناچار جماعت احمدیہ ڈنمارک کی دینی خدمات کا تذکرہ بھی کرنا پڑا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

''مما یؤسف له ان طائفة الاحمدیة هی الّتی تقوم بالتبشیر بالدین الاسلامی منذعدة سنوات و لا یخفی ان هذه طائفة منحرفة و لکنها تملک مکافات مادیة کبیرة فلقد قامت ببناء مسجد حدیث الطراز فی کوبنهاجن۔ و باصداد نشرات عن الاسلام و نشرت ترجمة للقرآن الکریم باللغة الدنمارکیة و امام المسجد رجل باکستانی و الناطق الرسمی للاحمدیة فی الدنمارک یدعی عبدالسلام مادسون مترجم معانی القرآن وهو رجلٌ دنمارکی مستیز''

''یعنی یہ امر افسوسناک ہے کہ صرف جماعت احمدیہ ہی کئی سالوں سے تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ جماعت منحرف ہے لیکن مالی لحاظ سے اسے بڑی

طاقت حاصل ہے چنانچہ اس جماعت نے کوپن ہیگن میں نئے طرز کی مسجد تعمیر کی ہے اور اسلام کے متعلق کئی ٹریکٹ بھی تحریر کئے ہیں اور قرآن کریم کا ترجمہ ڈنمارک کی زبان میں شائع کیا ہے۔اس مسجد کے امام پاکستانی ہیں ڈنمارک میں جماعت احمدیہ کے باقاعدہ نمائندے مترجم قرآن کریم، مسٹر عبدالسلام میڈسن ہیں۔آپ روشن دماغ ڈنمارکی ہیں''۔ 78

سوئٹزرلینڈ

عیدالاضحیہ کی تقریبِ سعید پر ۶ فروری ۱۹۷۱ء کو مسجد محمود میں مختلف رنگ ونسل اور ممالک کے مسلمانوں کا پُرشکوہ اجتماع ہوا۔ مسجد محمود کے فرش پر تین منزلوں میں سینکڑوں جبینیں بارگاہ ایزدی میں سجدہ کناں تھیں۔ خطبہ عید میں چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ ایل ایل بی انچارج مشن نے قربانی کے فلسفہ پر روشنی ڈالی جس کا مختصر خلاصہ ترکی زبان میں ڈاکٹر نونا بلواس نے بیان کیا۔ شام کو ٹیلیویژن نے اس تقریب کا روح پرور نظارہ دکھایا جو جرمن علاقہ بلکہ فرنچ سوئٹزرلینڈ میں بھی دیکھا گیا۔ عید کے بعد ظہرانہ کا انتظام کیا گیا۔ ایک صاحب نے جو سوئٹزرلینڈ کی صنعتی فرم کے نمائندے تھے مہمان نوازی پر جذباتِ تشکر پیش کرتے ہوئے خاص طور پر اس امر پر اظہار مسرت کیا کہ اتنی بڑی شخصیات سے ملاقات ہوگئی۔

ماہ مئی میں مشن کی دینی اور اشاعتی سرگرمیوں میں خصوصی اضافہ ہوا چنانچہ یکم مئی کو جرمنی میں مقیم ۴۷ معزز ترک دوست مسجد محمود میں تشریف لائے جنہیں چوہدری مشتاق احمد صاحب نے احمدیت سے متعارف کرایا اور ترک لٹریچر پیش کیا۔ خود انہوں نے مسجد محمود کے تصویری کارڈ بڑی تعداد میں خریدے۔ قافلہ کے قائد نے ایک بڑا قالین نما دیوار گیر جس پر خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کی تصاویر تھیں احترام ومحبت سے مسجد محمود کے لئے تحفۃً پیش کیا۔

۹ مئی کو ڈاکٹر محمد عزالدین حسن صاحب کی زیر صدارت سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک نہایت کامیاب جلسہ منعقد ہوا جس سے برن کے مشہور وکیل اور سوئٹزرلینڈ کی سوئس عرب سوسائٹی کے صدر ڈاکٹر ہانس ایلن برگر (Dr. Hans Ellenberger) نے خطاب کیا۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جستہ جستہ واقعات سنائے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحیثیت نبی خراجِ عقیدت پیش کیا۔

۲۰ مئی کو سارے ملک میں حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے کی تعطیل عام تھی۔ چوہدری مشتاق احمد صاحب سوئٹزرلینڈ میں مقیم غیر احمدی مسلمانوں کو اصل حقیقت بتانے کے لئے

سولوتھرن (Solothurn) کی کاؤنٹی میں تشریف لے گئے جہاں آپ کے ایک یوگوسلاوین دوست نے بہت سے مسلمان بھائیوں کو مدعو کر رکھا تھا جن میں زیادہ تُرک تھے۔ جناب باجوہ صاحب کی تقریر کا ترکی ترجمہ ایک دوست نے کیا۔ تقریر کے بعد سوال و جواب ہوئے۔ ایک ترکی عالم نے حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی کی خوب وکالت کی مگر بالآخر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ کیا ہوا۔ آپ نے انہیں مسجد محمود میں آنے کی دعوت دی اور ترجمان دوست کو ان کی سوئس بیگم کے لئے جرمن ترجمہ قرآن کا تحفہ پیش کیا۔

ماہ مئی کا اہم ترین واقعہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی زیورک میں تشریف آوری اور اہم تقاریب میں شمولیت ہے۔ آپ ۲۳ مئی کو قبل دوپہر ائیرپورٹ پر رونق افروز ہوئے۔ چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ، روسی احمدی علاء الدین مصطفی (مع بیگم)، شاہ دل یوسف آف ملیشیا، آسٹرین احمدی خاتون اور زیورک کے مخلص احمدیوں نے آپ کا استقبال کیا۔ تین بجے سہ پہر آپ کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب منعقد ہوئی جس میں حضرت چوہدری صاحب نے معلومات افروز تقریر فرمائی۔ آپ نے مثالوں اور مسیحی عمائدین اور مغربی پارلیمانی قوانین کے حوالوں سے ثابت فرمایا کہ آج معاشرہ تیزی سے انحطاط کی طرف جا رہا ہے اور چونکہ پارلیمنٹ اور گرجا دونوں کا انحصار عوام کے ووٹوں پر ہے اس لئے وہ ان کے خلاف آواز بلند کرنے سے ڈرتے ہیں اور مغرب بلکہ ساری دنیا کو صرف اسلام ہی اخلاقی بربادی سے بچا سکتا ہے۔ آپ کا یہ خطاب قریباً دو گھنٹہ تک جاری رہا لیکن آپ کے حُسنِ خطابت کا کمال یہ تھا کہ حاضرین کو نہ صرف طوالت کا کوئی احساس نہ ہوا بلکہ بعض نے کہا کہ جی چاہتا تھا کہ یہ ختم نہ ہو۔ شیخ ناصر احمد صاحب نے جرمن زبان میں وقفہ وقفہ سے اس کا نہایت خوبی کے ساتھ ترجمہ پیش کیا۔ چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ کے صدارتی ریمارکس کے ساتھ یہ مجلس برخواست ہوئی۔ ڈاکٹر حافظ محمد اسحٰق صاحب خلیل اور ان کی سوئس بیگم نے حضرت چوہدری صاحب کے اعزاز میں ایک ریستوران میں عشائیہ کا اہتمام کیا۔ گو یہ مجلس مختلف تھی مگر بڑی پُرلطف رہی۔ حضرت چوہدری صاحب مختلف مسائل پر گفتگو سے محظوظ فرماتے رہے۔ مجلس میں زیورک یونیورسٹی کے بین الاقوامی قانون کے دو پروفیسر بھی تھے جنہوں نے خوب استفادہ کیا۔ ۲۴ مئی کی شام کو آپ اپنے ایک میزبان کے ہمراہ کار پر برن (Bern) تشریف لے گئے۔ ۲۵ مئی کو چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ نے ڈاکٹر محمد عزیز الدین صاحب اور ان کے ماموں پروفیسر نجم

الدین مظہر کورالی کو ظہرانہ پر مدعو کیا۔ پروفیسر کورالی صاحب البانیہ کے رہنے والے تھے اور اشتراکیت سے قبل اعلیٰ افراد میں شمار ہوتے تھے۔آپ کو نعمت احمدیت میسر آ گئی اور اب آپ البانوی بولنے والے یوگوسلاوین تک احمدیت کی آواز پہنچانے کا مؤثر ذریعہ ثابت ہو رہے تھے مگر ڈاکٹر محمد عزیز الدین صاحب احمدیت سے وابستہ نہیں ہوئے تھے اس لئے حضرت چوہدری صاحب نے تقریباً دو گھنٹہ تک انہیں احمدیت کا پیغام پہنچایا۔اسی روز آپ نے فرائی بورگ (Fribourg) یونیورسٹی میں بھی تقریر فرمائی جس میں کارڈینلز کے علاوہ دیگر عمائدین نے بھی شرکت کی۔ اجلاس کی پورے دو صفحہ کی رپورٹ کی تمہید میں تحریر تھا کہ فاضل مقرر کی شخصیت سے یہ توقع تھی کہ خطاب میں قانونی امور بیان کئے جائیں گے مگر آپ نے اخلاقی پہلو کی وضاحت فرمائی۔حضرت چوہدری صاحب بلاشبہ بین الاقوامی قانون کے ماہر تھے لیکن رپورٹر کو غالباً اس کا پہلی بار تجربہ ہوا کہ آپ کی دلی وابستگی قرآن کریم سے ہے اور آپ کی گفتگو اور تقریر کا حقیقی نکتہ مرکزی مذہب و اخلاق رہے ہیں۔حضرت چوہدری صاحب تین روز تک دعوت الی اللہ کے جہاد میں دن رات مصروف رہنے کے بعد ۲۶ مئی کو واپس ہالینڈ تشریف لے گئے۔

اس ماہ کی آخری تقریب ۳۰ مئی کو منعقد ہوئی جس میں ۸۰ کے قریب البانوی بولنے والے یوگوسلاوین شامل ہوئے۔ پروفیسر نجم الدین صاحب نے حاضرین کو پُرحکمت انداز میں احمدیت کی دعوت دی۔

مشن نے سال کے آخر میں یوگوسلاوین باشندوں تک پیغام حق پہنچانے کی کوششیں تیز تر کر دیں اور اس سلسلہ میں ۱۸ ستمبر سے ۲۵ ستمبر تک ہفتہ تبلیغ بھی منایا۔

ہفتہ کو کامیاب بنانے کے لئے سید کمال یوسف صاحب اور شعیب موسیٰ صاحب سویڈن سے تشریف لائے اور جماعت احمدیہ سوئٹزرلینڈ کا مقدور بھر ہاتھ بٹایا جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے چالیس یوگوسلاوین باشندوں کو قبول احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی۔[79]

امسال سوئٹزرلینڈ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کل ۶۷ /افراد نے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت کا شرف حاصل کیا۔ان میں سے ایک دوست سوئٹزرلینڈ کے ہیں اور باقی یوگوسلاویہ کے۔[80]

سیرالیون

۲۹ جنوری ۱۹۷۱ء بروز جمعہ فری ٹاؤن سے قریباً ۳۰ میل دور ایک گاؤں ماٹے بوئے

(Mateboyi) میں ایک تبلیغی میٹنگ کی گئی۔ چنانچہ اللہ کے فضل سے ۱۵/احباب نے بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کی۔

اس سال مشن نے اپنے امیر مولوی محمد صدیق صاحب شاہد گورداسپوری کی قیادت میں علمی، عملی، دینی اور تبلیغی غرضیکہ ہر اعتبار سے نمایاں ترقی کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے سال گذشتہ کے انقلاب انگیز دورہ مغربی افریقہ کے نتیجہ میں ملک کے نقشے جلد جلد بدلنے شروع ہو گئے۔

اس سال جماعت احمدیہ سیرالیون کا بائیسواں جلسہ سالانہ شہر ''بو'' کے احمدیہ سیکنڈری سکول کے خوبصورت اور کشادہ ہال میں ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴ فروری ۱۹۷۱ء کو منعقد ہوا جس میں ملک کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے پانچ صد سے زائد احباب نے شرکت کی۔ شرکت کرنے والوں میں سیرالیون کے دو وزراء، تین ممبرانِ پارلیمنٹ، پیراماؤنٹ چیفس اور بعض اعلیٰ حکام بھی شامل تھے۔

مولانا محمد صدیق صاحب گورداسپوری نے افتتاحی تقریر میں فرمایا کہ گذشتہ سال جماعت احمدیہ سیرالیون کے لئے ایک انقلاب انگیز سال تھا جبکہ ہمارے پیارے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے اپنے روحانی فرزندوں کے درمیان تشریف فرما ہوئے تا اس ملک میں رہنے والے حضور کے روحانی فرزند اپنے روحانی باپ کی شفقت اور پیار سے حصہ پا سکیں۔ حضور کے اس سفر کا یہ نتیجہ ہے کہ آپ لوگ اب حضور کی خصوصی توجہ کا مرکز بن گئے ہیں اور حضور نے آپ سے باپ سے بھی بڑھ کر شفقت و محبت کا سلوک کیا ہے۔ آپ لوگ حق کے سپاہی ہیں اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے اندر روحانی انقلاب پیدا کریں اور دوسروں میں نفخ روح کا موجب بنیں۔

وزیر خارجہ آنریبل سی پی فورے (Hon. C. P. Foray) نے افتتاحی اجلاس میں صدارت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے جماعت احمدیہ سیرالیون کا شکریہ ادا کیا اور حکومت کی طرف سے پوری حمایت کا یقین دلایا۔ آپ نے سیرالیون کے ہزاروں باشندوں کو زیورِ علم سے آراستہ کر کے قومی تعمیر کے سلسلہ میں احمدیہ مشن کے کردار اور اس کی خدمات نیز اس کے محبت، امید اور باہمی رواداری کے پیغام کو بہت سراہا۔ ریذیڈنٹ منسٹر آنریبل کوسو کونٹے (Kawusu Conteh) نے احمدیہ مشن کی معاشرتی، تعلیمی اور مذہبی سرگرمیوں کا ذکر کر کے شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ گیمبیا کے ہائی کمشنر نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ لوگ اسلام

کے ہر پہلو اور اس کی حکمت سے دوسروں کو آگاہ کرنے میں اتنی جدوجہد اور دوڑ دھوپ سے کام لیتے ہیں جتنا کہ کسی انسان کے لئے ممکن ہوسکتا ہے۔ان کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ اسلام کا پیغام اپنی پوری جامعیت کے ساتھ دوسروں تک پہنچ جائے تاکہ وہ اس کی پوری معرفت حاصل کر کے اس سے بہرطور فیضیاب ہوسکیں۔

محمد سنوسی مصطفی نائب وزیر اعظم وممبر آف پارلیمنٹ نے اپنی تقریر میں کہا ”احمدیت سے قبل یہاں اسلام کا نام بھی مستور تھا۔ذمہ دار مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہلانے میں بھی حجاب محسوس کرتے ہیں اور چھپ کر رہتے تھے۔ دوسری طرف عیسائیت ببانگ دہل اپنا پرچار کرتی تھی اور مسلمانوں میں سے کوئی بھی اس کے مقابل پر نہ آسکتا تھا۔

احمدی مبلغین پاکستان سے صرف خدمت اسلام کا عظیم مقصد لے کر آئے جس کی وجہ سے آج ہماری نظر میں ان کی بہت عزت ہے۔ جماعت احمدیہ نے نہ صرف اسلام کا احیاء کیا ہے بلکہ تبلیغی، تربیتی اور اخلاقی خدمات کے لئے مبلغین کا انتظام کیا۔آج جو شخص احمدیہ جماعت کے خلاف بات کرتا ہے وہ اسلام سے دشمنی کرتا ہے۔امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح کا چہرہ نور کی طرح چمکتا تھا وہ حقیقت میں ایک نور تھا جو افریقہ کی سیاہ فام اقوام کو منور کرنے کے لئے آیا تھا۔حضور کی شخصیت معمولی نہیں ہے آپ کا وجود نہایت قیمتی وجود ہے جس کی ہمیں قدر کرنی چاہیے کیونکہ خدا تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو سنتا ہے اور جو آپ نے یہاں فرمایا تھا اس کو پورا ہوتے آج میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں“۔

آنریبل وی۔سی بونگے اور مسلم کانگریس سیرالیون کے جنرل سیکرٹری جناب اے کے زبیر نے بھی اجلاس سے خطاب کیا۔انہوں نے جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا یہ جماعت اسلام کو دنیا بھر میں غالب کرنے کے سلسلہ میں جو گرانقدر مساعی بروئے کار لا رہی ہے اس کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں کو بالعموم اور مسلمانانِ افریقہ کو بالخصوص اس جماعت کا شکر گذار ہونا چاہیے۔ یہ جماعت سب کی طرف سے شکریہ کی مستحق ہے۔انہوں نے گذشتہ سال سیرالیون میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی تشریف آوری کو مسلمانانِ سیرالیون کے لئے غیر معمولی طور پر رحمت اور برکت کا باعث قرار دیا۔جناب اے کے زبیر نے فرمایا کہ حضرت امام جماعت احمدیہ وہ عظیم ہستی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ سے براہ راست تعلق ہے۔

جلسہ کے انعقاد اور اس کی کارروائی پر مشتمل خبریں ریڈیو سیرالیون سے نشر ہوئیں۔ نیز اخبارات

نے بھی جلسہ کی خبروں کو خاص اہتمام سے شائع کیا۔ ریڈیو سیرالیون نے حضور کی ایک ریکارڈ کی ہوئی تقریر بھی نشر کی۔ 81

سیرالیون ۲۷؍ اپریل ۱۹۶۱ء کو آزاد ہوا تھا۔ اس سال ۱۹۷۱ء کے یوم آزادی کے موقع پر جو سرکاری تقریبات منعقد ہوئیں ان میں مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری نہ صرف شامل ہوئے بلکہ مسلمانوں کی نمائندگی میں حاضرین سے خطاب بھی فرمایا اور اسلامی نظریہ آزادی پر روشنی ڈالی۔

اسی ماہ ملک کے ریپبلک (Republic) ہونے کا اعلان کیا گیا۔ اس یادگار موقع پر صدر سیرالیون، وزراء اور سفراء کی ایک خاص تقریب ہوئی جس میں مسلمانوں کی طرف سے بھی آپ کو مدعو کیا گیا۔ آپ نے اپنی تقریر میں باشندگان ملک کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے بتایا کہ اگر دنیا امن وسکون کی زندگی بسر کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے اسلامی تعلیمات کو دستور العمل قرار دیئے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ آپ نے اس موقع پر سیدنا حضرت مصلح موعود کے اس ولولہ انگیز پیغام کو بھی دہرایا جو حضور نے ۱۹۵۵ء میں الحاج جے سی الحسن العطاء پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ اشانٹی ریجن غانا کے توسط سے افریقن احمدیوں کے نام دیا تھا اور جس میں نہایت پُرشوکت انداز میں یہ پیشگوئی فرمائی ''میں یہ نوشتہ دیوار پڑھ رہا ہوں کہ آپ کی (افریقن) نسل کے لئے ایک عظیم مستقبل مقدر ہے اس کا شاندار زمانہ قریب آ رہا ہے۔ خدا نے ماضی میں بھی کسی قوم کو نہیں چھوڑا نہ آئندہ نظر انداز کرے گا وہ بعض اوقات کسی ایک قوم اور برّاعظم کو موقع دیتا ہے اور پھر ایک دوسری قوم اور دوسرے برّاعظم کو منتخب فرماتا ہے۔ ایک لمبے عرصہ تک آپ لوگوں پر ظلم کیا گیا اب آپ کا وقت ہے''۔ 82

مولوی صاحب موصوف نے حاضرین کی توجہ اس طرف بھی مبذول کروائی کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے کہ جس کی تعلیم ہر قسم کے فساد اور ہر قسم کے جھگڑے کو مٹا سکتی ہے اور جس پر عمل کرنے سے دین اور دنیا دونوں سنور جاتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی تعلیم پر پوری طرح اور یقین محکم کے ساتھ عمل کیا جائے۔ کیونکہ تعلیم چاہے کتنی ہی اچھی ہو اگر اس پر عمل نہ کیا جائے تو کسی اچھے نتیجہ کی امید نہیں رکھی جا سکتی۔ دنیا کو فتنہ وفساد سے بچانے کے لئے جناب مولوی صاحب موصوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کا خصوصی تذکرہ کیا کہ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَ یَدِہٖ (بخاری کتاب الایمان) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

ایک سال قبل ۱۱ مئی ۱۹۷۰ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مغربی افریقہ کے تاریخی دورہ کے دوران احمدیہ سیکنڈری سکول بو (Bo) میں تشریف لائے تھے اور اس سکول کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے برکت بخش کر اس کی خاک کو ہمدوش ثریا بنا دیا۔ حضور نے یہاں جماعتہائے احمدیہ سیرالیون کے صدر پیراماؤنٹ چیف کنیوا گمانگا (Kenewa Gamanga) کے سپاسنامہ کے جواب میں ایک ولولہ انگیز تقریر فرمائی اسی موقعہ پر سکول کے پرنسپل چوہدری انور حسن صاحب نے اپنے سپاسنامہ میں حضور کے ورود مسعود کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے ہر سال ۱۱ مئی کا دن شایان شان طریقے سے منانے کی درخواست کی تھی جسے حضور نے منظور فرما لیا تھا۔ چنانچہ اس سال حضور کی تشریف آوری کی پہلی سالگرہ نہایت جوش وخروش سے منائی گئی۔ سکول کے آڈیٹوریم میں مولانا محمد صدیق صاحب شاہد امیر جماعت ہائے احمدیہ سیرالیون کی زیر صدارت وسیع پیمانے پر ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں سیرالیون کے جملہ احمدیہ سکولوں کے پرنسپل صاحبان بھی شامل ہوئے۔ اسی طرح ڈاکٹر محمد اسلم جہانگیری صاحب بھی شامل ہوئے جو سیرالیون میں لیپ فارورڈ پروگرام کے تحت پہنچنے والے پہلے ڈاکٹر تھے۔ چوہدری انور حسن صاحب نے اپنی استقبالیہ تقریر میں اس تقریب کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے حاضرین کو بتایا کہ جماعت احمدیہ کے تعلیمی ادارے اس لئے سرگرم عمل ہیں کہ بنی نوع انسان کو مثالی مسلم شہریوں کے سانچے میں ڈھال کر ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرنے اور اپنے فرائض منصبی کو احسن رنگ میں ادا کرنے کے قابل بنایا جائے۔ روح کی تسکین اور ذہن کی جلا کے ساتھ ساتھ بیماریوں کے قلع قمع اور جسمانی صحت کے لئے اب حضرت امام جماعت احمدیہ نے طبی مراکز کے قیام کی طرف خاص توجہ مبذول فرمائی ہے اور اس کا پہلا ثمر ڈاکٹر محمد اسلم جہانگیری صاحب ہیں۔ ازاں بعد طلباء کا تقریری مقابلہ ہوا۔ منصفی کے فرائض محمد نذیر احمد صاحب پرنسپل احمدیہ سکول فری ٹاؤن الحاج مقبول احمد صاحب ذبیح انچارج بواجے بومشن اور الحاج محمد کمانڈا بونگے جنرل سیکرٹری نے ادا کئے۔ مقابلہ میں سیکنڈری سکول بو (Bo) کے طالب علم موسیٰ بابو کو اوّل انعام کا مستحق قرار دیا گیا اور کتاب تفسیر القرآن انگریزی بطور انعام دی گئی۔ تقریری مقابلہ کے بعد الحاج علی روجرز، پاسعید وبنگورا، پاالفا شریف، الحاج ماہنا ساقوے اور الحاج ایم کے بونگے کی مختلف اہم موضوعات پر تقاریر ہوئیں اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی اس معرکۃ الآراء تقریر کا ریکارڈ سنایا گیا جو حضور نے ۱۱ مئی ۱۹۷۰ء کو اس آڈیٹوریم کے باہر ہزارہا احباب کے عظیم الشان اجتماع میں ارشاد فرمائی تھی۔

سامعین نے ہمہ تن گوش ہو کر یہ ریکارڈ سنا۔ مولوی محمد صدیق صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں احمدیہ سکول بو(Bo) کے پرنسپل صاحب، سٹاف اور طلباء کو اس اہم یادگاری دن کو شایان شان طریقے سے منانے پر مبارکباد دی۔ حضور کے جاری فرمودہ لیپ فارورڈ پروگرام پر تفصیلی روشنی ڈالی اور بتایا کہ حضور کے قلب مطہر میں یہ تڑپ پائی جاتی ہے کہ سیرالیون جلد از جلد احمدیت کے ذریعہ خدائے واحد کی محبت سے آشنا ہو کر رسول عربی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی خدام میں شامل ہو۔ اس ضمن میں انہوں نے حضرت مصلح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے مکتوبات کا بھی ذکر کیا جن میں خلفاء عظام نے سیرالیون میں اشاعت احمدیت پر خاص زور دیا ہے۔

شام ساڑھے چار بجے احمدیہ سکول اور شمالی صوبہ کے چیمپیئن گورنمنٹ سیکنڈری سکول مگبورکا کی ٹیم کے ساتھ دوستانہ نمائشی میچ ہوا۔ احمدیہ سکول کی ٹیم نے مہمان سکول کی ٹیم کو ایک کے مقابلہ میں دو گول سے شکست دی۔ مغرب وعشاء کی نمازوں کے بعد استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا جس میں معززین شہر، علماء، آئمہ، حجاج، سرکاری حکام، تجّار اور ماہرین تعلیم مدعو تھے۔ سکول کی عمارات اور آڈیٹوریم پر چراغاں کا اہتمام کیا گیا۔ اس استقبالیہ میں ملک کی مشہور سیاسی شخصیت سابق ریذیڈنٹ منسٹر پرنس جے ولیمز نے بھی شرکت کی۔[83]

سیرالیون میں ان دنوں پچیس پاکستانی اساتذہ جماعت کے مختلف سیکنڈری سکولوں میں پڑھا رہے تھے جن میں سے سات اساتذہ نے اس سال وقف عارضی کی بابرکت تحریک میں حصہ لیا۔ اسی طرح جورو سکول کے تین افریقن طلباء نے بھی دو دو ہفتے وقف کئے۔ ان سب واقفین کو مختلف جماعتوں میں متعین کیا گیا جہاں انہوں نے نہ صرف جماعتوں کی تعلیم و تربیت کا فریضہ ادا کیا بلکہ ان کے ذریعہ ۵۵ نئے افراد بھی داخلِ احمدیت ہوئے اور ایک شہر لنسار (Lunsar) میں تیس افراد پر مشتمل ایک نئی جماعت قائم ہوگئی۔ یہ جماعت محمد کریم قمر صاحب اور مختار احمد صاحب قمر (ٹیچرز مسلم کانگریس سیکنڈری سکول فری ٹاؤن) کی مساعی کا نتیجہ تھا۔ دیگر واقفین جنہوں نے اپنے ایامِ وقف میں پوری محنت اور جانفشانی سے مفوّضہ دینی خدمات انجام دیں ان کے نام یہ ہیں۔ مبارک احمد صاحب نذیر پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول جورو۔ مولوی عبدالسلام صاحب ظافر ٹیچر احمدیہ سیکنڈری سکول جورو مع اہلیہ صاحبہ۔ عطاء الرحیم صاحب حامد ٹیچر احمدیہ سیکنڈری سکول بواجے بو، جناب لطف الرحمٰن صاحب محمود، جناب منیر احمد صاحب (ٹیچر سیکنڈری سکول بو(Bo)

عطاء الرحیم صاحب حامد، کینما (Kenema) اور باڈو (Gbado) تشریف لے گئے تھے ان کا بیان ہے۔ ”ایک شخص فوڈے تاڈز کو جب میں نے تبلیغ کی تو بعد میں کہنے لگا مجھے احمدیت کے قبول کرنے میں انقباض ہے۔ جس پر میں نے وجہ دریافت کی۔ تو اس نے کہا کہ خواب میں مجھے مہدی علیہ السلام کو دو مرتبہ دکھایا گیا ہے اب مجھے معلوم نہیں کہ تم کس مہدی علیہ السلام کے متعلق بتا رہے ہو اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ مجھے مہدی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر تم نے نماز نہ پڑھی تو میں تمہیں مار دوں گا۔ عطاء الرحیم صاحب نے اس سے پوچھا کہ تمہیں مہدی علیہ السلام کی شبیہ یاد ہے اور کہا کہ اگر تمہیں مہدی علیہ السلام کی تصویر دکھائی جائے تو تم پہچان لو گے؟ اس نے کہا کہ دکھاؤ۔ چنانچہ عطاء الرحیم صاحب نے انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شبیہ مبارک دکھائی تو اس نے فوراً کہا کہ واقعی یہی وہ شکل ہے جو مجھے خواب میں دکھائی گئی تھی۔ بعد میں کہنے لگے کہ اب میں احمدیت کے بارہ میں ہر طرح سے مطمئن ہوں اور اس کی سچائی واضح ہو چکی ہے“۔

جورو سکول کے تین طلباء ایام وقف کے دوران کورے بونڈو (Koribondo) اور لیوما (Leuoma) میں بھجوائے گئے جنہوں نے پورے جوش اور جذبہ تبلیغ کے ساتھ پیغام حق پہنچایا جس کے نتیجہ میں چودہ نفوس حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ وقف عارضی کی بابرکت تحریک کے طفیل مجموعی طور پر پچپن افراد کو قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔84

احمدیہ مسلم سیکنڈری سکول بو میں صدر جمہوریہ سیرالیون کی آمد

صدر جمہوریہ سیرالیون ڈاکٹر سیاکا پی سٹیونز (Siaka P. Stevens) دسمبر ۱۹۷۱ء کو بو کے سرکاری دورے کے دوران احمدیہ مسلم سیکنڈری سکول بھی تشریف لائے۔ آپ کی آمد کے پیش نظر سکول کی سڑک کے دونوں اطراف میں جھنڈیاں اور پرچم لگائے گئے اور راستہ میں خوبصورت محراب اور دروازے نصب کئے گئے۔

صدر جمہوریہ نے اس موقع پر طلباء سے خطاب کیا۔ اپنے خطاب میں انہوں نے جماعت احمدیہ کی ان تعلیمی اور طبی خدمات کو فراخ دلی سے سراہا جو جماعت کا مشن اس ملک میں سرانجام دے رہا ہے۔ صدر سیرالیون نے بالخصوص پاکستانی اساتذہ کا بھی شکریہ ادا کیا جو اپنے وطن سے ہزاروں میل دور فرزندان افریقہ کی تربیت و تعلیم اور تہذیب اخلاق کا خوشگوار فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

روانگی سے قبل صدر نے سکول کی لاگ بک پر دستخط ثبت کئے اور وعدہ کیا کہ اس مرتبہ مصروفیت

کیوجہ سے وہ سکول کی تجربہ گاہیں نہیں دیکھ سکتے جب کبھی آئندہ آئیں گے تو ان کا معاینہ کریں گے۔

اس تقریب کے موقع پر ریڈیو پریس ٹیلی ویژن کے نمائندے موجود تھے۔ چنانچہ اس تقریب کی کارروائی کی احسن رنگ میں تشہیر ہوئی اور جماعت احمدیہ کی تعلیمی اور طبی خدمات کا خوب چرچا ہوا۔85

اس سال بُو میں مقامی مبلغین اور اساتذہ کے لئے ۲۰ سے ۲۹ /اگست تک پہلے ریفریشر کورس کا انتظام کیا گیا جس کا افتتاح مولوی محمد صدیق صاحب شاہد گورداسپوری امیر جماعتہائے احمدیہ سیرالیون نے کیا اور اس میں شامل ہونے والوں کو نصیحت کی کہ وہ اپنے اندر ایک کامیاب مبلغ کی صفات پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ خود علم سیکھیں تا دوسروں کو سکھا سکیں۔ سب سے بڑے مبلغ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپ ہی کی زندگی سے ہم بطور مبلغ صحیح نمونہ حاصل کر سکتے ہیں۔ کلاس کے افتتاح کی خبر ریڈیو اور پریس دونوں نے دی۔

کلاس کا پہلا اجلاس صبح نو بجے سے ۱۲ بجے تک جاری رہتا تھا جس میں سید منصور احمد صاحب بشیر، مولوی عزیز الرحمٰن صاحب خالد، مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح اور مولوی نظام الدین صاحب مہمان بالترتیب قرآن مجید، حدیث اور نماز کے اسباق پڑھاتے تھے۔ دوسرا اجلاس (ڈھائی بجے تا ساڑھے چار بجے تک) صداقت مسیح موعود علیہ السلام، وفات مسیحؑ اور ختم نبوت پر نوٹس لکھوانے کے علاوہ دیگر اہم موضوعات پر تقریروں کے لئے مخصوص تھا۔ مقررین میں ایم بی ابراہیم صاحب سیکرٹری تعلیم، انور حسن صاحب پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول بو اور مبارک احمد صاحب نذیر پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول جوروشامل تھے۔ ۲۸ /اگست کو امتحان لیا گیا اور اگلے روز مبلغین اور اساتذہ میں سے اوّل اور دوم آنے والوں میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ تقسیم انعامات کی تقریب کے معاً بعد جماعت احمدیہ ''بُو'' نے ریفریشر کورس میں شامل ہونے والے مبلغین و اساتذہ کے اعزاز میں دعوت عصرانہ دی۔ اسی روز ''بُو'' کی مرکزی احمدیہ مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں وقار عمل تھا جس میں دیگر احمدیوں کے علاوہ کلاس میں شامل مبلغین اور پرائمری سکول کے اساتذہ نے پُرجوش حصہ لیا۔ یہ وقارعمل تین گھنٹہ تک جاری رہا جس کے اختتام پر ''کلوا جمیعاً'' کا پروگرام تھا جو بہت مفید اور دلچسپ رہا۔ اپنی نوعیت کی اس پہلی کلاس کے اختتام کی خبر ریڈیو سیرالیون نے نشر کی اور اخبار ڈیلی میل (Daily Mail) میں شائع ہوئی۔86

''بَوْ'' کی مرکزی مسجد جس کا ذکراوپر کیا گیا ہے اس کی بنیاد گذشتہ سال مئی ۱۹۷۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی تھی اوراس کی تعمیر کا آغاز اس سال ہوااوراس کی نگرانی مولوی منصور احمد صاحب بشیر انچارج مبلّغ بَو اور مبارک احمد صاحب نذیر پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول جورو نے کی اور سال کے آخرتک دیواریں چھت تک پہنچ گئیں۔دوبار اجتماعی وقارعمل کئے گئے ایک میں مستورات کے لئے اوپر گیلری میں کنکریٹ ڈالی گئی۔یہ وقارعمل صبح سے رات دس بجے تک جاری رہا۔دوسرے میں برآمدہ کی چھت ڈالی گئی اور وقارعمل صبح سے شام تک کیا گیا۔خدا کے گھر کی تعمیر میں انورحسن صاحب پرنسپل بوسیکنڈری سکول اورسکول کے اساتذہ،مولوی بشیر احمد صاحب اختر پرنسپل بواجے بُوسیکنڈری سکول،مبلغین احمدیت،احباب جماعت اورسکول کے طلباء نے اس کارخیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

مشرقی صوبہ کا مرکزی شہر کینما (Kenema) تجارتی لحاظ سے بہت اہمیت کا حامل اور ہیروں کی خرید وفروخت کا مرکز ہے۔اس شہر میں عرصہ سے جماعت احمدیہ قائم تھی لیکن بوجہ مخالفت کوئی مسجد تعمیر نہ ہوسکی اور نہ زمین ہی مل سکی مگر حضور کے دورۂ سیرالیون کے بعد خدا تعالیٰ نے غیب سے سامان پیدا فرمادیا کہ اس موقع پر اس شہر کا ایک چیف احمدی ہوگیا۔اس چیف کی حضور اقدس سے بو میں ملاقات ہوئی جس کے بعد اس نے کینما میں ایک قطعہ زمین احمدیہ مشن کے نام ہبہ کردیا جسے مخالفین نے بعض قانونی وجوہات پیش کرکے واپس لینے پر مجبور کردیا۔ازاں بعد ایک اور قطعہ زمین پیش کیا جو برلب سڑک تھا اور جس میں کسی اور کا دخل نہیں تھا۔مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح انچارج حلقہ کینما نے نقشہ بنوا کر کھدائی کا کام شروع کروادیا۔مخالفین نے پیراماؤنٹ چیف اورڈسٹرکٹ آفیسرز کے ذریعہ تعمیر کو رکوانے کی کوشش کی مگر خدا تعالیٰ نے جماعت کی غیر معمولی تائید ونصرت فرمائی اورڈسٹرکٹ آفیسر نے فیصلہ دیا کہ احمدیہ مشن کو اس قطعہ زمین پر مسجد بنانے کا پورا پورا حق ہے اور کوئی شخص اس ملک میں کسی کی آزادئ مذہب کو چیلنج نہیں کرسکتا۔ چنانچہ ۲۰/اگست ۱۹۷۱ء کو مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری نے ایک تقریب میں دعاؤں کے ساتھ اس مسجد کی بنیاد رکھی۔اس تقریب میں اردگرد کی احمدی جماعتوں کے احباب کثرت سے شریک ہوئے اور پیراماؤنٹ چیف جو پہلے مخالفین احمدیت کے ڈر سے مخالفت کررہا تھا خود شامل ہوا اور ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا اور مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح کی نگرانی میں اس خانۂ خدا کی تکمیل ہوئی۔ 87

اسی سال ییلے (Yele) میں شام کے ایک مخلص احمدی سید محمد ہدرج نے اپنے خرچ پر خدا کے گھر کی تعمیر شروع کی۔اس سال اس کی دیواریں بھی مکمل ہوگئیں اور پھر جلد ہی اس پر چھت ڈال دی گئی۔

دوران سال خدا تعالیٰ کے فضل وکرم اور پاکستانی اور مقامی مبلغین اور احباب جماعت کی کوششوں سے ۴۸۰ نفوس داخلِ احمدیت ہوئے اور دس مقامات پر نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔88

غانا

۱۹۷۰ء کے آخر میں ملک ہیضہ کی لپیٹ میں آ گیا۔مولوی بشارت احمد صاحب بشیر امیر جماعت ہائے احمدیہ غانا وانچارج مشن نے جماعت احمدیہ کو تحریک کی کہ وہ ہیضہ کے ٹیکے لگوائیں اور ماہ جنوری ۱۹۷۱ء میں ہر سوموار اور جمعرات کو روزے رکھیں اور ان ایام میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے رہیں کہ وہ قادر وتوانا خدا اپنے رحم کے جلوے دکھائے اور غانا کو اس مصیبت اور متعدی بیماری سے نجات دے۔انہوں نے مزید کہا کہ وہ ان ایام میں مساجد میں اکٹھے ہوکر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔89

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ہیضہ کی خبر سنتے ہی غانا کو دس ہزار افراد کے لئے ہیضہ سے بچانے والی دوا بھجوانے کا ارشاد فرمایا۔جملہ انتظامات ابھی تکمیل کے مراحل میں تھے کہ مولوی بشارت احمد صاحب کا تار آیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وبا پر کنٹرول پالیا گیا ہے۔

غانا کی احمدی جماعتوں کی سالانہ کانفرنس ۶ تا ۸ جنوری کو سالٹ پانڈ میں منعقد ہوئی۔کانفرنس میں کم وبیش آٹھ ہزار اشخاص شامل ہوئے جن میں ملک کی متعدد نامور اور ممتاز شخصیات شامل تھیں۔ جن میں پیراماؤنٹ چیفس،متعدد ممبران پارلیمنٹ اور پاکستانی ہائی کمشنر غانا بھی شامل تھے۔اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا وہ خصوصی پیغام بھی پڑھ کر سنایا گیا جو حضور نے اس موقع کے لئے ازراہ شفقت ارسال فرمایا۔اس پیغام میں حضور نے جماعت احمدیہ غانا کی کارکردگی کی تعریف کرتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ وہ اپنی مساعی کو تیز سے تیز تر کردیں تاکہ ہم اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب ہوسکیں۔کانفرنس کی روداد اخبارات میں شائع ہوئی نیز ریڈیو سے بھی اس کی خبر نشر ہوئی۔

جنرل اے اے افریفا (Akwasi Amankwaa Afrifa) ۱۹۶۶ء کے انقلاب میں برسر اقتدار آئے تھے اور اگست ۱۹۶۹ء تک غانا کے صدر رہے۔انہوں نے کروبو (Krobo) کے نام سے ایک جدید طرز کا شہر آباد کیا۔وہ ان دنوں لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے تاہم

سٹیٹ کونسل کے ممبر تھے۔ مولوی بشارت احمد صاحب بشیر ایک وفد کی صورت میں ان کی ملاقات کیلئے جنوری ۱۹۷۱ء کے دوسرے ہفتے میں کروبو تشریف لے گئے۔ فوجی بینڈ کے ساتھ وفد کا استقبال کیا گیا اس موقعہ پر ایک سادہ اور پُروقار تقریب ہوئی جس میں جنرل نے کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے اس بات کا خاص طور پر ذکر کیا کہ جب حضرت امام جماعت احمدیہ غانا تشریف لائے تھے تو میں نے ملاقات کے دوران حضور کی خدمت میں دعا کی درخواست کی تھی اور اگر اب بھی میں زندگی میں اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب نہ ہو سکا تو یہ سراسر میرا قصور ہوگا۔ تقریر کے دوران انہوں نے قائد وفد مولوی بشارت احمد صاحب بشیر سے درخواست کی کہ وہ جب بھی حضور اقدس کی خدمت میں خط لکھیں تو ان کی طرف سے السلام علیکم پہنچا دیں اور دعا کی درخواست کریں۔ اس تقریب کی پریس میں اشاعت کے علاوہ ریڈیو غانا سے بھی خبر نشر ہوئی۔ اس سلسلہ میں غانا کے اخبار The Pioneer کی اشاعت بابت ۱۵ جنوری ۱۹۷۱ء میں حسب ذیل خبر شائع ہوئی۔

(ترجمہ) لیفٹیننٹ جنرل اے اے افریفا کی خدمت میں مولوی بشارت احمد صاحب بشیر امیر و مشنری انچارج احمدیہ جماعت غانا نے قرآن مجید کا تحفہ پیش کیا۔ یہ پیشکش اس وقت کی گئی جب جماعت احمدیہ کے وفد کے قائد اور جماعت کے امیر غیر رسمی ملاقات کے لئے Okatakyie (جنرل کا لقب) کے ہاں کروبو شہر پہنچے۔ قرآن مجید کا تحفہ پیش کرتے ہوئے امیر جماعت احمدیہ غانا نے کہا قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو اس نے ایک نہایت بیش قیمت تحفہ کے طور پر بنی نوع انسان کو عطا فرمایا ہے۔ تحفہ قبول کرتے ہوئے جنرل افریفا نے اپنے جذبات تشکر کا اظہار کیا اور کہا کہ میں اس عزت افزائی کے لئے ممنون ہوں۔ انہوں نے کہا کہ وہ نہ صرف یہ کہ اس تحفہ کو بے نظیر خزانہ یقین کرتے ہیں بلکہ وعدہ کرتے ہیں کہ وہ نہایت اشتیاق سے اس کا مطالعہ بھی کریں گے۔ اس تقریب کے اختتام پر جنرل افریفا امیر جماعت احمدیہ غانا اور ان کے وفد کے اراکین کو شہر کے مختلف حصوں کی سیر کرانے کیلئے ہمراہ لے کر گئے۔ ان کے وفد میں حسب ذیل افراد شامل تھے۔ مولوی ناصر احمد صاحب انچارج شمالی ریجن۔ الحاج عطاء ریجنل چیئر مین احمدیہ موومنٹ اور مسٹر آئی کے گیاسی (I.K. Gyasi) اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر احمدیہ سیکنڈری سکول۔ 90

۴ مارچ سے ۶ مارچ تک شمالی ریجن کی جماعتہائے احمدیہ کی سالانہ کانفرنس نہایت جوش و خروش کے ساتھ منعقد ہوئی۔ نہ صرف ریجن کے مخلصین جماعت کثرت سے شامل ہوئے بلکہ مولوی بشارت

احمد صاحب بشیر اور دیگر مجاہدین احمدیت جو ایک قافلہ کی صورت میں ملک کے تبلیغی دورہ پر تھے اس کانفرنس کی رونق کو دوبالا کرنے کا موجب بنے۔ کل حاضری قریباً ڈیڑھ ہزار تھی۔ مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نے اپنے افتتاحی خطاب میں حاضرین کو زیادہ سے زیادہ خدمت دین بجالانے اور فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی اور نصرت تبشیر سکیم سے آگاہ کیا۔ کانفرنس میں مولوی عبدالوہاب بن آدم صاحب اور مولوی نصیر احمد خان صاحب نے بھی تقاریر کیں۔ کانفرنس کے آخر میں مالی جہاد کی تحریک کی گئی جس پر تقریباً چار ہزار سیڈیز رقم جمع ہوئی۔[91]

غانا کے شمالی اور بالائی ریجنوں میں مخالفین اسلام کی سرگرمیاں تیز سے تیز تر ہوتی جارہی تھیں اور چرچ کی طرف سے غریب لوگوں میں خوراک اور زراعت اور دیگر عوامی بہبود میں امداد کے پردے میں مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کیا جارہا تھا۔ غانا پریس بھی اس سازش کو تقویت دے رہا تھا چنانچہ ایک اخبار نے یہ مضمون شائع کیا کہ ٹمالے (Tamale) جسے پہلے مسلمانوں کا شہر سمجھا جاتا تھا اب یہ عیسائی شہر ہے۔ مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں اس نازک صورتحال کی اطلاع دی اور ان علاقوں میں اسلام کی اشاعت کے لئے ایک خاص پروگرام پیش کر کے خصوصی دعا کی تحریک کی۔ حضور نے دعا کی اور اس پروگرام کی منظوری دیتے ہوئے اس سکیم کا نام نصرت تبشیر سکیم تجویز فرمایا (جس کا ذکر اوپر آچکا ہے)۔

اس انقلابی سکیم کے مطابق مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نے شمالی ریجن کے ہر گاؤں اور ہر قصبہ میں حق کی آواز پہنچانے کے لئے مسلسل ایک ماہ تک ایک وفد کی صورت میں بھرپور دورہ کیا۔ وفد میں مقامی اور مرکزی چالیس مبلغین شامل تھے۔ جملہ مبلغین یکم مارچ کو کماسی مشن میں اپنے ضروری سامان کے ساتھ پہنچ گئے جنہیں دیکھ کر کماسی کی جماعت میں حد درجہ جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔ احمدیوں نے مجاہدین کے لئے چندہ دیا اور جو احباب جماعت شامل نہ ہوسکتے تھے انہوں نے بغرض ثواب مالی قربانی کا شرف حاصل کیا۔ تمام مبلغین کو مختلف حلقوں میں تقسیم کر کے ان کے امراء مقرر کر دیئے گئے اور پورے ایک ماہ کے لئے خوراک کا مکمل سامان اور لٹریچر ان کے حوالے کر دیا گیا اور ان کو طریق تبلیغ اور پروگرام بتادیا گیا۔ مبلغین کو وا (Wa) تک پہنچانے کے لئے احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی کے ہیڈ ماسٹر مسٹر عبداللہ ناصر صاحب نے سکول کی ایک بس پیش کی۔ اس کے علاوہ ایک جیپ کا بھی انتظام کیا گیا۔ مولوی بشارت احمد صاحب بشیر اور بعض مبلغین کے لئے ایک کار مخصوص

تھی ۔ مجاہدین احمدیت کا یہ قافلہ ایک ماہ کے تبلیغی جہاد کے لئے ۳ مارچ کو نماز فجر کی ادائیگی اور اجتماعی دعا کے بعد نعروں کی گونج میں کماسی مشن ہاؤس سے روانہ ہوا اور سب سے پہلے ریجن کے پہلے بڑے شہر بولے (Bole) کے امام مسجد اور دیگر معزز مسلمانوں سے تبلیغی کیمپ لگانے کے متعلق گفتگو کی ۔ سبھی نے نہایت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ہر طرح تعاون کا وعدہ کیا ۔ ایک معزز مسلمان نے اپنا ایک ہونہار چھوٹا بچہ احمدیہ مشن کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا تا کہ صحیح اسلامی تعلیم و تربیت دلوائی جائے اور یہ بچہ اس علاقہ میں اشاعت اسلام کا موجب بن سکے ۔ ازاں بعد قافلہ دوسرے اہم مقام ساولہ (Sawla) پہنچا ۔ یہاں بھی معزز مسلمانوں اور ان کے امام نے تبلیغی پروگرام کو بہت سراہا اور ہر ممکن مدد اور تعاون کا وعدہ کیا ۔ بعد ازاں اس قافلہ نے وا (Wa) کی احمدیہ سالانہ کانفرنس میں شرکت کی ۔ مولانا بشارت احمد صاحب بشیر نے وا (Wa) کے عہدیداران جماعت کے مشورہ سے تمام مجاہدین کو سات دستوں میں تقسیم کیا اور شمالی ریجن میں سات اہم مقامات کو تبلیغی کیمپ کے لئے منتخب کیا ۔ یہ سات مقامات حسب ذیل تھے ۔

۱ ۔ وا (Wa) ۔ ۲ ۔ گورپسی (Gorpisi) ۔ ۳ ۔ فیلیمو (Felimu) ۔ ۴ ۔ بولے (Bole) ۔ ۵ ۔ سالاگا (Salaga) ۔ ۶ ۔ ڈامونگو (Damongo) ۔ ۷ ۔ والے والے (Walewale) ۔ وا (Wa) کیمپ کے نگران خود مولوی بشارت احمد صاحب بشیر تھے اور نائب نگران مولوی نصیر احمد خاں صاحب مبلغ کماسی ۔ دوسرے کیمپوں میں مولوی ناصر احمد صاحب، مولوی عبدالوہاب بن آدم صاحب اور بعض دیگر مجاہدین مقرر کئے گئے ۔ سبھی مبلغین کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے متعینہ مقامات اور اس کے ماحول میں جم کر پورا عرصہ کام کریں تا کہ مفید نتائج برآمد ہوسکیں اور نئی جماعتوں کا قیام عمل میں آسکے ۔ مولوی عبدالشکور صاحب اکرا میں متعین کئے گئے تا مشن کے دیگر ضروری امور کی نگرانی کر سکیں ۔

جس شام کو یہ تبلیغی قافلہ کماسی سے وا پہنچا اس سے اگلے روز صبح کے وقت بذریعہ تار یہ افسوسناک خبر ملی کہ مولوی بشارت احمد صاحب کی والدہ محترمہ پاکستان میں انتقال کر گئی ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں ’’اگر خدا تعالیٰ کا خاص فضل شامل حال نہ ہوتا تو شاید میرے لئے یہ صدمہ ایسے وقت میں برداشت کرنا مشکل ہو جاتا مگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص تصرف تھا کہ دعاؤں کی برکت سے یہ صدمہ سہنا میرے لئے ممکن ہو گیا‘‘ ۔

''وا'' کیمپ کو اس تبلیغی جہاد میں مرکزی حیثیت حاصل تھی کیونکہ اسی کے ذمہ تمام کیمپوں کی نگرانی و راہنمائی کرنا تھا اور اس ذمہ داری کو اس نے نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ چنانچہ مولوی بشارت احمد صاحب بشیر اور مولوی نصیر احمد خان صاحب نے ایک ماہ میں قریباً بارہ سو میل سے زائد سفر کیا۔ نصرت تبشیر سکیم کے تحت یہ تبلیغی جہاد ہر اعتبار سے کامیاب رہا اور تبلیغی کیمپوں کے ذریعہ دس نئی جماعتیں قائم ہوئیں اور ڈیڑھ سو بالغ افراد مع افراد خاندان کے جن کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی داخلِ سلسلہ عالیہ احمدیہ ہوئے۔ یہ اعداد و شمار مولوی نصیر احمد خان صاحب کی الفضل میں مطبوعہ رپورٹ سے لئے گئے ہیں اس طرح الفضل میں بھی پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے یہ نوٹ شائع ہوا کہ ''غانا سے مکرم بشارت احمد صاحب بشیر مبلغ انچارج نے یہ خوشکن اطلاع بھجوائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نصرت تبشیر سکیم کے ماتحت غانا میں دس نئی جماعتوں کا قیام عمل میں آیا ہے۔ یہ دس نئی جماعتیں ایک ہزار پچاس بالغ افراد پر مشتمل ہیں''۔

۲۹ مارچ کی شام کو مجاہدین کا قافلہ کماسی پہنچا۔ اشانٹی ریجن کی جماعت نے قافلہ کی کامیاب مراجعت پر شاندار دعوتِ طعام کا اہتمام کیا نیز مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نے اس بابرکت سکیم کو جاری رکھنے کیلئے نصرت تبشیر فنڈ کے قیام کا اعلان کیا جس میں مخلصین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مجاہدین احمدیت کا دوسرا قافلہ انہی علاقوں میں ایک ماہ تک مصروف تبلیغ رہا اور اس کی شبانہ روز مساعی کے بھی نہایت شیریں ثمر پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے پانچ مزید نئی جماعتیں معرضِ وجود میں آ گئیں جو دو سو بالغ افراد پر مشتمل تھیں (نئے بیعت کنندگان کے اہل و عیال کو شامل کر کے یہ تعداد ایک ہزار سے زائد بن گئی) مولوی بشارت احمد صاحب بشیر کی رپورٹ کے مطابق احمدی مجاہدین کی سہ ماہی کوششوں سے بفضلہٖ تعالیٰ قریباً ڈھائی ہزار افراد حلقہ بگوش احمدیت ہوئے اور ۱۶ نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ نومبائعین کی تعلیم و تربیت کے لئے مقامی مبلغین مقرر کر دیئے گئے تا وہ ان کی ضروریات کا خیال رکھیں اور اسلام کی تعلیم اور اس کے اصولوں سے پوری طرح واقف کرائیں۔ اس علاقہ کے ایک مخلص دوست مسٹر جاویدی جنہیں سات زبانوں پر عبور حاصل تھا کماسی میں بلائے گئے تا وہ دو ایک ماہ کی ٹریننگ کے بعد تربیت یافتہ مقامی مبلغین کے ساتھ مل کر غانا میں فریضۂ تبلیغ بجا لائیں۔ اس تبلیغی جہاد کے دوران کئی ایمان افروز واقعات مشاہدہ میں آئے۔

ڈامونگو کے مقام پر عیسائیوں نے گرجا میں دعائے خاص مانگی کہ اس شہر میں احمدی مبلغین قدم نہ

رکھ سکیں۔مگر الٰہی تصرف کے تحت اسی روز مجاہدینِ احمدیت شہر میں داخل ہوئے اور تیس افراد پر مشتمل جماعت قائم ہو گئی۔اس شہر میں ایک بت پرست خاندان مشرف بہ اسلام ہوا اور اپنے گھر سے تین بت لایا جس کی پوجا کرتے تھے ان بتوں کو منظر عام پر لا کر آگ میں ڈالا گیا اور موقع کی تصاویر لی گئیں۔نومبائعین میں اکثر بت پرست، شراب کے عادی چار سے زائد بیویاں رکھنے والے تھے اور ان میں سے اکثر نیم برہنہ تھے۔مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نے ان کی اس خستہ حالی کو دیکھ کر احباب جماعت کو تحریک کی کہ وہ ان کے لئے لباس مہیا کریں۔دیکھتے ہی دیکھتے تین سو افراد کے لئے لباس اور نقدی جمع ہو گئی۔ایک مقامی مبلغ نے جن کی مشکل سے بسر اوقات ہوتی تھی اپنا لباس اتار کر ضرورت مند کو پہنا دیا۔مولوی بشارت احمد صاحب خود ہر گاؤں میں پہنچے اور اپنی نگرانی میں ملبوسات تقسیم کئے۔ان لوگوں نے کپڑوں وغیرہ کا کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا۔اخوتِ اسلامی کے جذبہ کے تحت ہی یہ تحریک تھی جو ہمدردیٔ خلائق پر منتج ہوئی۔[92]

اشانٹی (Ashanti) مغربی افریقہ کی ایک بہادر اور جنگجو قوم ہے جس کی سلطنت ۱۶۹۷ء میں قائم ہوئی جو ۱۸۹۶ء کے بعد برطانیہ کے زیر نگیں ہوئی اور ۱۹۰۱ء میں برطانوی نوآبادیات میں شامل کی گئی اور ۱۹۵۷ء میں غانا کا حصہ بنی۔وسط ۱۹۷۱ء میں اس قوم کے شاہ اشانٹی دوم فوت ہو گئے اور ملکی روایات کے مطابق دس جون سے رسوماتِ جنازہ شروع ہو رہی تھیں اس لئے تمام شاہی تقریبات منسوخ کر دی گئیں۔اس ماحول میں جب نئے شاہ اشانٹی کو اطلاع دی گئی کہ جماعت احمدیہ غانا کے امیر وفد لے کر سات جون کو ملنے آ رہے ہیں تو انہوں نے اپنے سیکرٹری کو ہدایات دیں کہ جماعت احمدیہ کے وفد کو انکار نہیں کیا جا سکتا چنانچہ مولانا بشارت احمد صاحب بشیر تحریر فرماتے ہیں:۔

’’وقت مقررہ پر وفد لے کر خاکسار شاہ اشانٹی کے ذاتی محل (منہیا محل Manhyia Palace) پہنچا۔شاہ اشانٹی نے وفد کا خود استقبال کیا۔ایک سادہ مگر پُر وقار تقریب میں ابتدائی تعارف اور تمہید کے بعد خاکسار نے مختصراً قرآن مجید کے فضائل اور سورۃ فاتحہ میں سے اللہ تعالیٰ کی چار امہات الصفات پر روشنی ڈالی جسے انہوں نے ہمہ تن گوش سنا۔قرآن مجید کا تحفہ قبول کرتے ہوئے انہوں نے جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ’’میرے پاس وقت ہو یا نہ ہو لیکن خدا تعالیٰ کے کلام پاک کے مطالعہ کے لئے ضرور وقت نکالوں گا‘‘۔

موجودہ شاہ اشانٹی ایک قابل بیرسٹر رہ چکے ہیں۔تخت نشینی سے قبل انہیں ڈنمارک کا سفیر بھی

منتخب کیا گیا۔اب اپنی قوم کے ہر دلعزیز اور محبوب سربراہ ہیں۔تقریب کے دوران شاہی روایات کے مطابق ترجمان کے ذریعہ گفتگو کرتا رہا۔لیکن بعد میں مروجہ دستور کے برعکس ہم براہ راست گفتگو کرتے رہے۔زائرین کے رجسٹر پر دستخط کئے اور موقع کی تصاویر لی گئیں۔اس تقریب کی خبر یہاں کے ملکی اخبارات خصوصاً دی پائنیر (The Pioneer) کے پہلے صفحہ پر نمایاں طور پر مع تصویر شائع ہوئی۔الحمدللہ‘‘۔93

اس سال مشن کی تاریخ کا ایک ایسا منفرد واقعہ رونما ہوا جو ملکی قانون میں تبدیلی کا موجب بنا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ غانا کے مروجہ دستور کی رو سے میت کے ترکہ کا وارث بھتیجا قرار پاتا تھا اور میت کے قریبی ورثاء مثلاً والدین، بیوی، اولاد محروم رہتے تھے۔اس ملکی دستور کے باعث میت کے قریبی رشتہ داروں سے جو ناانصافی برتی جاتی تھی وہ ظاہر و باہر ہے۔جماعت احمدیہ کے افراد حتی الوسع وصیت پر عمل پیرا ہوتے ہیں تا کہ ان کے بعد ان کی اولاد غیروں کی محتاج اور دست نگر نہ بنے۔ وصیت کا نافذ بالعموم امیر جماعتہائے احمدیہ غانا کو مقرر کیا جاتا ہے بوقت نفاذ میت کے غیر مسلم ورثاء عموماً جھگڑا کھڑا کر دیتے تھے کہ جو جائیداد بطور ترکہ میت نے چھوڑی ہے وہ سب کی مشترکہ محنت اور سرمایہ سے بنی ہے لہٰذا ترکہ میں ان کا بھی حق بنتا ہے۔عدالت کے ذریعہ ایسے معاملات طے ہوتے تھے۔ایک ایسا مقدمہ غانا کے ایک احمدی دوست الحاج داؤد مرحوم کے ترکہ کا بھی تھا جو ۱۹۶۹ء سے عدالت کے زیر سماعت رہا ہے۔مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نے عدالت کو توجہ دلائی کہ جلد کوئی نہ کوئی فیصلہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ عدالت کی طرف سے تاریخ مقرر ہوئی جو آپ کی دوسری مصروفیات کے پیش نظر چنداں موزوں نہ تھی۔آپ نے اپنے خیالات تحریری طور پر بھجوا دیئے۔حاکم عدالت نے آپ کے خط (جو تین فل سکیپ صفحات پر مشتمل تھا) کی نقل تمام وکلاء میں تقسیم کرادی اور آپ کو اطلاع بھجوائی کہ اسلامی نظام وراثت کے موضوع پر عدالت سے خطاب کریں چنانچہ مقررہ تاریخ کو مولوی صاحب نے پندرہ وکلاء اور جج صاحبان سے خطاب کیا۔اس کے بعد سوالات و جوابات کا سلسلہ جاری رہا جو دلچسپ رہا۔اس کے بعد صدر صاحب نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ یہ عدالت کی تاریخ میں پہلا موقع ہے کہ اسلامی نظام وراثت سے متعلق معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ چنانچہ فیصلہ وصیت کے مندرجات کے مطابق ہوا۔اس موقع پر مولانا صاحب نے قرآن مجید مع تفسیری نوٹ کے تین نسخے عدالت کو پیش کئے۔94

ماہ ستمبر میں تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں مغربی غانا کے سنٹرل ریجن Ekumfi سرکٹ میں Sampa کے مقام پر ۱۵/افراد نے حق کو قبول کیا اور ایک نئی جماعت قائم ہوئی۔اس علاقہ میں قائم ہونے والی یہ پہلی جماعت تھی۔[95]

پاکستان کے ہائی کمشنر مقیم غانا ہز ایکسی لینسی ایس اے معید نومبر کے اوائل میں جماعت احمدیہ کماسی کی دعوت پر اکرا سے کماسی تشریف لائے۔ان دنوں کماسی مشن میں آپ کے تین روزہ قیام کے دوران جماعت کی طرف سے ''سٹی ہوٹل'' میں ہائی کمشنر صاحب موصوف کے اعزاز میں وسیع پیمانہ پر ایک استقبالیہ دعوت کا اہتمام کیا گیا جس میں علاقہ کے سربرآوردہ حضرات اور معززین شہر نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔اس موقعہ پر آپ نے تقریر کرتے ہوئے بہت ہی عام فہم اور دلنشیں انداز میں مشرقی پاکستان کی اصل صورتحال پر روشنی ڈالی۔

کماسی میں اپنے قیام کے دوران ہز ایکسی لینسی ہائی کمشنر صاحب نے اسوکورے میں احمدیہ ہسپتال کا بھی معاینہ فرمایا۔نیز آپ نے احمدیہ سیکنڈری سکول کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔اسوکورے کے پیراماؤنٹ چیف نے آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں روایتی طریق پر ایک پُرشکوہ دربار منعقد کیا جس میں غانا کا قومی لباس ''کنٹے کلاتھ''(Kente Cloth) اور وہاں کی مخصوص چپل کا ایک جوڑا بطور تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔آپ احمدیہ ہائر سیکنڈری سکول کماسی بھی تشریف لے گئے جہاں آپ نے طلباء اور ممبران اسٹاف سے خطاب فرمایا۔اس موقع پر آپ نے ایک ہزار نیوسیڈیز کی مالیت کا کھیلوں کا سامان سکول کو بطور تحفہ عطا کرنے کا اعلان فرمایا۔[96]

جماعت احمدیہ غانا کے وفد کی صدر جمہوریہ غانا سے ملاقات

سال ۱۹۷۱ء کے آخر میں جماعت احمدیہ کے دس افراد پر مشتمل ایک وفد نے امیر جماعت ہائے احمدیہ غانا و مبلغ انچارج غانا مشن مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر کی زیر قیادت ایک سادہ لیکن پر وقار تقریب میں جمہوریہ غانا کے صدر ہز ایکسی لینسی Edward Akufo-Addo سے ملاقات کر کے انہیں قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کا ایک نسخہ بطور ہدیہ پیش کیا۔اس موقع پر مولوی بشارت احمد صاحب نے ایک مختصر تقریر کی جس کے بعد اپنی جوابی تقریر میں صدر جمہوریہ غانا نے فرمایا بلاشبہ آپ کا مذہب دنیا کے عظیم ترین مذاہب میں سے ایک ہے پھر یہ امر بھی میرے لئے موجب اطمینان ہے

کہ جماعت احمدیہ اس ملک کی بہت خدمت کر رہی ہے۔قرآن مجید کا تحفہ پیش کرنے کی خبر اخبارات میں وسیع پیمانے پر شائع ہوئی۔ نیز ریڈیو اور ٹیلی وژن نے بھی اس کو خوب پذیرائی دی۔[97]

فجی

اس سال فجی مشن نے مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کی قیادت میں اشاعت اسلام کا کام نہایت کامیابی سے جاری رکھا اور ترقی کی۔

جنوری ۱۹۷۱ء میں مولوی محمد صدیق صاحب نے لمباسہ شہر کے ایک مخلص احمدی مولوی محمد لال ٹوپی صاحب سابق صدر جماعت احمدیہ لمباسہ کے ہمراہ فجی کے مشہور جزیرہ تاویونی (Taveuni) کا دس روز تک کامیاب تبلیغی دورہ کیا اور ہر طبقہ اور ہر مذہب کے لوگوں تک پیغام حق پہنچایا اور بہت سا لٹریچر تقسیم اور فروخت کیا جو زیادہ تر کاویتی زبان میں تھا۔اسی دوران آپ کو سمندر کے کنارے ایک جنگل میں ایک مسلمان بھائی اور غریب کسان محمد حسین کے ہاں پانچ راتیں گزارنے کا موقع ملا۔اس مخلص دوست نے نہ صرف آپ کی خدمت اور آرام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی بلکہ آپ کے تبلیغی پروگراموں کو کامیاب بنانے میں دن رات ایک کر دیا۔کئی تبلیغی اجتماعات ہوئے اور ایک مرتبہ دور دور سے ہندو اور سکھ کسانوں کو بلا کر ایک کامیاب جلسہ بھی کرایا۔آپ کی واپسی سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے اکثر اہل خانہ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گئے۔

مبلّغ احمدیت کو جنگل کے اس دور افتادہ ماحول میں اس کے مکینوں سے شناسائی کیسے ہوئی؟ یہ بھی خدائے عزّ وجلّ کی قدرت کا ایک کرشمہ تھا جس کی تفصیل مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کے الفاظ میں درج ذیل کی جاتی ہے:۔

’’اس جزیرہ پر ہمارے اترنے سے کئی سال پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے اس غریب میزبان کا ایک آٹھ نو سالہ لڑکا کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو گیا۔جب لوکل علاج کارگر نہ ہوا تو وہ اسے بذریعہ سمندری کشتی علاج کے لئے فجی کے دارالحکومت سُووا (Suva) لے آئے۔سُووا میں ان کی کسی سے جان پہچان نہ تھی بندرگاہ سے باہر نکل کر بازار میں اچانک بقول ان کے ایک پگڑی اور اچکن زیب تن کئے ہوئے فرشتہ رو مسلمان پر ان کی نظر پڑ گئی۔ یہ تھے فجی کے احمدیہ مشن کے پہلے مبلغ انچارج مولانا شیخ عبدالواحد صاحب فاضل۔ چنانچہ انہوں نے مولانا صاحب سے اپنے بچے کی شدید بیماری اور اپنی کسمپرسی کا ذکر کر کے بصد منّت امداد اور راہنمائی کی درخواست کی۔مولانا صاحب

انہیں سُووا (Suva) میں احمدیہ دارالتبلیغ میں لے آئے۔ بچہ کو ہسپتال میں داخل کرا دیا اور اس کے علاج کے اخراجات کے علاوہ ان کی مہمان نوازی بھی تقریباً ایک ماہ تک کرتے رہے اور جماعتی طور پر دعائیں بھی کی گئیں جن کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بچہ مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا اور وہ لوگ جماعت کو اور مولانا صاحب کو دعائیں دیتے ہوئے خوشی خوشی اپنے جزیرہ کو لوٹ گئے۔

وقت گزرتا گیا۔ ۱۹۷۱ء میں اتفاق ایسا ہوا کہ انہیں کے جزیرہ تاویونی میں اس بیمار لڑکے کی معمر والدہ نے خاکسار اور مولوی محمد صاحب کو اپنے مکان کے قریب سے گذرتے ہوئے دیکھا تو اس نے مجھے مکرم شیخ عبدالواحد صاحب سمجھ کر اپنے گھر بلا لیا اور پھر مندرجہ بالا سارا واقعہ سنا کر اصرار کیا کہ ہم ان کے ہاں ٹھہر کر انہیں مہمان نوازی کا موقع دیں اور تبلیغ بھی کریں اور اس طرح اس جزیرہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک نئی جماعت پیدا فرما دی''۔[98]

کرّہ ارض کو نصف میں تقسیم کرنے والی ڈیٹ لائن اسی جزیرہ سے گذرتی ہے جہاں دونوں طرف تاریخیں مختلف ہوتی ہیں۔ دوسری دنیا کا دن روزانہ سب سے پہلے اسی جزیرہ میں چڑھتا ہے۔ اس اعتبار سے یہاں جماعت کا قیام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' کی حقانیت کا ایک زبردست اور ایمان افروز نشان ہے۔

مارچ میں مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کی ''بنی نوع انسان کی موجودہ بے راہ روی اور اس کے علاج'' کے موضوع پر فجی ریڈیو سے ایک فاضلانہ تقریر نشر کی گئی جو فجی کے طول وعرض میں سنی گئی اور پسند کی گئی۔ آپ نے فجیئن بھائیوں اور بہنوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''انگلینڈ کے مسٹر چرچل (Churchill) نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں لکھا تھا کہ اگر نسل انسانی اب زمین پر باعزت طور پر باقی رہنا اور تباہی سے بچنا چاہتی ہے تو اس کا صرف اور صرف یہی طریق ہے کہ ہر طاقتور ملک اپنے آپ کو سب سے بڑا اور طاقتور بنانے کے خواب چھوڑ دے اور اس کے لئے تمام کوششیں، ذرائع اور اپنی خودغرضی اور خود پسندی کے جذبات سے خالی ہو کر ہر دوسرے ملک سے تعاون کرے اور تمام دنیا میں ایک مرکزی فیڈرل گورنمنٹ ورلڈ سپر گورنمنٹ کی صورت میں قائم ہو جائے جس کا ہر ملک تابع ہو مگر یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ کوئی دنیوی نہیں بلکہ کوئی بیرونی (یعنی خدائی) مضبوط ہاتھ اس گورنمنٹ کو قائم کرنے اور قائم رکھنے کا بیڑا اٹھائے۔ کم وبیش یہی الفاظ امریکہ کے سابق پریذیڈنٹ آئزن ہاور (Eisenhower) نے کہے تھے کہ اب نسل انسانی کے

بچاؤ کی کوئی ممکن صورت سوائے کسی غیر دنیوی بیرونی Super اور Strong ہاتھ کی دخل اندازی کے ہرگز ممکن نہیں''۔99

''ظاہر ہے کہ چرچل اور آئزن ہاور کا مذکورہ بالا ''بیرونی طاقتور ہاتھ'' سوائے خدا تعالیٰ کے ہاتھ کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ پس اگر ہم چاہتے ہیں کہ بچائے جائیں تو آیئے اپنے خدا اپنے خالق و مالک اور اس وحدہٗ لاشریک رحیم و کریم ہستی کو راضی کرلیں اور اس کے احکامات کے پابند ہو کر مذہبی زندگی بسر کریں۔ جب تک انسان اپنے خدا کو راضی نہیں کرے گا اور اس کے حضور توبہ و استغفار سے نہیں جھکے گا خدا تعالیٰ کی خفگی اور اس کا غضب اور قہر دھیما نہیں ہوگا اور عالمگیر تباہی سے دنیا کا بچاؤ ممکن نہیں ہوگا بلکہ الٰہی نوشتوں اور پیشگوئیوں کے مطابق تیسری عالمگیر جنگ انسان اور اس کی بھونڈی مادی اور روحانیت سے عاری نئی تہذیب و تمدن کو یکسر تباہ کر کے دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دے گی اور اس تباہی اور ہلاکت سے وہی بچائے جائیں گے جو خدا اور اس کے رسولوں اور ان کی لائی ہوئی صداقتوں کو قبول کر کے اور اس کے ہو کر آپس میں امن و شانتی اور اخلاق سے رہیں گے''۔100

دو سال قبل ناندی شہر میں ایک وسیع مسجد، مشن ہاؤس اور لائبریری کے قیام کے لئے مولوی نور الحق صاحب انور اور بعض دیگر مخلصین جماعت کی کوششوں سے ایک نہایت موزوں قطعہ زمین حاصل کر لی گئی تھی جس پر بعد میں ڈاکٹر سید ظہور احمد شاہ صاحب نے مشن ہاؤس کی بنیاد رکھی اور عمارت کا نچلا حصہ یعنی مشنری کوارٹرز کا کام اکتوبر ۱۹۷۰ء تک ہوتا رہا لیکن چھت چڑھانے کے بعد عمارت کی تعمیر کچھ عرصہ تک معرضِ التوا میں رہی۔ اپریل ۱۹۷۱ء میں جماعت احمدیہ فجی کے سالانہ جلسہ کے موقع پر مشن ہاؤس کی تکمیل اور اس پر شاندار مسجد بنانے کے لئے خصوصی مالی تحریک کی گئی جس پر تمام جماعتوں نے والہانہ طور پر قربانی کی۔ یہی نہیں بلکہ مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کی تحریک پر فجی کے اوّلین مبائع احمدی اور ناندی کے لینڈ لارڈ حاجی محمد رمضان صاحب نے جلسہ میں اعلان کر دیا کہ منظور شدہ نقشہ کے مطابق خدا کے گھر کی تعمیر و تکمیل کی سب ذمہ داری وہ اٹھاتے ہیں جس پر ہر طرف سے شکریہ، آفرین اور دعاؤں کی صدائیں بلند ہوئیں اور پھر مئی ۱۹۷۱ء میں بیک وقت نچلی عمارت کی تکمیل اور دوسری منزل پر بیت کا کام پورے جوش و خروش سے شروع ہوگیا اور سال کے آخر تک پوری عمارت ہر طرح سے پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی۔ خدا کے گھر کا نام مسجد اقصیٰ رکھا گیا اس شاندار عمارت کے جملہ کاموں کی نگرانی اور سب ضروریات مہیا کرنے کی خدمت محبوب یوسف خانصاحب جنرل سیکرٹری

جماعت فجی نے نہایت احسن رنگ میں انجام دی اور بعض دفعہ اپنے ذاتی کاموں کو ملتوی کر کے بھی بڑی دلچسپی اور محنت سے یہ خدمت بجا لاتے رہے۔ نا ندی، لٹوکا اور مارو کی مخلص جماعتوں کے دیگر مخلصین نے بھی کئی بار اس عمارت کے وقارِ عمل میں حصہ لیا۔ محمد جان صاحب پریذیڈنٹ جماعت نا ندی اور ان کے افرادِ خاندان محبوب یوسف خان صاحب کے ساتھ برابر مصروفِ عمل رہے۔ محمد جان صاحب نے ساری عمارت کی الیکٹرک وائرنگ اور مشنری کوارٹرز کے لئے فرنیچر، بستر، چارپائی اور دیگر ضروری اشیاء اپنی فیکٹری سے مفت پیش کیں اور نا ندی شہر کی مخلص لجنات نے بیت کے فرش کے لئے لائنو کارپٹس اور کچن کا تمام سامان اور لائبریری کے فرش کے لئے خوبصورت ٹائلیں اپنے فنڈ سے مہیا کیں۔ بیت اقصیٰ چونکہ ایک خوشنما صحت افزاء علاقہ اور ٹیلہ پر واقع ہے اس لئے وہ دور دور سے نظر آتی ہے اور اپنے تین سفید گنبدوں اور چار سفید اور پُرشکوہ میناروں کے ساتھ ایسی خوبصورت اور بھلی معلوم ہوتی ہے کہ گویا مغلیہ دور کی کسی شاہی مسجد کا نمونہ ہے۔

مسجد اقصیٰ کے علاوہ اس سال اللہ تعالیٰ نے جماعت فجی کو قصبہ مارو کی جماعت کے زیرِ تعمیر خدا کے گھر کی تکمیل کی توفیق بھی عطا فرمائی۔ اس کام کا اکثر حصہ جماعت احمدیہ مارو اور دیگر احباب کے وقارِ عمل سے مکمل ہوا۔ 101

مولوی محمد صدیق صاحب فجی مشن کی سالانہ رپورٹ ۱۹۷۱ء میں اشاعت لٹریچر اور پچاس مقامی پادریوں کی کانفرنس میں پیغامِ حق پہنچانے کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:۔

’’دوران سال پاکستان، انگلستان اور انڈیا سے اسلامی لٹریچر منگوا کر ملک کے طول و عرض میں مختلف ذرائع سے پھیلایا گیا۔ مرکز کی طرف سے نیا شائع شدہ انگریزی قرآن کریم، اسلامی اصول کی فلاسفی اور لائف آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا تیار کردہ قرآن کریم انگریزی، فجی کی سب بڑی بڑی لائبریریوں میں رکھوایا گیا۔ اس کے علاوہ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی اہم لائبریریوں کو بھی یہ کتب ارسال کی گئیں جو کہ سب لائبریریوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کر کے انہیں اپنی لائبریریوں کی زینت بنایا۔

رسالہ تحریک جدید ہر ماہ پچاس کی تعداد میں منگوا کر احمدی، غیر احمدی اور لاہوری احباب میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی یہاں کی تین بڑی لائبریریوں کو ہر ماہ باقاعدہ سپلائی کیا جاتا ہے۔ رسالہ انصار اللہ بھی زیرِ تبلیغ دوستوں کو دیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی طرف سے ہندوؤں کے نام اسلام کا پیغام ”لیکچر سیالکوٹ“ کا ہندی میں ترجمہ کر کے ہزاروں کی تعداد میں ہندوؤں میں تقسیم کیا گیا۔سووا، با،لٹوکا کے کتب خانوں اور بک شاپوں میں بھی ہم نے اپنا اسلامی لٹریچر انگریزی اور فجیئن زبان میں رکھا ہوا ہے جو کہ فروخت ہوتا رہتا ہے۔فجی میں تمام دنیا سے ٹورسٹ آتے ہیں اور ہر ہفتہ دو چار بحری جہاز سیاحوں سے بھرے یہاں آتے رہتے ہیں۔بعض دفعہ فوجی جہاز بھی آتے ہیں ایسے لوگوں کو پیغام حق پہنچانے کے لئے اپنا انگریزی اور فرنچ لٹریچر بعض جہازوں کے اندر جا کر اور بعض دفعہ باہر کھڑے ہو کر بعد گفتگو تقسیم کیا جاتا رہا ہے۔محترم شیخ عبدالواحد صاحب سابق انچارج فجی مشن کا چھپوایا ہوا لوکل فجیئن زبان میں اسلامی لٹریچر کافی تعداد میں یہاں موجود ہے۔اسلامی اصول کی فلاسفی بھی فجیئن زبان میں مترجم ہے ایسے پمفلٹ اور کتب لے کر بعض دفعہ وفود کی صورت میں لوکل فجیئن آبادی اور ان کے دیہات میں دورے کئے گئے اور ان میں لٹریچر تقسیم کرنے کے علاوہ گھنٹوں ان سے زبانی گفتگو اور تبلیغ کی جاتی رہی ہے۔اس کے علاوہ فجی کے یوم آزادی کے موقع پر فجی گورنمنٹ اور پولیٹیکل پارٹیوں کے سرکردہ لیڈروں کو مبارک باد کے ساتھ قرآن کریم اور اسلام پر مختلف کتب تحفۃً پیش کر کے انہیں تبلیغ کی گئی۔

جولائی ۱۹۷۱ء میں ساؤتھ پیسیفک کے سب جزائر کے میتھوڈسٹ لوکل اور سفید پادریوں کی ایک اہم کانفرنس سووا میں ہوئی۔اس موقع پر خاکسار (مراد مولوی محمد صدیق صاحب) اور مکرم مولوی محمد لال ٹوپی صاحب نے لوکل پادریوں کی رہائش گاہ پر جا کر انہیں اسلام کے متعلق زبانی ضروری معلومات بہم پہنچائیں اور گفتگو شروع ہونے پر پچاس ساٹھ پادریوں کی موجودگی میں اسلام اور عیسائیت کی تعلیم کا موازنہ کر کے ان پر اسلامی تعلیم کی برتری ثابت کی گئی۔ان میں سے اکثر کو اسلام کے نام کے سوا ہمارے دین کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔چنانچہ انہی کی درخواست پر ان سب میں فجیئن اور انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر بھی تقسیم کیا اور اپنے مرکز کا پتہ بھی اکثر کو دیا گیا“۔[102]

نومبر ۱۹۷۱ء میں جزائر ٹونگا کے بادشاہ جو فجی میں قائم شدہ جنوبی بحر اوقیانوس کے جزائر کی واحد یونیورسٹی کے اعزازی چانسلر تھے یونیورسٹی کی تقریب تقسیم اسناد میں تشریف لائے ان کے چچا سر ایڈورڈ کاکوباؤ (Edward Cakobau) نائب وزیر اعظم فجی، جماعت احمدیہ کے ایک مخلص اور مخیر دوست محمد شمس الدین صاحب کے سکول فیلو اور کرکٹ فیلو تھے، جن کے ذریعہ شاہ ٹونگا نے جماعت احمدیہ فجی سے ملاقات منظور کی جس پر اسی روز مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری نے وفد کے

دوسرے ارکان کے ساتھ شام پانچ بجے ملاقات کی۔ ان کی خدمت میں جماعت کی طرف سے ایڈریس پیش کیا جس میں انہیں خوش آمدید کہنے کے علاوہ اسلام کی تعلیم سے آگاہ کیا اور آخر میں قرآن کریم انگریزی اور دیگر اسلامی کتابیں بطور تحفہ پیش کی گئیں۔ شاہ ٹونگا نے کھڑے ہو کر قرآن کریم وصول کرنے کے بعد ایڈریس کے جواب میں شکریہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

''میرا ملک صد فیصد عیسائی ہے میں بھی پیدائشی عیسائی ہوں میں نے اس سے پہلے کبھی قرآن کریم دیکھا تک نہیں تھا نہ اسلام سے مجھے تعارف تھا۔ آپ نے یہ تقریب پیدا کر کے مجھے اس مذہب سے متعارف کرایا ہے جو میری والدہ کی قوم کا صدیوں سے مذہب چلا آتا ہے۔ میری والدہ انڈونیشین نسل سے ہیں۔ آپ کی طرف سے پیش کردہ قرآن کریم اور کتب کا ضرور مطالعہ کروں گا۔ آپ نے ایک عظیم روحانی خزانہ مجھے عطا کیا ہے آپ لوگ بڑے شکریہ کے مستحق ہیں''۔

دوسرے روز لوکل اخباروں میں اس تقریب کی تصاویر کے علاوہ تمام روداد بھی شائع ہوئی اور ریڈیو پر بھی یہ خبر نشر کی گئی۔ اس کے ایک ہفتہ بعد احمدیہ وفد نے شاہ ٹونگا کے چچا سر ایڈورڈ کاکوباؤ کا دوبارہ شکریہ ادا کر کے انہیں بھی قرآن کریم پیش کیا۔ 103

اس ملاقات کی رپورٹ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں پہنچی تو حضور نے اظہار خوشنودی فرمایا، دعا دی اور یہ ہدایت بھی فرمائی کہ بادشاہ سے لے کر ادنیٰ سے ادنیٰ انسان تک دن رات اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ حضور کے اس ارشاد کے بعد مولوی محمد صدیق صاحب نے ملک میں ایک خاص تبلیغی مہم جاری کی اور مارکیٹ میں تین چار احمدی سٹالوں کے علاوہ ٹیکسیوں اور بسوں میں بھی جماعتی لٹریچر بغرض تقسیم رکھوا دیا حتیٰ کہ مسجد اور مشن ہاوس کے فلش پٹ اور کمپاؤنڈ کی صفائی کرنے والے مزدوروں کی بھی چائے سے تواضع کر کے انہیں پیغام حق پہنچایا گیا۔ یہاں تک کہ بعد میں وہ غریب فجیئن باشندے فجیئن زبان میں شائع شدہ لٹریچر خود طلب کرنے لگے۔

اس سال خدا تعالیٰ کے فضل سے پاکستانی مبلّغین اور مخلصین جماعت کی کوششوں سے ۱۳۰/ احباب داخل احمدیت ہوئے جن میں سے ۱۳/ احباب عیسائیت اور ہندومت کو چھوڑ کر اسلام کے نور سے منور ہوئے۔ 104

سال ۱۹۷۱ء میں جماعت احمدیہ فجی کو اللہ تعالیٰ نے ایک پرنٹنگ مشین اور اس کے دیگر لوازمات

خرید کر اپنا پریس قائم کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائی جس پر انگریزی اور ہندی زبان میں قریباً تین چار ہزار پمفلٹ چھاپے گئے۔[105]

کینیا

کینیا یونائیٹڈ کلب نیروبی کے اونچے طبقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ پہلے اس کے ممبر صرف انگریز ہی ہو سکتے تھے مگر ۱۲ دسمبر ۱۹۶۳ء کو کینیا نے آزادی حاصل کر لی جس کے بعد اس کے دروازے دوسرے لوگوں کے لئے بھی کھول دیئے گئے گو اب بھی ممبروں کی اکثریت یورپین ہی کی رہی۔

۱۷ فروری ۱۹۷۱ء کو اس کلب کی طرف سے کینیا کے امیر ومشنری انچارج مولانا جمیل الرحمٰن صاحب رفیق کو اسلام میں فرقہ پرستی (Sectarianism in Islam) کے موضوع پر تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا گیا۔ کلب کی طرف سے اس موقع پر دیئے جانے والے لنچ کے بعد یہ تقریر شروع ہوئی جو کہ نصف گھنٹہ تک جاری رہی۔ تقریر کے دوران تین سو کے اجتماع میں مکمل خاموشی اور سکوت کا عالم تھا۔ تقریر کے آخری حصہ میں احمدیت کا ذکر تھا۔ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دعاوی وغیرہ کا تذکرہ بھی شامل تھا نیز خلافت احمدیہ کے بارے میں بھی مختصراً کہا گیا۔ تقریر کے اختتام پر دوسروں کو تقریر کے بارے میں کچھ کہنے کا موقع دیا گیا جس پر ایک نے کہا کہ اس تقریر سے ہمیں بہت سی نئی باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ سامعین میں یہاں کے تمام انگریزی وسواحیلی زبان کے اخباروں اور رسالوں کے مدیر یا نمائندگان شامل تھے۔

بعد میں ایک صاحب نے تعدّد ازدواج اور حرمت لحم خنزیر کے بارہ میں استفسارات کئے جن کے تسلی بخش جوابات آپ نے دیئے۔ سامعین میں ایک بہائی انگریز خاتون بھی تھیں جنہوں نے کہا کہ ”میں نے نہایت غور سے ساری تقریر سنی ہے پُراز معلومات ہے اور مجھے بہت پسند آئی ہے“۔

کینیا میں مسجد کا افتتاح

کینیا کے مغربی صوبہ میں مارا گولی کے مقام پر جماعت احمدیہ کو ایک مسجد بنانے کی توفیق ملی۔ اس کا افتتاح ۲۵ اپریل ۱۹۷۱ء کو مکرم جمیل الرحمان صاحب رفیق مشنری انچارج کینیا نے کیا۔ ۲۰۰ کے قریب غیر مسلم اور ۵۰ کی تعداد میں احمدی احباب حاضر ہوئے۔ اس موقعہ پر جماعت کے مختلف مشنوں کے کاموں کی تصاویر کی نمائش بھی کی گئی۔

۱۹ مئی کو ٹیچرز ٹریننگ کالج نیروبی کی ریلیجن سوسائٹی کے زیر اہتمام مولانا جمیل الرحمٰن رفیق صاحب نے تہذیب اسلامی (Islamic Culture) کے موضوع پر لیکچر دیا۔ سبھی حاضرین افریقن تھے۔ لیکچر کے بعد آپ نے عورت کی اسلام میں حیثیت، تعدّد ازدواج وغیرہ اہم سوالات کے جوابات دیئے۔ یہ تقریب بھی بہت مفید رہی۔106

اگست کے آخری ہفتہ میں آپ ممباسہ میں ساحلی علاقہ کے دورہ کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ دورہ تقریباً دو ہفتے تک جاری رہا۔ سب سے پہلے آپ نے ممباسہ شو کے احمدیہ سٹال میں شرکت کی اس کا افتتاح کینیا کے صدر مملکت مسٹر جوموکنیاٹا (Jomo Kenyatta) نے کیا تھا۔ احمدیہ سٹال میں قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم کے علاوہ سلسلہ کا لٹریچر نہایت عمدہ ترتیب اور قرینے سے رکھا گیا تھا۔ احمدی رسائل خاص بورڈ پر آویزاں تھے اور مختلف مشنوں کی دینی مساعی کو تصویر کے ذریعہ دکھایا گیا تھا۔ کفن مسیح سے متعلق ریسرچ کی یادگار تصاویر ایک الگ بورڈ پر چسپاں تھیں جن کے اوپر جلی الفاظ میں انگریزی زبان میں لکھا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ کشمیر میں طبعی وفات پائی۔ درمیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شبیہ مبارک آویزاں تھی اور اس کے نیچے درج تھا مسیح بعثت ثانیہ میں۔ احمدیہ سٹال کے ذریعہ زبانی تبلیغ کے علاوہ انگریزی اور سواحیلی زبانوں کے پمفلٹ ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کئے گئے۔ اسی طرح انگریزی اور سواحیلی ماہوار اخبار بھی سینکڑوں کی تعداد میں مطالعہ کے لئے دیئے گئے۔ سات سو شلنگ کے قریب کتب فروخت ہوئیں۔ احمدیہ سٹال کے بعد ممباسہ ٹاؤن اور اس کے ماحول میں رمیسی (Ramisi)، کوالے (Kwale) میں نہایت کامیاب جلسے منعقد ہوئے۔

رمیسی (Ramisi) میں ابھی جماعت قائم نہیں ہوئی تھی۔ مولوی محمد عیسیٰ صاحب نے نہایت محنت اور تندہی سے یہاں کی شوگرمل کے مینیجر صاحب سے اجازت حاصل کر کے پرائمری سکول کے احاطہ میں جلسہ کا انتظام کیا اور ایک مقامی دوست سے مل کر جلسہ کی اطلاع عوام تک پہنچائی۔ مولوی محمد عیسیٰ صاحب اپنے ہمراہ سائیکلو سٹائل کر کے اشتہارات بھی لے گئے تھے جو اس موقع پر انہوں نے تقسیم کئے۔ جلسہ کی صدارت کے لئے مینیجر صاحب سے ہی درخواست کی جو انہوں نے منظور کر لی۔ خدا کے فضل سے حاضری توقع سے بڑھ کر تھی۔ مولانا جمیل الرحمٰن رفیق صاحب نے ایک گھنٹہ تک تقریر کی۔ بعد ازاں سوالوں کے جوابات دیئے۔

کوالے (Kwale) میں مقامی احمدی معلم صاحب نے مولوی محمد عیسیٰ صاحب کی ہدایت اور نگرانی میں جلسے کا انتظام کیا اور ڈسٹرکٹ ویلفیئر آفیسر کی صدارت میں مولوی صاحب موصوف نے سواحیلی زبان میں تقریر کی جسے سامعین نے نہایت توجہ سے سنا۔ بعد میں سوال و جواب کا سلسلہ بھی نہایت دلچسپ رہا۔ صاحب صدر نے فرمایا کہ اس نوع کی تقریر سے غیر مذاہب والوں کو دوسروں کے خیالات سننے کا موقع ملتا ہے اور غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں۔

مولانا جمیل الرحمٰن صاحب رفیق اس تقریب کی مزید تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''نیروبی سے پندرہ میل کے فاصلہ پر (Sisal Estate) بنام Ruwai ہے جہاں اکثر اوقات جا کر تبلیغ کا موقعہ ملتا رہا۔ اس جگہ دو چرچ ہیں خدا کے فضل سے دونوں ہی میں خاکسار کو سواحیلی میں اسلام کی حقانیت کے موضوع پر تقاریر کا موقع ملا۔ خاکسار کے ساتھ مکرم گاوایا صاحب نے بھی تقاریر کیں۔ یہ دوست مخلص احمدی ہیں جو کہ Digo قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وزارت تعلیم میں ایجوکیشن آفیسر کے عہدہ پر فائز ہیں۔ ہماری تقاریر کے بعد پادری صاحب نے درخواست کی کہ حاضرین کے سوالات کے جوابات بھی دیئے جائیں۔ یہ تو ہمارے لئے سنہری موقع تھا ہم نے کہا کہ ضرور سوالات پوچھئے۔ چنانچہ پادری صاحب اور حاضرین نے متعدد سوالات دریافت کئے جن کے جواب بالعموم بائبل ہی سے دیئے گئے۔ آخر میں پادری صاحب کی اجازت سے ہم نے تمام حاضرین کو مع پادری صاحب اپنے سواحیلی اخبارات دیئے جو انہوں نے خوشی سے قبول کئے۔ آخر میں پادری صاحب نے کہا کہ آج ہم نے اسلام کے بارہ میں بہت کچھ سنا ہے ہمارے ذہنوں میں اسلام کے بارہ میں بالکل مختلف نقشہ تھا''۔[107]

ممباسہ ٹاؤن میں جلسہ کا انعقاد میونسپل ہال میں کیا گیا۔ اس جلسہ کی اطلاع مولوی محمد عیسیٰ صاحب نے بذریعہ ملاقات زیر تبلیغ احباب کو قبل از وقت کر دی تھی۔ علاوہ ازیں بکثرت اشتہارات بھی تقسیم کئے۔ مولانا جمیل الرحمٰن صاحب رفیق نے قرآن کریم کی پیشگوئیاں کے زیر عنوان ایک گھنٹہ تک نہایت مؤثر خطاب کیا۔ صاحب صدر مسٹر محمد شیلو ویلفیئر آفیسر پورٹ ٹرسٹ نے اپنی صدارتی تقریر میں اس خطاب کو سراہا۔

مولانا جمیل الرحمٰن صاحب رفیق کینیا کے ساحلی علاقہ کا کامیاب دورہ کرنے کے بعد ۷ ستمبر کو

صوبہ کے دوسرے علاقہ ٹاویٹا میں پہنچے جہاں ان دنوں مولانا بشیر احمد صاحب اختر بطور مبلغ متعین تھے۔108

اگلے روز ۸ ستمبر کو اور ۹ ستمبر کو ماہو (Mahoo) کے پرائمری سکولوں میں آپ کی تقاریر ہوئیں۔ ۱۲ ستمبر کا دن اس علاقہ کی جماعتوں کے لئے عید کا دن تھا کیونکہ اس دن ایلڈورو (Eldoro) کی سب سے پہلی مسجد کا افتتاح تھا۔ یہاں عرصۂ دراز سے کیتھولک مشن قائم تھا مولوی بشیر احمد صاحب اختر کی تحریک اور سکیم کے مطابق مئی ۱۹۷۰ء میں تعمیر شروع ہوئی اور دسمبر کے آخر میں ایک اچھی عمارت بن کر تیار ہوگئی۔ اتنی تھوڑی مدت میں اور پھر وافر ذرائع نہ ہونے کے باوجود خدا کے گھر کا بن جانا نصرت الٰہی کا ایک نشان تھا۔ بعض مخالفین نے کھلم کھلا مخالفت کی اور رکاوٹیں ڈالیں مگر اس کے باوجود خدا کا گھر بن گیا اور اس کی تعمیر کے لئے نیروبی، ممباسہ اور ایلڈوریٹ (Eldoret) کے مخیر احمدی احباب نے اس کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیا۔ کینیا میں جماعت کی یہ دوسری مسجد تھی جس کا افتتاح ۱۹۷۱ء میں ہوا۔ قبل ازیں اسی سال ماہ اپریل میں مسجد مارا گولی کا افتتاح عمل میں آیا تھا۔ ایلڈورو میں خدا کے گھر کے افتتاح کی تقریب میں تلاوت و نظم کے بعد مولانا محمد منور صاحب انچارج مشن تنزانیہ کا پیغام عثمانی گا گوریا صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ نیروبی نے پڑھ کر سنایا۔ بعد ازاں مولانا جمیل الرحمٰن صاحب رفیق نے نہایت مؤثر اور دلنشین پیرایہ میں سواحیلی زبان میں افتتاحی تقریر کی جس کا سامعین پر بہت اچھا اثر ہوا۔ آخر میں مولانا بشیر احمد صاحب نے شکریہ ادا کیا۔ پھر مولانا جمیل الرحمٰن صاحب رفیق نے مسجد کے دروازہ کے قریب جا کر اجتماعی دعا کرائی۔ دعا کے بعد پریذیڈنٹ صاحب جماعت احمدیہ ایلڈورو جمعہ رمضانی صاحب نے مولانا صاحب کی خدمت میں مسجد کی چابی پیش کی اور آپ نے تالا کھولا۔ اس طرح خدا کے حضور دعاؤں کے ساتھ اس مسجد کا افتتاح عمل میں آیا۔ سارا پروگرام سواحیلی زبان میں تھا جو ریکارڈ کیا گیا۔ پروگرام شروع سے لے کر آخر تک بڑی توجہ اور انہاک سے سنا گیا۔ خصوصاً مولانا صاحب کی تقریر۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ مقرر کے علاوہ اور کوئی جلسہ گاہ میں موجود ہی نہیں۔

حاضرین کی تعداد قریباً ۱۷۰ تھی۔ شامل ہونے والوں میں ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ چیف، سب چیف، ایگریکلچرل آفیسرز، پوسٹ آفس کا عملہ، سکول کے اساتذہ اور دیگر معززین شہر۔ ظہر و عصر کی نمازوں کی ادائیگی کے بعد تمام حاضرین کو دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا۔ حاضرین اس تقریب سے

بہت خوش اور متاثر ہوئے۔ اس تقریب کی تصاویر اس ملک کے کثیر الاشاعت اخبار ڈیلی نیشن (Daily Nation) میں شائع ہوئیں۔109

۵/اکتوبر کو نیروبی کے ایک بہت ہی مشہور ومعروف لونگٹن (Lavington) چرچ کے انگریز پادری Rev. John Myer صاحب نے ٹیلیفون کے ذریعے 'اسلام' پر تقریر کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا کہ تیس چالیس افراد کی ہماری ایک سوسائٹی ہے جس کے ممبران اسلام کے بارہ میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں مگر تاحال ہمیں کوئی ایسا شخص نہیں مل سکا جو کہ انگریزی میں اس موضوع پر تقریر کرے۔ مولانا جمیل الرحمٰن صاحب رفیق نے دعوت کو قبول کر لیا چنانچہ ڈنر کے بعد پادری صاحب کے گھر کے بڑے کمرے میں رات کے سوا آٹھ بجے آپ نے 'اسلام' کے موضوع پر تقریر کی۔ حاضرین تیس کے قریب تھے جن میں سے صرف تین افریقن اور باقی سب یوروپین تھے۔ حاضرین میں ڈاکٹرز، پروفیسرز اور مجسٹریٹ بھی شامل تھے۔

خدا کے فضل سے گھنٹہ بھر حاضرین نے نہایت توجہ سے آپ کے لیکچر کو سنا بعد میں سوا گھنٹہ تک طرح طرح کے سوالات دریافت کئے جن کے جوابات آپ نے دیئے۔ ایک موقع پر جب آپ نے مسیح علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کے بارہ میں کہا کہ آجکل میڈیکل سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ بعض عورتیں جن میں مذکر و مؤنث دونوں خاصیتیں ہوتی ہیں خاص حالات میں بغیر مرد کے بچہ جن سکتی ہیں تو اس پر سامنے بیٹھے ہوئے انگریز ڈاکٹر کی بیوی نے آہستگی سے اپنے خاوند سے پوچھا کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟ تو ڈاکٹر صاحب نے اسے جواب دیا کہ ''ہاں''۔

یہ تقریب خدا کے فضل سے نہایت درجہ کامیاب رہی۔ ایسے لگتا تھا کہ مجلس پر اسلام کا رعب چھایا ہوا ہے۔ آخر میں پادری صاحب نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں آپ کے حوصلے کی داد دیتا ہوں کہ آپ باوجود اس کے کہ اپنے مخالف عقیدہ رکھنے والوں میں گھرے ہوئے تھے پھر بھی روانی کے ساتھ بلا جھجک گفتگو کرتے چلے گئے۔ مولوی صاحب نے شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ جب حق ہی کہنا ہے تو اس میں جھجکنے کی کیا بات ہے اور یہ کہ ایسی مجالس میں ہم اکثر جاتے ہیں یہ کوئی نئی بات ہمارے لئے نہیں۔110

اس سال کے آخر میں کینیا مشن کی مساعی عروج پر پہنچ گئیں جب مولانا جمیل الرحمٰن صاحب رفیق نے صوبہ نیانزا کا دس روزہ تبلیغی وتربیتی دورہ کیا جس کے دوران چار نہایت کامیاب پبلک لیکچر

دیئے۔ دونئی مساجد کا افتتاح کیا۔ آپ ۳۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو نیروبی سے کسوموں تشریف لے گئے۔ ۳۱ دسمبر کو آپ مٹاوا (Matawa) میں پہنچے یہاں ایک سال قبل مولوی منیر الدین احمد صاحب کے ذریعہ ایک نئی مخلص جماعت قائم ہوئی تھی اور جماعت کی اپنی ایک مسجد بھی ان دنوں زیر تعمیر تھی۔ احباب جماعت نے مولوی صاحب کا پُر جوش اور پُر خلوص خیر مقدم کیا۔ بہت سے عیسائی دوست بھی موجود تھے جنہوں نے اپنے قبائلی طریق پر بگل بجا کر آپ کو خوش آمدید کہا۔ مولوی صاحب نے پہلے پونے دو گھنٹے تک سواحیلی میں خطبہ جمعہ دیا جس میں اسلامی مساجد کی غرض و غایت، موازنہ اسلام و عیسائیت اور اسلامی تعلیم کی برتری پر عمدہ رنگ میں روشنی ڈالی نیز مخصوص عیسائی عقائد کا ازروئے بائبل ابطال کیا۔ نماز جمعہ وعصر کے بعد سوا گھنٹے تک سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ نے اچھوتے اور مؤثر انداز میں جوابات دیئے۔ بعض پادری صاحبان اور سکولوں کے معزز اساتذہ نے آپ کا شکریہ ادا کیا کہ انہیں اسلام کے بارے میں نہایت عمدہ معلومات پہنچائی گئی ہیں۔ اس کامیاب تقریب میں حاضرین کی تعداد چار سو سے زیادہ تھی۔ دس دوستوں نے سلسلہ احمدیت میں شمولیت اختیار کی۔

اگلے روز ۲ جنوری (۱۹۷۲ء) کو آپ نے جبروک (Jabruk) کی مسجد احمدیہ کا افتتاح کیا اور اپنی پُر مغز اور پُر از معلومات تقریر کے پہلے حصہ میں آپ نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائی وفد کو مسجد نبوی میں ان کے مذہب کے طریق کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ اس تاریخی واقعہ کو بیان کرنے کے بعد آپ نے بائبل سے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی پیشگوئیوں کا ذکر کیا اور نہایت لطیف اور دلکش پیرائے میں ثابت کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مشن اور تعلیم صرف بنی اسرائیل تک محدود تھی اب صرف اسلامی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر ہی خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے اور جامع اور کامل ہونے کے لحاظ سے اس کا دائرہ قیامت تک ممتد ہے۔ آپ کی تقریر نہایت دلچسپی اور انہماک سے سنی گئی۔ سامعین کی تعداد ساڑھے چار سو سے زائد تھی جن میں اس علاقہ کے چیف، سب چیف اور کینیا کی برسر اقتدار پارٹی کانو (KANU) کا ایریا چیئرمین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان سب معززین نے اپنی مختصر تقاریر میں اسلام کے بارے میں احسن اور دلکش پیرایہ میں معلومات بہم پہنچانے پر مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ چیف نے اپنی تقریر میں احمدیہ جماعت کی تبلیغی مساعی اور خانہ خدا کی تعمیر پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بیان کیا کہ احمدی

مبلغ کی تقریر سن کر زندگی میں پہلی دفعہ مجھے علم ہوا کہ اسلام امن وصلح کا مذہب ہے اور تمام انبیاء پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیتا ہے نیز کہا کہ معزز مہمان نے اسلام کے خلاف پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا بڑی عمدگی سے ازالہ کیا ہے اور میں جماعت احمدیہ کے مبلغین سے درخواست کروں گا کہ وہ ایسے جلسے بار بار کریں اور صرف ایک مسجد نہیں بلکہ اس علاقہ میں کئی مساجد بنائیں۔

جلسہ کی کارروائی ختم ہونے پر تمام حاضرین مسجد کے دروازہ کے پاس جمع ہوئے۔مولوی صاحب نے لمبی دعا کے بعد تالا کھول کر مسجد کا افتتاح کیا۔اذان کے بعد ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں بعد میں تمام مہمانوں کو کھانا پیش کیا گیا۔مسجد کی افتتاحی تقریب میں کسوموں مشن کی تمام احمدی جماعتوں کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔

۴ جنوری (۱۹۷۲ء) کو کسوموں سے چالیس میل کے فاصلہ پر اسیمبو بے (Asembo Bay) کے علاقہ میں کہانجو (Kahunje) کی جماعت میں جلسہ منعقد ہوا جس میں آپ نے سواحیلی زبان میں خطاب کیا جس کا ترجمہ مقامی معلم حسن رشیدی صاحب نے (جو لوو قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور بہت محنت اور اخلاص سے تبلیغی جہاد میں مصروف تھے) لوکل قبیلہ (Luo) کی زبان Kiluo میں ساتھ ساتھ کیا۔ بعد میں نہایت مؤثر انداز میں عیسائی دوستوں کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ یہ سارا پروگرام اڑھائی گھنٹے تک جاری رہا۔نماز ظہر وعصر ادا کرنے کے بعد مقامی جماعت کی طرف سے تمام مہمانوں کو کھانا پیش کیا گیا۔ایک احمدی خاتون نے مہمان نوازی کے لئے اپنی طرف سے ایک گائے ذبح کی تھی اس موقع پر ایک نوجوان عیسائی نے قبول اسلام کیا۔ ۷ جنوری کو کسوموں سے ۱۲۰ میل کے فاصلے پر مٹاوا (Matawa) میں خطبہ جمعہ اور خدا کے گھر کی افتتاحی تقریب کا اکٹھا ہی پروگرام تھا اس موقع پر بھی آپ نے خطبہ جمعہ کے بعد خدا کے گھر کا افتتاح کرتے ہوئے اعلان کیا کہ یہاں بلاتمیز رنگ ونسل اور مذہب ہر شخص کو داخل ہونے کی اجازت ہے اور اس وقت بھی جو عیسائی دوست اندر آنا چاہیں وہ آسکتے ہیں۔اس پر چند عیسائی دوست کرسیوں سے اٹھ کر اندر تقریر سننے کے لئے چلے آئے اس کے بعد آپ نے پہلے احمدیت کے خلاف پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا جواب دے کر بتایا کہ احمدیہ جماعت ہی کے عقائد اس وقت صحیح اسلامی عقائد ہیں جن کی بنیاد قرآن مجید، سنت اور حدیث پر مبنی ہے۔ پھر آپ نے عیسائیت کے بارے میں بائبل سے الوہیتِ مسیح، کفارہ، معجزاتِ مسیح اور ابن اللہ کہلانے کا تنقیدی جائزہ لے کر بتایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام دیگر انبیاء کی طرح خدا کے ایک

برگزیدہ رسول تھے جو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔
جمعہ وعصر کی نمازیں ادا کرنے کے بعد ایک گھنٹہ تک سوالات و جوابات کا سلسلہ جاری رہا۔ مولوی صاحب نے خدا کے فضل سے بڑے شافی ووافی جواب دے کر ہر سوال کرنے والے کو مطمئن کر دیا۔ خدا کے فضل سے یہ تقریب بھی نہایت کامیاب ہوئی جس کے بعد آپ ایلڈوریٹ آ گئے اور بخیریت ۸ جنوری کو نیروبی پہنچ گئے۔[111]

گیمبیا

مولانا محمد شریف صاحب امیر ومبلغ انچارج گیمبیا کی ایک رپورٹ کے مطابق ۱۹۷۱ء کا سال جماعت احمدیہ گیمبیا کے لئے خدا کے فضل وکرم سے حسب سابق ترقی اور کامیابی کا سال تھا۔[112]
اس سال کے آغاز میں جماعت گیمبیا کے ایک مخلص رکن جناب ایم اے سونکو ملکی پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔[113] ۲۳ جولائی ۱۹۷۱ء کو جماعت احمدیہ گیمبیا کے ایک وفد نے مولانا محمد شریف صاحب کی سرکردگی میں سرداؤدا جوارا صدر گیمبیا سے ملاقات کی۔ وفد میں مسٹر ایم اے سوہن پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ گیمبیا، مسٹر ٹی بی خون جنرل سیکرٹری اور ڈاکٹر انوار احمد صاحب شامل تھے۔ مولانا صاحب نے ڈاکٹر صاحب موصوف کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ حضرت امام جماعت احمدیہ کے وعدہ کے مطابق جو حضور نے ۱۹۷۰ء کے دورہ کے دوران فرمایا تھا دو سپیشلسٹ ڈاکٹر گیمبیا پہنچ گئے ہیں اور مصروفِ عمل ہیں۔ دوران ملاقات نصرت ہائی سکول بانجل کے قیام کا بھی ذکر ہوا۔ صدر مملکت نے جماعت احمدیہ کی تعلیمی اور طبّی مساعی پر خوشی کا اظہار کیا اوران خدمات کو سراہا جو احمدیہ مشن ارض بلال کے مظلوم باشندوں کی خدمت کے لئے انجام دے رہا ہے۔ مولانا صاحب نے آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی طرف سے پاکستانی قراقلی ٹوپی کا ایک تحفہ صدر مملکت کی خدمت میں پیش کیا جس کو انہوں نے بخوشی قبول فرمایا اور شکریہ ادا کیا۔[114]
۲۰ نومبر ۱۹۷۱ء کو عید الفطر کی مبارک تقریب تھی اس روز مولانا صاحب نے صدر مملکت گیمبیا سے ملاقات کی جس کا ذکر ۲۷ نومبر کو ریڈیو گیمبیا نے نشر کیا۔
۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو مولانا صاحب نے احباب جماعت کے ساتھ احمدیہ ڈینٹل یونٹ کا باقاعدہ افتتاح کیا۔ ۳۰ نومبر کو ڈکار (سینیگال) سے سائمن کمپنی کا نمائندہ الیکٹریشن اسے نصب کرنے کے لئے آیا تھا اور ۴ دسمبر کو اس کی تکمیل ہوئی تھی۔

مولانا صاحب کی ایک مطبوعہ رپورٹ کے مطابق سال کے آخر میں احمدی میڈیکل سنٹروں کے لئے متعلقہ اضلاع کے کمشنر صاحبان نے مناسب جگہیں جماعت کو دے دیں اس سلسلہ میں ۱۱ نومبر کو درخواستیں دی گئی تھیں جو منظور ہو گئیں۔ علاوہ ازیں ویسٹرن ڈویژن کے کمشنر صاحب کی طرف سے گنجور کی زمین (۲۵۰×۲۵۰ فٹ) کی لیز (Lease) کے کاغذات بھی دستخطوں کے لئے آپ کو مل گئے۔

سال کے آخر میں (نومبر و دسمبر کے دوران) سابا (Saba) میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک نئی جماعت معرضِ وجود میں آئی اور ۱۶/ احباب سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔[115]

ماریشس

اس سال عیدالاضحیہ کی مبارک تقریب ماریشس کی تمام جماعت ہائے احمدیہ نے پورے اہتمام سے منائی۔ اگرچہ عید کے دن موسم خراب تھا اور احباب کے لئے بارش کے سبب مرکزی مسجد دارالسلام میں آنا مشکل تھا لیکن پھر بھی احباب دور دور کے علاقہ سے بکثرت عید پڑھنے کے لئے تشریف لائے۔ اس دفعہ عید کے موقع پر جماعت احمدیہ روز ہل نے ایک ہزار سے زائد احباب کا کھانا تیار کیا تھا چنانچہ نماز عید کے بعد کثیر احباب اور مستورات نے دوپہر کا کھانا ہال اور کالج کے کمروں میں کھایا۔ اس دفعہ مشن ہاؤس میں معززین ملک کے اعزاز میں ظہرانے کا پروگرام بھی تھا۔ جس میں ماریشس کی اہم شخصیات کو مدعو کیا گیا تھا۔ دعوت میں تقریباً ۲۵ مہمانوں نے شرکت کی جن میں ایک ملک کی سفیر، روز ہل کے میئر محترم Jean Henry Ythier، اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام کے نمائندہ مکرم صالح آف ترکی، سیکرٹری منسٹری آف لیبر مکرم یانی، گورنمنٹ آف ماریشس کے ویٹرنری ایڈوائزر ڈاکٹر شجاع، سپرنٹنڈنٹ پولیس روز ہل اور انٹر ریلجس کمیٹی ماریشس کے سیکرٹری مکرم روبیارڈ Robillard شامل تھے۔[116]

اس سے قبل عیدالفطر (دسمبر ۱۹۷۰ء) کی تقریب بھی جماعت ہائے احمدیہ ماریشس نے پورے اہتمام اور جوش و خروش کے ساتھ منائی۔ مسجد دارالسلام روز ہل کے علاوہ پانچ دیگر احمدیہ مساجد یعنی مسجد فضل فینکس، مسجد مبارک مونتا ئیں بلانش، مسجد رضوان سینٹ پیری (Saint-Pierre)، مسجد نور پائی، اور مسجد احمدیہ تریولے میں بھی باقاعدہ طور پر عید کے اجتماعات ہوئے۔ تمام مساجد میں وقار

عمل کے ذریعہ خدام نے صفائی کا خاص ہفتہ منایا۔

عید کی مناسبت سے تبلیغی عید کارڈ بھی چھپوائے گئے اور تمام اراکین حکومت اور مذہبی شخصیات اور زیر تبلیغ احباب کو بھجوائے گئے۔متعدد بڑی شخصیتوں نے اس کے جواب میں تہنیت کے پیغامات بھیجے۔جن میں امریکی سفیر مسٹر W.D.Brewer، گورنر بینک آف ماریشس مسٹر بیما دھر اور بشپ آف پورٹ لوئیس شامل تھے۔

عید کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے عید مبارک کا دعائیہ برقی پیغام بھجوایا جسے جماعتوں میں خطبات عید سے قبل سنایا گیا۔[117]

قریشی محمد اسلم صاحب انچارج مشن اور ان کے نائب مولوی صدیق احمد صاحب منور، جلسوں کے انعقاد، لٹریچر کی تقسیم، دینی کتب کی نمائش، سرکاری تقاریب میں شرکت اور دیگر ہر ممکن ذرائع سے ملک کے طول وعرض میں حق وصداقت پھیلانے میں سرگرم عمل رہے۔ماریشس کے مخلص احمدیوں نے مسجد تریولے کی تعمیر میں پُرجوش حصہ لیا چنانچہ ۲ مئی ۱۹۷۱ء کو وقار عمل کے ذریعہ سے اس کا لینٹل ڈالا گیا اور ۲۳ مئی کو وقار عمل کے ذریعہ سے قالب کھولا گیا۔یہ منصوبہ جماعت کے حوصلہ اور جذبہ قربانی و اخلاص میں اضافہ کا موجب بنا۔

ماہ مئی کی مختلف تاریخوں میں روز ہل (۱۰ مئی)، فینکس Vacoas-Phoenix (۱۴ مئی)، پائی پورٹ لوئس Pailles Port Louis (۱۵ مئی)، سینٹ پیری Saint-Pierre (۱۷ مئی)، تریولے Triolet (۲۱ مئی) اور مونتا ئیں بلانش Montagne Blanche (۲۲ مئی) میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلسے منعقد ہوئے۔روز ہل کے جلسہ سے علاوہ مرکزی مبشرین کے ایک معزز اہل علم ہندو دوست جناب جے نرائن رائے نے بھی تقریر کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور خراج عقیدت پیش کیا۔صدارتی تقریر احمد ید اللہ صاحب بھنونے کی۔عین دوران جلسہ، ربوہ سے جناب رشید حسین صاحب بی ایس سی ایم ایڈ (پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول ماریشس) مشن ہاؤس میں تشریف لائے۔اس موقعہ پر انہوں نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا یہ پیغام مخلصین جماعت تک پہنچایا کہ

''جب میں ماریشس آؤں تو وہاں احمدیوں کی کثرت ہونی چاہیے اور اس کے لئے سب کو کام کام اور کام کرنا چاہیے''

اس پیغام سے احباب میں نہایت درجہ خوشی اور جوش کی لہر دوڑ گئی اور جلسے کا ماحول پہلے سے زیادہ خوشگوار ہو گیا۔

جناب رشید حسین صاحب اپنے ساتھ حضور کے دورہ مغربی افریقہ سے متعلق پُرکشش، دیدہ زیب اور نفیس کتاب افریقہ سپیکس (Africa Speaks) کی کاپیاں بھی لائے تھے جو قریشی محمد اسلم صاحب نے وزیراعظم ماریشس، وزیر تعلیم ماریشس مسٹر جمعدار، ہزایکسی لینسی گورنر جنرل ماریشس سر آرتھر لیونارڈ ولیمز، وزیر صحت مسٹر جگت سنگھ، وزیر صحت گیمبیا الحاج گو باجو ہمبا کو تحفۃً پیش کیں۔ سبھی نے اسے بہت سراہا۔ انہوں نے مسٹر زوئل ایڈیٹر اخبار ایڈوانس (Advance) کو بھی اس کی پیشکش کی اسی طرح ماریشس کی نیشنل لائبریری اور ماریشس انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر کو لائبریری کے لئے افریقہ سپیکس کے علاوہ تفسیر القرآن انگریزی، اسلام کا اقتصادی نظام اور نظام نو (انگریزی) پیش کیں۔ اس تقریب کا فوٹو اخبار میں بھی شائع ہوا۔ ۲۶؍ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو قریشی صاحب نے روسی سفیر برائے ماریشس کو ''افریقہ سپیکس'' پیش کی جو انہوں نے بڑی خوشی سے قبول کی اور ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اسے روسی مسلمانوں کے پاس بھجوائیں گے تا وہ جماعت احمدیہ کی خدمات سے آگاہ ہو سکیں۔ اس تقریب کا فوٹو اخبار ایڈوانس میں نمایاں طور پر شائع ہوا۔

۷ / ۸؍ اگست ۱۹۷۱ء کو جماعت احمدیہ ماریشس کا کامیاب جلسہ سالانہ ہوا جس میں ملک کے اعلیٰ سول اور پولیس حکام سمیت ایک ہزار سے زائد احباب نے شمولیت کی۔ قریشی محمد اسلم صاحب نے جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا حسب ذیل ایمان افروز برقی پیغام پڑھ کر سنایا:۔

> ''قرآن مجید تمام علوم کا مخزن ہے۔ اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو اور اپنی زندگیوں میں اسے اپنا رہنما بناؤ۔ اللہ تعالیٰ آپ تمام مردوں، عورتوں اور بچوں پر اپنی برکتیں نازل فرمائے۔''

جلسہ میں قریشی صاحب کے علاوہ قاسم نور علی صاحب آف مونتا ئیں بلانش، ناصر احمد صاحب سوکیہ، رشید حسین صاحب بی ایس سی ایم ایڈ، ید اللہ بھنو صاحب، مولوی صدیق احمد صاحب منور، مولوی شمشیر سوکیہ صاحب سابق مبلغ کینیا اور محمد حنیف جواہر پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ماریشس کی پُر مغز اور پُرجوش تقاریر ہوئیں۔ جلسہ کے دوران آٹھ افراد سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ جلسہ کے

پہلے روز ۳ بجے شام ماریشس میں نئے تشریف لانے والے پاکستانی ہائی کمشنر ہز ایکسی لینسی جناب انور خاں صاحب کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب منعقد کی گئی جس کی صدارت میئر آف روز ہل (Henry Ythier) نے کی۔ جماعت احمدیہ ماریشس کی طرف سے جناب یداللہ بھنو صاحب نے ایڈریس پیش کیا جس میں انہیں پُرخلوص طور پر خوش آمدید کہا گیا اور پاکستان سے بوجہ ایک عظیم مسلم ملک اور جماعت احمدیہ کا مرکز ہونے کے دلی محبت وانس کے جذبات کا اظہار کیا گیا۔

اس سال خدام الاحمدیہ ماریشس کا سالانہ تربیتی کیمپ بمقام موشوازی ۱۶/اگست تا ۲۲/اگست ۱۹۷۱ء منعقد ہوا۔ جس میں نوجوانوں کو جسمانی ورزش اور پر مشقت زندگی گزارنے کی مشق کے ساتھ ساتھ اطاعت نظام جماعت، باہمی اتحاد و اتفاق اور ہاتھ سے کام کرنے کی عادت اور باقاعدہ عبادت کے قیمتی اسباق دیئے گئے۔ اس تربیتی کیمپ میں زیادہ سے زیادہ نوجوانوں کو شامل کرنے کے لئے ایک ورکنگ کمیٹی بھی بنائی گئی۔ اس کیمپ کے پروگرام میں ایک مخصوص سپورٹس ڈے بھی منایا گیا۔ اس روز فرانسیسی سفیر اور پاکستان کے ہائی کمشنر کے نمائندہ بھی کیمپ میں تشریف لائے اور کیمپ کا معاینہ کیا۔ کیمپ میں شامل ہونے والوں کی تعداد ۶۵ تھی جن میں چار عیسائی نوجوان بھی تھے۔[118]

اس سال ملک کے آٹھ دینی مدارس میں کم وبیش تین سو احمدی بچے زیر تعلیم تھے۔ سالانہ امتحان کے بعد ان احمدی بچوں کا ایک تفریحی پروگرام ۹/اکتوبر کو فلیکان فلاک (Flic en Flac) ساحل سمندر پر منعقد کیا گیا۔ بچوں نے سارا دن اپنے اساتذہ کی نگرانی میں کھیلوں اور ذہنی ورزش کے پروگراموں میں خوشی خوشی گذارا اور بسوں میں آتی اور جاتی دفعہ احمدیت کے ترانے بڑی سریلی اور بلند آوازوں میں گاتے رہے۔ اس دلچسپ پروگرام میں ۱۸۲ بچوں نے شرکت کی۔

۱۶-۱۷/اکتوبر کو مارلاشو کے قومی سینٹر میں جماعت احمدیہ ماریشس کی ایک علمی و دینی نمائش ہوئی جس میں مولوی صدیق احمد صاحب منور، ابوبکر خاں صاحب (مقامی مبلغ) اور بعض احمدی رضا کار شامل ہوئے۔ گاؤں کے بہت سے معززین نے نمائش سے استفادہ کیا اور بہت محظوظ ہوئے۔ ایک مقامی دوست نے اصرار کے ساتھ پورے وفد کو دوپہر کا کھانا پیش کیا۔ نمائش کے دوران بہت سا لٹریچر تقسیم کیا گیا اور کچھ قیمتاً فروخت ہوا۔

احمدیہ سیکنڈری سکول ماریشس جو اُن دنوں ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا اس سال جناب رشید

حسین صاحب کی نگرانی میں ترقی کی راہوں پر گامزن ہو گیا جیسا کہ درج ذیل ایک رپورٹ سے عیاں ہے۔انہوں نے لکھا:۔

’’یکم اکتوبر ۱۹۷۱ء کو انسپکٹر آف سکولز مسٹر ورما صاحب سکول ہذا کے معاینہ کے لئے تشریف لائے۔انسپکٹر موصوف کا یہ معاینہ سکول ہذا کی منظوری کی سفارش کرنے کیلئے تھا۔ان کی سفارش سے سنڈیکیٹ آف ایگزیمینیشن کیمبرج یونیورسٹی لندن سکول ہذا کو منظور شدہ قرار دے گی۔انسپکٹر موصوف کالج کی تعلیمی حالت سے انتہائی مطمئن تھے۔ان کے خیال کے مطابق بجز کالج میں بچوں کی تعداد کی کمی کے اور کوئی چیز کالج کو منظور شدہ قرار دینے میں مانع نہیں ہو سکتی...... یکم اکتوبر سے فارم I میں آئندہ سال کے داخلہ کیلئے فری کلاس کا اعلان کر دیا گیا تھا اور تا دمِ تحریر ۹ بچے کالج میں داخلہ کیلئے آئے ہیں۔کلاس روم نہ ہونے اور اساتذہ کی کمی کی وجہ سے ان بچوں کو فی الحال موجودہ فارم I کے بچوں کے ساتھ بٹھایا گیا تھا۔مگر اب چونکہ فارم V کے بچوں کو امتحان کی تیاری کیلئے رخصت دے دی گئی ہے اس لئے ۲ نومبر سے ان بچوں کو الگ کلاس میں بٹھا دیا جائے گا۔سکول سرٹیفکیٹ کے امتحانات ۹ نومبر سے شروع ہو رہے ہیں اس امتحان میں ہمارے ۱۸ بچے شریک ہو رہے ہیں۔ان بچوں کی تمام مضامین میں پڑھائی اور دہرائی مکمل ہو چکی ہے۔بچوں کے ساتھ تمام اساتذہ نے انتہائی محنت سے کام کیا ہے...... ۷ر اکتوبر کو کالج ہذا کا سالانہ سپورٹس ڈے منایا گیا۔بچے بعد دوپہر روز ہل سٹیڈیم میں جمع ہوئے۔خاکسار نے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ سپورٹس ڈے کا آغاز کیا۔تمام بچے اور تمام اساتذہ سٹیڈیم میں حاضر تھے۔بچے اس دن کو منانے کیلئے پوری طرح تیار تھے۔تمام بچوں کو دو مختلف گروپوں میں یعنی سینئر اور جونیئر میں تقسیم کیا گیا اور تقریباً ۲۵ مختلف قسم کے مقابلوں میں بچوں نے حصہ لیا۔بعد ادائیگی نماز عصر محترم جناب مشنری انچارج صاحب اور مولانا صدیق احمد صاحب منور بھی سٹیڈیم میں تشریف لائے اور بچوں کی حوصلہ افزائی فرمائی۔آخری مقابلہ اساتذہ اور بچوں کے درمیان فٹ بال کا تھا اس میں محترم مشنری انچارج صاحب نے بھی حصہ لیا۔پروگرام کے آخر میں تمام طلباء کی ٹھنڈے مشروب سے تواضع کی گئی۔دورانِ ماہِ حال لٹریری سوسائٹی کی تین میٹنگز ہوئیں جن میں بچوں نے نہایت دلچسپی سے حصہ لیا۔اساتذہ اور طلباء نے مختلف موضوعات پر تقاریر کیں۔طلباء کیلئے مختلف تقریری مقابلہ جات کا انتظام کیا گیا۔کالج کو عوام میں متعارف کرانے کیلئے احمدیہ اخبار "Le Message" میں باقاعدگی سے اشتہار دیا جا رہا ہے۔اس کے علاوہ مشہور اخبار Maurician

میں بھی اشتہار دیا گیا۔علاوہ ازیں بڑے سائز کے پوسٹر بھی چھپوائے گئے ہیں۔طلباء سے بھی مؤثر طریقہ سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اپنے کالج کی ترقی میں بھرپور تعاون کا مظاہرہ کریں۔دوران ماہِ حال فیس کی وصولی کی مد میں بارہ صد روپیہ جمع ہوا''۔119

۱۷ دسمبر کو تعلیم الاسلام احمدیہ کالج کی سالانہ تقریبِ انعامات منعقد ہوئی جس میں دیگر مہمانوں کے علاوہ پاکستانی ہائی کمشنر کے تھرڈ سیکرٹری جناب مطیع الرحمٰن صاحب نے شرکت کی۔وزارت تعلیم ماریشس کے سینئر آفیسر مسٹر کلفرڈ ڈبیل نے انعامات تقسیم کئے اور صدارتی خطاب میں کالج کے نصب العین اور اس کی علمی مساعی کو سراہا۔اسی دن نیروبی سے بذریعہ ٹیلیگرام یہ تشویشناک اطلاع ملی کہ درویشانِ قادیان دارالامان کو دارالمسیح سے نکلنے پر مجبور کیا جارہا ہے جس پر جماعت احمدیہ ماریشس نے ایک اجتماعی ریزولیوشن منظور کر کے بذریعہ تار حکومت ہند کو بھیجا جس میں جماعت احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان کے تحفظ اور درویشوں کے حقوقِ شہریت کے تحفظ کا مطالبہ کیا گیا اور کہا گیا کہ موجودہ اقدام کو جلد سے جلد ختم کیا جائے۔علاوہ ازیں جماعت کے ایک وفد نے انڈین ہائی کمشنر سے بھی ملاقات کی انہوں نے اپنی حکومت کو تار بھیج کر معاملے کی وضاحت کرانے کا وعدہ کیا۔دو تین روز بعد انہوں نے جماعت کو مطلع کیا کہ قادیان میں سب خیریت ہے کوئی فکر کی بات نہیں بعد ازاں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل جٹ امیر جماعت قادیان کا مکتوب بھی موصول ہو گیا جس میں انہوں نے بتایا کہ گو جنگ کے ایام میں حالات سخت مخدوش ہو گئے تھے مگر پاک بھارت جنگ ختم ہونے کے بعد اب حالات معمول پر آ گئے ہیں۔

۱۸ دسمبر سے ۲۳ دسمبر تک تعلیم القرآن کلاس کا انعقاد ہوا۔جس میں مولوی صدیق احمد صاحب منور نے حدیث اور فقہ کے بنیادی مسائل سکھائے۔کلاس میں انصار، خدام اور اطفال نے ذوق و شوق سے حصہ لیا۔

ہفتہ اخوت پروگرام کے سلسلہ میں قریشی محمد اسلم صاحب نے ۲۳ دسمبر کو ٹیلی ویژن کے ایک پروگرام میں شرکت فرمائی اور ۳۱ دسمبر کو مولوی صدیق احمد صاحب منور کی اردو تقریر ریڈیو ماریشس سے نشر ہوئی۔ان کے لئے ریڈیو پر بولنے کا پہلا موقع تھا۔بفضلہٖ تعالیٰ ان کی تقریر بہت کامیاب رہی۔120

ملائیشیا

جماعت احمدیہ ملائیشیا کی ساتویں کانفرنس وشوریٰ سبا میں ۲۵۔۲۶۔۲۷ دسمبر ۱۹۷۱ء کو منعقد ہوئی جس میں ملک کے تقریباً ہر حصہ اور ہر جماعت کے احباب نے شرکت فرمائی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کے خورد ونوش کا انتظام احمدی خواتین نے نہایت خیر وخوبی سے انجام دیا۔مولوی بشارت احمد صاحب امروہی انچارج مشن نے افتتاح کیا پہلی تقریر بھی آپ ہی نے کی جو فیضان نبوت کے موضوع پر تھی۔ دوسرے بعض مقررین کے نام یہ ہیں حسین اے عامل صاحب (سنڈوکن) حاجی ڈینٹل مورا یوسف صاحب، محمد بن داؤگ صاحب (سنڈوکن) جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ سبا، عباس احمد صاحب تیلیوک، منصور بن سلیم شاہ صاحب اور محمد شریف تیوسو چنا نگ (برونائی)۔

حاجی ڈینٹل مورا یوسف صاحب نے بذریعہ سلائیڈ حج کے ایمان افروز نظارے دکھائے۔ارض حرم، خانہ کعبہ، جبل نور، غار حرا، عرفات، مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی تصاویر کو دیکھ کر ہر دل سے ان کی بچشم خود زیارت اور فریضۂ حج کی ادائیگی کا ولولہ پیدا ہوا انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دورہ ہالینڈ اور ہالینڈ کے احمدی احباب اور مشن ہاؤس اور ان کی بعض تقریبات کی سلائیڈز بھی دکھائیں۔احباب جماعت بہت مسرور ہوئے اور ایمانوں میں تازگی پیدا ہوئی۔

آخری روز مولوی بشارت احمد صاحب امروہی کی زیر صدارت شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں محمد بن داؤگ صاحب سبا نے گذشتہ سال کی کارروائی پڑھ کر سنائی۔نئے سال کے عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا اور آئندہ سال کے بجٹ کی منظوری دی گئی۔121

نائیجیریا

۱۷ جنوری ۱۹۷۱ء کا دن نائیجیریا مشن کی تاریخ میں نہایت درجہ اہمیت کا حامل تھا جبکہ مختلف احمدیہ جماعتوں کے بیس نمائندگان مولانا فضل الٰہی صاحب انوری امیر نائیجیریا کی قیادت میں اموسان (Imosan) (یہ قصبہ Ijebu Ode کے نزدیک ہے جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنے تاریخی دورۂ مغربی افریقہ میں ایک شاندار مسجد کا افتتاح فرمایا تھا) پہنچے۔ جہاں قصبہ کے سارے مرد وزن یہاں تک کہ بچے بھی استقبال کے لئے موجود تھے۔ وفد نے مقامی احباب کی

درخواست پر وہ زمین دیکھی جو قصبہ والے احمدیہ مسلم مشن کو سیکنڈری سکول اور کلینک قائم کرنے کے لئے پیش کرنے والے تھے۔

اس کے بعد خصوصی اجلاس ہوا جس میں حاضرین کی تعداد پانچ، چھ سو تھی۔ اس اجلاس کی صدارت شہر کے چیف امام کے بھائی نے کی جو اُن دنوں بیعت کرکے امام مہدی کے لشکر میں شامل ہو چکے تھے۔

زمین کے کاغذات محترم امیر صاحب کے سپرد کرنے سے پیشتر قصبہ کی ترقیاتی کونسل کے جنرل سیکرٹری Mr. William Olu Osisanlu نے احمدیہ وفد کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پڑھا جو مطبوعہ تھا اور اس پر کونسل کے (۱) سرپرست (۲) جنرل پریذیڈنٹ (۳) جنرل سیکرٹری (۴) اور چیئرمین کے دستخط ثبت تھے۔ اس سپاسنامہ کی چند اہم باتیں درج ذیل ہیں۔

۱۔''ہم اموسان کمیونٹی ڈویلپمنٹ کونسل (Imosan Community Development Council) اور اس علاقہ کے چیفس اور تمام باشندوں کی نمائندگی کرتے ہوئے اس استقبالیہ ایڈریس کے ذریعہ احمدیہ مسلم مشن نائیجیریا کے نمائندگان کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ جماعت احمدیہ کے نمائندگان اس قطعۂ زمین کا معاینہ کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں جو تقریباً ۱۲۰/۱ ایکڑ پر مشتمل ہے اور جسے جماعت احمدیہ کے سیکنڈری سکول اور ہیلتھ سنٹر کی تعمیر کے لئے ان کے حوالے کیا جارہا ہے۔

۲۔ ہم اس موقعہ پر احمدیہ مشن نائیجیریا کو اپنی مخلصانہ حمایت کا بھی یقین دلاتے ہیں اور ان کی ان کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو وہ اس علاقہ میں فلاح وبہبود کے مراکز کے قیام کے سلسلہ میں عمل میں لارہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس مخلصانہ جدوجہد کا عملی نتیجہ اس علاقہ کے لوگوں کی ترقی اور خوشحالی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

ان حالات میں اس علاقہ کے لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ ان دونوں منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جلد از جلد کام کا آغاز کر دیا جائے۔ ہم یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اس مجوزہ منصوبہ کی تکمیل کے سلسلہ میں ہم احمدیہ مشن نائیجیریا کی ہر طرح راہنمائی اور معاونت کیلئے تیار ہیں۔

۳۔ جماعت احمدیہ نائیجیریا کے نمائندگان کا یہاں ہماری ملاقات اور قطعہ زمین کے معاینہ کے لئے تشریف لانا ہمارے لئے یقیناً مسرت کا باعث ہے اور ہم اپنے جذبات کے اظہار کے لئے الفاظ

کو کافی نہیں پاتے اور ہم امید کرتے ہیں کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ ہم اس موقعہ پر نائیجیریا مشن کے اجیبو اوڈے سرکٹ کی مجلس عاملہ کے ارکان کے بھی تہہ دل سے ممنون ہیں کہ وہ اس منصوبہ کے سلسلہ میں اپنی تمام کوششوں کو بروئے کار لا کر احمدیہ مشن کے Imosan میں قیام کا باعث ہوئے‘‘۔[122]

جہاں تک نائیجیریا میں تبلیغ و اشاعت کا تعلق ہے ۷۱-۱۹۷۰ء میں متعدد نئی جماعتیں قائم ہوئیں اور دوسو سے زائد افراد نے قبول اسلام کیا جس کی تفصیل مولانا فضل الٰہی صاحب انوری مشنری انچارج نائیجیریا کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہے:۔

’’گذشتہ ایک سال نائیجیریا کی تاریخ احمدیت میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ماہ شہادت ۱۳۴۹ (اپریل ۱۹۷۰ء) وہ مبارک مہینہ ہے جس میں ماموز زمانہ کے تیسرے خلیفہ حضرت ناصر دین سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے مبارک وجود نے اپنے تاریخی سفر کے سلسلہ میں مغربی افریقہ کے ملک نائیجیریا کی سرزمین میں قدم رکھا۔ اس وقت سے لے کر اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے آثار نظر آرہے ہیں جن سے خلافت کی برکات کا ایک نمایاں ثبوت ملتا ہے......

الاباٹا میں جماعت کا قیام

سب سے پہلے ابادان Ibadan کے نواحی علاقہ میں ایک مقام الاباٹا Alabata کے رؤساء کی طرف سے ایک وفد ابادان کی جماعت احمدیہ کے پریذیڈنٹ کے پاس آیا اور یہ پیغام لایا کہ انہیں بتایا جائے کہ احمدیت کیا چیز ہے۔ ابادان وہ شہر ہے جہاں ایک بڑے ہال میں حضور انور نے اپنا وہ تاریخی خطاب پڑھا جو A Message of Hope (پیغام امید) کے نام سے چھپ چکا ہے۔ چنانچہ جماعت کے دوستوں نے ایک دن مقرر کر کے ان کے ہاں آنے کا وعدہ کیا۔ جماعت کا وفد مقررہ دن وہاں پہنچا تو ان کے استقبال کے لئے علاقہ کے چالیس معززین موجود تھے۔ کئی گھنٹوں کی بحث اور سوال و جواب کے بعد ۴۰ کے قریب افراد جماعت میں شامل ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ یہ پہلا شیریں پھل تھا جو ایک بڑی جماعت کی صورت میں نصرت جہاں سکیم کے شجرہ طیبہ کو لگا۔

اموسان میں ۱۲۰/۱ ایکڑ زمین کا عطیہ اور جماعت کا قیام

ابھی اس جماعت کو قائم ہوئے چند ہفتے ہی گذرے تھے کہ اجیبو اوڈے Ijebu Ode جہاں

ایک بہت بڑی جماعت ہے اور جہاں ایک احمدی خاتون الحاجیہ فاطمہ کی اپنے سرمایہ سے تعمیر کی ہوئی عالیشان مسجد کا حضور نے اپنے دورہ کے دوران افتتاح فرمایا تھا، کے ایک ذیلی گاؤں موضع اموسان Imosan کی ترقیاتی کونسل کی طرف سے ایک پیغام پہنچا کہ وہ ایک بہت بڑا قطعہ اراضی دینے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہاں تعلیمی درسگاہ قائم کرے۔ خاکسار نے یہ پیغام سنتے ہی لیگوس سے دو افراد پر مشتمل ایک وفد بھجوایا کہ اس سلسلے میں ترقیاتی کونسل کے ممبران سے مل کر مزید تفصیلات طے کی جائیں۔ وفد کی رپورٹ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت خوشکن تھی۔ اموسان کے رؤساء ۱۲۰/۱ ایکڑ زمین دینے پر رضامند ہو گئے۔ جہاں کہ تعلیمی درسگاہ کے علاوہ ایک ہسپتال اور ایک دینی مدرسہ بھی قائم کیا جائے گا۔ یہ بھی طے پایا کہ مجوزہ قطعہ اراضی، ایک بہت بڑی تقریب منعقد کر کے باقاعدہ طور پر جماعت کے سپرد کیا جائے۔ یہ تقریب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۷/صلح ۱۳۵۰ ہجری شمسی کو بڑی دھوم دھام سے عمل میں آئی جس میں اموسان قصبہ کا ہر بوڑھا اور بچہ اپنے روائتی جبوں میں ملبوس شامل ہوا۔ جماعت کے افراد بھی بڑی کثرت سے شامل ہوئے۔ اس تقریب میں کونسل کے جنرل سیکرٹری نے کونسل کی طرف سے ۱۲۰/۱ ایکڑ زمین احمدیہ مشن کو پیش کرنے کا اعلان کیا جسے خاکسار نے جماعت کی طرف سے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ مقامی اخبارات میں اس تقریب کا اچھا خاصا چرچا ہوا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اسی دوران اموسان قصبہ کے مسلمان طبقہ میں احمدیت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی جستجو پیدا ہوئی۔ سب سے پہلے ایک شخص احسن نامی اور اس کے گھر کے سارے افراد تھوڑی سی تحقیق کے بعد جماعت میں شامل ہو گئے پھر اس کی تبلیغ سے جلد ہی شہر کے ایک معزز شخص مسٹر خلیل ادریس اور اس کے اہل وعیال نے احمدیت قبول کر لی۔ جب مذکورہ بالا تقریب منعقد ہوئی تھی تو اموسان کی جماعت انہی دونوں گھرانوں کے افراد سے عبارت تھی مگر رفتہ رفتہ قصبہ میں احمدیت کے متعلق جستجو بڑھتی گئی اور کئی ایک اور افراد بھی جماعت میں دلچسپی لینے لگے۔ ادھر ایک تقریب یہ پیدا ہوئی کہ اجیبواوڈے حلقہ کا سہ ماہی اجلاس اموسان قصبہ میں ہی قرار پایا۔ اس اجلاس کے آخر پر خاکسار نے اموسان میں مسجد تعمیر کرنے کی ضرورت اور اس کے لئے چندہ کی تحریک کی جس کے نتیجہ میں ۳۰۰ پونڈ کی رقم عین موقع پر اکٹھی ہوگئی اس رقم سے مسجد کے لئے زمین خرید لی گئی۔ دوسری طرف اس مختصر سی جماعت نے مسجد کے سنگ بنیاد کی تقریب منعقد کر کے تبلیغ کا ایک سنہری موقع پیدا کر دیا۔ اس سے قبل وہاں اس رنگ میں تبلیغ کرنے کا موقع ابھی تک نہیں ملا تھا۔ چنانچہ جلد ہی ۱۵ کے

قریب مزید افراد حلقہ بگوش احمدیت ہو گئے۔اب خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں ۳۰، ۴۰ /افراد پر مشتمل ایک جماعت قائم ہے۔

قصبہ اکیروں میں جماعت کا قیام

حضرت خلیفۃ المسیح کے دورے کے نتیجے میں جس آسمانی بارش کا نزول ہوا اس کے چھینٹے ملک کے گوشہ ہائے دور دراز میں بھی پڑے چنانچہ بعض ایسے مقامات پر بڑی بڑی جماعتیں قائم ہو گئیں جہاں پہلے ایک یا دو افراد موجود تھے۔اس کی مثال اوسن ڈویژن Osun Division کے ایک قصبہ اکیروں Ikirun میں ملتی ہے۔یہاں کچھ عرصہ سے بادان جماعت کا تربیت یافتہ ایک نوجوان مسٹر داؤدابوری شادے Daud Abori Shade ملازمت کے سلسلے میں تبدیل ہو کر آیا ہوا تھا۔ جب حضرت صاحب کے دورہ کا چرچا اخبارات، ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعہ ملک بھر میں ہونے لگا تو لوگ احمدیت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے اس نوجوان کے پاس پہنچے۔جب لوگوں کی دلچسپی بڑھی تو اس نے ابادان کی جماعت کو لکھا کہ آپ یہاں تبلیغی کانفرنس کا انعقاد کریں۔ابادان کی بیدار مغز جماعت نے فوراً ہی اسے تائید غیبی سمجھتے ہوئے ایک تبلیغی پارٹی تیار کی ساتھ ہی خاکسار کو بھی اس پروگرام سے مطلع کر دیا۔ چنانچہ ۲۰ /افراد کا ایک قافلہ پریذیڈنٹ جماعت ابادان مسٹر بساری Mr. Busaari کی سرکردگی میں تبلیغی کیل کانٹے سے لیس ہو کر اکیروں پہنچا۔شہر میں داخل ہوتے ہی موٹر میں دو طرفہ نصب کئے ہوئے لاؤڈ سپیکر صل علیٰ نبینا۔صل علیٰ محمدٍ کے الفاظ سریلی آواز میں بلند کرنے لگے۔غالباً یہ پہلی بار تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اس قسم کے عربی الفاظ اہل شہر کے کانوں میں پڑے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک بہت بڑا مجمع موٹر کے دونوں طرف ہولیا۔موٹر آہستہ آہستہ چل رہی تھی اور یہ جم غفیر صلی علیٰ...... کی مسحور کن آواز کے ساتھ خود بھی شامل ہو گیا۔ یہ دلربا کیفیت اس وقت تک جاری رہی جب تک کہ قافلہ پہلے سے تیار شدہ پنڈال میں نہ پہنچ گیا۔آن کی آن میں سارا پنڈال کھچا کھچ بھر گیا۔شہر کے رؤساء بھی اچھی خاصی کافی تعداد میں شامل ہوئے۔جب تقریریں شروع ہوئیں تو حاضرین کی تعداد ۴۰۰ سے کسی طرح کم نہ تھی۔کل تین تقریریں ہوئیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کو نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا۔ختم نبوت کے متعلق جماعت احمدیہ کا موقف اچھی طرح واضح کیا گیا۔حاضرین نے

جس توجہ اور دلچسپی سے یہ تقریریں سنیں اس کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ تقریروں کے خاتمے پر کثرت سے سوالات ہوئے جن کا تسلی بخش جواب دیا گیا۔ سوالات زیادہ تر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ نبوت سے متعلق تھے۔ چونکہ خاکسار کی تقریر کا موضوع بھی مسئلہ ختم نبوت ہی تھا اس لئے مزید سوالات کے ذریعے اس کی خوب وضاحت ہوئی۔ یہ جلسہ شام ۶ بجے سے شروع ہو کر رات ۱۱ بجے تک جاری رہا۔

اوشوگبو میں جماعت کا قیام اور کالج کیلئے زمین کا عطیہ

دوسرے دن علی الصبح یہ تبلیغی قافلہ اپنی اگلی منزل کی طرف روانہ ہوا جو ایک بہت بڑا قصبہ اوشوگبو Oshogbo کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں کسی وقت ایک احمدی نے مسجد کے لئے زمین لینے کی کوشش کی تھی اور یہ کوشش ایک حد تک کامیاب بھی ہوگئی اور اس کے نتیجے میں ایک مسجد بھی بن گئی مگر چونکہ اس وقت وہاں کوئی جماعت نہ تھی اس لئے اس میں زیادہ تر نماز پڑھنے والے لوگ غیر از جماعت ہی تھے اس لئے ان لوگوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور وہ اب تک انہیں کے قبضہ میں ہے۔ اس کے بعد ایک اور احمدی دوست مسٹر محمد معیبی Mr. Mohammad Muibi نے غانا سے آئے ہوئے ایک اور احمدی دوست مسٹر عبدالعزیز کے ساتھ مل کر ایک مکان میں نمازیں پڑھنی شروع کر دیں۔ تھوڑے عرصے کے بعد ایک اور دوست مسٹر بنکولے Mr. Bankole بھی ان میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ جس وقت ہمارا تبلیغی قافلہ اوشوگبو پہنچا تو جماعت انہیں دو تین شخصوں پر مشتمل تھی۔ مسٹر معیبی جن کو ہم نے اپنے پہنچنے کی اطلاع پہلے سے دے رکھی تھی ہماری انتظار میں برلب سڑک موجود تھے۔ اسی طرح لیگوس کے ایک اور احمدی دوست مسٹر حسن سنمونو جو دو جڑواں احمدی بھائیوں میں سے ایک ہیں اور اصل اوشوگبو کے رہنے والے ہیں وہ بھی اوشوگبو پہنچے ہوئے تھے۔ (ان کا ذکر بعد میں آئے گا) مسٹر معیبی نے ہمیں وہ مکان دکھایا جسے انہوں نے مسجد احمدیہ کے طور پر استعمال کرنا شروع کر رکھا تھا اور وہاں جلد تر مشن قائم کرنے کی درخواست کی۔ خاکسار نے ایک مبلغ بھیجنے کا وعدہ کیا۔

اوشوگبو سے روانہ ہونے سے قبل مسٹر حسن جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ ہمیں اپنے چچا جو وہاں کے ایک رئیس ہیں، کے پاس لے گئے ان کے ساتھ مل کر ہم شہر کے چیف امام کے پاس گئے جنہوں نے دیگر مسلمان رؤساء کے مشورے سے ہمیں وہاں ایک سیکنڈری سکول قائم کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے ہمیں وہ زمین بھی دکھائی جو وہ اس غرض کے لئے بلا معاوضہ دینے پر تیار تھے۔ مسلمان معززین

نے جو اس وقت شہر کے تمام مسلمانوں کی نمائندگی کر رہے تھے اس بات کا کھلے بندوں اعتراف کیا کہ ان کی نگاہیں اس وقت جماعت احمدیہ کی طرف لگی ہوئی ہیں اور یہ کہ وہاں مسلمانوں کی ۸۰ فیصد آبادی ہونے کے باوجود مسلمانوں کا ایک بھی سکول نہیں اور وہ سکول کے قیام کے سلسلے میں ہر قسم کی مالی امداد بہم پہنچانے کے لئے تیار ہیں۔ مسٹر حسن نے بعد میں ہمیں بتایا کہ گذشتہ ایک جمعہ میں اوشوگبو کی مرکزی مسجد میں اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ جماعت احمدیہ کو وہاں سکول بنانے کی دعوت دی جائے۔ خاکسار نے ان کی درخواست حضرت اقدس تک پہنچانے کا وعدہ کیا (مجوزہ قطعہ زمین جو ۲۰/ ایکڑ کے قریب ہے اب باقاعدہ سروے ہو کر مشن کے نام منتقل کر دیئے جانے کی کوشش ہو رہی ہے)

ایجگبو میں جماعت کا قیام

اوشوگبو سے روانہ ہو کر ہم ایک مقام Ede میں اپنی جماعت کے دوستوں اور شہر کے چیف (Timi of Ede) سے ملتے ہوئے ایک اور قصبہ ایجگبو (Ejigbo) میں پہنچے۔ یہاں غانا سے آئے ہوئے ایک احمدی دوست مسٹر Odeuale ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے۔ ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس دور افتادہ قصبہ میں بھی ایک چھوٹی سی جماعت پیدا ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس نو احمدی جماعت سے جو بیس کے قریب مردوں اور عورتوں پر مشتمل تھی تعارف حاصل ہوا۔ انہوں نے بھی خواہش ظاہر کی کہ یہاں مشن قائم کیا جائے کیونکہ کئی لوگ احمدیت میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ خاکسار نے وہاں حاضر افراد کے سامنے احمدیت کی نمایاں خصوصیات پر ایک تقریر کی اور ان کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے اس علاقہ میں جلد ہی ایک مبلغ بھجوانے کا وعدہ کیا۔ بعد میں شہر کے اوبا (چیف) سے مل کر اپنا تعارف کراتے ہوئے ہم واپس ابادان روانہ ہوئے۔

لیگوس پہنچنے کے معاً بعد خاکسار نے پہلا کام یہ کیا کہ مقامی مبلغین میں سے سب سے تجربہ کار مبلغ معلم جمال الدین باڈا کو اپنے علاقہ سے بلا کر ایک ماہ کے لئے Ikirun بھجوایا اور اکیروں شہر کو ہیڈ کوارٹر بنا کر انہیں اوشوگبو، ایجگبو اور دیگر نواحی علاقوں میں تبلیغ کرنے اور جماعتیں قائم کرنے کی ہدایت دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوششوں میں برکت ڈالی اور تھوڑے عرصہ میں ہی ان تینوں مذکورہ بالا مقامات پر اچھی خاصی جماعتیں بن گئیں۔ جس کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ اکیروں میں گذشتہ عید الفطر کے موقع پر جماعت کی پہلی نماز عید پڑھی گئی جس میں مردوں، عورتوں اور بچوں کو ملا کر ۳۲/ افراد شامل ہوئے اس کے بعد سے جماعت وہاں مسلسل ترقی کر رہی ہے اور اب اللہ تعالیٰ کے

فضل سے وہاں ۶۰ سے اوپر تعداد ہو چکی ہے۔ جماعت نے وہاں ایک پلاٹ مسجد کے لئے اور ایک اور پلاٹ مشن ہاؤس کے لئے خرید لیا ہے۔

اسی طرح اوشوگبو میں بھی گذشتہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر ۴۰ کے قریب احمدی دوست موجود تھے اور اس قدر جوش اور اخلاص رکھنے والے ہیں کہ گذشتہ فروری کے مہینہ میں یہ اطلاع ملنے پر کہ خاکسار اور مکرم مولوی روشن الدین صاحب کانو جا رہے ہیں وہ ریلوے سٹیشن پر ہمیں ملنے کے لئے پہنچے اور باوجود گاڑی کے لیٹ ہو جانے کے وہ دو بجے رات تک سٹیشن پر موجود رہے۔ یہ جماعت بھی بفضلِ خدا روز افزوں ترقی پر ہے۔

تیسرے مقام ایجگبو میں اس وقت تک ۶۰ کے لگ بھگ افراد جماعت میں شامل ہو چکے ہیں۔ مسجد کے لئے ایک قطعہ زمین لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان میں اکثریت نوجوانوں کی ہے جو بڑے جوش کے ساتھ پیش پیش آنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہیں میں سے ایک نوجوان مشنری ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے مشنری کلاس میں داخل ہوا ہے۔

ایک اور مقام اکوئی Ikoyi میں ہمارے ابادان مشن کی کوششوں سے ایک اور جماعت قائم ہونے کی اطلاع آئی ہے۔ ۲۰ کے قریب آدمی جماعت میں شامل ہو چکے ہیں'' ۔[123]

جماعتہائے احمدیہ نائیجیریا کی بائیسویں سالانہ کانفرنس لیگوس میں ۲۵۔۲۶۔۲۷ دسمبر ۱۹۷۱ء کو منعقد ہوئی جس میں ملک کے طول وعرض اور ڈھومی (Dahomey) اور غانا سے ۵۰۰ نمائندگان نے شرکت کی۔ نائیجیریا ریڈیو اور ٹیلیویژن نے بھی کانفرنس سے متعلق خبریں نشر کیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے کانفرنس میں حسب ذیل برقی پیغام ارسال فرمایا تھا۔

> ''اسلام کی ''نصرت جہاں'' سکیم کے تحت افریقہ میں ترقی شروع ہو چکی ہے لہٰذا آپ اپنے آپ کو قربانیوں کے لئے تیار کریں اور نصرت جہاں فنڈ میں اپنے وعدوں کو جلد پورا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو'' ۔

یہ ایمان افروز پیغام امیر و مشنری انچارج نائیجیریا مولوی فضل الٰہی صاحب انوری نے پڑھ کر سنایا جس سے احباب کے چہرے فرط مسرت سے دمک اٹھے اور انہوں نے پُر جوش نعرے لگا کر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

افتتاحی اجلاس میں الفا ایس بی گیوا نے اور آر اے عباسی صاحب چیئر مین احمدیہ مشن ابادان (Ibadan) سرکٹ نے پُراثر تقاریر کیں۔

دوسرا اجلاس جسٹس اے آر بکری جج لیگوس ہائیکورٹ کی صدارت میں ہوا۔ الحاج ظفر اللہ الیاس نے ''تبلیغ اسلام دنیا کے کناروں تک'' کے موضوع پر اور غانا کے مبلّغ عبدالوہاب آدم صاحب نے ''حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دورہ غانا کے ایمان افروز واقعات'' پر تقاریر فرمائیں جو بہت دلچسپی سے سنی گئیں۔ بعد میں مولوی فضل الٰہی صاحب انوری نے مالی قربانی کی تحریک کی جس پر مخلصین جماعت نے چند منٹوں میں ایک بڑی رقم ڈھیر کر دی۔

دوسرے دن کا اجلاس ڈاکٹر سلاؤ کی زیر صدارت اور دوسرا ایس او بکری پریذیڈنٹ جنرل احمدیہ مشن کی صدارت میں انعقاد پذیر ہوا۔ ان اجلاسوں میں مندرجہ ذیل مقررین نے خطاب کیا۔ مولوی فضل الٰہی صاحب انوری (اسلامی پردہ)، ابوبکر ارسوٹیپ کا۔ نمائندہ وفد مشرقی نائیجیریا (اپنے علاقہ کے حالات)، زکرو داؤ دا نمائندہ وفد (حالات ڈھومی)، الحاج مولوی روشن الدین احمد صاحب مبلغ انچارج مغربی نائیجیریا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں ظہور مہدی و مسیح موعود سے متعلق)، مولوی منیر احمد صاحب عارف (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات)، معلم ابراہیم یحییٰ صاحب (ختم نبوت) یہ تقریر ہاؤسا زبان میں تھی اور نہایت عالمانہ اور پُرزور دلائل پر مشتمل تھی۔ الفا اے جے۔ باڈا۔ (نائیجیریا کی مشرقی ریاستوں میں احمدیت)، الحاج بی بی بالوگوں صاحب (قرآن شریف کی پیشگوئیاں) بزبان یوروبا۔

کانفرنس کا آخری اجلاس ملک کے مشہور قانون دان جسٹس بنیامین کُظیم جج لیگوس ہائیکورٹ کی صدارت میں ہوا۔ انہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا کہ انہیں یہ اعزاز بخشا ہے۔ انہوں نے جماعت کی اسلامی تبلیغ اور ترقی کی کوششوں کو نہایت عمدہ الفاظ میں سراہا۔

سب سے پہلے مالم (معلم) وزیری عبدو نے ''قرآن کریم کے الٰہی مآخذ'' پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں ہزایکسی لینسی ڈاکٹر ایس ایم قریشی ہائی کمشنر پاکستان نے بڑے ہی پُراثر انداز میں قیام پاکستان کے پس منظر اور مشرقی پاکستان کے المیہ کی تفصیلات بیان کیں اور پُرجوش الفاظ میں اس یقین کا اظہار کیا کہ ہم اپنے مسائل پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ آپ کی تقریر کے اختتام پر سامعین نے بار بار پاکستان زندہ باد کے نعرے لگا کر اپنے دلی جذبات محبت و یگانگت کا اظہار کیا۔

آپ کے پُرمغز خطاب کے بعد ایم حبیب صاحب نے ’’اسلام تلوار کے ذریعہ نہیں پھیلا‘‘ کے موضوع پر عالمانہ تقریر کی۔آخری پُرجوش تقریر عبدالسلام اولانڈے کی تھی جس کا موضوع تھا ’’مسلمانوں کا زوال اوراس کا علاج‘‘۔

جناب صدر صاحب نے اپنی مختصر صدارتی تقریر میں جماعت کا شکریہ ادا کیا کہ جماعت نے انہیں یہ اعزاز بخشا ہے اورانہوں نے جماعت کی اسلامی تبلیغ وترقی کی کوششوں کونہایت عمدہ الفاظ میں سراہا۔

کانفرنس کی اکثر تقاریر انگریزی زبان میں ہوئی تھیں جن کا مقامی یوربا زبان میں ساتھ ساتھ ترجمہ کر دیا جاتا رہا یا تقریر کے اختتام پراس کا ملخص پیش کر دیا جاتا رہا۔

کانفرنس کا ریڈیو،ٹیلیویژن اور مقامی اخبارات میں اچھا خاصا چرچا ہوا۔ریڈیواورٹیلیویژن پر تین دن متواتر اس کے متعلق تفصیلی خبریں نشر ہوتی رہیں۔۲۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کی رات کو ۹ بجے مندرجہ ذیل خبر نشر ہوئی۔

’’نائیجیریا کے احمدیہ مسلم مشن کی بائیسویں سالانہ کانفرنس لیگوس میں دوسرے دن میں داخل ہو چکی ہے۔یہ تین روزہ کانفرنس جوکل مسلم ٹیچرز ٹریننگ کالج لیگوس میں شروع ہوئی اورجس میں ملک کے طول وعرض سے نمائندگان نے شرکت کی۔اس کا افتتاح جماعت احمدیہ کے امام اور خلیفہ کے نمائندے مولوی فضل الٰہی انوری امیر جماعت احمدیہ نائیجیریا نے اپنے خطاب سے کیا۔جس میں آپ نے آئندہ سال کے لئے مشن کی سکیموں پر روشنی ڈالی۔آپ نے اعلان کیا کہ نائیجیریا کی شمال مغربی ریاست میں اس سال دوگرلز ہائی سکول کھولے جائیں گے۔اس کے علاوہ ریاست کوارا(Kwara) ریاست مغربی اور ریاست شمالی میں ہیلتھ سنٹر بھی قائم کئے جائیں گے۔اس سے قبل جماعت کی ترقیاتی رپورٹ میں امیر موصوف نے بیان کیا کہ گذشتہ سال ملک کے مختلف حصوں میں بارہ مقامات پر جماعت کے لئے تبلیغی مرکز قائم کئے گئے ہیں۔علاوہ ازیں جنگ زدہ علاقوں میں جماعت کے رفاہی ادارہ کی طرف سے بہت سا ریلیف کا سامان بھی تقسیم کیا گیا ہے۔منا (Minna) اور گساؤ (Gusau) میں دوسکول بھی کھولے گئے ہیں۔

سالانہ کانفرنس میں زیر بحث آنے والے امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ختم نبوت،حضرت مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت اور ثبوت میں قرآن واحادیث اوراقوال ائمہ اسلام سے دلائل،اسلامی تہذیب کا اثر موجودہ معاشرہ پراور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق قرآنی تصور

جیسے مسائل شامل ہیں۔ یہ کانفرنس کل ختم ہو رہی ہے‘‘۔

یہ خبر نائیجیریا کی مختلف مقامی زبانوں میں ترجمہ ہوکر مقامی پروگراموں میں بھی براڈ کاسٹ ہوتی رہی۔اس کانفرنس میں ہجری شمسی تقویم کی بھی خاص طور پر تشہیر کی گئی جس کے نتیجہ میں اب جماعت کے بہت سے احباب اپنی نجی خط وکتابت میں ہجری شمسی کیلنڈر کو استعمال کرنے لگے ہیں۔124

یوگنڈا

صوفی محمد اسحاق صاحب مبلغ انچارج یوگنڈا مشن تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے مولوی جلال الدین قمر صاحب کی معیت میں چھ روز تک ایک ایسی کانفرنس میں شرکت کی جو حکومت نے مختلف الخیال لوگوں کے اتحاد واتفاق کے لیے منعقد کی تھی۔ یہ کانفرنس کمپالہ انٹرنیشنل کانفرنس سینٹر میں منعقد ہوئی اور اس کی صدارت اٹارنی جنرل نے کی۔ ۲۰۰ سے زائد نمائندگان نے کانفرنس میں شرکت کی اور اپنے اپنے خیال کا اظہار کیا کہ مسلمانوں میں اتحاد کیونکر ہوسکتا ہے اور کن ذرائع کو اختیار کرنے سے ان کے مختلف کاموں میں یکجہتی پیدا کی جاسکتی ہے۔صوفی صاحب نے آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے اپنی تقریر کا آغاز کیا کہ

مَن صَلّٰی صَلوٰتَنَا وَ استَقبَلَ قِبلَتَنَا وَ اَکَلَ ذَبِیحَتَنَا فَذٰلِکَ المُسلِمُ الَّذِی لَہٗ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وَ ذِمَّۃُ رَسُولِہٖ (الصحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل استقبال القبلۃ)

اور حاضرین کو بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کے اتحاد کے لیے یہ بات بنیاد کے طور پر بیان فرمائی ہے اور جب تک ہم اسے پیش نظر نہ رکھیں گے اور اس کے مطابق اپنے قول وفعل کو نہ ڈھالیں گے اتحاد کی تمام باتیں بے معنی ہوں گی۔125

مبلغین احمدیت کی آمد اور روانگی

آمد

اس سال مندرجہ ذیل مبلغین بیرونی ممالک میں کامیاب خدمات بجالانے کے بعد واپس مرکز احمدیت میں تشریف لائے۔

۱۔ بشیر احمد خان رفیق صاحب (۱۹ جنوری از انگلستان)126

۲۔مرزا لطف الرحمٰن صاحب (۲۶ مارچ از غانا مغربی افریقہ)127

۳۔سید جواد علی صاحب (۲؍اپریل از امریکہ)128

۴۔اقبال احمد غضنفر صاحب (۳۰ مئی از گیمبیا)129

۵۔چوہدری عنایت اللہ احمدی صاحب (۶ جون از مشرقی افریقہ)130

۶۔حافظ محمد سلیمان صاحب (۱۵ جون از مشرقی افریقہ)131

۷۔چوہدری عبداللطیف صاحب (۶ جولائی از مغربی جرمنی)132

۸۔مولانا ابوبکر ایوب صاحب (۸ جولائی از انڈونیشیا)133

۹۔صوفی محمد اسحاق صاحب (۱۲؍اگست از افریقہ)134

۱۰۔صلاح الدین خان صاحب بنگالی (۲۰؍اگست از ہالینڈ)135

۱۱۔چوہدری غلام یٰسین صاحب (۴ دسمبر از انڈونیشیا)136

روانگی

۱۹۷۱ء میں مندرجہ ذیل مبلغین سلسلہ مرکز سے بلاد غیر میں بغرض اعلائے کلمۃ اللہ تشریف لے گئے۔

۱۔رشید احمد سرور صاحب (۲۶ جنوری برائے تنزانیہ)137

۲۔عبدالغنی کریم صاحب (۲۸ جنوری برائے انڈونیشیا)138

۳۔نصیر احمد خان صاحب (۳۱ جنوری برائے غانا)139

۴۔چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ (۳۱ جنوری برائے انگلستان)140

۵۔ قریشی مقبول احمد صاحب (۳ فروری برائے امریکہ) 141

۶۔ مولانا روشن الدین احمد صاحب (۱۶ فروری برائے نائیجیریا) 142

۷۔ منیر احمد عارف صاحب (۲۱ فروری برائے نائیجیریا) 143

۸۔ محمد عیسیٰ صاحب (۲۴ فروری برائے کینیا) 144

۹۔ نظام الدین مہمان صاحب (۱۱/ اپریل برائے سیرالیون) 145

۱۰۔ چوہدری محمد شریف صاحب (۱۳/ اپریل برائے گیمبیا) 146

۱۱۔ میاں عبدالحئی صاحب (۱۸ جون برائے انڈونیشیا) 147

۱۲۔ مولانا ابوبکر ایوب صاحب (۱۳ جولائی برائے ہالینڈ) 148

۱۳۔ محمود احمد انجم صاحب (۳۰/ اگست برائے گیمبیا) 149

۱۴۔ شیخ نصیر الدین احمد صاحب (۴/ اکتوبر برائے زیمبیا) 150

۱۵۔ داؤد احمد حنیف صاحب (۲۸ نومبر برائے گیمبیا) 151

نئی مطبوعات

اردو

۱۔تحدیثِ نعمت (مفصل ذکر پہلے آچکا ہے۔مؤلفہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب) ناشر بے نیوولینٹ ایسوسی ایشن ڈھاکہ

۲۔اصحاب احمد جلد ۱۴ سوانح حضرت مولانا حسن علی صاحب بھاگلپوری (از ملک صلاح الدین صاحب ایم اے قادیان)

۳۔احمدیت کی نئی نسل کی ذمہ داریاں (مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا۔امیر صوبائی سرگودھا)

۴۔روشن ستارے جلد اوّل (مولوی غلام باری سیف صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ)

۵۔الحق المبین فی تفسیر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از مولانا قاضی محمد نذیر صاحب)

۶۔تلاشِ مسلسل (جناب نسیم سیفی صاحب مدیر ''تحریک جدید'' ربوہ)

۷۔خلافتِ راشدہ کے متعلق سازشیں (شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ افریقہ۔ سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن)

۸۔احمدیت۔اسلام کی نشأۃ ثانیہ (مولانا عبدالمالک خاں صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد)

۹۔تابعین اصحاب احمد جلد ہفتم۔سوانح مرزا عبدالحق صاحب (ملک صلاح الدین صاحب ایم اے)

۱۰۔احمدیت پر اعتراضات کے جوابات (مولانا قاضی محمد نذیر صاحب ناظر اصلاح وارشاد)

۱۱۔غلبہ اسلام کے متعلق پیشگوئیاں (جناب نور محمد نسیم سیفی صاحب مدیر ''تحریک جدید'')

۱۲۔وحی و الہام کے متعلق اسلامی نظریہ (مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد تعلیم القرآن)

۱۳۔ظہور مہدی آخر الزمان علیہ السلام (ناشر حکیم عبداللطیف شاہد صاحب گجراتی)

۱۴۔قیام پاکستان کا روحانی پس منظر (مولانا دوست محمد شاہد صاحب)

۱۵۔تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ کا کردار (مولانا دوست محمد شاہد صاحب)
۱۶۔عربی گرائمر میں پہلا قدم (شیخ نصیر الدین احمد صاحب)
۱۷۔رسالہ یاد رکھنے کی باتیں۔(ناشر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)
۱۸۔حقیقۃ الصلوٰۃ (نماز مترجم سندھی)
۱۹۔جامع صحیح مسند بخاری تیرھواں پارہ (ناشر ادارۃ المصنفین)
۲۰۔میری والدہ (از چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب)
۲۱۔تشنہ لب (از نسیم سیفی صاحب)
۲۲۔امام المتقین، نجات المسلمین، تنبیہ الغافلین (پنجابی) (از ڈاکٹر منظور احمد صاحب)
۲۳۔گلدستۂ لطیف یا نعم الرفیق (پنجابی)
۲۴۔عیسائیوں اور مسلمانوں کی کشمکش کی تاریخ (از مولوی محمد اسد اللہ قریشی صاحب)
۲۵۔بھارت نامہ از راجہ نذیر احمد ظفر صاحب (طویل نظم)
۲۶۔نور فطرت (مجموعہ نظم از نسیم سیفی صاحب)

انگریزی

۱۔Communism And Democracy (از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب)
۲۔Ahmadiyya Movement (از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب)
۳۔Islam in Africa (صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب)
۴۔The Promised Victory and our duty (تقریر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب برموقع سالانہ اجتماع منعقدہ ۲۳ تا ۲۵/اکتوبر ۱۹۷۰ء)۔(ناشر مجلس انصار اللہ مرکزیہ)
۵۔The tomb of Jesus (از صوفی مطیع الرحمٰن صاحب)
۶۔In Defence Of Pakistan
۷۔Invitation (خلاصہ دعوۃ الامیر)

حوالہ جات

(صفحہ 217 تا 316)

1 الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
2 الفضل ۱۶/اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
3 الفضل ۱۱ مئی ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
4 الفضل ۱۳ جون ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
5 الفضل ۲ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
6 الفضل ۸ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
7 الفضل ۵/اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
8 الفضل ۸/اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
9 الفضل یکم دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
10 الفضل ۲۳ جنوری ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
11 الفضل ربوہ ۳ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۸
12 الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
13 ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت
14 روزنامہ الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ صفحہ ۱۲
15 الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
16 الفضل ۲۷ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۱، تحریک جدید اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۷
17 الفضل ۴/اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۶
18 الفضل ربوہ ۶/اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۸
19 الفضل ۱۱ جون ۱۹۷۱ء صفحہ ۶
20 الفضل ۲۰ جون ۱۹۷۱ء صفحہ ۶
21 الفضل ۸ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
22 الفضل ۹ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
23 الفضل ۲۳ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۴

24 الفضل ۲۳ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
25 الفضل ۲۵ /اگست ۱۹۷۱ء صفحہ ۲
26 الفضل ۱۳ /اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۵
27 الفضل ۲۰ /اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۲
28 الفضل ۲۷ نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
29 الفضل ۴ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۲
30 الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
31 الفضل ۱۶ جنوری ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
32 الفضل ۱۷ جنوری ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
33 الفضل ۲۱ جنوری ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
34 الفضل ۲۸ جنوری ۱۹۷۱ء صفحہ ۵
35 الفضل ۱۴ فروری ۱۹۷۱ء صفحہ ۸
36 الفضل ۲۵ فروری ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
37 الفضل ۷ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
38 تحریک جدید ربوہ اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۲۱
39 روزنامہ مساوات لاہور ۲۲ جنوری ۱۹۷۱ء بحوالہ الفضل ۲۴ جنوری ۱۹۷۱ء صفحہ ۸
40 الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۱
41 الفضل ۲۱ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۲
42 الفضل ۹/اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۸
43 الفضل ۲۴/اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۲
44 الفضل ۲ مئی ۱۹۷۱ء صفحہ ۷
45 اصل خط کی کاپی شعبہ تاریخ احمدیت کے ریکارڈ میں محفوظ ہے
46 الفضل ۱۹ فروری ۱۹۷۱ء صفحہ ۸
47 ماہنامہ خالد مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
48 الفضل ۲۵ فروری ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
49 الفضل ۷ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۵
50 الفرقان جون ۱۹۷۱ء صفحہ ۳۳ تا ۳۶
51 الفضل ۲ و ۱۱ جون ۱۹۷۱ء

52 الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۶
53 الفضل ۱۵؍ اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۳
54 الفضل ۲۰؍ اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۶
55 الفضل یکم دسمبر ۱۹۷۱ صفحہ ۶ ورسالہ النصرت مئی جون جولائی ۲۰۱۳ء صفحہ ۳۲
56 الفضل ۲۲ جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۵
57 روزنامہ ایام لائلپور بحوالہ ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور ۵ نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۰
58 الفضل ۱۸ جنوری ۱۹۷۲ صفحہ ۴
59 پیغام غیر مطبوعہ ۔ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت
60 ترجمہ انگریزی پیغام از حصہ انگریزی تحریک جدید نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۳، ۱۴
61 الفضل ۲۱؍ اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
62 الفضل ۱۸؍ اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۵
63 الفضل ۸؍ اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۳-۴
64 الفضل ۶ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۸
65 رسالہ تحریک جدید نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۴-۱۵
66 الفضل ۱۳ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۱ ۔ رسالہ تحریک جدید اگست ۱۹۷۱ء صفحہ ۲۰-۲۱
67 الفضل ۲۳، ۲۴ ستمبر ۱۹۷۱ء
68 الفضل ۲۱ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
69 الفضل ۴ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
70 الفضل ۶ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
71 رسالہ تحریک جدید ربوہ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۵، ۱۶
72 ماہنامہ تحریک جدید ربوہ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۱، ۱۲
73 الفضل ۲ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
74 الفضل ۳ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
75 الفضل ۷ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
76 الفضل ۲۹ مئی ۱۹۷۱ صفحہ ۴
77 الفضل ۱۴ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۸
78 بحوالہ الفضل ۱۳ مارچ ۱۹۷۲ء صفحہ ۴
79 الفضل ۱۰ جنوری ۔ ۱۲ مارچ ۔ ۲۱ جولائی ۱۹۷۱ء

80 ماہنامہ تحریک جدید دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۹
81 الفضل ۲۷ فروری ۱۹۷۱ء صفحہ ۸۔ الفضل ۳۰ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۳-۴۔ الفضل یکم اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
82 مفصّل پیغام تاریخ احمدیت جلد ۱۸ صفحہ ۱۱۶ تا ۱۱۹ پر شائع شدہ ہے
83 الفضل ۱۰ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۳-۴۔ رسالہ تحریک جدید جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۷-۱۸
84 رسالہ تحریک جدید جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۲۴-۲۹
85 الفضل ۲۰ جنوری ۱۹۷۲ صفحہ ۴، ۵
86 رسالہ تحریک جدید اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۶ تا ۸۔ جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۱-۱۲
87 مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جناب مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح کا مضمون مطبوعہ رسالہ ''تحریک جدید'' اپریل ۱۹۷۸ء صفحہ ۹ تا ۱۳
88 رسالہ ''تحریک جدید'' جنوری ۱۹۷۲ء
89 اخبار دی پائنیر The Pioneer غانا۔ ۴ جنوری ۱۹۷۱ء بحوالہ الفضل ۲۰ فروری ۱۹۷۱ء صفحہ ۸
90 الفضل ۲۰ فروری ۱۹۷۱ء صفحہ ۸
91 الفضل ۱۶/ اپریل و ۱۵ جون ۱۹۷۱ء صفحہ ۳
92 الفضل ۷/ اپریل۔ ۲۸ مئی۔ ۱۵ و ۱۶ جون۔ ۱۶ جولائی ۱۹۷۱ء
93 الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۳
94 الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۳
95 الفضل ۲۷/ اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
96 الفضل ۳۰ نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
97 الفضل ۲۷ نومبر ۱۹۷۱ صفحہ ۶
98 روح پرور یادیں صفحہ ۶۵۴ و ۶۵۵
99 پلین ٹروتھ جلد ۳۳ نمبر ۱۰ مفہوم اور جلد ۳۵ نمبر ۹، ۱۰
100 الفضل ۸/ اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۳
101 رسالہ تحریک جدید جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۳۵
102 رسالہ تحریک جدید ربوہ جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۳۶-۳۷
103 روح پرور یادیں صفحہ ۶۶۴-۶۶۵
104 رسالہ تحریک جدید جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۳۸
105 رسالہ تحریک جدید جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۳۶
106 الفضل ۵ جون ۱۹۷۱ء صفحہ ۴، رسالہ تحریک جدید جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۸

107 رسالہ تحریک جدید ربوہ جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۹، الفضل ۲۷/ اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۳
108 الفضل ۲۷/ اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۳
109 رسالہ تحریک جدید ربوہ نومبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۶-۱۸
110 رسالہ تحریک جدید ربوہ جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۸-۹
111 الفضل ۱۶، ۱۸ مارچ ۱۹۷۲ء
112 رسالہ تحریک جدید مارچ ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۷
113 الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
114 الفضل ۲۶ اگست ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
115 رسالہ تحریک جدید ربوہ مارچ ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۶-۱۷
116 الفضل ۲۸ فروری ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
117 الفضل ۱۰ جنوری ۱۹۷۱ء صفحہ ۴
118 الفضل ۱۹ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۳
119 الفضل ۱۱۔ ۳۰ جولائی۔ ۳۰ ستمبر۔ یکم اکتوبر ۱۹۷۱ء۔ ۲۲ جنوری ۱۹۷۲ء۔ رسالہ تحریک جدید ربوہ دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۷-۸
120 رسالہ ''تحریک جدید'' ربوہ فروری ۱۹۷۲ء صفحہ ۷ تا ۱۲
121 الفضل ۲ مارچ ۱۹۷۲ء صفحہ ۴
122 الفضل ۳/ اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
123 الفضل ۲۸ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۳-۴
124 الفضل ۱۱۔ ۱۲/ اپریل ۱۹۷۲ء
125 ماہنامہ تحریک جدید اگست ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۸۔۱۹
126 الفضل ۲۱ جنوری ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
127 الفضل ۳۱ مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
128 تحریک جدید مئی ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۸
129 الفضل ۳ جون ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
130 رسالہ تحریک جدید دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۲۔ الفضل ۹ جون ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
131 الفضل ۱۹ جون ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
132 رسالہ تحریک جدید دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۲۔ الفضل ۱۱ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۱
133 رسالہ تحریک جدید دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۲

134 الفضل ۱۹؍اگست ۱۹۷۱ءصفحہ ۱

135 رسالہ تحریک جدید دسمبر ۱۹۷۱ءصفحہ ۱۲

136 رسالہ تحریک جدید فروری ۱۹۷۲ءصفحہ ۱۵

137 رسالہ تحریک جدید مئی ۱۹۷۱ءصفحہ ۱۸

138 الفضل ۲۷ جنوری ۱۹۷۱ءصفحہ ۱

139 الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۷۱ءصفحہ ۸

140 الفضل ۴ فروری ۱۹۷۱ءصفحہ ۱

141 الفضل ۵ فروری ۱۹۷۱ءصفحہ ۱

142 رسالہ تحریک جدید مارچ ۱۹۷۱ءصفحہ ۱۹

143 الفضل ۲۰ فروری ۱۹۷۱ءصفحہ ۸

144 الفضل ۲۴ فروری ۱۹۷۱ءصفحہ ۱

145 الفضل ۱۴؍اپریل ۱۹۷۱ءصفحہ ۱

146 الفضل ۱۷؍اپریل ۱۹۷۱ءصفحہ ۱

147 تحریک جدید دسمبر ۱۹۷۱ءصفحہ ۱۲

148 تحریک جدید دسمبر ۱۹۷۱ءصفحہ ۱۲

149 الفضل ۲۹؍اگست ۱۹۷۱ءصفحہ ۱

150 رسالہ تحریک جدید دسمبر ۱۹۷۱ءصفحہ ۱۲

151 تحریک جدید فروری ۱۹۷۲ءصفحہ ۱۵

اشاریہ

تاریخ احمدیت جلد 27

مرتبہ
مکرم فراست احمد راشد صاحب، مکرم وقاص عمر صاحب
مکرم اویس احمد نوید صاحب، مکرم بلال احمد قمر صاحب

اسماء 3
مقامات 22
کتابیات 31

اسماء

آ۔الف

آڈوباکو،الحاج 250
آرائے عباسی 310
آرتھرلیونارووڈولیمز،سر 298
آفتاب احمد بسمل 218
آفتاب احمد داماد مولوی برکت علی 139
آفتاب احمد،ڈاکٹر 15،14،13
آمنہ بیگم زوجہ شیخ رشید احمد 150
آمنہ بیگم زوجہ ہادی علی خاں 164
آمنہ کریم۔لندن 251
آئی پی ایم کارگل 60
آئزن ہاور(Eisenhower) 284،283
آئی۔کے۔گیاسی 275
ابراہا ایم بو 27
ابراہیم یچی 23 ،310
ابراہیم گساؤ،الحاج 23،22،19،18
ابراہیم علیہ السلام،حضرت 72
ابنِ رشد 26
ابوالعطاء جالندھری،مولانا ،59،51، 315،229،192،177،78
ابوبکرارسوٹیپکا 310
ابوبکرایوب،مولانا 314،313
ابوبکر بوابوا 128
ابوبکرخاں(معلم ماریشس) 299
ابوبکر یزی 122
ابوطالب،حضرت 72
اجیت سنگھ چیمہ 112
احتشام النبی 21 ،25
احتیاج علی زبیری 211،105
احسن۔نائیجیریا 305
احسن بیگ،مرزا 195
احمدالدین،ڈاکٹر شیخ 147
احمدالدین،خواجہ 136
احمداللہ،شیخ 157 ،162
احمد بلاگو،الحاج 25
احمد بی بی زوجہ بشیر احمد 154
احمد رفاعی اوٹولے 23
احمد شمشیر سوکیہ،مولانا 298،201
احمد علی،شیخ۔دھرم کوٹ بگہ 199
احمد نورالدین،مولوی 248
احمدیداللہ بھنو 299،298،297
ادریس احمد،صاحبزادہ مرزا 217
ادریس نصراللہ خان،چوہدری 33
ارشد بیگ،مرزا 195
ارشد علی ایڈووکیٹ،شیخ 199
اسامہ سعید 220
اسداللہ خان،چوہدری 253،32
اسرافیل،ملک 132
اسلم بیگ۔کوئٹہ 225
اسماعیل فوڈے 79
اشونی کمار،شری 114
اعجاز احمد،شیخ 114
اعجاز الحق قریشی ابن رحمت اللہ منصرم 172
اُلمش رومی 173
افتخارالدین،مرزا 218
افتخار احمد ایاز،چوہدری 255
افتخار احمد جنجوعہ،میجر جنرل 133،108،107،106
افتخار احمد سہروردی 224
افضل احمد،ڈاکٹر 125

اقبال احمد شمیم، بریگیڈئیر 223
اقبال احمد غضنفر، مولانا 313
اقبال بیگم زوجہ خان بشیر احمد خاں 163
اقبال بیگم زوجہ محمد اکبر خاں 164
اکبر اعظم۔شہنشاہ 147
الفا۔اے۔جے۔باڈا 310
الفا ایس بی گیوا 310،219
اللہ بخش، چوہدری حاجی 214،184،180،179
اللہ بخش صادق، چوہدری 230
اللہ دتہ، چوہدری۔خانووالی 182،181،180
اللہ دتہ سیالکوٹی، میاں 179
اللہ رکھا، چوہدری 193
اللہ رکھا، چوہدری 209
اللہ وسایو خان 178،177
الٰہی بخش، چوہدری 163
امان اللہ۔گوجرانوالہ 225
امتیاز احمد چوہدری، ڈاکٹر 10
امۃ الاعلیٰ بیگم زوجہ لطف المنان 147
امۃ الحفیظ عابدہ زیروی 218
امۃ الحفیظ، حضرت صاحبزادی 51
امۃ الحفیظ، سیدہ زوجہ مرزا محمد حسین 152
امۃ الحئی، سیدہ 169،168
امۃ الرحمان زوجہ رانا خلیل احمد 140
امۃ الرحیم عطیہ زوجہ صوفی مطیع الرحمٰن بنگالی 170
امۃ الرشید، صاحبزادی 218
امۃ السلام زوجہ ڈاکٹر میجر عبد الحق ملک 138
امۃ الشکور 219
امۃ العزیز زوجہ مرزا محمد ادریس 171،167
امۃ الکبیر ماریہ 217
امۃ الکریم بنت ڈاکٹر بدر الدین 171
امۃ اللطیف زوجہ حمید احمد ڈوگر 191
امۃ اللہ بیگم زوجہ فضل دین 191
امۃ اللہ زوجہ نور الاسلام 140
امۃ النور زوجہ ڈاکٹر عبد المالک شمیم 218
ام ناصر (محمودہ بیگم) 196
امیر حسین، قاضی سید 151
امین (ہائی کمشنر ماریشس) 60
انوار احمد خان، ڈاکٹر 295،10
انوار احمد کاہلوں 208
انور حسن، چوہدری 273،272،269
انور حسین، چوہدری 33،32
انور خاں۔ہائی کمشنر پاکستان 299
اولڈ فیلڈ، جسٹس 78
اوناتھ 151
ای گار باجمپا 27
ایڈورڈ سموکا 79
ایڈورڈ کاکوباؤ 287،286
ایس۔اے۔معید 281،27،14،13
ایس او بکری 310
ایس۔ایم۔قریشی 310
ایس ایم حسن، ڈاکٹر 17
ایس اے کابا 17
ایس اے کیپے 28
ایم۔اے۔سونکو 295،218
ایم۔ایم۔حبیب 311
ایم۔اے۔سوہن 295

ایم۔بی۔ابراہیم 272
ایم ایم پیرزادہ 60
ایم جمیل،ڈاکٹر 253
این کنیوا اگمانگا 269،9
ایوب شاہ،سید 159
اے آر بکری،جسٹس 310
اے۔اے۔افریقا 275،274
اے۔کے۔زبیر 267
اے اے منافی 11

ب

بانگالے منسارے 18
بدرالدین،حافظ ڈاکٹر
168،167،165
بدرالدین۔شورکوٹ 172
بدیع الزمان مونگھیری 36
برکات احمد،ڈاکٹر 246
برکت علی،مولوی
151،139،111
برکت علی ابن کفایت اللہ 163
بساری 306
بشارت احمد امروہی،مولانا 302
بشارت احمد،سید 216،158
بشارت احمد،لیفٹیننٹ کرنل ملک
143،110
بشارت احمد بشیر،مولانا
8،10، 11،13،26،
28، 178، 179، 194،
274، 275، 276، 277،
278، 279، 280، 281
بشریٰ بشیر زوجہ بشیر احمد 185
بشریٰ کلالہ 122
بشریٰ مبارکہ بنت عبدالحمید بٹ
224
بشیر احمد۔نائی والا سیالکوٹ 154
بشیر احمد،چوہدری ابن حاجی اللہ بخش
190،185،184
بشیر احمد،میاں 32
بشیر احمد،چوہدری۔راولپنڈی
229،228،227
بشیر احمد اختر،مولوی 291،273
بشیر احمد خان،ڈاکٹر 12،11
بشیر احمد خاں،خان داماد محمد عبداللہ
163
بشیر احمد شیدا 252
بشیر احمد،حضرت صاحبزادہ مرزا
198،184،183،132،56
بشیر احمد ایڈووکیٹ،شیخ
253،158،148،32،3
بشیر احمد،چوہدری (ناشر) 114
بشیر احمد،ڈاکٹر سید 219
بشیر احمد،خواجہ۔برما 253
بشیر احمد آرچرڈ 249، 251
بشیر احمد چغتائی 197
بشیر احمد خان رفیق،مولانا
313،47
بشیر افضل۔نیویارک 244
بشیر الدین محمود احمد،حضرت مرزا
7،44،62،68،
127، 141، 164، 178،
196، 202، 206، 207،
208،210، 239، 252،
260، 268، 270، 316
بشیر الدین اسامہ،ڈاکٹر 244
بشیراں بی بی بنت محمد سلطان 163
بلال عبدالسلام۔فلاڈلفیا 244
بلیکٹ،پروفیسر 30
بنت مہدی فرحت 217
بنکولے (Bankole)۔نائیجیریا
307
بنیامین کظیم،جسٹس 310
بوعلی سینا 26
بھاگ بی بی زوجہ چوہدری الٰہی بخش
163

بیا،مسٹر (Bea) 224
بی۔بی۔بالوگوں،الحاج 310
بیمادھر 297

پ

پاالفاشریف 269
پاسعیدوبنکورا 269
پرتھی چندآریہ 151
پرنس جے ولیمز 270
پرویز پروازی،ڈاکٹر 237
پروین طاہرہ بنت ڈاکٹرغفورالحق 225
پولوس 161
پیغمبراسنگھ،بابا 172

ت۔ٹ۔ث

تکے گوچی بشیر 259
ٹکاخان،جنرل 84،102
ٹی۔بی۔خون 295
ثمراحمد،مرزا 217
ثمرہ خان بنت بریگیڈیئرڈاکٹرمرزا مبشراحمد 217

ج

جان کاک کرافٹ،سر 30
جان لارنس پمفرے 60
جاویدی۔غانا 278
جگت سنگھ،مسٹر 298
جگجیت سنگھ اروڑا 92
جلیل الرحمن،ملک 123،127
جمال الدین باڈا،معلم 308
جمالی (ترک احمدی) 198
جمعہ رمضانی 291
جمیل احمد،ڈاکٹر۔برما 224
جمیل احمد ملک 223
جمیل الرحمٰن رفیق،مولانا 288، 289، 290، 291، 292
جنت بی بی زوجہ عبداللہ 163
جوادعلی،سید 313
جوموکنیاٹا 289
جے جے ونسنٹ 235
جے۔سی۔الحسن العطاء،الحاج 268،275

ح

حامدشاہ،سیدمیر 136،156،157
حبیب،میاں 107
حبیب احمدابن محمدخان 153
حبیب الرحمٰن منشی 144،145
حبیب الرحمٰن،میاں 192
حبیب اللہ،ملک داماد محمدعبداللہ 163
حبیب اللہ ابن چوہدری الٰہی بخش 163
حبیب اللہ خاں،ملک۔نیلا گنبد لاہور 205
حبیب اللہ خان،ملک حاجی 223
حبیب النساء 203
حسن رشیدی۔کینیا 294
حسن سنمونو۔لیگوس 307
حسن علی بھاگلپوری،مولانا 315
حسین اے عامل 302
حسین،حضرت امام 173
حسین شہیدسہروردی 54
حشمت اللہ خان،ڈاکٹر 156
حشمت بی بی زوجہ رحمت اللہ منصرم 171
حفیظہ بیگم بنت حاجی اللہ بخش 190
حفیظہ بیگم زوجہ آفتاب احمد 139
حمزہ،حضرت 173
حمیداحمد،چوہدری 23
حمیداحمدخان،پروفیسر 3
حمیداحمدڈوگرداماد بابوفقیراللہ 191
حمیداللہ ابن بابوفقیراللہ 191

حمیداللہ ایم اے، چوہدری 230
حمیدنصراللہ خاں، چوہدری 63
حمیدہ بیگم زوجہ مسعوداحمد رشید 164
حنیف احمد، صاحبزادہ مرزا 217

خ

خاتون بانو، سیدہ 139
خالد اختر 252،115
خالد بن ولید 97
خالد محمود، سید 139
خالد محمود چیمہ 220
خدابخش عبدزیروی، صوفی 218
خدیجہ بیگم زوجہ خان بہادر غلام محمد خان گلگتی 164
خدیجہ نذیر 251
خضرحیات خان، سردار 60
خلیل احمد، حکیم 132
خلیل احمد، رانا 140
خلیل احمد داماد چوہدری الٰہی بخش 163
خلیل احمد کلالہ 123،122
خلیل احمد ناصر، ڈاکٹر 245
خلیل ادریس 305

خورشید احمد، صاحبزادہ مرزا 217،117
خورشید بیگم زوجہ سراب احمد خاں 164
خورشید مسرت زوجہ میجر محی الدین ملک 138

د

داؤداجوارا، سر 295
داؤداحمد حنیف، مولانا 314
داؤداحمد، سید میر 6
داؤد، الحاج۔غانا 280
داؤدابوری شادے 306
دوست محمد شاہد، مولانا 316،315
دوست محمد شمس، شیخ 208
دھرت رام 151
دھنپت رائے 209

ڈ۔ذ

ڈوروتھی زوئل 233
ڈینئل مورا یوسف، حاجی 302
ذکرت بشیر 23
ذکیہ جسوال 251
ذوالفقار علی بھٹو 106،83،60
ذوالفقار علی خاں گوہر، مولانا 164

ذینی دہلان۔انڈونیشیا 248،202

ر

رادھا کشن، پروفیسر 29
رادن یوسف۔انڈونیشیا 199
راڈین احمد انور 248
رام پرکاش پربھاکر، شری 113،112
رحمت اللہ، ڈاکٹر ابن محمد عبداللہ 163
رحمت اللہ ابن مولوی برکت علی 139
رحمت اللہ ابن مولوی کرم الٰہی ڈوگر 142
رحمت اللہ شاکر داماد محمد عبداللہ 163
رحمت اللہ منصرم 171
رحمت بی بی زوجہ ماسٹر محمد پریل 194
رحمت بی بی بنت مولوی کرم الٰہی ڈوگر 142
رحمت بی بی والدہ چوہدری غلام رسول 179
رحمت علی، مولانا 199
رحمت مسیح 187،186

رسول بخش،ملک 142
رسول بی زوجہ الحاج سیٹھ حسن
192
رسول بی بی زوجہ ماسٹر مبارک
اسماعیل 164
رشید احمد ،شیخ ابن ڈاکٹر شیخ احمد
الدین 150
رشید احمد امریکن 245
رشید احمد بھٹی 241
رشید احمد خالد 193
رشید احمد سرور،مولانا
313،255،254
رشید حسین۔ماریشس
299،298،297
رشیدہ باسمہ زوجہ بشارت احمد بشیر
194
رشیدہ بیگم زوجہ مولانا چراغ الدین
198
رضیہ اعظم علی بیگ 231
رضیہ بیگم زوجہ ملک حبیب اللہ
163
رضیہ بیگم زوجہ میاں عبدالقیوم وہرہ
164
رفعت خالق 219
رفیعہ بیگم زوجہ میاں عبدالمجید
163
رفیق احمد ثاقب 21
رفیق احمد چانن 223
رفیقہ بیگم زوجہ چوہدری بشیر احمد
229،228،227
رقیہ خاتون 206
روبیارڈ(Robillard) 296
روشن الدین احمد،مولوی
314،310،309
روشن دین۔والد اسلم قریشی 57
روشن دین تنویر،شیخ 44 ،46
روشن علی،حافظ 209
روم،مولانا 155
ریاض احمد،ملک 225
ریاض حسین،سید 222 ،223
ریگھ،کرنل 161 ،162

ز

زرتشت منیر داماد محمد عبداللہ 163
زکرو داؤدا 310
زینب اہلیہ حبیب اللہ 163
زینب بیگم زوجہ قریشی عبدالرحمٰن
154
زینب خاتون زوجہ خلیل احمد 163

س

سارہ خان بنت ناصر وسیم وارڈ
238
ساہنی (مشیر) 114
ست بھرائی 205
ستنام سنگھ باجوہ،سردار
113،112
سجاد احمد جان،جسٹس 3
سراب احمد خاں داماد غلام محمد خان
گلگتی 164
سراج بی بی زوجہ ڈاکٹر بدرالدین
167،165،164
سرتاج علی امتیاز زبیری،کیپٹن
211
سردار بی بی زوجہ محمد اسماعیل 141
سردار بیگم زوجہ چوہدری ظفر علی
229،228،227
سردار محمد ابن میاں فتح محمد 141
سرفراز۔جمعدار 57
سعادت احمد،سید 158
سعید احمد،چوہدری
114،112،111
سعید احمد،ڈاکٹر 55
سعید احمد ابن چوہدری فیروز الدین
240
سعید احمد خاں،ڈاکٹر 251

سعیدہ اختر،ڈاکٹر 225
سفنی ظفر احمد 202
سکندرمرزا،میجر جنرل 82
سلامت اللہ خاں،رانا 140
سلاؤ،ڈاکٹر۔نائیجیریا 310
سلطان احمد،صاحبزادہ مرزا 165
سلطان احمد ابن چوہدری الٰہی بخش 163
سلطان محمد،مرزا 195،152
سلمان احمد،مرزا 217
سلمیٰ مبارکہ خاتون 251
سلمیٰ صدیقہ زوجہ چوہدری علیم الدین 142
سلمیٰ نذیر 251
سلیمان،الحاجی (سارکن کوڈو)23
سلیمان علی (ہائی کمشنر) 60
سلیم احمد،چوہدری 223
سلیمہ بیگم زوجہ مرزا ارشد بیگ 195
سمیع اللہ ابن بابو فقیر اللہ 191
سمیع اللہ ابن مولوی برکت علی 139
سمیع اللہ سیال،چوہدری 229
سمیع اللہ قمر،مولوی 128،125

سندر مسیح 186
سی۔پی۔فورے 266،9
سیاکاپی سٹیونز 271،17
سیف الرحمٰن،مولانا ملک 3
سیوسا گر رام غلام،سر 7

ش

شافعی،انڈونیشیا 248
شاہ دل یوسف۔ملائیشیا 264
شاہد احمد خان،نوابزادہ 217
شاہ محمد 151
شجاع،ڈاکٹر۔ماریشس 296
شرافت احمد 239
شرف الدین،چوہدری 191
شرما (ڈی ایس پی بٹالہ) 112
شعیب موسیٰ۔سویڈن 265
شفیع محمد ابن محمد سلطان 163
شکیل منیر 25
شمس الدین بلوچ،ماسٹر 179
شمس الدین خان،خان 211
شوکت حیات خان 60
شوکت علی،بریگیڈئیر 56
شہاب الدین والد میاں فتح محمد 140
شہاب الدین ایچی کویا 132

شیر محمد ابن میاں فتح محمد 141
شیر محمد داماد چوہدری الٰہی بخش 163

ص۔ض

صادق نسیم،چوہدری 125
صادقہ بنگوی 251
صادقہ بیگم زوجہ محمود احمد 150
صالح۔ترکی 296
صالح الشبیبی 248
صالح علیہ السلام،حضرت 72
صالح محمد داماد چوہدری غلام رسول 141
صالحہ بیگم زوجہ شیخ محمود احمد 150
صدرالدین،مولوی 136
صدیق احمد منور،مولوی 297 تا 301
صغراں بی بی زوجہ ڈاکٹر عنایت اللہ شاہ 164
صفدر حسین،سید ڈاکٹر 234
صفیہ بانو زوجہ محمد یامین تاجر کتب 200،199
صفیہ بیگم زوجہ مولوی عبدالکریم 163
صلاح الدین ایم۔اے،ملک 315،215

صلاح الدین خان بنگالی، مولانا
313،230
صلاح الدین سلیم احمد 220
ضیاء الحق خان 224
ضیاء الدین، ڈاکٹر 23

ط

طارق احمد، ڈاکٹر 16
طاہر احمد، خلیفہ۔کوئٹہ 223
طاہر احمد، حضرت صاحبزادہ مرزا
3، 4، 33، 63، 64، 71، 80،
82، 217، 230، 239، 243
طاہر احمد، مرزا ابن مرزا محمد حسین
152
طاہر احمد ابن خلیفہ عبدالرحمٰن 226
طاہر محمود چوہدری 125
طاہر محمود سیفی 125
طاہرہ بانو، سیدہ بنت صوفی عبدالرحیم
139
طاہرہ بیگم زوجہ مرزا محمد حسین 152
طیب النساء، سیدہ 203

ظ

ظفر احمد، مرزا ابن مرزا محمد حسین
153
ظفر احمد کپورتھلوی، منشی
144، 192
ظفر اللہ الیاس، الحاج 310
ظفر علی، چوہدری۔گوجرانوالہ
227، 228
ظہور احمد۔نو احمدی جاپان 259
ظہور احمد باجوہ، چوہدری 91
ظہور احمد شاہ، ڈاکٹر سید 284
ظہور حسین، مولانا 158
ظہور حسین، صوبیدار میجر ڈاکٹر
158

ع

عابدہ خانم بنت عبدالحمید بٹ 224
عارف نعیم 198
عائشہ بی بی بنت حاجی اللہ بخش
190
عائشہ بی بی زوجہ شیر محمد 163
عائشہ بیگم زوجہ حاجی عبدالعزیز میمن
206
عائشہ (پوتی چوہدری ظفر علی)
227، 228، 229
عائشہ سلطانہ بنت ٹھیکیدار چوہدری
غلام رسول 141
غلام رسول چوہدری 179
عائشہ نصیر 218
عباس احمد تیلیوگ 302
عباس مرزا 57
عبدالباسط شاہد، مولانا
125، 127، 225
عبدالباقی بھاگلپوری، مولوی 218
عبدالجلیل عشرت 33
عبدالحق، ڈاکٹر 32
عبدالحق، ملک میجر 138
عبدالحق، قاضی 204
عبدالحق، شیخ 147، 148
عبدالحق ایڈووکیٹ، مرزا
148، 199، 315
عبدالحکیم پٹیالوی، مولوی 175
عبدالحمید، قاضی 154
عبدالحمید، میجر 256
عبدالحمید، ڈاکٹر 251
عبدالحمید بٹ 224
عبدالحمید خان، ڈاکٹر 251
عبدالحمید عاجز، شیخ 111، 134
عبدالحیٔ، میاں 248، 314
عبدالخالق بٹ 225
عبدالرب مونگھیری 37
عبدالرحمٰن، خلیفہ 223، 225

عبد الرحمٰن ، قریشی داماد قریشی نور الحسن 154
عبدالرحمٰن، ماسٹر 199
عبدالرحمٰن ، چوہدری (سابق امیر جماعت ملتان) 220
عبدالرحمٰن ابن مولوی کرم الٰہی ڈوگر 142
عبدالرحمٰن خادم، ملک 197
عبدالرحمٰن خان بنگالی، چوہدری 247،245،.244
عبدالرحمٰن کامٹی، ڈاکٹر (سابق منگل سنگھ) 194
عبدالرحمٰن، شیخ 157
عبدالرحمٰن ۔ برما 253
عبدالرحمٰن انور، مولانا 214
عبدالرحمٰن جٹ، مولانا 301،111
عبدالرحمٰن مبشر، مولوی 215،214
عبدالرحمن، مولوی 113
عبدالرحیم، ایئر مارشل 60
عبدالرحیم احمد، میاں 218
عبدالرحیم درد، مولانا 147
عبدالرحیم ظفر 246
عبدالرحیم کھوکھر 225
عبدالرحیم لدھیانوی، صوفی 138
عبدالرزاق، چوہدری 141
عبدالرشید ۔ گوکھووال 197
عبدالرشید ایڈووکیٹ، قریشی 208
عبدالرشید غنی 3، 4
عبدالستار ۔ ماریشس 201
عبدالستار خادم 205
عبدالستار شاہ، ڈاکٹر سید 182،155
عبدالستار میمن، سیٹھ 206
عبدالسلام، پروفیسر ڈاکٹر 251،201،76،30،29
عبدالسلام ابن بابو خواجہ محمد الدین 138
عبدالسلام اولائنڈے 311
عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی، چوہدری 208
عبدالسلام شہید 105
عبدالسلام ظافر 270
عبدالسلام میڈیسن 263،261،260
عبدالسمیع ابن ٹھیکیدار چوہدری غلام رسول 141
عبدالسمیع ابن چوہدری عبدالرحمن 220
عبدالشکور، مولوی 13، 227
عبدالعزیز ۔ غانا 307
عبدالعزیز والد ڈاکٹر عطاء اللہ علیگڑھی 136
عبدالعزیز، قریشی 208
عبدالعزیز، چوہدری 100
عبدالعزیز امرتسری، حکیم 209
عبدالعزیز دین 251
عبدالعزیز موبا نگاہ 123،122
عبدالعظیم میمن، حاجی 206
عبدالغفور کرک، ڈاکٹر 105
عبدالغنی کریم شاہد 313،6
عبدالغنی کرک، ڈاکٹر 105
عبدالقادر ۔ برما 253
عبدالقدیر، چوہدری 147،114،112
عبدالقیوم وہرہ، میاں داماد غلام محمد خان گلگتی 164
عبدالقیوم (سیکرٹری ایوان صدر) 89
عبدالقیوم خان، خان 60
عبدالکریم، مولوی داماد محمد عبداللہ 163
عبدالکریم ۔ قلعہ صوبا سنگھ 182

عبدالکریم،مولوی 136
عبدالکریم۔(حاجی) 223
عبدالکریم بٹ،بابو 193
عبدالکریم خالد 219
عبدالکریم خان 224
عبدالکریم سیالکوٹی،مولانا 151
عبداللطیف،چوہدری 313
عبداللطیف بہاولپوری۔مولوی 214
عبداللطیف خان 204
عبداللطیف شاہد گجراتی،حکیم 315
عبداللطیف شہید،صاحبزادہ سید 168،165،153،138
عبداللہ،شیخ 147
عبداللہ ابن ٹھیکیدار چوہدری غلام رسول 141
عبداللہ خان،نواب 148
عبداللہ خان،چوہدری۔داتہ زیدکا 182
عبداللہ خان،چوہدری 182
عبداللہ داماد چوہدری الٰہی بخش 163
عبداللہ کورے محمد،الحاجی 22
عبداللہ ناصر 276

عبداللہ نائیکا 79
عبدالمالک خان،مولانا 315،61
عبدالمالک شمیم،ڈاکٹر 218
عبدالمجید،میاں داماد محمد عبداللہ 163
عبدالمجید،راجہ 223
عبدالمجید ابن ٹھیکیدار چوہدری غلام رسول 141
عبدالمجید بھٹی 23،21،20
عبدالمحسن خالد کڑک شہید 105
عبدالمطلب مالک 60
عبدالمنان،ملک 245
عبدالمنان ناہید 212،138
عبدالمومن خاں کاٹھ گڑھی،چوہدری 208
عبدالواحد،مولانا شیخ 286،283،282
عبدالواحد،مولوی 248
عبدالوہاب بن آدم،مولانا 310،277،276،40،12
عتیق الرحمٰن،جنرل 220
عثمان ڈان فودیو،حضرت 20
عثمان غنی ابن حاجی اللہ بخش 190،185،184

عثمان فاروق 20،19
عثمانی گاگوریا 291
عرفات کامل العشی 262
عرفان علی منشی 37
عزیز احمد۔مغربی جرمنی 224
عزیز احمد،صاحبزادہ مرزا 37
عزیز الرحمٰن،شیخ 147
عزیز الرحمٰن بریلوی،سید 204
عزیز الرحمٰن خالد،مولوی 272
عزیز دین 115 ،252
عصمت اللہ،چوہدری 148
عطاء الرحیم حامد 271،270،79
عطاء اللہ،قریشی 154
عطاء اللہ،میاں 199
عطاء اللہ علیگڑھی،ڈاکٹر 136
عطاء اللہ کلیم،مولانا 49
عطاء المجیب راشد،مولانا 115،237، 249، 250، 251، 252
عفت افتخار خالق 219،218
عقیلہ بیگم زوجہ میاں فضل کریم وہرہ 164
علاء الدین مصطفیٰ 264
علی بلگرامی،سید 129

علی روجرز، الحاج 269
علی مراد شاہ 174
علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش
107
علیم الدین، چوہدری 142
علیم الدین (حاجی) 224
عمر سیسے 27
عنایت اللہ احمدی، چوہدری 313
عنایت اللہ شاہ، ڈاکٹر 164
عنایت بیگم زوجہ مرزا محمد حسین
152
عنایت علی لدھیانوی، میر 138
عیدی امین 255
عیسیٰ علیہ السلام، حضرت
72، 126، 161،
181، 182، 263، 264،
289، 292، 293، 294

غ

غازی احمد، میاں 205
غلام احمد، صاحبزادہ مرزا 116
غلام احمد امرتسری، خواجہ
195، 196
غلام احمد فرخ، مولانا 177، 239
غلام احمد قادیانی علیہ السلام، حضرت
مرزا 42، 74، 137،
142، 145، 151، 155،
165، 245، 256، 311
غلام احمد قریشی ابن رحمت اللہ منصرم
172
غلام احمد نسیم، میر
124، 125، 126
غلام باری سیف، مولانا 315
غلام جیلانی خان، لیفٹیننٹ کرنل
107
غلام حسین، چوہدری (انسپکٹر آف
سکولز) 200
غلام حیدر، منشی 138
غلام حیدر پلیڈر، مرزا 158
غلام رسول، چوہدری ٹھیکیدار 141
غلام رسول، چوہدری۔تلونڈی جھنگلاں
179
غلام فاطمہ بیگم بنت محمد فیض الدین
سیالکوٹی 194
غلام فاطمہ زوجہ صالح محمد 141
غلام فرید، ملک 148
غلام مجتبیٰ، ڈاکٹر سید 8
غلام محمد، چوہدری۔سیالکوٹ
182، 183، 189، 190
غلام محمد، صوفی 148
غلام محمد، میاں۔قادیان 191
غلام محمد افغان، مولوی 153
غلام محمد خان گلگتی، خان بہادر 164
غلام مصباح بلوچ 213
غلام یٰسین، چوہدری 313
غیاث الدین 57

ف

فاتح الدین احمد، مرزا 217
فاطمہ، الحاجیہ۔نائیجیریا 305
فاطمہ بیگم زوجہ مرزا محمد حسین 152
فاطمہ حنیفہ 224
فتائی گیوا 218، 219
فتح محمد، میاں 140
فرزند علی خاں، مولوی
146، 168، 211
فریڈرک چلوبا فریڈرک ہاپکنز، سر
30
فرینک ایس انتھونی 8
فشر، کیپٹن 160، 161، 162
فضل الٰہی، چوہدری 60
فضل الٰہی انوری، مولانا
19، 25، 302،
304، 309، 310، 311
فضل الدین۔گیمبیا 224

فضل الرحمٰن، مفتی 144
فضل بیگم زوجہ بابو عبدالکریم بٹ 193،192
فضل دین داماد بابو فقیر اللہ 191
فضل کریم وہرہ، میاں داماد غلام محمد خان گلگتی 164
فضل کریم، سیٹھ 206
فضل کریم، مولوی۔قلعہ صوبا سنگھ 182
فضل کریم لون 249
فضل محمد خان، خان 205
فقیر اللہ، ڈاکٹر بابو 190
فقیر محمد، سید 165
فلیچر، لارڈ 235
فوڈے تاڈز 271
فہمیدہ بیگم بنت چوہدری ظفر علی 228،227
فیاض احمد، اخوند 164
فیروز الدین، چوہدری 240
فیروز دین، ڈاکٹر 158
فیض احمد، چوہدری 114

ق

قاسم نور علی 298
قائم الدین سندھی 174
قائم دین، مولوی 136
قدرت اللہ، حافظ 249
قمر الدین سیکھوانی، مولانا 177

ک

کارنیلیس، جسٹس 102
کبیر احمد بھٹی 123،122
کرامت اللہ ابن مولوی برکت علی 139
کرامت اللہ خاں، رانا 139
کرتار سنگھ، سردار 111
کرٹ شارف (Kurt Scharf) 231
کرشنا آئیر، جسٹس 78
کرشنن، جسٹس 78
کرم الٰہی ڈوگر، مولوی 142
کرم الٰہی، ملک 148
کرم دین بھیں، مولوی 137
کریم احمد، مرزا 217
کظیم الرحمٰن، شیخ 143 تا 147، 192
کفایت اللہ ابن چوہدری الٰہی بخش 163
ککر، شری 112
کلثوم اختر بنت عبدالخالق بٹ 225
کلثوم بانو، سیدہ 204
کلثوم بیگم زوجہ ڈاکٹر چوہدری منور احمد 229،228،227
کلفرڈ بیل، مسٹر 301
کلیم اللہ ابن بابو فقیر اللہ 191
کمال الدین، خواجہ 137
کمال متین الدین، بریگیڈیئر 108
کمال یوسف، سید 265
کنیوا لگمانگا 269
کوسوکونٹے 266
کینتھ کاؤنڈا 120

گ

گاکوایا 290
گستاولی بان، ڈاکٹر 2
گل حسن، جنرل 107
گل محمد (معلم) 242
گوباجوہمبا۔الحاج 298
گوہر ایوب 60
گھابے 17

ل

لبنیٰ سعید 219
لطف الرحمٰن، مرزا 313
لطف الرحمٰن، شیخ 147

لطف الرحمٰن محمود 270
لطیف، سیدہ۔یوایس اے 224
لطیف الرحمٰن، شیخ 147
لطیف قریشی 131
لعل بی بی زوجہ محمد خان 153
لقمان احمد 47
لوط علیہ السلام، حضرت 72
لئیق احمد عابد 219
لئیق احمد فرخ، ڈاکٹر میجر 16
لیوانکا 120
لیوی، پروفیسر 30،29

م

مارٹن لوتھر 161
مانک شا، جنرل 111،110
ماہنا ساقوے 269
مبارک احمد، صاحبزادہ مرزا
141،64،
142، 229، 253، 316
مبارک احمد، مولانا شیخ 315،62
مبارک احمد بھٹی، مولوی 210
مبارک احمد جمیل 246
مبارک احمد ساقی، مولانا 251
مبارک احمد نذیر
273،272،270،79
مبارک اسماعیل، ماسٹر داماد غلام محمد
خان گلگتی 164
مبارک علی، مولوی 156
مبارک علی باہری، سید 139
مبارکہ بیگم بنت سید مبارک علی
باہری 139
مبشر احمد، بریگیڈیئر ڈاکٹر مرزا
217
مبشرہ غنی 219
مبین الحق شمس، حافظ 200
مجیب الرحمٰن، شیخ 84،83
مجیب فقراللہ، کیپٹن 101 تا 104
محاماثانی 14،13
محبوب علی 188
محبوب یوسف خان 285،284
محمد، مولوی۔فجی 283
محمد ابراہیم، صوفی 148
محمد ابراہیم، میاں 220
محمد ابراہیم بقاپوری، مولانا
214،177
محمد ابراہیم خاں ابن غلام محمد خان
گلگتی 164
محمد احسن، حکیم 60
محمد احسن امروہی، مولوی 174
محمد احمد مظہر، شیخ 148،32
محمد ادریس، مرزا 248
محمد ادریس، مرزا داماد ڈاکٹر بدرالدین
171
محمد ادریس ملومبا 121،
122، 123، 125، 128
محمد اسحٰق انور 207،206
محمد اسحاق، صوفی 313،312
محمد اسحاق، چوہدری (مبلغ چین و
ہانگ کانگ)
182، 184، 185،
187، 190، 214، 215
محمد اسحاق، شیخ 206
محمد اسحاق خلیل، ڈاکٹر حافظ 264
محمد اسداللہ قریشی، مولوی 316
محمد اسلم، پروفیسر قاضی 238
محمد اسلم جاوید 249
محمد اسلم جہانگیری، ڈاکٹر 269،8
محمد اسلم قریشی 56 تا 59
محمد اسلم قریشی۔ماریشس
301،298،297
محمد اسماعیل، مرزا (چٹھی مسیح)
150
محمد اسماعیل داماد میاں فتح محمد 141

محمد اسماعیل منیر،مولانا
207،206
محمد اسماعیل وسیم، ماسٹر
23،21،19
محمد اسماعیل یادگیری،مولانا 192
محمد اشرف، مرزا 193
محمد اشرف، چوہدری۔گھٹیالیاں
227
محمد اشرف۔سیالکوٹ کینٹ 213
محمد اشرف، ڈاکٹر 18
محمد اشرف، چوہدری 26
محمد افضل، ڈاکٹر 126
محمد اقبال، سرعلامہ 44
محمد اقبال ابن حکیم محمد زاہد 173
محمد اکبر، ملک 143
محمد اکبر خاں والد اخوند فیاض احمد
164
محمد اکرم، خواجہ 196
محمد اکرم، چوہدری 100
محمد الدین، بابو خواجہ 136
محمد الدین امرتسری، منشی 209
محمد امین امرتسری، خواجہ 196
محمد انور جان، کرنل قاضی 204
محمد ایوب خان 83،82،60
محمد بشیر خاں ابن غلام محمد خان گلگتی
164
محمد بن داؤگ 302
محمد بی بی زوجہ صوفی محمد عبداللہ
154
محمد بیلو، الحاجی 23
محمد پریل، ماسٹر 173،
174، 176، 177، 194
محمد جان۔ناندی 285
محمد جاوید 125
محمد جلال شمس شاہد 219
محمد جمیل ابن میاں فتح محمد 141
محمد حسن احسان دہلوی، ماسٹر 156
محمد حسین، ماسٹر 105
محمد حسین، مرزا (چٹھی مسیح) 150
محمد حسین۔فجی 282
محمد حنیف، شیخ 223
محمد حنیف جواہر 298
محمد خان۔افغانستان 153
محمد رحیم الدین، منشی 200
محمد رمضان، ڈاکٹر 158
محمد رمضان، ڈاکٹر کرنل
220،125
محمد رمضان، حاجی 284
محمد رمضان، حکیم 174
محمد رئیس طاہر 125
محمد زاہد، حکیم ابن بدرالدین 172
محمد سعید، لیفٹیننٹ کرنل 220
محمد سلطان ابن چوہدری الٰہی بخش
163
محمد سلیمان، حافظ 313
محمد سنوسی مصطفیٰ 267
محمد شریف، چوہدری۔زیمبیا
126،123،122
محمد شریف، مولانا چوہدری
314،295،18،10
محمد شریف، مستری 225
محمد شریف تیوسوچنانگ 302
محمد شریف خالد 47
محمد شریف کھوکھر، مولوی 240
محمد شعیب (عالمی بینک) 60
محمد شفیع اسلم، ماسٹر 197
محمد شمس الحق (فلائنگ آفیسر)
109،108
محمد شمس الدین۔فجی 286
محمد شیلو۔کینیا 290
محمد صادق۔نیویارک 246
محمد صادق، مفتی
177،146،144

محمد صادق سماٹری،مولانا 248
محمد صالح زاہد،مولوی 214
محمد صدیق، چوہدری (صدر عمومی) 91
محمد صدیق امرتسری،مولانا 243، 247، 282تا287
محمد صدیق شاہد گورداسپوری،مولانا 9، 10، 28، 266، 268، 269، 270، 272، 273
محمد صدیق ناز،ماسٹر 177
محمد صلی اللہ علیہ وسلم،حضرت 55، 71، 75، 81، 95، 97، 161، 172، 241، 270
محمد ظفراللہ خاں، چوہدری 3، 64، 79، 114، 118، 132، 251، 253، 264، 285، 315، 316
محمد عابد ابن بدرالدین 172
محمد عارف۔قادیان 151
محمد عارف۔کینیا 224
محمد عاصم، میر میجر 138
محمد عالم،میاں 79
محمد عبدالحق مجاہد 209
محمد عبداللہ،صوفی 154
محمد عبداللہ،قریشی 154
محمد عبداللہ۔قلعہ صوبا سنگھ 154، 162
محمد عبداللہ، چوہدری۔کھاریاں 202، 203
محمد عبداللہ،کیپٹن 184
محمد عبداللہ بھٹی،قاضی 204
محمد عبداللہ خاں،نواب 148
محمد عبداللہ خان نیازی، لیفٹیننٹ جنرل 92، 107
محمد عزالدین حسن،ڈاکٹر 263، 264، 265
محمد عطاءاللہ،کرنل 63، 64، 65
محمد علی،مولوی 146، 175
محمد علی، چوہدری پروفیسر 220، 234، 237
محمد علی ، چوہدری والد مبارک احمد بھٹی 210
محمد علی بوگرہ 54
محمد علی بی اے بی ٹی،ماسٹر 249
محمد علی چراغ 132
محمد علی نوشہروی 159، 160
محمد عمر،قاضی 204
محمد عیسیٰ،مولوی 289، 290، 314
محمد غوث،سیٹھ 192
محمد فیض الدین سیالکوٹی،مولوی 194
محمد کریم قمر 270
محمد کمانڈا بونگے،الحاج 269
محمد لال ٹوپی،مولوی 282، 286
محمد محمود عالم (ایم ایم عالم) 109
محمد مستری 158
محمد معیبی۔نائیجیریا 307
محمد ممتاز خان، بریگیڈیئر 109
محمد منور،مولانا 121، 254، 255، 291
محمد ندیم چوہدری 107
محمد نذیر احمد۔فری ٹاؤن 269
محمد نذیر لائلپوری،مولانا قاضی 45، 315
محمد نسیم، چوہدری (سول جج) 239
محمد ہدرج،سید 274
محمد یامین تاجر کتب 200
محمد یحییٰ خان،آغا 59، 79، 83تا88، 90
محمد یعقوب،مرزا 193
محمد یعقوب،الحاجی 32
محمد یعقوب خان 25

محمد یعقوب طاہر، مولانا 158
محمد یوسف، قاضی 157، 204
محمد یوسف خان، جنرل
115، 252
محمد یوسف خاں ایڈووکیٹ ابن
غلام محمد خان گلگتی 164
محمدی بیگم 152، 195
محمود، مفتی 222، 223
محمود، مولوی ابوالفضل
204، 216
محمود الحسن، کرنل 5، 56
محمود احمد، شیخ داماد شیخ احمد الدین
150
محمود احمد، میجر 102
محمود احمد، حکیم ابن حکیم محمد زاہد
173
محمود احمد، میر۔لاہور 217
محمود احمد انجم 314
محمود احمد داماد شیخ احمد الدین 150
محمود احمد چیمہ، چوہدری 248
محمود احمد چیمہ۔(واپڈا) 220
محمود احمد مبارک 220
محمود احمد منیب 125
محمود اختر زبیری، لیفٹیننٹ 105

محمود الحسن خاں، مولوی 156
محمود امجد ایڈووکیٹ 106
محمود مونگو 253
محمودہ بیگم زوجہ قریشی عطاء اللہ
154
محمودہ بیگم اہلیہ ڈاکٹر محمد افضل 126
محمودہ بیگم زوجہ شیخ کظیم الرحمٰن
192
محمودہ زوجہ مسعود احمد جہلمی 48
محی الدین، مولوی 248
محی الدین، ڈاکٹر 248
محی الدین، میجر ملک 38
محی الدین، شیخ 192
مختار احمد قمر 270
مرتولو۔انڈونیشیا 248
مریم بیگم زوجہ رحمت اللہ شاکر
163
مریم زوجہ ذینی دہلان 202
مریم صدیقہ، سیدہ (ام متین)
6، 89، 90، 231
مریم مریکار۔برما 253
مسعود احمد خان دہلوی
45، 46، 156
مسعود احمد، ڈاکٹر 5

مسعود احمد، سید 260
مسعود احمد خان، نواب 217
مسعود احمد جہلمی، مولانا
47، 48، ، 259
مسعود احمد رشید داماد غلام محمد خان
گلگتی 164
مسعود الرحمٰن ابن منشی حبیب الرحمٰن
144، 145
مسیح الدین، مولوی 211
مشتاق احمد باجوہ، چوہدری
138، 198، 263، 264
مشتاق احمد داماد شیخ احمد الدین
150
مشتاق حسین، شیخ 158
مصطفیٰ سفیدی۔کلوسا 255
مصطفیٰ ہاشم 224
مصلح الدین شہید، میجر 211
مطیع الرحمٰن (سیکرٹری ہائی کمشنر)
301
مطیع الرحمٰن، صوفی 170، 316
مطیع اللہ درد 237
مظفر احمد، صاحبزادہ مرزا 56 تا 59
مظفر احمد بھٹی 224
مظفر حسن، ایڈمرل 60

معراج الدین عمر، میاں 155
معین الدین، خواجہ 203
مقبول احمد، قریشی 314،246
مقبول احمد ذبیح، مولوی
،128، 127،125،
320، 273، 272،269
مکوی برمادی 248
ممتاز انور، لیفٹیننٹ 104
ممتاز بیگم زوجہ قاضی عبدالحمید 154
ممتاز فقر اللہ، بیگم 101
ممتاز محمد خان دولتانہ 60
منٹگمری واٹ، پروفیسر 249
منصور احمد، صاحبزادہ مرزا
117،89،88،87،37
منصور احمد، شیخ ابن ڈاکٹر شیخ احمد
الدین 213،150
منصور احمد، ڈاکٹر 125
منصور احمد بشیر، سید
273،272،28
منصور بن سلیم شاہ 302
منصورہ بیگم، سیدہ 234،35
منصورہ فرزانہ 219
منظور احمد، ڈاکٹر 316، 153
منظور احمد، قریشی ابن قریشی نور الحسن
154
منظور احمد چیمہ، چوہدری 112
منور احمد، صاحبزادہ مرزا 32،5
منور احمد ،ڈاکٹر چوہدری۔سعودی
عرب 229،228،227
منور احمد ابن ماسٹر محمد علی 249
منور احمد بلوچ 179
منیر احمد۔کوئٹہ 225
منیر احمد۔سینٹ لوئس 245
منیر احمد۔بو 270
منیر احمد عارف، مولانا
314،310
منیر الدین ابن ڈاکٹر بدر الدین
171
منیر الدین احمد، مولوی 293
موسیٰ بابو 269
موسیٰ علیہ السلام، حضرت 72
مولا بخش، صوفی 206
موں بویچیٰ 253
موہن لال، پنڈت 112
مہدی آپا 28
مہدی حسین، میر 175
میراں بخش، منشی 152
میر حسن، سید 44

ن

ناصر احمد، حضرت مرزا
304،189،88،53،52
ناصر احمد، شیخ
147, 150, 264
ناصر احمد، مولوی۔غانا
277،275
ناصر احمد دہلوی، سید 251
ناصر احمد سکرونز 251
ناصر احمد سوکیہ 298
ناصر نواب، میر 203،175
ناصر وسیم وارڈ 238،237
ناصرہ بنت فضل الٰہی۔کینیا 224
ناصرہ بیگم اہلیہ چوہدری محمد شریف
126
ناصرہ بیگم زوجہ مشتاق احمد 150
ناصرہ ندیم 251
ناظم الدین، خواجہ 54
نثار احمد مورانی (راٹھور)
241 ،240
نجم الدین، مولوی 175
نجم الدین، میاں 151
نجم الدین مظہر کورالی، پروفیسر
265،264

نجمہ آفتاب بنت آفتاب احمد بسمل
218
نذیر احمد،ڈاکٹر۔برمنگھم 251
نذیر احمد،خواجہ 252،115
نذیر احمد باجوہ،چوہدری 30
نذیر احمد ظفر،راجہ 316
نذیر بیگم زوجہ چوہدری محمد اشرف
229،228،227
نذیر حسین،سید 182
نزہت الماس،سیدہ 219
نسیم احمد 27
نسیم اختر زوجہ میجر میر محمد عاصم
138
نسیم سیفی (نور محمد) 316،315
نسیم فرحت۔مغربی جرمنی 224
نصر اللہ خاں،ملک 205
نصرت جہاں بنت نواب زادہ مسعود
احمد خان 217
نصرت جہاں بیگم،سیدہ (حضرت
اماں جان) 203،200،148
نصیر احمد 31
نصیر احمد چوہدری 28
نصیر احمد خان،مولوی
313،278،277،276

نصیر الدین،شیخ ابن ڈاکٹر بدر الدین
171،170،165
نصیر الدین،سید 203
نصیر الدین احمد،شیخ
121 تا 124،165،
170، 171، 314،316
نصیر احمد،شیخ ابن ڈاکٹر شیخ احمد الدین
150
نصیر احمد،مرزا ابن مرزا محمد حسین
213،153
نصیر احمد خاں 76
نصیر احمد قریشی 154
نظام الدین،مستری 156
نظام الدین جہلمی،میاں 152
نظام الدین مہمان،مولوی
314،272
نعمت اللہ،جمعدار 139
نعمت اللہ،مولوی ابن مولوی کرم
الٰہی ڈوگر 142
نعیم احمد،صاحبزادہ مرزا 217
نعیم احمد (کھلاڑی ہاکی) 218
نعیم الدین احمد،قاضی 259
نعیم الدین بھٹی 105

نعیم الرحمٰن،شیخ 147
نعیمہ صادق 126
نفیسہ بنت فضل الٰہی۔کینیا 224
نگہت نسیم 27
نواب خان،منشی 137
نوح علیہ السلام،حضرت
75،74،72
نور احمد،قریشی ابن قریشی نور الحسن
154
نور احمد ایڈووکیٹ،شیخ 251
نور احمد بولستاد 262
نور الحسن،قریشی 154
نور الحق انور،مولانا 284
نور الدین، حضرت حکیم مولوی
(خلیفۃ المسیح الاول)
194،175،172،168
نور الدین،شیخ 147
نور الدین جہانگیر،چوہدری 200
نور بی زوجہ عبد الستار 201
نونا بلواس،ڈاکٹر 263

و

واریئٹ،کیپٹن 161
وددو احمد،رانا 140
ورسا اسماعیل 253

ورما،مسٹر 300
وزیر آغا،ڈاکٹر 236
وزیری عبدو 310،20،19
وسیم احمد،صاحبزادہ مرزا 113
وسیم احمد(کھلاڑی ہاکی) 218
ولی احمد شاہ،ڈاکٹر 248
ولیم ٹالبرٹ 52
ولیم ٹب مین 52
ولیہ قدسیہ 237
ونسٹن چرچل 284،283
وی۔سی۔بونگے 267

ہ

ہاجرہ بیگم 148
ہاجرہ بیگم المعروف آپو جی 195
ہادی علی خاں ابن ذوالفقار علی خاں 164
ہانس ایلن برگر،ڈاکٹر 263
ہتورام،رائے بہادر لالہ 173
ہدایت اللہ 163
ہلالی،آغا 60

ی

یاسمین رحمٰن (عرف مونا) 217
یحییٰ گساؤ،الحاجی 20
یحییٰ پونتو 248
یحییٰ فضلی 128
یزید 173
یعقوب شریف۔سیرالیون 211
یعقوب علی عرفانی،شیخ 215،144
یوسف بن تاشفین 99،98،95
یوسف علی، چوہدری 201

english

Ashim Chida 125
Edgar Spir 233
Edward Akufo-Addo 281
Guenther Harder 232
Jean Henry Ythier 296
Neville ward 237
Odeuale 308
P.W.Matoka 121
Rev.John Myer 292
W.D.Brewer 297
William Olu Osisanlu 303
W.P.Ayinenda 121

مقامات

آ۔الف

آسوکورے (غانا) 7، 8، 27
آسٹریا 149
آسٹریلیا 285
آئیوری کوسٹ 16
آکسفورڈ 29، 236، 249
اباداں
304، 306، 308، 309، 310
اٹلی 29، 60، 119
اجیبواوڈے 304، 305
اریوب۔افغانستان 167
اسارچر (غانا) 27
اسلام آباد
50، 56، 57، 58، 60،
88، 142، 150، 172، 205
اسیمو بے 294
اشانٹی 268، 278، 279
افریقہ 7،
27، 28، 55، 77، 98، 169،
170، 195، 249، 250، 267،
271، 309، 313، 315
افریقہ (مشرقی) 117،
136، 165، 193، 224، 313
افریقہ (مغربی) 7، 19،
20، 21، 28، 31، 32، 39،
40، 53، 117، 121، 170،
185، 207، 250، 266، 269،
279، 298، 302، 304، 313
افریقہ (وسطی) 120
افغانستان
153، 165، 167، 168
اکرا 8، 27، 40، 277، 281
اکوئی۔نائیجیریا 309
اکھنور (کشمیر) 139
اکیروں 306، 308
الاباٹا 304
البانیہ 265
امرتسر 148، 199، 209
امریکہ
51، 60، 170، 171، 177،
244، 246، 283، 313، 314
اموسان 302 تا 305
انڈیا (بھارت، ہندوستان)
14، 16، 77، 80،
82 تا 87، 90، 92، 95، 100،
102، 107 تا 112، 127،
164، 168، 173، 185، 195،
204، 209، 211، 285، 301
انگلستان (انگلینڈ)
29، 51، 149، 198، 213،
225، 228، 235، 236، 248،
249، 254، 283، 285، 313
انگولا 119، 121
اوسن 306
اوشوگبو 307، 308، 309
ایجگبو 308، 309
ایڈنبرا 249
ایران 59، 61، 90، 93، 119
ایلڈورو 291
ایلڈوریٹ 291، 295
ایلنگ 249

ب

با۔فجی 286
بابور 176، 177
باڈو۔سیرالیون 79، 271
بازید خیل 153
بانجل (گیمبیا) 7، 10، 26، 295
باندھی 175

بٹالہ
111،112،140،146،199
بٹر 142
بجنور 200
بدوملہی 180،181،186،188
برصغیر 2،88،107
برطانیہ (یو۔کے)
29،115،119،120،121،
153،249،250،252،253
برلن 231،232
برما 152،224،253،254
برمنگھم 237،249،251
برن 263،264
برونائی 302
برونگ اہافو (غانا) 11،12
بسراواں 142
بشیرآباد 193
بصرہ 152
بغداد 26،152
بگول 139
بلانی۔گجرات 193
بلوچستان 102، 173
بنڈونگ۔بانڈونگ
86،247،248
بنگلہ دیش 36،84،86،108
بواجے بو (سیرالیون)
7،9،269،270،273
بوتسوانا 119
بورکینا فاسو 16
بورنیو 165،170
بو (سیرالیون)
79،269،270 تا 273
بوگور (انڈونیشیا) 199
بولے 277
بہاولپور 172
بھارت (ہندوستان، انڈیا، ہند)
14،16،77،80،
82 تا 87،90،92،95،100،
102، 107 تا 112، 127،
164،168،173،185،195،
204،209،211،285،301
باگوڈیرہ 176
بھمبر (جہلم) 105
بھوماں وڈالہ 209
بھیرہ 164
بیاربیٹ (گجرات انڈیا) 106
بینن 16

پ

پاٹسن (غانا) 26
پاڈانگ (انڈونیشیا) 6
پاکستان
1،13،14،21،23،26،29،
30، 33، 35، 39، 54، 59،
60، 65، 70، 76، 80، 84،
86،87،88،90،92،109،
115،127،198،204،206،
207،223،224،236،238،
242،252،267،285،299
پاکستان (مشرقی)
7،36،53،54،60،
83 تا 86،92،94،95،104،
105، 107،108، 208،
220،221،222،281،310
پائی پورٹ لوئس 297
پٹنہ 78
پٹیالہ 156
پرتگال 60
پریسٹن۔انگلینڈ 250
پریسٹن۔امریکہ 29
پشاور
61،108،146،153،157
پنڈی بھٹیاں 227،228
پونا 161
پوہلہ مہاراں 182

پیرکوٹ ثانی 205

ت ۔ ٹ

تاسک ملایا 247،248
تاویونی 282،283
ترکی 60،264،296
ترگڑی 150،152
تریولے 296،297
تعلقہ شہزادکوٹ 176، 177
تلونڈی بھنڈراں 180
تلونڈی جھنگلاں 140،179
تنزانیہ 51، 119، 121، 122، 123، 154، 193، 254، 255، 291، 313
تھرپارکر 148،240
ٹاویٹا 291
ٹبورا 255
ٹرنیڈاڈ 250
ٹمالے 276
ٹوگو 16
ٹونگا 286،287
ٹھٹھی 186
ٹیچی مان 7،10،11،12،40

ج ۔ چ

جاپان 119،256
جاکرتا 247
جالندھر 202
جاوا 247
جبروک 293
جرمنی 47، 48، 139، 149، 222، 231، 232، 250، 254، 259، 263
جرمنی (مغربی) 51، 60، 119، 224، 313
جلنگھم 249
جمشید پور (ٹاٹانگر-بھارت) 197
جموں 136،209
جنوبی افریقہ 119
جورو (سیرالیون) 7، 8، 9، 79، 271، 272، 273
جھنگ 29، 32، 76، 91، 172، 223
جیسور (بنگلہ دیش) 84
جیند 171
چانگریاں 154
چاہ احمدیاں والا 191
چٹاگانگ 84
چراٹ ۔ نوشہرہ 160
چربون 247
چک ۵۵ ر ۔ ب برج 179
چک E-B_245_(ساہیوال) 100
چک نمبر 170/10-R 163
چک نمبر 30 جنوبی سرگودھا 202
چک نمبر 99 شمالی سرگودھا 141
چمن بارڈر 102
چنتہ کٹنہ 192
چندر کے منگولے 179، 180، 183، 184، 185، 189، 214
چنیوٹ 164، 222، 223، 228
چہارکوٹ (مقبوضہ کشمیر) 105
چھمب سیکٹر 102، 105، 106، 108، 110
چھنیاں ۔ ہوشیارپور 139
چین 60، 184، 185، 190

ح ۔ خ

حاجی پورہ 144
حافظ آباد 205
حجاز 192
حسینی والا (بھارت) 85، 109، 110

حلب 173
حیدر آباد
239،177،175،149
حیدر آباد دکن
216،215،192،158
خانو والی 181،180
خانیوال 163
خوست 165،153
خیرو ڈیرو 177،176

د ۔ ڈ ۔ ذ

داتہ زیدکا 182
داتہ (مانسہرہ) 139
دارالرحمت قادیان 184
دارالسلام تنزانیہ 193
دارالشکر قادیان 170
دارالفضل قادیان 139
دائی والہ 147
دسوہہ 139
دنیا پور 141
دہلی 205،171،164
دھرم کوٹ بگہ 199
دیناجپور (بنگلہ دیش) 94،84
ڈامونگو 278،277
ڈکار ۔ سینیگال 295
ڈنمارک
279،263،262،221
ڈھاکہ 92، 105، 108،
315،206،205،114،109
ڈھوبی 310،309
ڈیٹن 246
ڈیرہ اسماعیل خان 146
ڈیرہ غازی خان
215،155،143،142
ذوالحلیفہ 226،225

ر ۔ ز

راجستھان 85
راجگڑھ لاہور 219
راولپنڈی 5،56،57،61،89،
228،227،219،204،105
ربوہ 32،39،42،50،
61،90،91،92،115،119،
141، 207، 208، 218 تا
237،231،230،229،222
رحیم آباد 147
رحیم یار خان 239،85
رعیہ 180،155
رئیسی 289
رن کچھ (گجرات انڈیا) 106
رنگ پور (بنگلہ دیش) 84
رنگ پورہ 163
رنگون 253،152
روز ہل 296،297،299،300
روس 29
روکوپر (سیرالیون)
28،18،17،7
روہڑی 146
رہوڈیشیا 121،120،119
ریاض 228،227
زائر 119،16
زمبابوے 121،120،119
زیرہ ۔ فیروز پور 163
زیمبیا 119 تا 128،314
زیورچ 253

س ۔ ش

سُووا 286،283،282
سابا 296
سالاگا (سلاگا) 277،26
سالٹ پانڈ 274
ساؤتھ آل 249
ساولہ 277
ساہیوال 201،100،31
سائپرس 198

سبا۔ملائیشیا 302
سپین 26، 95، 98، 99
سرحد
60، 61، 156، 157، 158
سرگودھا
108، 141، 163، 195، 218، 219، 220، 227، 234، 315
سعدو 176
سعودی عرب 227، 228، 229
سکاٹ لینڈ 249
سکرنڈ 176، 177
سکنڈے نیویا 260
سکوٹو سٹیٹ 18 تا 23
سکھر 171، 202
سکھو چک 195
سلہٹ (بنگلہ دیش) 84
سماٹرا (انڈونیشیا) 6
سندھ
105، 116، 148، 149، 163، 174 تا 177، 179، 207، 208، 210، 214، 239، 240
سنڈوکن 302
سنگرور 171
سنگلانگ 247
سولوتھرن 264
سوہارہ۔بجنور 200
سوئٹزرلینڈ 51، 147، 149، 150، 263، 265
سویڈرو (غانا) 7، 13، 14
سویڈن 221، 261، 265
سیالکوٹ 32، 44، 45، 57، 58، 85، 136 تا 139، 147، 151، 154 تا 157، 163، 179 تا 185، 189، 190، 195، 199، 213، 227
سیرالیون 7، 8، 9، 17، 18، 28، 51، 55، 79، 179، 221، 265 تا 270، 272، 273، 314
سینٹ پیری 296، 297
سینٹ لوئس 245
سینیگال 16، 295
شاہدرہ 142
شکاگو 244
شمشیرنگر (بنگلہ دیش) 84
شملہ 205
شورکوٹ 172، 214
شیخوپورہ 32، 33، 148
شیفیلڈ 235، 250

ص۔ط۔ع۔غ

صفا 226، 227
طائف 225
عرفات 226، 302
غانا 7، 8، 10، 12 تا 18، 26، 27، 40، 49، 194، 220، 221، 268، 274 تا 281، 307 تا 310، 313، 320

ف۔ق

فاضلکا (بھارت) 85
فجی 51، 221، 282 تا 287
فرانس 119، 238
فرائی بورگ 265
فری ٹاؤن
130، 265، 269، 270
فرینکفورٹ 47، 231، 260
فلاڈلفیا 244
فلپائن 50، 51
فلیکان فلاک 299
فلینز برگ 232
فیروزپور 110، 163، 211
فیلیمو 277
فینکس 296، 297

قادیان 45،86،111،113،
138،144،146،164،184،
192،194،196،197،301
قاضیاں والا 239
قصور 85
قلعہ صوبا سنگھ 154،163،182
قلعہ کالروالا 187
قمبر 176، 177

ک۔گ

کابل 153،159،160،166
کاٹاباٹو (فلپائن) 50
کارگل 94
کارمن (فلپائن) 50
کالی کٹ (بھارت) 77
کامٹی 194
کانپٹی 195
کانپور 205
کانو 21،23،25،250،309
کراچی 57،
94،108،148،150،169،
170،179،194،195،218
کرائیڈن 249
کربلا 173
کرمان 173
کروبو 274،275
کسوموں 293،294
کشمیر
107،176،196،209،289
کشمیر (مقبوضہ) 105،139
کشمیر (آزاد) 108،110
کلانور 147
کلکتہ 208
کلوسا 255
کماسی (غانا)
8،276،277،278،281
کمال ڈیرو 174 ،177،178
کمبیا (سیرالیون) 17،18
کمپالہ 312
کنڈیارو 173،177،194
کنری 148،163،210
کنگ آرائیاں 202
کوارا 311
کوالے 289،290
کوپن ہیگن 260تا263
کوٹ احمد یار 22،223
کوٹلی۔آزادکشمیر 105
کوٹلی ہرنرائن 154
کوٹھہ 211
کورے بونڈو 271
کومیلا (بنگلہ دیش) 84
کوہاٹ 61،137
کوئٹہ 106،207،
223،225
کویت 250،262
کہانجو 294
کھارا 142
کھاریاں چھاؤنی
101،201،202،203
کھوئی رٹہ (کوٹلی) 105
کھیوہ باجوہ 182
کیرالہ (بھارت) 77،78
کیمرون 16
کینما (سیرالیون)
79،271،273
کینیا 224،
225،288تا292،298،314
کینیڈا
51،90،133،150،244
گجرات 63،137،158،218
گجرات (ضلع) 139،193
گریلولاڑکانہ 176
گرین فورڈ 252

گساؤ (نائیجیریا) 18 تا 23، 311
گکھڑ منڈی 227، 228
گلاسگو 249
گنج مغل پورہ 209
گنجور (گیمبیا) 7، 18، 296
گنی بساؤ 16
گوجرہ 155
گورپیسی 277
گورداسپور
112، 113، 114، 140،
147، 159، 194، 199، 209
گوکھووال 197
گھٹیالیاں 163، 182، 227

ل-م

لاڑکانہ 176
لاہور 5،
32، 33، 63، 76، 86، 101،
104، 105، 107، 109، 110،
137، 139، 145، 148، 149،
151، 154، 155، 156، 158،
163، 164، ، 168، 181،
191، 194، 195، 196، 197،
205، 206، 208، 220، 253
لائلپور-فیصل آباد
32، 89، 148، 154، 155،
163، 179، 197، 209، 319
لائبیریا 16، 52، 53، 251
لٹوکا 285، 286
لدھیانہ 145، 171
لمباسہ 282
لندن (لنڈن) 29،
52، 60، 79، 102، 115،
150، 157، 158، 161، 171،
198، 213، 221، 228، 231،
237، 238، 248 تا 253، 300
لنسار 270
لوساکا (زیمبیا)
123، 126، 128
لومبک 248
لونگٹن 292
لیسٹر 249
لیگوس (نائیجیریا) 19،
20، 23، 305، 307 تا 311
لیوما 271
ماٹے بوئے 265
ماراگولی 291
مارلاشو 299
مارو 285
ماریشس 7، 60،
201، 221، 296 تا 299، 301
ماریطانیہ 16
مالی 16
مانسر کیمپ (اٹک) 105
مانسہرہ 139
مانیلی (فلپائن) 50
ماہو 291
ماہی جو بھان 173
مٹاوا 293، 294
مٹھی 241، 242
محبوب نگر دکن 192
محمد نگر 196
محمود آباد 148، 149، 220
مدراس 78، 132، 160، 203
مدینہ 97، 192، 225، 302
مراکو 260
مردان 204، 211
مرزاپور (بنگلہ دیش) 84
مروہ 226، 227
مری 50
مزدلفہ 226
مکہ 72، 93، 96،
98، 193، 225 تا 228، 302

مگبورکا 270
ملاوی(پرانانام۔نیاسالینڈ)
125،120،119
ملائیشیا 302،51
ملتان 164،163،141،
220،219،201،191،173
ملسیاں 163
ملکانہ 209،148
ملوٹ(جہلم) 105
ممباسہ 291،290،289
منا(نائیجیریا) 311
منرووبہ(لائبیریا) 52
منیٰ 193
موروگورو 255،254
موزمبیق 121،119
موشوازی 299
مونتائیں بلانش
298،297،296
میمن سنگھ(بنگلہ دیش) 84،36

ن

ناروے
262،261،163،150
ناگپور بھارت 195
نامیبیا 119
ناندی 285،284
نائی والا(ضلع سیالکوٹ) 154
نائیجر 16
نائیجیریا
16،18،19،20،23،24،
25، 60، 165، 218، 222،
302،303،304،309تا314
نجران 293
نصرت آباد 148
نگرپارکر 242،239
نوابشاہ 148،
194،177،175،174،173
نورپائی 296
نورنگر 207
نوشہرہ چھاؤنی 156تا161
نوشہرہ ککے زئیاں 162
نوکوٹ 240
نیانزا 292
نیپال 60
نیروبی
288تا293،295،301
نیلاگنبدلاہور 205
نیویارک 246،244

و۔ہ۔ی

وا 277
واشنگٹن 60،244،246
والےوالے 277
واہ کینٹ 197
وڈالہ بانگر 148،147
وزیرآباد 137
ویکفیلڈ 251
ہالینڈ
314،313،302،265،230
ہانگ کانگ 185،182
ہائی ویکمب 249
ہڈرزفیلڈ 250
ہمبرگ 259،233
ہندوستان(انڈیا،بھارت)
14،16،77،80،
82تا87،90،92،95،100،
102، 107تا112، 127،
164،168،173،185،195،
301،285،211،209،204
ہنسلو 249
ہوشیارپور 209،139
یادگیر 192
یرموک 98،97،95

یورپ 26،55،117، 149،170،198،247،259
یوگنڈا 51،312
یوگوسلاویہ 60،265
ییلے 274

ENGLISH NAMES

Chibolya Compound (لوسا کا زیمبیا) 122،123
Chililabombwe 128
Chingola 128
Choma 128
Ede 308
Ekumfi 281
Essen(جرمنی) 233
Ijebu Ode 302, 304
Kabwe 123, 128
Kalulushi 128
Kitwe 128
Luanshya 128
Mufulira 128
Ndola 128
Ruwai 290
Sampa 281
Sisal(Ruwai) 290

کتابیات

الف

احمدیت۔اسلام کی نشاۃ ثانیہ 315
احمدیت پر اعتراضات کے جوابات 315
احمدیت کا نفوذ صوبہ خیبر پختونخواہ میں 216
احمدیت کی نئی نسل کی ذمہ داریاں 315
احمدیت یعنی حقیقی اسلام 160،127
اخبار احمدیہ کینیڈا 133
اخبار احمدیہ۔لندن 252
ادبی دنیا (رسالہ) 44
ازالہ اوہام 181
اسلام کا اقتصادی نظام 298،248
اسلام کا وراثتی نظام 129،3
اسلامی اصول کی فلاسفی 125
اسلامی اصول کی فلاسفی (فجیین زبان) 286،285
اصحاب احمد جلد ۷ 215
اصحاب احمد جلد ۱۰ 212
اصحاب احمد جلد ۱۴ 315
افریقہ سپیکس 298،125
البشریٰ، رسالہ۔برما 253
الحق المبین فی تفسیر خاتم النبیین صلى الله عليه وسلم 315
الحکم اخبار 213،174
الصحیح البخاری 312،268،136،131
الفرقان (ربوہ۔ماہنامہ) 318،214،131،129،59
المجتمع (کویت۔ہفت روزہ) 262
النصرت (رسالہ۔ماہنامہ) 319
امام المتقین، نجات المسلمین، تنبیہ الغافلین (پنجابی) 316
امروز (لاہور۔روزنامہ) 134،133،110،29
انصاراللہ، ماہنامہ 285،214،156
انقلاب حقیقی 44
ایام (روزنامہ۔لائلپور) 319
ایڈوانس (اخبار) 298

ب۔پ

بابا نانک رحمۃ اللہ کا دین دھرم 199
بائبل 294،293،290،258
بدر اخبار 214،167،132
براہین احمدیہ حصہ سوم 133
برہان ہدایت 215
بشارات رحمانیہ حصہ اول 214
بلڈ Bild (اخبار جرمنی) 259
بھارت نامہ 316
پاک فضائیہ کی تاریخ 133،108
پٹنہ لاء جرنل جلد ۲ 132
پلین ٹروتھ جلد ۳۳ 320

ت۔ٹ

تابعین اصحاب احمد جلد ۷ 315
تابعین اصحاب احمد جلد ۸ 215
تابعین اصحاب احمد جلد ۱۰ 216
تاریخ احمدیت جلد ۵ 132
تاریخ احمدیت جلد ۶ 213
تاریخ احمدیت جلد ۸ 213،212
تاریخ احمدیت جلد ۱۱ 214،184
تاریخ احمدیت جلد ۱۸ 320
تاریخ احمدیہ سرحد 216،157
تاریخ جامع اردو انسائیکلو پیڈیا جلد ۴ 134

تاریخ بلوچستان 214
تاریخ پاکستان 132
تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد نمبر ۳ 132
تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد نمبر ۴ 135
تبلیغی واقعات حصہ دوم 257
تحدیث نعمت 114، 132، 315
تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ کا کردار 316
تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین 212، 213، 214، 215
تحریک جدید (ماہنامہ) 129، 130، 285، 315، 317 تا 322
ترجمان اسلام (لاہور۔ہفت روزہ) 319
تشنہ لب 316
تفسیر القرآن انگریزی 269، 298
تلاش مسلسل 315
تمدن عرب 129
ٹیچنگ آف اسلام 160

ج۔ح۔خ

جامع صحیح مسند بخاری پارہ نمبر ۱۳ 316
حقیقۃ الصلوۃ 316
حمودالرحمٰن کمیشن رپورٹ 107
حیات بقاپوری حصہ اول 214
حیات حسن 215
خلافت راشدہ کے متعلق سازشیں 315

د۔ڈ

ڈسل ڈورف ہینڈلس بلاٹ (اخبار۔جرمنی) 232، 233
ڈیلی ٹیلی گراف (انگلستان) 235
ڈیلی نیشن (اخبار۔کینیا) 292

ر۔ز

راولپنڈی تاریخ احمدیت 212
رجسٹر روایات نمبر ۳ (غیر مطبوعہ) 214
رجسٹر روایات نمبر ۶ (غیر مطبوعہ) 213
رجسٹر روایات نمبر ۷ (غیر مطبوعہ) 212، 213
رجسٹر روایات نمبر ۸ (غیر مطبوعہ) 212
روح پرور یادیں 320
روشن ستارے جلد ۱ 315
ریویو آف ریلیجنز۔انگریزی 285
زرقانی 132
زنجیر گل 131

س۔ش۔ط

سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ پاکستان بابت سال ۱۹۴۷۔۴۸ء 212
سالانہ رپورٹ۔صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت سال ۱۹۴۴۔۴۵ء 212
سندھ میں حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام کے رفقاء کی سیرت وسوانح 214
سیرت ابن ہشام 132
سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 132
سیرت مسیح موعود علیہ السلام 178
شاہین (پاک فضائیہ کا ترجمان رسالہ۔ماہنامہ) 109، 134
صحابیات احمد جلد نمبر ۱ (غیر مطبوعہ) 213

ط۔ظ۔ع۔غ

طالمود 7
طبری 132
ظہور مہدی آخر الزمان علیہ السلام 315
عربی گرائمر میں پہلا قدم 316

عقائداحمدیہ 216

عیسائیوں اور مسلمانوں کی کشمکش کی تاریخ 316

غلبہ اسلام کے متعلق پیشگوئیاں 315

ق۔ک۔گ

قرآن کریم (انگریزی ترجمہ) 7، 11، 115، 117، 118، 252، 281

قرآن کریم (جرمن ترجمہ) 264

قرآن کریم (سواحیلی ترجمہ) 193

قیام پاکستان کا روحانی پس منظر 315

کچھ باتیں کچھ یادیں اور ریگِ رواں 134

گلدستہ لطیف یا نعم الرفیق (پنجابی) 316

ل۔م۔ن

لاہور (ہفت روزہ) 58، 131، 215

لائف آف محمدؐ 125، 285

لیکچر سیالکوٹ (ہندی ترجمہ) 286

مثنوی مولانا روم 155

مدراس لاء جرنل نمبر xx 132

مساوات (روزنامہ-لاہور) 131، 222، 318

میری والدہ 316

نظام نو (انگریزی) 298

نگار (رسالہ) 44

نوائے وقت لاہور (روزنامہ) 56، 131، 133

نور-اخبار 167

نورفطرت 316

نیرنگ خیال (رسالہ) 44

و۔ہ۔ی

وحی والہام کے متعلق اسلامی نظریہ 315

ہلال (پاک فضائیہ-ماہنامہ) 107

ہمایوں (رسالہ) 44

یادرکھنے کی باتیں (رسالہ) 316

English Names

Ahmadiyya Movement 316

A Message Of Hope 304

Awake(رسالہ-لندن) 231

Communism And Democracy 316

Die Welt(جرمن اخبار) 259

Frankfurter Rundschau (جرمن اخبار) 232

Islam in Africa 316

In Defence of Pakistan 316

Invitation (خلاصہ دعوۃ الامیر) 316

Le Message (احمدیہ اخبار-کینیا) 300

Mauricián(اخبار) 300

Pikiran Rakyat (اخبار بنڈونگ انڈونیشیا) 248

Stern(جرمن رسالہ) 232

The Pioneer(اخبار-غانا) 320، 280، 275

The Promised Victory and Our Duty 316

The soldiers with Mission 111

The Tomb Of Jesus 316

Zambia Crescent (رسالہ زیمبیا-دوماہی) 126